خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchal.com.pk
عید مبارک

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سروے

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سلسلہ وار ناول

افسانہ

مکمل ناول

ناولٹ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان (پاس سے) گانا گاتے ہوئے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اے نوجوان! تم پر افسوس ہے تم (گانے کی بجائے) قرآن کریم کو ترنم سے کیوں نہیں پڑھ لیتے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کئی بار دہرائی۔ (دیلمی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اگست ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے عید کی پیشگی مبارک باد۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہماری عید کو ہر طرح کی خوشیوں راحتوں سے بھر دے' آمین۔ اگست کا مہینہ ہمارے وطن عزیز کے قیام کا مہینہ بھی ہے اور رمضان شریف تو ہمارے لیے کیا تمام مسلمانان عالم کے لیے محترم ومکرم ہے پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ اسی ماہ مبارک رمضان شریف میں قیام پاکستان کا عمل مکمل ہوا۔ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تمام در کھول دیتا ہے کسی کی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی خصوصاً روزہ داروں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ آئیں آج ہم سب بہنیں' ہمارے بھائی اور بچے مل کر وطن عزیز کے لیے اپنے رب کے حضور دستِ دعا بلند کریں' اے خالق! اے مالک وکون ومکاں! اے رب العالمین ہمارے اس خطہ ارض کو اپنی پناہ نصیب فرما' ہر آفت ہر مصیبت سے محفوظ فرما اور وطن عزیز کے حکمرانوں کو توفیق دے کہ وہ تیری رضا وخوشنودی کے لیے پاکستانی عوام کے دکھ درد اور آفات ارضی کا مداوا کرسکیں۔ وطن عزیز کے عوام کو درپیش مشکلات بجلی وپانی' بے روزگاری' مہنگائی' دہشت گردی جیسے عفریتوں کو قابو کرسکیں۔

تمام بہنوں سے خصوصی گزارش ہے کہ وہ آخری عشرے کی راتوں میں خصوصی عبادات کے موقع پر اپنے اس پیارے پاکستان کو بھی یاد رکھیں اور اپنی دعاؤں میں شریک رکھیں' اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس پیارے وطن عزیز کو ہر آفت ہر مصیبت سے محفوظ رکھے اور تمام درپیش مشکلات کو ہمارے لیے آسان بنائے' آمین۔

ہر آنے والا حکمران پہلے تو بڑے بڑے دعوے کرتا ہے لیکن مسند اقتدار سنبھالتے ہی اس کا وہ جوش وجذبہ جس کا اظہار اپنے منتخب ہونے سے پہلے پہلے کرتا ہے وہ سب ہوا ہو جاتا ہے' نئے حکمرانوں نے اپنے انتخابی دعوؤں میں بجلی کے بحران پر ایک یا دو یا تین ماہ میں قابو پانے کی نوید سنائی تھی' دعویٰ کیا تھا لیکن اب وہ تین چار سالوں پر محیط ہو چکا ہے کیونکہ بقول حکمرانوں کے ہتھیلی پر سرسوں نہیں جما کرتی۔ بجلی کا بحران غیر معمولی ہے' بجلی کے ستائے ہوئے عوام سے کیا ہوا وعدہ کیا ہوا بجلی کی لوڈشیڈنگ میں تو مزید اضافہ ہوگیا' کمی کیا ہوگی۔ اگر حکومت چاہے تو صرف ایک بجلی کا مسئلہ ہی حل کردے تو اس سے دیگر شکایات کا ازالہ از خود ہو جائے گا' بجلی سے جہاں عام لوگوں کو سکھ نصیب ہوگا وہیں ہر قسم کی صنعت کا پہیہ بھی چل پڑے گا اس سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہوگا' عوام کی بے چینی بے کلی ختم ہوگی تو ملک کے طول وعرض میں پھیلتے بڑھتے ہوئے جرائم میں از خود کمی واقع ہو سکے گی۔ اللہ ہمارے حکمرانوں کو توفیق دے' سمجھ دے اور قوت کار دے' آمین۔

بہنیں نوٹ فرمالیں کہ حسب معمول ستمبر کا شمارہ عید نمبر 2 ہوگا۔ بہنیں اپنی نگارشات عید کے حوالے سے جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ ان کی شرکت ممکن ہو سکے۔

اس ماہ کے ستارے

''جھیل کنارہ کنکر'' نازیہ کنول نازی' ''شہر دل'' نادیہ فاطمہ رضوی اور ''تم سے ہے میری عید'' شازیہ مصطفیٰ کے لازوال مکمل ناول۔

''مجھے ہے حکم اذاں'' اُم مریم' ''چاند روشن ستارہ'' حمیرا نگاہ اور ''ضوفشاں چاند اور گلاب'' سمیرا غزل صدیقی کے شاہکار ناولٹ۔

''میری گڑیا'' نبیلہ ابر راجا' ''عیدی'' نزہت جبیں ضیاء اور ''نگوڑی برسات'' اُم ثمامہ کے بہترین افسانے۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

سب کچھ ملا تجھی سے اللہ ترا کرم ہے
سرشار ہوں خوشی سے اللہ ترا کرم ہے

ہر آن مجھ کو دی ہے تونے سکوں کی دولت
خوش ہوں میں زندگی سے اللہ ترا کرم ہے

کردے معاف لغزش سرزد اگر ہوئی ہے
عاجز ہوں بندگی سے اللہ ترا کرم ہے

یہ چاند اور ستارے پاتے ہیں فیض سارے
تیری ہی روشنی سے اللہ ترا کرم ہے

ہر آن ذکر تیرا ہر آن شکر ترا
مانگوں میں کیا کسی سے اللہ ترا کرم ہے

الفاظ میں کہاں ہے شایانِ شان لاؤں
عاجز ہوں آگہی سے اللہ ترا کرم ہے

نعت

لب پہ آقاؐ کا نام ہے روشن
قریۂ دل تمام ہے روشن

اسمِ احمدؐ کی روشنی سے ہی
روشنی کا نظام ہے روشن

ذکرِ خیر الانعام کے صدقے
صبح روشن ہے شام ہے روشن

جل اٹھے ہیں چراغ لفظوں کے
نعت کا اہتمام ہے روشن

عشقِ احمدؐ کے لطف سے دل میں
حسرتِ نا تمام ہے روشن

میری اوقات ہی حکیم ہے کیا؟
ان سے میرا مقام ہے روشن

(حکیم خان حکیم)

editor@aanchal.com.pk
editor_aa@aanchal.com.pk

درجوابِ آں

مدیرہ

عاصمہ اقبال...... عارف والا

ڈیئر عاصمہ! محبتوں بھرا خط موصول ہوا اتنی دعائیں ہماری آنکھیں نم کر گئیں' اللہ آپ کو بھی مدینہ منورہ کی زیارت نصیب فرمائے' آمین۔ تحریر موصول ہوگئی ہے' عید نمبر 2 سے فراغت پاتے ہی ہاں یا ناں میں جواب دے دیں گے' امید کا دامن تھامے رکھیں۔

سویرا فلک...... کراچی

عزیزی سویرا! کیا لکھوں الفاظ کہیں گم ہوگئے ہیں' والدہ کی رحلت کی روح فرساں خبر پر صبر و تشفی کے وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو آپ کے اس غم میں ڈھارس اور زخموں کے مرہم ثابت ہوں۔ ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانا بہت گہرا صدمہ ہے۔ آنچل کا پورا اسٹاف اس غم میں آپ کے ساتھ شریک ہے اور دعا گو ہے کہ ربّ العزت آپ کی پیاری ماں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آپ کو اور باقی اہل خانہ کو صبر و استقامت عطا فرمائے' قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

اچھی ساریہ! سدا مسکراؤ' آپ کی جانب سے ارسال کردہ خط اور خوب صورت کارڈ مل گئے' آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنا آنچل کے لیے جو کارڈ بھیجا ہے وہ آپ کی محبت کا مصداق ہے' ہمیں واقعی بہت پسند آیا۔ گڑیا ناراض مت ہو' خط شائل نہ ہونے کی وجہ تاخیر سے ملنا ہے' ہمیں آپ کے جذبات اور مشکلات کا احساس ہے' آنچل کی F.B آئی ڈی کے لیے فہرست سے پہلا صفحہ دیکھ لیں وہاں لکھی ہوئی ہے اور اب امید کرتے ہیں کہ آپ کی ناراضگی دور ہوجانی چاہیے۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

کوثر ڈیئر! شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تمام نگارشات موصول ہوگئی ہیں' عید نمبر سے فراغت پاکر پڑھ پائیں گے۔ پہلے بھیجی گئی کہانیوں میں سے "گمنی گر ہیں" منتخب ہوچکی ہے' اب آپ باری کا انتظار کیجیے جلد ہی آنچل کے صفحات پر جگمگ کر رہی ہوگی۔ آپ کی جو تحریر ہم نے منتخب کی ہے آپ اسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے باقی تحریریں لکھیں' طوالت سے گریز کریں' پیاری گڑیا! امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

اچھی بشریٰ! شاد رہو' لیجیے جواب حاضر ہے' "تُو چاند میرے آنگن کا" منتخب ہوچکی ہے بہت جلد لگا دیں گے۔ گڑیا آپ ایک ہی لفافے میں تمام کالمز ارسال کرسکتی ہیں' متعلقہ شعبے والے ہی فیصلہ کرتے ہیں۔ شاعری کے حوالے سے بھی یہی کہوں گی کہ اس کا ردّ و قبول بھی وہیں طے ہوتا ہے' ہم بھلا آپ سے کیوں ناراض ہوں گے' ایسے قارئین کے ہم قدر دان ہیں جو ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور شکوہ شکایت بھی کرلیتے ہیں کیونکہ یہی تو ہے وہ اپنا پن' کیا سمجھیں۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

عزیز بہنا! خوش رہو' اتنے عرصے کی غیر حاضری کے بعد پھر سے آپ کی آمد بھلی لگی' ہم اپنے قارئین کو بھولتے نہیں بس گردش لیل و نہار میں کبھی کبھار فرصت نہیں ملتی۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی عید مبارک' پیغامات اور تعارف کے لگنے کا سلسلہ متعلقہ شعبے والے ہی کرسکیں گے' اللہ آپ کو اس کام میں کامیابی و کامرانی و آسانی فرمائے۔

جویریہ سلیم...... راولپنڈی

جویریہ ڈیئر! خوش رہو' اتنی طویل غیر حاضری کے بعد شرکت کی کافی خوشی ہوئی' آپ کی تحریر "بھرم" پڑھ لی لیکن معذرت قبول کرو کچھ غیر حقیقی کہانی ہے اس لیے جگہ نہ بنا پائی اسی انداز تحریر میں کوئی حقیقی و اصلاحی تحریر دلچسپ

پیرائے میں لکھ کر ارسال کردیں' دعاؤں کے لیے شکریہ۔

حنا احمد...... چنیوٹ

حنا گڑیا! خوش رہو آپ نے خاموشی کا قفل توڑ کے پہلے بار آنچل کی محفل میں شرکت کی' خوش آمدید اب آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا' نظم متعلقہ شعبے کو بھیج دی ہے معیاری ہوئی تو چھپ جائے گی۔

جازبہ ضیافت عباسی...... راولپنڈی

پیاری بھتیجی! خوش رہو آپ کا کچھ بھی کہنا ہمیں برا نہیں لگتا' آپ نے اپنی خاموشی کا قفل توڑ کے شرکت کی خوش آمدید' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کو قلم اور کاغذ سے محبت ہے ایک رائٹر بننے کے لیے مطالعہ و محنت کے ساتھ ساتھ لکھنے کا جنون ہونا بھی ضروری ہوتا ہے' تعارف اور خط ایک ہی لفافے میں ارسال کیا جاسکتا ہے' ہر سلسلے میں شرکت کے لیے نئے صفحہ کا استعمال نہایت ضروری ہے ورنہ نگارشات ہوجاتیں ہیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

پیاری طیبہ! خوش رہو تعریفوں بھرا خط ملا' پڑھ کے خوشی ہوئی' ہماری تو کوشش یہی ہوتی ہے کہ آنچل کے معیار کو بہتر سے بہتر بنائیں آپ کو ہمارا معیار پسند آیا اس کے لیے شکریہ' آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' کوشش کریں گے پوری کرنے کی۔ عفت سحر طاہر کو ہم بھی بہت یاد کررہے ہیں وہ بہت مصروف ہوگئی ہیں آپ کہانی رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے دفتر کے پتے پر ارسال کردیں۔

مرباء نور...... کنجاہ

ڈیئر! خوش رہو' کہانی مل گئی ہے عید نمبر 2 سے فراغت کے بعد پڑھ کے رائے دے پائیں گے' آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ آنچل کی اتنی پرانی قاری ہیں' ہماری رہنمائی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔

رضوانہ احمد چیمہ...... نامعلوم

اچھی رضوانہ! شاد رہو' آپ کی تحریر "تُو میرا احساس ہے" پڑھی لیکن کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی' بہرحال آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن اسے جلا بخشنے کے لیے محنت اور مطالعے کی ضرورت ہے۔ آپ ابھی صرف افسانے لکھیں غیر ضروری طوالت سے گریز کریں۔

کرن بد الدین...... ضلع مٹیاری

ڈیئر کرن! خوش رہو' آپ نے پہلی بار خط لکھا خوش آمدید' آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ آنچل کے لیے جو آپ نے غزل لکھی ہمیں بہت پسند آئی' لکھنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے' ابھی پڑھی نہیں ہے۔

عظمیٰ شاہین رفیق...... فیصل آباد

عظمیٰ ڈیئر! "سب کچھ میرا تُو" کے لیے معذرت قبول کریں' آنچل کے معیار پر پوری نہیں اتر پائی امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ' محمد آباد کالونی

شازیہ! خوش رہو' اتنی محبتیں دیکھ کے ہماری بھی آنکھیں نم ہوگئیں' مگر یہ کیا آپ نے اتنی ساری کہانیاں ہمیں بھیج دیں مگر پھر بھی ہم نے فرصت نکال کے پڑھ لیں۔ شازیہ ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے اپنی کہانی لکھ کے آپ بار بار پڑھیں' آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ کتنی غلطیاں ہیں اور دیگر رائٹرز کو بھی بغور پڑھیں فی الحال کہانی نہ لکھیں مطالعہ پر توجہ دیں۔

زوبیہ شاہین...... مانگا

زوبیہ ڈیئر! خوش رہو' محبتوں بھرا خط ہمیں بھی خوشی سے دوچار کرگیا' یہ بات آپ نے بالکل صحیح کہی کہ آنچل نئے لکھنے والوں کی ضرور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ جی بالکل ناولٹ یا ناول لکھنے سے پہلے افسانہ نگاری پر عبور حاصل کرنا نہایت ضروری ہے آپ 10 سے 15 صفحات پر مشتمل کوئی دلچسپ سا افسانہ ہمیں لکھ بھیجیں' جب ہی رائے دے پائیں گے۔

زرقازیب...... کوٹلی' آزاد کشمیر

زرقا ڈیئر! خوش رہو' آپ کی تحریر مجلس تاثیر نے

ہمیں اس بات کا قائل کردیا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن موضوع کا انتخاب کمزور تھا۔ وسیع مطالعے اور سخت محنت کی بناء پر آپ موضوع کے چناؤ میں بھی کامیاب ہوسکتی ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے' آمین۔

شمسہ فیصل ...... لاہور

شمسہ ڈیئر! مسکراتی رہو' آپ کی تحریر ''اندر کا دکھ'' موصول ہوئی' بہت حساس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا انداز بیاں اور آپ کی لکھنے کی صلاحیت بخوبی واضح ہوگئی لیکن آپ نے شوہر کا کردار پیش کرنے میں کچھ کوتاہی کردی' ایک طرف وہ تعلیم یافتہ ہے دوسری طرف اس کے خیالات جاہلوں سے بھی بدتر ہیں۔ اسی تضاد کی بناء پر ہم معذرت خواہ ہیں آپ اس کہانی کو اصلاح کے بعد دوبارہ بھیج دیجیے امید ہے آپ مایوس نہیں ہوں گی۔

نگہت بشیر ...... کھاریاں' گجرات

پیاری نگہت! آباد رہو' آپ جس سلسلے میں بھی شرکت کرنا چاہیں اسی پتے پر ارسال کردیں آپ کا خط اور دیگر تحریریں موصول ہوگئی ہیں۔ عید نمبرز سے فراغت کے بعد ہی پڑھ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ کی تکلیف کو جلد از جلد ٹھیک کردے' آمین۔ ''محبت یوں بھی ہوتی ہے'' آپ کی یہ تحریر منتخب ہوگئی ہے' فی الحال انتظار کریں۔

نگہت سیما ...... چکوال

پیاری نگہت! شاد رہیے' اس خط کے ذریعے آپ سے نصف ملاقات ہوگئی' بہت اچھا لگا ورنہ گردش حالات میں ہر کوئی اس طرح مصروف ہے کہ اپنے لیے بھی وقت نہیں نکال پاتا' شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' ہماری جانب سے آپ کو عید کی ڈھیروں مبارک باد والسلام۔

مقدس تسلیم یاسمین ...... شوکت آباد

مقدس ڈیئر! تعریف نامہ موصول ہوا' اچھا لگا نازیہ کو آپ کی تعریف پہنچا رہے ہیں اور سمیرا شریف طور کو بھی آپ کی خواہش ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں کہ آرمی والوں پر ضرور کوئی کہانی لکھیں۔

شاہ زندگی ...... راولپنڈی

زندگی ڈیئر! خوش رہو آپ کی دوست کا تعارف باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا اگر وہ دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہو تو ان سے پہلے جن کی باری ہے پہلے ان کا حق بنتا ہے۔ کہانیاں مل گئی ہیں' اگلے مہینے ہاں یا ناں میں جواب دے دیں گے۔ ہماری طرف سے آپ کو بھی عید مبارک۔

رضیہ ...... چنیوٹ

اچھی بہن! آنچل کی محفل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید' امید ہے آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی' تمام قارئین اور رائٹرز کو آپ کا سلام ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

سلمیٰ فہیم گل ...... لاہور

سلمیٰ ڈیئر! ہم تو خیریت سے ہیں امید ہے آپ بھی ٹھیک ہوں گی' آپ کی تعریف فاخرہ گل کو پہنچا رہے ہیں' آپ کو بھی ہماری طرف سے عید مبارک۔ قسط وار ناول کے لیے ابھی بالکل گنجائش نہیں' مائنڈ مت کیجیے گا ہاں کوئی ہلکا پھلکا افسانہ یا ناولٹ ہو تو ضرور بھیج دیں۔

ماہ رخ ...... سرگودھا

ڈیئر ماہ رخ! مسکراتی رہو' آپ کے تفصیلی خط کا جواب حاضر ہے' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اب باقاعدگی سے شرکت کرتی رہیے گا' جواب مختصر اس لیے دیا جاتا ہے تاکہ زیادہ بہنوں کے خطوط شامل ہوسکیں۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی تعریف و تحسین ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

سجل سہاب شاہ ...... سرگودھا

سجل گڑیا! شاد رہو' آنچل کی محفل میں شرکت پر خوش آمدید' آپ اپنی نگارشات اسی پتے پر بھیج دیجیے' جس پتے پر آپ نے یہ خط بھیجا ہے' آپ نے جو شعر کا نذرانہ آنچل کے لیے پیش کیا ہے' قارئین کو بھی پڑھوا دیتے ہیں۔

دعا یہی ہے ربّ سے تیرے لیے
تُو قیامت تک سایہ فگن رہے ہم پر

طاہرہ ملک ...... جلالپور' پیروالہ

پیاری طاہرہ! جیتی رہو' شکوہ و شکایت سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا' آپ کا گلہ سر آنکھوں پر ہمیں آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے لیکن بعض اوقات محکمہ ڈاک کی کوتاہی کی بنا پر آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہوتی ہیں اور تب تک کالمز اپنے تکمیلی مراحل میں ہوتے ہیں اسی لیے شائع نہیں ہو پاتے' امید ہے آپ سمجھ پائیں گی۔ نئے پرانے کی بات نہیں ہے گڑیا! بات تو آپ کے پیغامات ہم تک پہنچنے کی ہے۔

مشترکہ جوابات:۔

نورین شفیع ...... ملتان۔ اتنے عرصے کی غیر حاضری کے بعد اچانک شرکت بھلی لگی' آپ کی دیگر نگارشات' ہمیں کافی تاخیر سے موصول ہوئی ہیں' لہٰذا معذرت۔ **شبانہ شمس ...... گھوٹکی۔** آپ کا محبت بھرا پیارا سا خط موصول ہوا' آپ کے جذبات قابل تحسین ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عزائم میں کامیاب کرے اور روشن شمع بنادے' آمین۔ **عائشہ نور ...... شادیوال گجرات۔** آپ کو بھی آنچل کی طرف سے عید مبارک' آپ حمد بھیج دیں اور شاعری بھی اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوجائے گی۔ **شہناز اینڈ شازیہ اقبال ...... کھروڑپکا۔** پیاری بہنوں' خوش رہو آپ کی بہن کا پڑھ کر بہت رنج ہوا' نجانے لوگ کیوں اس طرح کے مشرکانہ اعمال کرکے دوسروں کی زندگیاں اجیرن کردیتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ **صبا قریشی مون قریشی ...... عبدالحکیم۔** آپ کا خط کافی تاخیر سے موصول ہوا' بہرحال جواب حاضر ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' آپ کے مشوروں پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے' جہاں تک آپ کے پیغام کی بات ہے تو معذرت کیونکہ یہ کالم اب تکمیلی مراحل میں ہے' آئندہ جلدی بھیج دینا۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:۔

میری ادھوری محبت' جہیز' ادھوری محبت پورا سچ' کانٹوں بھری راہ' مکافات عمل' برادری کی رانی' شکریہ کا عنصر' تو میرا احساس ہے' بھرم' تیری وہ اک نظر' عید کی خوشیاں' محبت مار دیتی ہے' محبت ہوئی مہرباں' کون ہو تم' آ گہی' ابھی دیر نہیں ہوئی' بلاعنوان' عید کے رنگ اپنوں کے سنگ' محبت گمشدہ میری' آخری انڈا' میرے مرنے کے بعد' مخمل ہواؤں پر' وہ اک لمحہ لغزش' آنچل پری وار' پانچ لاکھ' اماں کا دامن' فنکار' محبت کی عنایت' میری دوستی میرا عشق' دھوکا' بدلہ پیار کا' تم ہی تو تھے' روشن چراغ' خوشیاں اپنوں کے سنگ' جہیز' محبت' شکست فاش' پاسبانِ وطن' گڑیوں ہو تو' زندگی کبھی دھوپ کبھی چھاؤں' قمیض کا بھولا' چھوٹی سی شرط' آدھا راستہ' پیار بھرا مان' وہ خواہش گمشدہ میری' کسٹی بی ایم اے' اندر کا دکھ۔
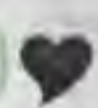
مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7' فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ' کراچی۔

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

اس سے قبل کہ فقہ کی تفصیل کی طرف جائیں ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جہاں جہاں اور جیسے جیسے تحصیلِ علم کی اور جوان کے فقہی مسلک کی بنیاد بنے اوراس کی جھلک ان کے فقہی احکام میں نظر آتی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے شیوخ مختلف مشرب اور مسلک کے تھے۔ وہ خصوصیت کے ساتھ کسی ایک گروہ یا طبقہ اہلِ رائے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بعض ان میں فقہائے حدیث تھے۔ اور بعض مفسر قرآن تھے۔ امام صاحبؒ نے ہر اس جگہ اور ہر اس شخص سے علم حاصل کیا جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فتاویٰ کا علم حاصل ہوسکتا تھا۔ امام صاحبؒ نے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ حاصل کیے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاویٰ کے تتبع اور جستجو میں ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ امام صاحبؒ نے جن صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ حاصل کیے وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ تھے جنہیں کتابِ الٰہی اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا عبور حاصل تھا اور اجتہاد و فکر میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔

امام صاحب کے فقہ پر اہلِ رائے کا گمان ہے کہ وہ شیعہ شیوخ سے زیادہ متاثر تھے۔ اس لیے ان کے فتاویٰ میں شیعہ مسلک کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہاں مختصراً شیعہ فقہ یعنی فقہ جعفریہ کے بارے میں کچھ معلومات جمع کردی جائیں تاکہ فقہ حنفی کو سمجھنے میں آسانی رہے اوراس کا تمام دیگر مسالک سے تقابلی جائزے میں آسانی رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مشاورت سے مسند خلافت سونپی گئی تھی لیکن ایک جماعت (محبان علی) ایسی بھی تھی جو اس فیصلے کی مخالف تھی وہ تینوں خلفائے راشد کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کا زیادہ حق دار مانتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور چچازاد بھائی بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر، کمسنوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ان کے قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے کے باعث بعد میں یہ لوگ شیعان علی کہلائے۔ انہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ خلفائے راشدین، خلفائے بنی امیہ، خلفائے بنی عباس سے اہلِ بیت کی خلافت کا حق واپس انہیں دلایا جائے۔ شیعہ سنی مسالک کے اختلاف میں جیسے مسئلہ امامت، مسئلہ اجتہاد، شرعی دلائل، مذہبی اصول و فروع، عبادات اور دیگر معاملات مسئلہ امامت میں ان کے یہاں بھی کئی فرقے ہیں جن کی تفصیل گزشتہ صفحات میں کی جاچکی ہے۔

نظریاتی اختلاف کی ابتدا پہلی بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں ہوئی۔ یہی شیعہ مذہب کا نقطہ آغاز تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور جانشینی کا مسئلہ بظاہر بہت سادہ اور خوش نما تھا لیکن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس سالہ تعلیمات کے خلاف تھا کیونکہ اسلام نے نسلی امتیاز اور خاندانی غرور کو ختم کردیا تھا اور اسلام میں عزت، شرافت اور سیادت و بزرگی کا دارومدار تقویٰ پر رکھا تھا۔

کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے برسر منبر یہ سوال کیا گیا کہ آپ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کیوں بنایا؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ دین کے کاموں میں سب سے اہم نماز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابوبکرؓ ہی کو ہمارا "امام نماز" بنایا تھا جبکہ میں وہاں موجود تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میری موجودگی کا علم بھی تھا مگر اُس کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخصیت کو ہمارے دین کی امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا ہم نے دنیا کی امامت وقیادت کے لئے اُسے ہی چُن لیا۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

فقہ جعفریہ:۔ شیعہ فرقے کا فقہ ہے شیعہ فرقہ سب سے قدیم فرقہ ہے اس کی بنیاد چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق کے مقرر کردہ اصول پر رکھی گئی ہے۔ یہ مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہد میں سیاسی رنگ میں نمودار ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انہیں عروج حاصل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عوام سے ملتے جلتے تو ان کی سخاوت و دین داری اور علم دیکھ کر لوگ سراپہ نیاز وعقیدت بن جاتے تھے۔ شیعہ مذہب کے ماننے والوں نے حضرت علی رضی اللہ کی اس مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ان سے اپنی وابستگی کرلی اور لوگوں میں ان کا چرچا کرنے لگے اور ان سے اپنی عقیدت اپنے تعلق کا اقرار کرنے لگے۔ اور بہت سے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیروکار ہوگئے، درحقیقت شروع ہی سے حامیان علی شیعہ کہلاتے تھے اور یہیں سے شیعہ فرقے نے نشوونما حاصل کی۔ مذہب شیعہ کا اصل اصول یہ ہے کہ امامت مصالح آئمہ میں سے نہیں ہوتی کہ اسے امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے بلکہ یہ دین کا اہم رکن اور اسلام کا ستون ہے اور نبی اس سے غفلت نہیں برت سکتا کہ اسے امت کو تفویض کردے بلکہ اس پر لازم ہے کہ امت کے لیے ایک امام کا تعین کردے اور یہ امام تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہو (مقدمہ ابن خلدون) امام کا تقرر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور دنیا کبھی امام سے خالی نہیں رہتی وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلافصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین مانتے ہیں کیونکہ امام ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی شناخت کراتا ہے۔

شیعہ مذاہب کی اساس و بنیاد عقیدہ امامت اور امام آخرالزماں (مہدی منتظر) کی غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کے زمانہ ولایت فقہ کے نظریے کی بنیاد پر قائم ہے۔ جس طرح امت مسلمہ کے نزدیک نبی ورسول کا تقرر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے بالکل اسی طرح شیعہ مسلک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کا جانشین وخلیفہ یعنی امام بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مقرر و نامزد ہوتے ہیں۔ وہ نبی ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت نبی اور رسول کی طرح امت پر فرض ہوتی ہے۔ امام کا درجہ تمام نبیوں سے بالاتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہوتا ہے۔ امام ہی امت کے تمام دینی اور دنیوی معاملات وامور کا سربراہ

وحاکم ہوتا ہے۔ ساری امت بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنا صرف اس کا ہی حق ہوتا ہے کیونکہ حکومت صرف اللہ تعالیٰ کے نامزد کئے ہوئے آئمہ معصومین کا حق ہے۔ جس طرح نبی پر ایمان لانا فرض اور اسے ذریعہ نجات ماننا شرط ہے اسی طرح ان اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا اور ان کو اللہ کا مقرر کیا ہوا امام معصوم اور حاکم ماننا بھی نجات کی شرط ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے دنیا کے خاتمہ تک یعنی قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ امام نامزد ہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نامزد فرمایا ہے۔ پہلے امام حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) (۲) حضرت امام حسن بن علی (۳) حضرت امام حسین بن علی (۴) امام علی بن حسین (۵) امام محمد باقر (۶) امام جعفر صادق (۷) امام موسیٰ کاظم (۸) امام رضا (۹) امام محمد تقی (۱۰) امام محمد نقی (۱۱) امام حسن عسکری (۱۲) امام حجت۔ یہ امام حسن عسکری کے صاحب زادے تھے جو چھوٹی عمر میں ہی معجزانہ طور پر سر من رائی کے غار میں روپوش ہو گئے ہیں۔ قیامت تک ان کی ہی امامت اور حکومت کا زمانہ ہے۔ شیعہ عقیدے کے مطابق امام حجت کا نام لینا بھی حرام ہے۔ وہ غائب ہیں اور غار میں روپوش ہو گئے ہیں۔ جب وہ مناسب سمجھیں گے (قرب قیامت کے وقت) غار سے نکل آئیں گے جب ایسا وقت آئے گا تو وہ وقت ان کی غیبت کبریٰ کا کہلائے گا۔ یہ شیعہ فرقے کا بنیادی عقیدہ ہے۔ امام حجت کو آخری امام اور مہدی منتظر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اصول کافی میں کتاب الحجتہ امام جعفر صادق کا قول اس طرح آیا ہے کہ بندوں کے نزدیک ہونا اللہ اور اللہ کا راضی ہونا ان سے ایسی حالت میں جب وہ حجت اللہ کو غائب پائیں اور وہ ان پر ظاہر نہ ہوں اور ان کی جائے قیام کو نہ جانے اور اس کا علم رکھیں کہ حجت اللہ سے زمانہ خالی نہیں ہوتا اور نہ اس کا عہد جو بندوں سے ہے باطل ہوتا ہے۔ پس اُن کو چاہئے کہ ہر صبح و شام ظہور حجت علیہ السلام کی توقع رکھیں۔ حجت اللہ کا غائب ہونا علامت ہے کہ اللہ کا غضب ہے۔ ان کے دشمنوں پر امام کو ظاہر نہیں کیا۔ اللہ کو اس کا علم ہے۔ وجود حضرت حجت میں کوئی شک نہیں ہے اور جو شک کرے وہ بدترین لوگوں میں ہے (اصول کافی علامہ محمد یعقوب کلینی)

موجودہ دور میں امام خمینی جو امام غائب یا امام آخرالزماں کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے انہوں نے حکومت کا نظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ ان کی کتاب ''ولایۃ الفقیہہ'' کے صفحہ نمبر 49 پر وہ تحریر کرتے ہیں۔

''جب کوئی فقیہہ (مجتہد) جو صاحب علم ہو عادل ہو۔ حکومت کی تشکیل و تنظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو اس کو معاشرے کے معاملات میں وہ سارے اختیارات حاصل ہوں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور سب لوگوں پر اس کی سمع و اطاعت واجب ہوگی۔ اور یہ صاحب حکومت فقیہہ و مجتہد حکومتی نظام اور عوامی سماجی مسائل کی نگہداشت اور امامت کی سیاست کے معاملات میں اسی طرح مالک و مختار ہوگا جس طرح نبی اور امیر المومنین علی علیہ السلام مالک و مختار تھے (الحکومتہ الاسلامیہ خمینی)

شیعہ مسلک میں نذر و نیاز اور مجالس کثرت سے کی جاتی ہیں۔ ایام محرم ان کے لئے رنج و الم کے دن ہوتے ہیں۔ مجالس میں شرکت اور غم حسین کا اظہار کرنے کو باعث نجات و مغفرت جانتے ہیں۔ اپنی ہر مشکل میں ہر کام کے لئے مدد ''علی'' سے مانگتے ہیں۔ حضرت علی کو حاظر و ناظر جانتے ہیں۔ شیعہ اثنا عشری فرقوں میں

ایک فرقہ آغا خانی بھی ہے۔ جو صرف حاضر امام آغا خان کو ہی سب کچھ مانتا ہے۔ آغا خان کا دیدار ان کی بخشش و نجات کا ذریعہ ہے۔ ان کی عبادات کا تمام تر محصور حاضر امام آغا خان ہی ہے۔

سب شیعہ ایک ہی طریقے کے نہیں ہوتے۔ کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل کی شان میں غلو کرتے ہیں۔ کچھ معتدل اور میانہ رو ہیں چنانچہ معتدلین نے کسی دوسرے صحابی کی تکفیر کے بغیر محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعلان و عقیدے پر اکتفا کیا ہے وہ شیعہ جو غالی اور افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درجہ نبوت پر پہنچا دیا۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نبوت تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تھی لیکن جبرئیل علیہ السلام کو مغالطہ ہو گیا اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ (یہ غالی فرقہ ہے جو اس طرح کہتا ہے)۔ (حالانکہ اس وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کمسن تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس برس تھی)۔

ان میں بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کا ظہور یا خدا بھی مانتے ہیں۔ ایسے لوگ روسی ریاستوں میں زیادہ تر پائے جاتے ہیں

حنفی فقہ کی اشاعت دیگر مسالک سے زیادہ کیونکر ہوئی اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ عباسی خلفاء نے اپنے دور میں اپنے محکمہ عدل و قضا کے لیے حنفی فقہ کو ہی منتخب کیا تھا اور اہل عراق اکثر اسی مسلک کے مقلد تھے۔ اور سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا۔ اور جو ممالک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت تھے وہاں بھی یہی مسلک حنفی سرکاری مذہب کے طور پر رائج ہوا۔

برصغیر پاک و ہند میں گو کہ ہر مسلک کے پیروکار موجود ہیں لیکن ان میں اکثریت حنفی مسلک کے ماننے والوں کی ہے فقہ اسلامی پر اجتہادی اور تحقیقی پیش رفت جتنی فقہ حنفی میں ہوئی اور علم و عمل کے میدان میں اسلامی قوانین کی اس طرح برتری ثابت کی گئی جو قرآن و سنت کے عین مطابق بھی اور صاف شفاف پیرائے میں بھی جس سے مسائل آسانی سے حل ہوئے اور سمجھ میں آنے لگے جس کے باعث زیادہ سے زیادہ لوگوں کے دینی مسائل حل ہونے لگے۔ اس سے اظہار دین اور غلبہ دین ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ہر دینی ضرورت کے مطابق فقہی مسائل کو حل کیا ہے اسلام کی بنیاد پانچ اہم ارکان پر ہے۔ (۱) ایمان۔ (۲)۔ نماز۔ (۳)۔ روزہ۔ (۴)۔ زکوٰۃ۔ (۵)۔ حج۔ آئندہ صفحات میں بنیادی اسلامی ارکان پر فقہ حنفی کے مطابق تشریح پیش کی جائے گی اس کے علاوہ اسلامی نظام زندگی کے لیے معاشرتی اقتصادی معاملات جرم و سزا سے متعلق بھی تشریح پیش کی جائے گی تمام تشریحات کو مختصراً مختصراً ہی تحریر کیا جا سکے گا کیونکہ یہ مختصر سا کتابچہ زیادہ تفصیل و تشریح کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ یہ کتابچہ حضرت امام اعظمؒ کی شخصیت اور اُن کے فن فقہ کے بارے میں مختصر معلومات پر ہی محیط ہے۔ سب سے پہلے ہم اسلامی اساسی معاملات پر بحث کریں گے۔ ایمان کے بعد نماز اسلام کا دوسرا سب سے اہم رکن ہے اب ایمان سے متعلق حنفی مسلک اور پھر طریقہ نماز پر گفتگو کریں گے۔

(جاری ہے)

فاطمہ منظور

ملیحہ احمد

السلام علیکم! بولو جی وعلیکم السلام! کیسے ہو جی آپ سب؟ پہچانا' نہیں پہچانا...... اچھا کیا' نہیں پہچانا چلو جی میں خود ہی بتا دیتی ہوں تو جی مجھے کہتے ہیں فاطمہ منظور۔ اس کے آگے نمک مرچ مسالحہ کچھ بھی لگا سکتے ہیں (ہاہاہا)۔ ہم نو بہن بھائی ہیں' میرا نمبر دوسرا ہے۔ بڑی آپی صبا ہیں' ان کی شادی ہوچکی ہے۔ ایک بھانجا ہے' سبحان! وہ ہم سب کی جان ہے۔ میں بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں' 7th کلاس سے آنچل پڑھ رہی ہوں' میری پسندیدہ رائٹرز نازیہ آپی' عشنا جی' اقراء صغیر احمد' سمیرا آپی' فرحت اشتیاق اور نمیرہ احمد ہیں۔ میرے فیورٹ ناولز بہاروں کے سنگ سنگ' امر بیل' یہ چاہتیں یہ شدتیں' پتھروں کی پلکوں پر اور شہر چارہ گراں ہیں۔ پسندیدہ کلر وائٹ ہے' کھانے میں مجھے رس ملائی' سموسے' فروٹ چاٹ اور پیپسی پسند ہے۔ جی آگیا نا منہ میں پانی۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو جی خوبی کا تو مجھے پتا نہیں پلیز اگر آپ کو پتا ہے تو بتا دو نا۔ خامیاں بہت سی ہیں' غصہ بہت آتا ہے لیکن جلد ہی کنٹرول کر لیتی ہوں۔ مجھے حسد کرنے والے لوگ بہت برے لگتے ہیں۔ دوستوں کی فہرست تو بہت لمبی ہے میری بیسٹ فرینڈ صفا اختر ہے بچپن سے ہم ایک ساتھ پڑھی ہیں لیکن بی اے میں آ کے وہ کالج چلی گئی ہے اور بھی بہت سی دوستیں ہیں سب بچھڑ گئیں' اسکول میں اب کچھ خاص مزا نہیں آتا۔ توبہ توبہ...... گاؤں کا نام بتانا تو بھول ہی گئی۔ میں سمبڑیال کے قریب ایک گاؤں رندھیر شریف میں رہتی ہوں۔ میری پسندیدہ ٹیچر نگہت ہیں انہیں بھی آنچل پڑھنے کا بہت شوق ہے' دوسری کلاس سے لے کر اب تک ان کے پاس ہی پڑھ رہی ہوں۔ ڈائجسٹ پڑھنے کا جنون بھی انہی کی بدولت ہوا۔ ٹیچر زرین' سدرہ انعم ان سے بھی دوستی ہے۔ تحفے تحائف دینا بھی پسند ہیں۔ گفٹ دینے میں مجھے ناولز' پرفیوم اور پھول پسند ہیں۔ پھولوں میں مجھے موتیا بہت پسند ہے' اس کی خوشبو اُف......! مجھ میں ذرا بھی غرور نہیں لیکن پھر بھی پتا نہیں کیوں لوگ کہتے ہیں کہ میں غرور کرتی ہوں آپ کو پتا ہے نا میں ایسی نہیں ہوں۔ پہننے میں مجھے ساڑھی بہت پسند ہے لیکن ابھی تک پہنی نہیں' کہیں گر گئی تو انسلٹ میری ہوگی نا آپ کی تھوڑی ہوگی' جو ہنسی آرہی ہے۔ جیولری میں جھمکے اور بندیا پسند ہے۔ کانچ کی چوڑیاں تو بہت ہی پسند ہیں۔ آپ بور تو نہیں ہورہے' ظاہر ہے آپ کو اور بھی بہت سے کام ہوں گے۔ طیبہ نذیر' اور شگفتہ بھٹی بھلوال کو میرا ڈھیر سارا سلام۔ طیبہ جی آپ شادیوال کے کس محلے میں رہتی ہیں پلیز ضرور بتائیے گا۔ آنچل کے قارئین کو میرا تعارف کیسا لگا بتا دینا یار!۔ آنچل کے تمام اسٹاف کے لیے دعا ہے کہ اللہ آپ کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازے' آمین۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا' کوشش کریں کہ ہماری وجہ سے کسی کو دکھ نہ ملے' خود بھی خوش رہیں اور دوسروں کو بھی خوش رکھیں' اللہ حافظ۔

عکاشہ انعم

السلام علیکم! لڑکیوں' آنٹیوں' باجیوں' بہنوں تے بھرجائیوں کیا حال ہے آپ سب کا؟ یقیناً ایک دم فٹ فاٹ ہوں گے ہونا بھی چاہیے۔ تو جناب کچھ لوگ مجھے عکاشہ تو کچھ انعم کہتے ہیں' ویسے اصل نام عکاشہ ہی ہے اور ہر فرینڈ نے اپنی اپنی مرضی کا نام رکھا ہوا ہے مجھے نہیں یاد کہ کسی نے عکاشہ کہا ہو۔ مصباح (فرینڈ) بلی کہتی ہے تو صبا کاشو کہتی ہے۔ مجھے یہ بھی نام پسند ہیں اور جناب میں 4 مارچ کو اس سویٹ سی دنیا کے شہر صادق آباد میں تشریف لائی۔ ہماری کاسٹ راجپوت (رانا) ہے اور میرا اسٹار حوت ہے' پتا نہیں اس کی خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ میری دو عدد چڑیل قسم کی بہنیں ہیں کومل اینڈ زرتاشہ۔ میرا نمبر دوسرا ہے اور میرا ایک عدد ہینڈسم' ڈیشنگ' اسمارٹ سا بھائی ہے محمد عمر' اوئے مصباح جل مت جانا' یہ میں نے اس لیے کہا کیونکہ میری اور اس کی ہر وقت لڑائی ہوتی رہتی ہے اور میری ایک بہت ہی کیوٹ سی کزن ماہا ہے' میری اس سے لڑائی بہت ہوتی ہے کیونکہ وہ کھاتی بہت زیادہ اور مجھے اس کے زیادہ کھانے سے چڑ ہے' پلیز ماہا کم کھایا کرو اور میرے پیارے ابا اور اماں جان ہیں اور میں اپنی امی کو پیار سے (چھنو) کہتی ہوں اسپیشلی اس وقت جب کوئی بات منوانی ہوتی ہے۔ میری ایک چھوٹی سی دنیا ہے جو ایف ایم ریڈیو' رسالوں' فرینڈز اور چاولوں تک محدود ہے۔ رسالوں میں آنچل ہو اور کھانے میں چاول ہوں بس' میرے آنچل پڑھنے کا سارا کریڈٹ ناول "محبت دل پہ دستک" کو جاتا ہے وہیں سے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا اور اب تک پڑھ رہی ہوں' مجھے ایسا لگتا ہے میں اس دنیا میں صرف چاول کھانے ہی آئی ہوں' میٹھے میں مجھے کھیر' آئس کریم پسند ہے۔ سبزیوں میں صرف کریلے پسند ہیں' جیولری مجھے ساری اچھی لگتی ہے خاص طور پر بڑے بڑے ائیر رنگز اور مجھے میک اپ کرنے کا بہت شوق ہے۔ ویسے تو لباس میں قمیص' شلوار ہی پہنتی ہوں پر ساڑھی پہننے کا بہت شوق ہے' میں ابھی بی اے کے پیپرز سے فری ہوئی ہوں اور آج کل ایک دم ویلی' چھٹیاں انجوائے کررہی ہوں۔ میرے مشاغل میں سرفہرست مشغلہ ایم ایف 105 صادق آباد ہے' میرے فیورٹ ڈی جے احمد عثمان اور عثمان حبیب ہیں۔ موویز دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہاں سونگز بہت سنتی ہوں' کرکٹ کھیلنے اور دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ فیورٹ کھلاڑی' عمر اکمل' محمد حفیظ' شاہد آفریدی ہیں۔ کوکنگ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں بلکہ کچھ کرنا آتا ہی نہیں ابھی صرف روٹیاں بنانی سیکھی ہیں۔ فرینڈز کے معاملے میں میرا حلقہ احباب نہایت وسیع ہے۔ سحرش' صبا' مصباح' جویریہ' اسماء' عالیہ' انیلا' اقصیٰ...... سحرش ذرا الٹے دماغ کی ہے ہماری ہر ٹائم لڑائی ہوجاتی ہے' ایک منٹ صلح صفائی سے بات نہیں کرسکتے کیونکہ ہماری کوئی ایک عادت' بات یا پسند ملتی نہیں پھر بھی ہماری بہت دوستی ہے۔ آپ لوگ اگر بور ہورہے ہیں تو کوئی بات نہیں بندے کو کبھی کبھی بور بھی ہونا چاہیے۔ میری فرینڈز کا خیال ہے میں نہایت خوش اخلاق ہوں پر میرے گھر والوں کے نزدیک مجھ سے زیادہ بدتمیز کوئی نہیں اور میری ایک دعا ہے کہ میری امی حج کی سعادت حاصل کریں اور وہ ضرور کریں گی بھی (ان شاء اللہ) ابو جی کا اس لیے نہیں کہا کیونکہ انہوں نے تو ماشاء اللہ سے پانچ حج کیے ہوئے ہیں اور پلیز آپ بھی دعا کیجیے گا میری اور میری تمام فرینڈز پیپرز میں پاس ہو جائیں۔ اسی کے ساتھ اجازت چاہوں گی جہاں رہیں' خوش رہیں' مزے سے جئیں مگر اپنے خرچے پے بابائے اللہ حافظ اینڈ رب راکھا۔

مدیحہ بتول

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو میرا اسلام۔ مابدولت کو مدیحہ بتول کہتے ہیں' گوندل ہماری کاسٹ ہے۔ 3 مارچ میری پیدائش ہے ضلع شیخوپورہ تحصیل صفدرآباد سانگلہ ہل روڈ پر واقع گاؤں مانگٹ میں پیدا ہوئی۔ دوستیں مجھے پیار سے مدہو اور گھر والے پومی کہتے ہیں۔ ہم نو بہن بھائی ہیں' سات بہنیں اور دو بھائی میں سب سے چھوٹی ہوں اور لاڈلی بھی۔ پانچ بہنیں شادی شدہ ہیں' دونوں بھائی مجاہد عباس اور حیدر اسلام بیرونِ ملک میں قیام پذیر ہیں۔ میرے ابو وفات پاچکے ہیں جب میں صرف 3 سال کی تھی۔ امی حیات ہیں۔ میں نے میٹرک ریگولر کیا ہے اور آگے ایف اے پرائیوٹ کررہی ہوں۔ چھوٹے بھائی حیدر سے ہروقت لڑائی کرنا ہی میرا پہلا کام ہے' بہت شرارتیں کرتی ہوں لیکن کبھی کبھی۔ مجاہد بھائی سب سے زیادہ میری بات مانتے ہیں' پسندیدہ رنگ سفید' گلابی اور کالا ہے۔ کھانے میں مٹر چاول' بینگن کا بھرتہ' کڑہی' سموسے' برگر' چپس' گول گپے پسند ہیں اور یہ سب میں بنا بھی لیتی ہوں۔ میٹھے میں کھیر' رس ملائی' آئس کریم پسند ہے۔ پسندیدہ سنگر زین علی' سجاد رائے' امانت علی' شبنم' ناہید' سونو نگم' عاطف اسلم اور محمد رفیع ہیں۔ پسندیدہ شاعر احمد فراز' وصی شاہ' محسن اور علامہ اقبال ہیں۔ ان سب کی شاعری سے میری ڈائری بھری پڑی ہے۔ ٹی وی بہت شوق سے دیکھتی ہوں' مجھ میں خامیاں بہت ہیں' غصہ بہت جلدی آجاتا ہے۔ دوسروں پر بہت جلدی اعتبار کرلیتی ہوں' کوئی غلط بات کررہا ہوں تو برداشت نہیں کرسکتی اس لیے منہ پر کہہ دیتی ہوں' اس لیے لوگ منہ پھٹ کہتے ہیں۔ تھوڑی سی ضدی ہوں' اب خوبیوں کی بات ہوجائے تو وہ اتنی زیادہ نہیں ہیں' دوسروں کی اپنے طور پر مدد کرتی ہوں' دل نہ بھی چاہ رہا ہو اور کوئی اگر کام کہہ دے تو پھر بھی کردیتی ہوں' جس انسان سے پیار کروں اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میری سب سے اچھی دوستیں ہیں میرا نواز' سحرہ نسیم' عظمیٰ نور' عظمیٰ عباس اور گلناز عارف۔ گلناز یار جلدی سے مجھ سے رابطہ کرو' مجھ سے دوستی کرنے کا سیدہ جیا یاور کاظمی نے لکھا تھا' جیا آپ جیسی دوست اگر مجھے ملے تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہوگی۔ اب اجازت چاہوں گی' بتایئے گا ضرور کہ میرا تعارف کیسا لگا آپ کو' اللہ حافظ۔

قصیٰ و سنیاں زرگر

ڈیئر آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! میں ہوں قصیٰ زرگر اور میرے ساتھ ہے میری بھتیجی سنیاں زرگر۔ ہم دونوں کا تعلق ضلع گجرات کے ایک قصبہ جوڑہ سے ہے۔ میری تاریخ پیدائش 4 مئی 1986ء ہے میں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ ہم ماشاء اللہ گیارہ بہن بھائی ہیں۔ ارے بھائی حیران کیوں ہورہے ہو اتنے بہن بھائی ہیں تو پھر ہیں۔ ابو حیات نہیں ہیں' میں پانچویں میں تھی جب ابو کی وفات ہوئی۔ اب آگے سنیاں سے سنیے جی تو میں ہوں سنیاں زرگر۔ میں 5 نومبر 1992ء منگل کی ٹھٹھرتی رات کو اس دنیا کو رونق بخشنے آئی اور اسی لیے شاید مجھے سردیاں بہت ہی زیادہ پسند ہیں۔ میں نے ایف اے کرلیا ہے اب آگے پڑھنے کا ارادہ ہے' ہم چھ بہن بھائی ہیں اور میں سب سے بڑی ہوں۔ مجھ سے چھوٹی صبا' ذکاء' رحمٰن علی' صدف الماس اور آخر میں علی مرتضیٰ ہے۔ میں 9th میں تھی جب میری مما کی وفات ہوئی تب ہمیں دادی امی اور ابو نے سنبھالا۔ اوہو ہم تو پھپھو کو بھول ہی گئے (قصیٰ)۔ رنگوں میں مجھے سفید رنگ پسند ہے' پھل میں سارے شوق سے کھاتی ہوں۔ کھانوں میں مجھے راج ماہ چاول' بریانی' قیمہ کریلے پسند ہیں۔ میٹھے میں مجھے رس ملائی بہت پسند ہے۔ آنچل سے وابستگی 2008ء سے ہے وہ اس طرح کہ ایک دفعہ میری بڑی بہن ادیبا گلزار جو کہ (شادی شدہ) ہیں نے ہمیں بہت سارے رسالے لاکر دیئے جن میں ہمیں سب سے زیادہ آنچل پسند آیا اور ہم اس کے دیوانے ہوگئے۔ ارے ارے میری بھتیجی سنیاں کدھر گئی' ادھر آؤ سنیاں! جی تو میں کہہ رہی تھی کہ پھوپیوں میں سے سب سے زیادہ لاڈلی پھوپو قصیٰ ہیں جن سے میں دل کی ہر بات شیئر کرتی ہوں اکثر خوب لڑائی بھی ہوتی ہے لیکن تھوڑی ہی دیر میں صلح بھی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے سے بات کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ کھانے میں مجھے بریانی' کریلے گوشت اور دال چاول بے حد پسند ہیں۔ میٹھے میں رس گلے اور لذیذہ کھیر بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ رائٹرز میں مجھے عشنا کوثر سردار اور نازیہ کنول نازی بے حد پسند ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ ان سے میری دوستی ہوجائے۔ کپڑوں میں مجھے ساڑھی اور ٹراؤزر شرٹ پہننا بہت پسند ہے' جیولری میں مجھے بڑے بڑے جھمکے اور انگوٹھی پہننا پسند ہے اور سب سے زیادہ مجھے مہندی لگوانا بہت ہی زیادہ پسند ہیں۔ میرا دل کرتا ہے کہ ہر وقت میرے ہاتھوں پر مہندی لگی رہے' پرفیومز میں مجھے ڈلیشیا اور بلیولیڈی پسند ہیں۔ پھپیوں کی پسند ناپسند تو پوچھی ہی نہیں' پھپھو جانی آجایئے (قصیٰ) جی تو میں کہہ رہی تھی کہ کھانا بنانے میں خاص دلچسپی نہیں ہے لیکن بنا ہر چیز لیتی ہوں۔ سوائے چاولوں کہ جن کی وجہ سے امی سے خوب ڈانٹ بھی پڑتی ہے' کپڑوں میں فراک اور چوڑی دار پاجامہ اور ساڑھی بھی بہت پسند ہے جو کہ پہنتی بھی ہوں۔ جیولری میں مجھے بریک چین اور بریسلیٹ پہننا بہت پسند ہے۔ رائٹرز میں مجھے سمیرا شریف طور اور اقراء صغیر احمد بہت پسند ہیں۔ سمیرا شریف طور کیا (یہ چاہتیں یہ شدتیں) بے حد پسند ہے اور نیا مکمل ناول "زندگی کی حسین رہ گزر" بھی بہت اچھا رہا۔ اقراء صغیر احمد کا "بھیگی پلکوں پر" بہت زبردست جارہا ہے۔ یہ جو سنیاں ہے نا بیچ بیچ میں ٹانگ اڑا دیتی ہے' اب اس کی سنیں...... ہاں جی تو میں اور پھپھو آنچل خریدنے کے لیے آدھے آدھے پیسے ملاتے ہیں۔ آنچل کا بہت بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ ہمارے گھر کے سامنے ایک دکان ہے' جہاں سے ہم آنچل خریدتے ہیں' جب 21 تاریخ آتی ہے تو ہم دن میں کئی بار اپنے گھر کی گیلری میں جاکے دیکھتے ہیں کہ آنچل آیا ہے کہ نہیں' کبھی 22 کو تو کبھی 25 کو اور کبھی 27 کو آخر کار مل ہی جاتا ہے جب آنچل مل جاتا ہے تو میری اور پھپھو کی لڑائی ہوجاتی ہے آنچل پہلے کون پڑھے گا؟ خوب لڑائی کے بعد یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ پہلے پھپھو ہی پڑھیں کیونکہ وہ بڑی ہیں اور اس کے علاوہ مجھے بارش میں بھیگنے کا بہت شوق ہے خدا آنچل کا اور ہمارا ساتھ یونہی سلامت رکھے اور آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔ امید ہے کہ آپ کو ہمارے ساتھ بہت مزا آیا ہوگا۔ اب اجازت دیجیے' خدا آپ سب کو تمام مشکلات سے بچائے رکھے' آپ بھی ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا' شکریہ' اللہ حافظ۔

سمیرا شریف طور

ادارہ

آنسہ بشیر...... گجرات

س: لوگ حسد کیوں کرتے ہیں؟

ج: لوگ جو کرتے ہیں اس پر سوچنا چھوڑ کر یہ سوچیں کہ لوگوں کے عیب ڈھونڈنا کیوں برا سمجھا جاتا ہے۔ یقین کریں یہ حسد سے بھی زیادہ بُری لڑائی ہے اور کل قیامت کے روز عیوب ڈھونڈنے اور ان کی تشہیر کرنے والوں پر آگ کے گولے برسائے جائیں گے' جو حسد کرتا ہے یہ اس کا ظرف ہے ہوسکتا ہے اللہ اس کے حسد کے عوض ہمیں کوئی ہدایت کی راہ دکھانا چاہتا ہے۔ حسد ایک دلی کیفیت ہے' جس کا تعلق دل کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے ہے' حسد کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے' جس دیمک لکڑی کو۔"

اللہ ہم سب کو حسد کی آگ سے بچائے' آمین۔ امید ہے میری بات آپ کو بُری نہیں لگی ہوگی۔ ایک چھوٹی یا بڑی بہن سمجھ کر درگزر کردیجیے گا کہ میں نے تلخ لفظوں میں ایک معاشرتی برائی باور کرانا چاہی ہے۔

س: آپی کیا رائٹر بنتا ہے یا پیدائشی ہوتا ہے؟

ج: دیکھیے آنسہ! لکھنا ایک قدرتی صلاحیت ہے اور اس کا تعلق ذہنی صلاحیتوں سے ہے' بعض لوگ پیدائشی رائٹر بنتے ہیں اور بعض مطالعہ اور وقت کے تجربات سے لکھاری بن جاتے ہیں بعض بے پناہ محنت اور کوشش سے کچھ نہ کچھ لکھنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ جہاں تک خود سے بننے یا پیدائش ہونے کی بات ہے تو آنسہ ڈیئر اگر کسی میں ذہنی صلاحیتیں ہی ناپید ہوں تو وہ کیونکہ لفظوں کا مفہوم سمجھتے ان سے کھیلنے کا ہنر جان سکتا ہے' جو صلاحیتیں قدرت کی طرح سے ودیعت ہوتی ہیں ان کو کس طرح استعمال کرنا ہے یہ انسان کی سوچ ہے' میں سمجھتی ہوں بعض اوقات پیدائشی صلاحیتیں ہونے کے باوجود انسان ان کو ضائع کردیتا ہے اور لکھنے کا عمل وہ مطالعہ اور مشق سے مشروط ہے۔ لکھنے کا عمل آپ کے دل سے شروع ہوتا ہے اور ذہن تک جاتا ہے۔ میں نے وہ لمحے بھی برداشت کیے ہیں' جب کئی کئی گھنٹے میں قلم پکڑے کاغذ تھامے کچھ نہ کچھ لکھنے کی خواہش میں گزار دیے مگر ایک لفظ نہ لکھ پاتی تھی (یہ وہ وقت تھا جب میں نے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی آخری چند اقساط لکھنی تھیں) یہ اذیت کا ایسا دور تھا جس کا تعلق دل سے تھا' ذہن و دل کی صلاحیتیں مگر ایک مکمل لکھاری بناتی ہیں۔ ناول نگاری کا فن تو ایک طرف میں نے جاوید چوہدری کی کتاب "زیرو پوائنٹ" پڑھی ہے اور اس کتاب کے لفظ لفظ میں میں نے دل کے وہ جذبات محسوس کیے جو شاید کسی بہت ادبی و رومانوی ناول میں بھی نہ ہوں۔ یہی حال شہاب نامہ کو پڑھتے ہوئے ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ انسان میں قدرتی اور پیدائش لاکھ لکھنے کی صلاحیتیں موجود ہوں جب تک اس کے دلی جذبات اس کی صلاحیتوں کو تحریک نہیں دیں گے لفظ گونگے بہرے بن جائیں گے۔ آپ صدیوں قلم تھامے بیٹھے رہیں ایک لفظ بھی نہ لکھ پائیں گے۔ دل لکھنے کے فن کو آمادہ کرتا ہے تو ذہنی صلاحیتیں لفظوں کو ترتیب دیتے ادب کی دنیا میں نام بناتی ہیں۔ (یہ میری ذاتی سوچ ہے کسی کا متفق ہونا یا انکار کرنا شرط نہیں۔

لکش مریم...... چنیوٹ

س: آپ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ کی کامیابی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟

ج: تعریف کے لیے شکریہ' میں سمجھتی ہوں کہ میری کامیابی میری امی کی دعاؤں' ابو کے متعین کیے ہوئے خوابوں' اپنی ذاتی کوششوں اور لاکھوں قارئین بہنوں کی محبتوں کی وجہ سے ہے اور سب سے بڑھ کر یہ اللہ کی عنایت ہے اور میرے ساتھیوں میرے اساتذہ کی دعائیں ہیں۔

س: آپ مجھے کچھ کہنا چاہیں گی اور آپ کو اللہ ہر میدان میں کامیابی دے آمین۔

ج: خوش رہیں اور اسی طرح ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' ان دعاؤں کا صلہ صرف اللہ کی ذات آپ کو دے گی' شکریہ۔

شبنم ایوب...... کوٹ اسلام

س: آپ نے پہلی کہانی کس عمر اور کس کلاس میں لکھی؟

ج: یہ جواب پہلے بھی دیا جاچکا ہے۔

س: پہلی کہانی کس کو اسٹڈی کروائی یا ویسے بھیج دی؟

ج: میری کہانی کا سب سے پہلا قاری میری اپنی بہن بشریٰ شریف طور ہوتی تھی۔ میں نے جو بھی لکھا چاہے ایک صفحہ ہی کیوں نہیں سب سے پہلے وہ پڑھتی تھی' اس کے بعد کزن نازیہ پھر دوستیں۔ کبھی شائع کرانے کا خیال ہی نہ آیا اور جب "یہ چاہتیں یہ شدتیں" لکھی تو کبھی دوستوں نے پڑھی جامعہ کی لڑکیوں نے پڑھی ہر ایک سراہتا تھا اور میں بس اسی پڑھنے پڑھانے سے ہی خوش تھی کچھ وقت گزرا تو خیال آیا کہ کیوں نہ شائع کروائی جائے میں ایک دن یونہی آنچل پڑھ رہی تھی تو اس کے ایڈریس پر نظر پڑی میرے پاس خط کا لفافہ تھا میں نے ناول بھیجنے کا لکھ کر خط ارسال کردیا۔ ان دنوں "سلمیٰ کنول" جی حیات تھیں اور آنچل کی سربراہ تھیں مگر میں نے چونکہ خط مہینے کے اختتامی دنوں میں لکھا تھا اور لکھ کر بھول گئی تھی بعد میں دھیان ہی نہ دیا کہ میرا خط شائع ہوا ہے یا نہیں۔ جب میں نے باقاعدہ لکھنے کا آغاز کیا تو پھر اس طرح کسی کو ناول پڑھانے کی عادت ہی ختم ہوگئی۔ جیسے ہی کچھ لکھا لفافے میں ڈالا اور پوسٹ کردیا۔ ہاں بشریٰ شریف طور میری بہن جب تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی' میرے لکھے تمام الفاظ کو پڑھنے والی پہلی قاری ہوتی تھی اب مصباح اکثر کچھ لکھوں تو پڑھ لیتی ہے' بشریٰ سے میں کہانی ڈسکس کرلیتی تھی مگر مصباح عجیب موڈی سی ہے' میں جب بھی پوچھوں کہ یہ کہانی کیسی ہے؟ پسند آئی یا نہیں یا قسط کیسی ہے تو کندھے اچکا کر کہہ دیتی ہے یہ میں پڑھتی تھوڑی ہوں' میں تو ٹائم پاس کرتی ہوں' ایسے میں مجھے مصباح پر غصہ بھی آتا ہے اور ہنسی بھی۔ غصہ اس لیے کہ انسان نے اپنی رائے نہیں دینی تو وہ چیز پڑھے ہی نہ اور اگر پڑھی ہے تو یہ مت کہے کہ میں نے پڑھی تھوڑی ہے میں نے تو ٹائم پاس کیا ہے۔ بھئی ٹائم پاس بھی تو الفاظ پڑھ کر' کہانی کو پڑھتے ہوئے اچھی بری رائے رکھ کر ہی ہوتا ہے مگر بعض لوگ ہوتے ہیں نا کہ خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو کم تر سمجھنے والے (مزید نہیں لکھوں گی) ورنہ میری گردن کو بہت زیادہ خطرہ لاحق ہوجائے گا' مصباح سے اپنی گردن چھڑوانا مشکل ہوجائے گا۔

س: کہانی کتنے دن میں لکھتیں اور کتنی دفعہ پڑھ کر بھیجتی ہیں؟

ج: بعض اوقات کہانی جلد بھی لکھ لیتی ہوں بعض اوقات مہینوں لگ جاتے ہیں اور چند کہانیاں تو ایسی بھی ہیں جو کہ سالوں گزر گئے میں نے شروع کی ہوئی ہیں مگر ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔ جن میں ایک نام "نازو کی کہانی" کا ہے یہ میرا ناول سب سے اچھا (میرے نزدیک) اور سب سے خاص ناول ہے' اس ناول کو میں پچھلے تین سال سے جس قدر محبت توجہ اور لگن سے لکھ رہی ہوں اس قدر محبت اور توجہ تو شاید میں نے سمعان احمد کے کردار کو بھی نہ دی تھی کہ سمعان احمد کا کردار میری زندگی کا محبوب کردار تھا۔ اس کہانی میں نازو کا کردار میرا محبوب کردار ہے مگر اس کہانی میں فوزان کے کردار کو میں نے سمعان احمد جتنی محبت دی ہے' اس کے علاوہ کئی اور ناولز ہیں نام لکھنے بیٹھی تو فہرست بہت طویل ہوجائے گی۔ جہاں تک بات ہے کہ کتنی دفعہ پڑھ کر بھیجتی ہوں تو کہانی اور وقت پر منحصر ہوتا ہے کہ میرے پاس کتنا وقت ہے اور کہانی مجھے کتنی پسند ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ میں نے جو بھی لکھا پڑھنے کا وقت نہ ملا تو لفافے میں ڈال کر پوسٹ کر ڈالا اور بعض کہانیاں ایسی بھی تھیں جن کو میں نے بارہا پڑھا۔ املاء گرامر کی اغلاط کی درستگی کرتی تھی اس کے علاوہ آج کل "ٹوٹا ہوا تارا" لکھ رہی ہوں اس کی جو اقساط لکھی میں ان کو تفصیل سے اور بار بار پڑھ رہی ہوں کہ کہیں کرداروں اور واقعات کی اغلاط نہ رہ جائیں اور آئندہ اقساط میں کسی قسم کا جھول نہ رہ جائے۔

س: آپ کی پسندیدہ کتاب اور ناول کون سا ہے؟

ج: اس کی تفصیل گزشتہ سطور میں درج کرچکی ہوں۔

س: آپ کے خیالات میں محبت کیا ہے؟

ج: میں جو کچھ لکھتی ہوں وہ میرے خیالات ہی ہیں میرا خیال ہے کہ اگر آپ میری کہانیاں پڑھتی ہوں تو آپ کو محبت سے متعلق میرے خیالات کا بھی پتا چل گیا ہو۔

س: پہلی کہانی پہلی دفعہ بھیجنے پر ہی شائع ہوگئی؟

ج: اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کہیں ریجکشن کا سامنا نہیں کرنا پڑا' ہاں انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی ہے۔ میری پہلی کہانی جو لکھی تھی وہ اور تھی اور آج بھی میری الماری میں پڑی ہے یہ میری پہلی تحریر تھی مگر کبھی بھی اس کو شائع کروانے کا خیال نہیں آیا' جو تحریر آنچل میں پہلی بار بھیجی تھی وہ طویل تھی تو انتظار لسٹ میں ڈال دی گئی' دوسری کہانی جو آنچل میں بھیجی وہ "محبت یقین اعتماد" تھی' اکتوبر 2005ء میں بھیجی تھی دسمبر 2005ء میں شائع ہوگئی تھی۔ یہ میری پہلی تحریر تھی جو شائع ہوئی تھی اسکے بعد چند اور تحریریں بھی شائع ہوگئیں تو پھر "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر" کی باری آئی تھی' خواتین میں جو کہانی ارسال کی تھی وہ بھی ریجیکٹ نہیں ہوئی تھی طویل انتظار کے خوف سے میں نے واپس منگوالی تو پھر آنچل میں میں نے بھیجی اور ان دنوں "یہ چاہتیں یہ شدتیں" شروع ہوگئی تو پھر میں "زرد موسم کے دکھ" کو بھول گئی کہ میں نے یہ خواتین میں سے کیوں منگوائی تھی؟ اور پھر 2011ء سے 2012ء تک پانچ اقساط میں یہ شائع ہوئی تھی۔

س: گھر والے ناول لکھنے پر خوش ہوتے یا ناراض

ج: نہ خوش ہوتے نہ ناراض' بس نارمل سچویشن رہی اگر ابو حواس میں ہوتے تو مجھے یقین میری اس کامیابی پر سب سے زیادہ ابو جی ہی نے خوش ہونا تھا' بشریٰ بہت خوش تھی' باجی رضیہ بھی خوش ہوئی تھیں' میری تمام کزنز نے میرا پہلا ناول پڑھا تھا حتیٰ کہ چند ایک میل کزنز نے بھی سبھی نے سراہا اور جب دوسرا ناول "دجس دنج سے کوئی مقتل میں گیا" شائع ہوا تو سسٹرز دونوں کزنز تو ایک طرف خاندان اور باہر کے تمام لوگوں نے بہت اچھے انداز میں صرف سراہا بلکہ حوصلہ افزائی بھی کی۔ میرے بھائی وقاص اب

بھی اکثر کہتے ہیں ”چھوڑو سمیرا! کوئی اور کام کرلو۔“ تو میں مسکرادیتی ہوں‘ ہاں جس دن بھائی نے سنجیدگی سے چھوڑنے کی بات کی تو میں یقیناً چھوڑ دوں گی کہ لکھنے کو میں نے اپنی ذات کی دلچسپی ضرور بنایا ہے مگر پیشہ نہیں کہ یہ میری ضرورت بن جائے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر میں نے لکھنا چھوڑ دیا تو شاید زندہ رہنا بھی بھول جاؤں۔

س: جب پہلی کہانی شائع ہوئی تو سب سے پہلے کسے بتایا؟

ج: ہائے شبنم ایوب! کیا سوال کردیا ہے؟ اپنی پہلی کہانی شائع ہونے کی روداد مجھے آج بھی ازبر ہے۔ میں نے ناول بھیجا تو کنفرم تھا کہ عید نمبر 2 میں شائع ہوجائے گا کیونکہ کال کرنے پر طاہر بھائی نے ہی بتایا تھا اور عید نمبر 2 دسمبر میں آنا تھا اور جب یکم کو میں نے بک شاپ کا چکر لگایا تو (وہ جمعہ کا دن تھا) آنچل لے کر فہرست دیکھی اور دیکھ کر شاک میں آگئی کہ ناول کی فہرست میں کہیں بھی نہ میرا نام تھا اور نہ ہی میرے ناول کا۔ میں نے بغیر باقی رسالے کو دیکھے‘ چھوئے بہت دلگرفتہ جذبات لیے گھر واپسی کی راہ لی تھی۔ بشریٰ نے پوچھا بھی کہ کیا ناول آگیا ہے اور میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ”آنچل کدھر ہے؟“ اس نے پوچھا تو ”میرا ناول ہی نہیں تو میں نے خریدا ہی نہیں‘ کل جاؤں گی تو لے لوں گی‘ آج دل نہیں مانا۔“ بشریٰ بھی میرے غم میں برابر کی شریک تھی۔ اگلے دن کالج گئی تو صبح نو بجے کے قریب پیریڈ لینے روم میں گئے تو وہاں سیکنڈ ائیر کی کچھ گرلز بیٹھی ہوئی تھیں ان کے ہاتھوں میں آنچل تھا۔ یہ لڑکیاں میری دوست کی سسٹرز کزنز اور جاننے والی تھیں (اور ان کو عالم تھا کہ دسمبر میں میرا ناول آنے والا ہے) ان میں سے ایک لڑکی مجھے دیکھ کر کہنے لگی کہ ”مبارک ہو سمیرا! آپ کا ناول آگیا ہے میں نے پڑھا ہے بہت اچھا ہے۔“ میں حیران ہوئی یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں نے خود آنچل کی فہرست دیکھی تھی اور میرا ناول نہیں تھا‘ میں نے جب اس سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو وہ بھی حیران ہوئی‘ کہنے لگی نام تو آپ کا ہی لکھا ہوا ہے‘ کرداروں کے نام بھی ونیرے اور واثق وغیرہ ہیں‘ میں الجھ گئی اس کے ہاتھ سے آنچل لے کر اندرونی صفحات میں دیکھا تو حیران رہ گئی یہ واقعی میری کہانی تھی مگر فہرست غلط تھی۔ اس وقت میں نہیں بتاسکتی کہ یہ اچانک سرپرائز والی میری کیا حالت تھی۔ میں نے ایک دم ایکسائیٹڈ ہوکر اس لڑکی کو گلے لگالی تھا‘ پورے روم میں بھنگڑا ڈال رہی تھی‘ اردگرد کی تمام گرلز حیران ہوکر ہمارے گرد جمع ہوگئی تھیں اور پھر وہاں سے نکلی تو کمپیوٹر گروپ کی لڑکیوں‘ فاطمہ‘ سدرہ‘ وغیرہ سے اچھی دوستی تھی ان کو بتایا انہوں نے فوراً ”ماں جی“ کو بھیج کر آنچل منگوالیا۔ خوب مبارک باد مل رہی تھی‘ اب دل کررہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جاؤں اور بشریٰ کو جاکر بتاؤں۔ جیسے تیسے دن گزرا‘ آنچل خرید کر گھر آئی تو سامنے کوئی نہ تھا‘ سب دسمبر کی دھوپ کو انجوائے کرنے چھت پر تھے‘ میں اوپر آئی تو سب پھوپو اور چچی کی چھت پر تھے میں نے جب باجی شمیم‘ بشریٰ‘ نازیہ (پھوپوزاد) کو بتایا اس وقت کی خوشی ایکسائٹمنٹ آج بھی یاد ہے‘ میری چچیاں‘ پھوپو بھی مبارک باد دے رہی تھیں‘ بشریٰ بہت خوش تھی اور اس اچانک خوشی کا بھید یہ تھا کہ اس سال دسمبر کے پرچے میں آنچل دسمبر شمارے کی فہرست کی جگہ کسی پرانے شمارے کی فہرست لگ گئی تھی جس کی وجہ سے مجھے گزشتہ سارا دن غم زدہ رہنا پڑا تھا مگر یہ سرپرائز اچھا تھا اور میں نے اس کو خوب انجوائے بھی کیا اور آج بھی یاد کرتی ہوں تو مسکرا اٹھتی ہوں۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد‘ سندھ

س: آپ پسندیدہ رائٹرز میں شمار ہیں‘ آپ کی اپنی پسندیدہ رائٹرز کون سی ہیں؟

ج: عزت افزائی کے لیے شکریہ‘ دوسرے حصے کا جواب گزشتہ سطور میں درج ہے۔

س: آپ کی تاریخ پیدائش‘ جائے پیدائش اور رہائش؟

ج: 26 دسمبر۔ گوجرانوالہ۔

س: آپ بہت اچھا لکھتی ہیں خدا کرے زور قلم اور زیادہ‘ آمین۔

ج: دعا اور پسندیدگی کے لیے شکریہ‘ اللہ آپ کو خوش رکھے‘ آمین۔

س: ٹوٹا ہوا تارا ایک بہترین کہانی ہے‘ امید ہے آگے چل کر اور بھی اچھی ہوگی۔

ج: صائمہ! ٹوٹا ہوا تارا کی تعریف کے لیے شکریہ‘ یہ کیسی کہانی ہے اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے‘ میں نے تو آپ کی آراء کی روشنی میں بس لکھنا ہے۔

س: آپ کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے؟ فاسٹ میوزک پسند ہے یا سلو؟

ج: رنگ سیاہ اور پنک (ٹی پنک) میوزک میں شاعری کے لحاظ سے پسند کرتی ہوں۔ فاسٹ میوزک اچھا ہو تو پسند ورنہ سلو میوزک کو ترجیح دیتی ہوں اور سلو میں بھی غزل کو ترجیح دیتی ہوں‘ کسی زمانے میں جواد احمد اور ابرار الحق بہت پسند تھے۔ ناہید اختر بھی اچھی لگتی تھیں‘ مگر اب کوئی بھی...... انڈین سونگز میں بھی اسی کوالٹی کو ترجیح دیتی ہوں اور انگلش میوزک تو سرے سے مجھے پسند ہی نہیں اس لیے اس کی بات کوئی بھی نہیں کروں گی۔ رہ گئی بات پسندیدہ سونگ والی تو کسی زمانے میں مجھے ابرار الحق کا ”بھیگا بھیگا

سا یہ دسمبر ہے“ بہت پسند تھا۔ اس کے علاوہ احمد جہانزیب کا ”ایک بار کہو تم میری ہو“ انڈین سونگ میں ”کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے“ بہت پسند ہے۔ جواد احمد کا یہ سونگ ”بن تیرے کیا ہے جینا“ کی تو میں دیوانی تھی یہ سونگ میں نے ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ میں بھی ایڈ کیا تھا‘ اس کے علاوہ وقت کے ساتھ ساتھ جو بھی اچھا میوزک ہو‘ موسیقی اور شاعری اچھی ہو تو اچھا لگتا ہے۔ غزل کوئی بھی ہو وہ میری فیورٹ ہے۔

س: آپی! آپ کی نظر میں پاکستان اور ہماری نوجوان نسل کی تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟

ج: تربیت کی کمی‘ آج بھی اگر محمد کی ماں جیسی مائیں ہوں تو بن قاسم سندھ میں کیا دنیا میں اسلام کا پرچم لہرانے کی جرأت کرسکتا ہے۔ اگر طارق بن زیاد موسیٰ بن نصیر جیسے سپہ سالار تھے تو ان کو تربیت دینے والی مائیں بھی تھیں اگر ماں فاطمہؓ بنت محمد ﷺ ہو تو حسنؓ حسینؓ جیسے نوجوان وجود میں آتے ہیں۔ تحریک کتنی ہی جاندار کیوں نہ ہو اگر جڑ مضبوط ہو تو کوئی بھی باد مخالف اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہاں ان حالات میں میرے نزدیک موبائل فون ایک ایسا زہر ہے جو پاکستان کی نوجوان نسل کی بربادی کا ذمہ دار ہے۔ ٹیکنالوجی بذات خود نقصان دہ نہیں ہاں اس کا غلط استعمال قاتل ہے۔ بہت کم لوگ اس کے اثرات سے بچ پاتے ہیں‘ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو نوجوان نسل کی تباہی کا ذمہ دار ہیں اگر تفصیل بتانے لگ گئی تو ایک لمبی فہرست بن جائے گی۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ آج کی ماں کے پاس اسٹار پلس کے ڈراموں کے سامنے بیٹھنے کے لیے تین سے چار گھنٹے اور بعض اوقات سارا دن بھی وقت نکل آتا ہے مگر اپنی اولاد کو تربیت دینے کے لیے خصوصاً چند گھنٹوں کے لیے پاس بٹھا کر پڑھانے کا وقت مفقود ہے‘ ایسی مائیں خود آزاد رہنے کے لیے اپنے بچوں کو اکیڈمیوں اور ٹیوشن سینٹرز میں چھوڑ دیتی ہیں اور اخلاقی تربیت کی جو بنیاد ماں رکھ سکتی ہے آج کی نسل اس بنیاد سے محروم ہے‘ ان تمام بہنوں سے التماس ہے کہ اپنے بچوں کو جو تربیت ماں کرسکتی ہے وہ کوئی اکیڈمی‘ کوئی سینٹر اور کوئی ادارہ نہیں کرسکتا۔ براہ مہربانی وقت کی اس اہم ضرورت کی طرح توجہ دیں اور اپنے بچوں کی طرف سے ایک پل بھی غافل نہ رہیں‘ شکریہ۔

س: سمیرا آپی سلسلے وار کے علاوہ کبھی مکمل ناول بھی تحریر کریں؟

ج: سوال نوٹ کرلیا ہے‘ آئندہ آپ کو شکایات کا موقع نہیں ملے گا‘ کرن 2013ء جنوری میں ”وہ اک لمحہ محبت“ کے عنوان سے مکمل ناول حاضر ہے اگر وقت ملے تو پڑھ کر اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا۔

س: سمیرا آپی آپ سے میں لاسٹ میں اپنی امی کے لیے دعا کی التماس کرتی ہوں۔

ج: اللہ آپ کی امی جان کو صحت کاملہ عطا کرے اور اپنی ماں کی طرف سے آپ کو تمام پریشانیوں سے محفوظ فرمائے‘ آمین۔

سدرہ فیاض...... جہلم

س: اپنی فیملی کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج: میں تعارف میں تفصیل بتا چکی ہوں۔

س: آپ کی تمام تحاریر میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ ناول بہت زبردست تھا‘ آپ کا نیا ناول اور بھی زبردست ہے پہلی قسط سے ہی اس نے دل کو چھولیا ہے‘ آپ اتنی اچھی اسٹوریز کیسے لکھ لیتی ہیں؟

ج: تحاریر کو پسند کرنے‘ شوق سے پڑھنے اور ناول کی تعریف کے لیے شکریہ سدرہ! آپ کی یہ ڈھیر ساری محبت ہے جو مجھے حوصلہ دیتی ہے کہ میں نے آپ کے لیے لکھنا ہے اور بہت سارا بہت پیارا اور بہت خاص لکھنا ہے۔ وہ لکھنا ہے جو آپ کو پسند ہو جو آپ کی ڈیمانڈ ہو‘ بس یہی تحریک مجھے لکھنے پر آمادہ رکھتی ہے ورنہ......“

س: آپ اپنی کہانیوں میں پیار و محبت کی باتیں کیسے لکھ لیتی ہیں؟

ج: شکریہ سدرہ! آپ نے یہ نہیں کہا کہ ”کیا سمیرا! آپ خود بھی محبت جیسے تجربے سے گزر چکی ہیں؟“ مجھ سے تقریباً ہر دوسرا بندہ یہ سوال کرتا ہے۔ شروع شروع میں تو میں ہنس دیتی تھی کہ جو بھی لکھنے والا ہوگا کیا سب کے لیے یہ تجربہ ضروری ہے اب میں بس سوچ کر رہ جاتی ہوں یہ تجربہ بہت تکلیف دہ ہے۔ اتنا ضروری بھی نہیں اور رہ گیا آپ کا سوال تو میں بس آپ لوگوں کی چ‘ جذبات‘ محبت وغیرہ کو وضاحت کرتی ہوں‘ اور کچھ بھی نہیں۔

س: نئے لکھنے والوں کے لیے کوئی خاص بات جو وہ کہانی لکھتے وقت ذہن میں رکھ سکیں؟ اور آپ کے لیے بہت سی دعائیں۔

ج: بہت سارا مطالعہ لکھنے کے لیے بہت معاون ہوتا ہے اور کبھی بھی ریجیکٹ ہوجانے پر ہمت مت ہاریں۔ بہتر سے بہتر لکھنے کی کوشش کریں‘ محبت جذبہ اور لگن کے علاوہ باریک بینی سے لکھنے کے فن کا جائزہ لینا‘ یہ وہ سب عوامل ہیں جو کامیاب بناتے ہیں۔ دعاؤں کے لیے شکریہ‘ خوش رہیں‘ فی امان اللہ۔

پلکوں پر حسرتوں کے ستارے سجا لیے
اس دھج سے خواہشوں نے کیا اہتمام عید

ا:۔ عید کے حوالے سے کوئی ایسا اہتمام یا خواہش جو اب تک پوری نہ ہو سکی ہو؟
۲:۔ کوئی ایسی خاص ڈش جو سالوں سے بطور روایت آپ کے گھر عید پر لازماً بنتی ہو؟
۳:۔ برسوں سے عید کارڈ کی روایت بطور تحفہ چلی آ رہی ہے۔ آپ عید کارڈ یا ایسا کوئی خاص تحفہ جو اپنی دوستوں کو دینا پسند کرتی ہیں؟

اس دھج سے خواہشوں نے کیا اہتمام عید

ادارہ

امبر گل...... جھٹو، سندھ

ا:۔ میرے لیے ماہ مقدس کے پر کیف دن اور اس کے بعد عید الفطر کی آمد ہمیشہ خوشگواریت اور دلی سکون کا باعث بنتی ہے اور یہ میرا پسندیدہ ماہ مبارک اور پسندیدہ تہوار ہے۔ عید سے پہلے ہی عید کی تیاریاں اور عید کی خوشی پورے رمضان میرے حواسوں پر سوار رہتی تھی۔ مگر جب سے امی ہم سب کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی ہیں تو بس وہ دن ہے اور آج کا دن اب کچھ بھی کرنا یا خوش ہونا دل کو بھاتا نہیں ہے۔ امی کے بعد پہلی عید تو بارشوں اور سیلابوں کی نذر ہو گئی تھی۔ دوسری عید پر بھائی جان مرحوم بھی ہمارے ساتھ اس دنیا میں نہیں رہے اور وہ عید تو ہنی اور محمد ثمامہ کے بغیر تنہا گزاری تو دل دکھی اور اداس ہی رہا۔ اب کہتے ہیں نا کہ عید تو اپنوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور آپ کے اپنے جب ایک ایک کر کے آپ کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر کہاں کے اہتمام اور کیسی خواہشیں بقول شاعر۔

وہ جن کے لیے کاسۂ دل میں فقط درد مسلسل
بتاؤ تو سہی وہ عید کا مفہوم کیا جانیں

20 جولائی کو امی جان کی دوسری برسی ہے ان کے لیے اور تمام مرحومین کے لیے 3 بار سورۃ اخلاص پڑھ کر دعائے مغفرت ضرور کر دیجیے گا۔ بہت مہربانی ہوگی۔

۲:۔ اب آپ اسے خاص کہیں یا عام میری امی ہر عید پر میٹھی سویاں ضرور پکاتی تھیں کیونکہ میرے ابو جی کو بہت پسند ہیں اور خود امی کو بھی بہت پسند تھیں۔ انہوں نے مجھے بھی سکھائی تھیں۔ عید کی صبح صبح ہی جب میں اٹھ کر اپنی مہندی کا رنگ دیکھ رہی ہوتی تھی تو انہوں نے مجھے کہنا شروع کر دینا کہ جلدی جلدی سویاں پکالو تمہارے ابو شور مچانا شروع کر دیں گے کہ میں نے نماز پڑھنے جانا ہے اور انہوں نے ابھی تک سویاں بنائی ہی نہیں ہیں۔ پھر 6,5 سالوں سے میں نے عید پر کھیر بھی بنانی شروع کر دی ہے۔ کبھی میں بناتی ہوں تو کبھی ہنی۔ آخری عید جو امی کے ساتھ منائی تھی اس میں ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن پہلے ہی چاند رات پر کباب اور کھیر بنالیں گے تاکہ عید کی صبح زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے اور مزے کی بات کہ چاند رات کو ہی سب گھر والے چٹ کر گئے۔ آج سب کچھ بنتا ہے مگر بس امی ہی نہیں ہیں۔

۳:۔ اف اللہ جی! چلیں کسی نے تو یہ سوال بھی کیا تو جناب اس کا جواب کچھ یوں ہے کہ کسی اور کو یہ پسند ہو نا ہو مگر مجھے تو جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے پسند ہے یہ روایت اور یقیناً مرتے دم تک پسند رہے گی۔ اب بھی اگر کسی بھی میری دوست سے آپ پوچھ لیں جا کر تو وہ یہی کہے گی کہ امبر بی بی کو گفٹ بھلے دو یا نہ دو صرف کارڈ بھیج دو۔ وہ محترمہ تو اسی میں خوش ہو جائیں گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

ا:۔ عید کے حوالے سے میری خواہش ہے کہ میں اہتمام کروں ایسی بڑی ساری ڈش کا جس سے ہمارا پورا محلہ اور غریب غرباء سیر ہو کر کھائیں۔

۲:۔ مونگ چاول ایک ایسی خاص ڈش ہے جو کہ میرے میکے اور سسرال میں عید کے دن ضرور پکتی ہے۔ مونگ اور چاول کو الگ الگ ابال لیتے ہیں پھر چاول پر دیسی گھی اور چینی پیس کر ڈال دیتے ہیں اور مونگ مکس کر کے کھاتے ہیں اور مزا دوبالا ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں شادی بیاہ پر ایک رسم ہوتی ہے جب دولہا دلہن کو بیاہ کر لاتا ہے تو ہم مونگ چاول پکاتے ہیں اس رسم کو "بہو کو نڈا" کہتے ہیں۔ میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو تو مونگ چاول بہت ہی زیادہ پسند ہیں۔

۳:۔ اس الیکٹرانک دور میں عید کارڈ کا استعمال ناممکن ہو گیا ہے۔ آج سے پانچ سال پہلے تک عید کارڈ استعمال ہوتے تھے اب نہیں۔

شمع مسکان...... جام پور

ا:۔ خواہش لفظ ہزاروں بھید بھرا ہے۔ تشنگی چھلکاتا خواہش اور امید کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی کو اپنی دسترس میں کرنے اسے پانے کی خواہش کرتے ہیں تو وہیں قلب کے کسی گوشے میں حسب خواہش ہونے کی امید کا دیا دل میں ٹمٹماتا ہے۔ اگر بلا مبالغہ کہوں تو میں عید پر کچھ اسپیشل اہتمام نہیں کرتی۔ سارا دن فراغت ہی ہوتی ہے۔ بس چاند رات کو مہندی لگانے کا شوق ہے وہ بھی خود کو نہیں بلکہ دوسروں کو۔ عید کے حوالے سے ایک بس ننھی منی بالکل چھوٹی سی پیاری سی ایک خواہش ہے جو کہ اب حسرت کے مقام سے ہوتی ہوئی ارمان کے محل تک جا پہنچی ہے کہ میرے آفتاب بھیا (J.P.M.C) کراچی مجھے لے جائیں۔

۲:۔ ہمارے ہاں برسوں سے عید پر سویوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چاہے وہ شیر خرما ہو یا دودھ والی۔ اس کے علاوہ ہم فرنی بھی شوق سے بناتے اور کھاتے ہیں۔

۳:۔ دنیا چاہے جتنی مرضی ترقی کر لے۔ انسان چاہے چاند ستاروں اور سورج پر جا پہنچے مگر مجھے تو وہی پرانی پیاری سی عید کارڈ والی روایت اچھی لگتی ہے۔ دوستوں کے لیے عید کارڈ چوڑی مہندی نیل پرفیوم وغیرہ وغیرہ چیزیں پیک کرا کے گفٹ کرنے میں اپنا ہی الگ مزا تھا۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد

ا:۔ عید کے حوالے سے میری خواہش ہے کہ میں اپنی عید اپنے آبائی گاؤں میں جا کر گزاروں بچپن میں گزاری تھیں خواہش ہے ایک بار ضرور سانگلہ ہل میں عید گزاروں۔

۲:۔ جی سالوں سے سویاں جو بنا کرتی تھیں اب تو پھینیوں نے سویوں کی جگہ لے لی ہے۔ بہت دل کرتا ہے جیسے بچپن میں سویوں پر شکر اور دہی ڈال کر کھائی تھی کبھی عید پر کھاؤں وہ ہی جذبات واحساسات ہوں۔

۳:۔ میں نے ایک دفعہ اسکول لائف میں سفینہ اور مہوش ان دونوں کو عید کارڈ دیا تھا اور پھر ان دونوں نے مجھے اور اس کے بعد آج تک نہ کبھی کسی کو دیا نہ ہی کسی دوست نے مجھے دیا۔

زنیرہ طاہر...... بہاول نگر

ا:۔ السلام علیکم! عید سروے میں آج میں بھی شمولیت کے لیے حاضر ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش عید کے حوالے سے یہ ہے کہ میں عید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مناؤں۔ خاک طیبہ سے اپنے خاکی جسم کو سنواروں اور شہدائے احد کو بھی سلام عید پیش کروں۔ دعا کریں آپ سب دوسری خواہش جو تا حال پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی وہ یہ ہے کہ میں عید تمام آنچل سہیلیوں وقارئین ولکھاری بہنوں کے ساتھ مناؤں۔ پھر سب مل کر یتیم خانوں اور بیت المال کے بچوں کو عیدی دیں اور عید کی شام سب مجاہدین سے ملیں وطن کے لیے دعائیں کریں۔

۲:۔ ہمارے گھر عید کا خاص پکوان بھوری کھیر ہے۔ کھیر سفید ہی ہوتی ہے مگر مما پکا پکا کر اسے گولڈن براؤن کر دیتی ہیں اس لیے میں اسے بھوری کھیر کہتی ہیں۔ (میں اور میری لاجکس) ہمارا گھر فیملی کا بڑا گھر ہے سو سب لوگ ہمارے گھر ہی اکٹھے ہوتے ہیں اور ان سب کی تواضع عید پڑھ کر آتے ہی کھیر سے کی جاتی ہے شام کو سالن روٹی بس پھر عید کی جان چھٹی۔ (برتن کون دھوئے ہائے اللہ)

۳:۔ لفظ کبھی مرتے نہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اس لیے میں تو اب بھی کارڈز استعمال کرتی ہوں کارڈز کے بغیر عید ہی ادھوری ہے۔ "عید مبارک" کا موبائل انٹرنیٹ سے لٹھ مار قسم کا پیغام وصول ہوتا ہے۔ مگر ان لفظوں میں خاص تاثیر نہیں ہوتی جب کہ ہم کارڈ وغیرہ بناتے ہیں اور بھیجتے ہیں اگلے وصول کرنے والے کو وہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کارڈز وصول کر کے میرے پاس میری بچپن کی سہیلیوں کے دیے ہوئے کارڈز ابھی بھی رکھے ہیں۔ کچھ بچھڑ گئیں مگر ان کے دیے ہوئے کارڈ مجھے ہمیشہ ان کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ سب دوستوں کو عید مبارک۔ اللہ نگہبان۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

ا:۔ عید پر میری خواہش ہوتی ہے کہ میں کہیں گھومنے پھرنے جاؤں انجوائے کروں (لیکن میری یہ خواہش خواب میں ہی پوری ہو سکتی ہے) ہر عید گھر میں ہی بور گزرتی ہے اور تھکان علیحدہ۔ ویسے کچھ نہ کچھ ایسا کرتی ہوں کہ انجوائے کر سکوں ویسے کبھی کبھار فرینڈز بھی آ جاتی ہے تو عید اچھی گزر جاتی ہے۔

۲:۔ سویاں تو لازمی بنتی ہیں اور بطور خاص روایت چکن پکوڑہ اور دہی بھلے ضرور بنتے ہیں۔

۳:۔ میں تو عید کارڈ نہیں دیتی لیکن مجھے لازمی ملتے ہیں ویسے آج کل میسجز پر ہی سارے کام ہو رہے ہیں کسی کو عید وش کرنا سالگرہ وش کرنا بلکہ ہر تہوار پر ہی موبائل یوز ہو رہے ہیں۔ اب تو کافی بچت ہو گئی ہے۔ موبائل فون آنے سے اور اینڈ پر سب پڑھنے والوں کو رمضان مبارک اور عید مبارک ہمیشہ مسکراتے رہیں۔

صدف مختار...... بوسال مصور

ا:۔ میں بہت حقیقت پسند ہوں میں نے ایسی خواہشیں جو خوابوں تک محدود رہیں اور ذہن کے لیے بوجھ بن جائیں کبھی نہیں کیں۔ ہاں البتہ کچھ خواہشیں ایسی ہیں کہ جو نہ چاہتے ہوئے بھی دل میں جگہ حاصل کر ہی لیتی ہیں تو 2012ء میں بکرا عید پر ہمارا بہت پروگرام بنا تھا سر عظمت اللہ گوندل اور مس عذرا بشیر صاحبہ یعنی کہ رمشاء کے گھر میں عید منانے کا تو انہوں نے ہماری خاطر رمشاء کے ننھیال جانے کا پروگرام بھی منسوخ کر دیا تھا اور مرۃ جمیلہ (عذرا بشیر صاحب) نے ہماری خاطر بہت اہتمام کیا تھا اور بہت خوش تھیں۔ مگر پھر ایسی

چویشن کریٹ ہوگئی جس کی وجہ سے ہم ان کے گھر نہ جاسکے۔ میں نے جو تصور میں خاکے بنائے تھے کہ یوں کریں گے ایسے کھیلیں گے سب ملیامیٹ ہوگئے۔ مجھے بہت دکھ ہوا کیونکہ پہلی مرتبہ ہی تو میں نے عید اپنے پسندیدہ لوگوں کے ساتھ گزارنی تھی۔ بس یہی خواہش پوری نہ ہوسکی اور شاید کبھی نہ ہوسکے۔

۲:۔ ایسی کوئی خاص ڈش نہیں جو سالوں سے ہمارے گھر لازمی بنتی ہو کیونکہ ہمارا گھرانا روایتی نہیں ہے۔ جو ہمارا بچوں کا جی چاہا وہ کڑیا بنادیتی ہے۔ ویسے عید کے مواقعوں پر ہمارے گھر میں زیادہ تر کھیر بنتی ہے کیونکہ ہم سب میٹھے کے بہت شوقین ہیں۔

۳:۔ سب سے پہلی بات کہ بے شک الیکٹرانک دور ہو اگر آپ کا دل مانے گا تو آپ وہ کام کریں گے جو بے شک سب کرتے ہوں۔ حقیقتاً سچی بات ہے کہ مجھے کارڈ وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر پھر بھی دل چاہتا ہے تو ضرور دیتی ہوں۔ ویسے حیرت کی بات ہے نا کہ میں نے آج تک صرف اور صرف رمشاء عظمت اور میمونہ ریاض کو اپنے پورے شوق اور خلوص سے کارڈ دیے ہیں بے شک زبردستی ہی سہی لیتی سب سے ہوں۔ تو جواب یہ ہے کہ کارڈ استعمال کرتی ہوں مگر کبھی کبھار۔

ربیعہ اساور بٹ...... فیصل آباد

ا:۔ عید بہت ہی خوشیوں اور مسرتوں سے بھرپور دن ہوتا ہے اس کے لیے اہتمام کرنا ایک فطری بات ہے عید کے روز لنچ ٹائم میں پوری فیملی کے لیے خاص اہتمام کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ عید کے پر مسرت موقع پر طلال کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اس خوشیوں بھرے موقع پر وہ ہمارے ساتھ وقت گزارے یہ ایسی خواہش ہے جواب تک پوری نہیں ہوسکی۔

۲:۔ ہمارے گھرانے میں عید پر سالوں سے میٹھے میں کھیر بنتی آرہی ہے۔ کھیر چاندرات کو ہی بنا کر فریج میں رکھ دی جاتی ہے اور عید کی صبح اس سے سب کا منہ میٹھا کروایا جاتا ہے۔ تمام محلے اور رشتہ داروں میں بانٹنے کی روایت بھی قائم و دائم ہے اس لیے دلی تسکین ہوتی ہے۔ لنچ میں خاص ڈش چکن ہے۔ جو خاص طریقے سے پکایا جاتا ہے اور سب افراد اکٹھے ہو کر جب کھانا کھاتے ہیں تو مزہ دوبالا ہوجاتا ہے۔

۳:۔ اسکول اور کالج لائف میں تو عید کارڈ دینے کا شوق ہوا کرتا تھا اور اس الیکٹرانک دور میں اب موبائل کا استعمال عام ہے جس کی وجہ سے عید کارڈ کا رجحان کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ پچھلے دو سال تقریباً عید کارڈ بطور تحفہ میں استعمال نہیں کرسکی بلکہ پھول کا تحفہ دیتی رہی ہوں۔ اس سال تحفہ میں ہاتھ سے بنا کارڈ دینے کا ارادہ ہے جس کی تیاری شروع کردی گئی ہے۔ عید کے علاوہ بھی میں خاص موقعوں پر ہاتھ سے بنے کارڈ کو ترجیح دیتی ہوں۔ کیونکہ خلوص وچاہت اور نیک تمناؤں کے ساتھ بنا کارڈ تحفہ میں دینا ایک الگ ہی مزا دیتا ہے۔ جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

ثانیہ عبدالغفور...... للیانی سرگودھا

ا:۔ ویسے تو عید کے حوالے سے بہت سی خواہشات ہیں جیسے کہ عید پوری آنچل فیملی کے سنگ گزاروں مگر...... یہ ناممکن ہے۔ ایک یہ خواہش ہے کہ عید کسی اچھے سے تفریحی مقام پر گزاریں مگر عید گھر پر دوستوں کے ہمراہ گزرتی ہے۔

۲:۔ ہمارے گھر بچپن سے ہی ہر عید حلوہ پوری اور چنے کا ناشتا بنتا ہے۔ یہ ہمارے گھر کی خاص روایت ہے۔ اس کے بنا ہماری عید ادھوری ہوتی ہے۔ دن میں کچھ بھی اپنی مرضی کا بنالیتے ہیں ویسے بھی اوٹ پٹانگ چیزیں کھانے کے بعد لنچ اور ڈنر کی گنجائش نکلتی تو نہیں۔

۳:۔ رمضان میں تو اپنا ہوش نہیں ہوتا ویسے میں اپنے پیاروں کو ان کے برتھ ڈے پر کارڈ خود بنا کر دیتی ہوں۔ اور عید کے پر مسرت موقع پر بھی یقیناً اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس دفعہ ان شاء اللہ میرے پیاروں تک میرے ہوم میڈ کارڈز ضرور پہنچیں گے اور آخر میں سب کو میری طرف سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے عید مبارک۔ خدا حافظ

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

ا:۔ یہاں کسی کو بھی حسب آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا

خواہش تو جی خواہش ہے کب پوری ہوتی ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ عید گھوم پھر کر مناؤں۔ شہر سے گاؤں سے نکل کر جو فی الحال پوری نہیں ہوسکی مگر امید پر دنیا قائم ہے۔

۲:۔ جی بالکل بنائے تو بہت کچھ ہیں مگر جو ایک دو ڈشز ہیں وہ ہر عید پر لازماً بنتی ہیں۔ گاجر کا حلوہ، سویاں اور چنا چاٹ۔

۳:۔ عید کارڈ کی تو جی کیا ہی بات ہے۔ جو مزہ عید کارڈ اور گفٹ بھیج کر وش کرنے کا آتا ہے وہ فون یا نیٹ سے نہیں آتا۔ جب چھوٹے تھے تو بندروں والا کارڈ لا کر شعر لکھ کر دوستوں کو دیتے تھے۔ بندر بندریا کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا تھا۔ اور ہم اوپر شعر لکھتے تھے۔

ڈبے میں ڈبہ ڈبے میں کیک
میری سہیلی لاکھوں میں ایک

یا پھر

جنگل میں جنگل جنگل میں سایہ
دادی نے آنکھ ماری دادا مسکرایا

ہاہاہاہا...... اب بھی ہم کارڈ لاتے ہیں دیتے ہیں اس کا اپنا مزہ ہے۔

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

ا:۔ عید کے حوالے سے کوئی ایسا اہتمام یا خواہش جواب تک نہ پوری ہوسکی ہو تو اگر ماضی میں نگاہ دوڑاؤں تو کوئی صورت حال نظر نہیں آتی کیونکہ عید کے حوالے سے جو اہتمام کرنا ہوتا ہے اس کو پہلے ہی سے ترتیب دے دیا جاتا ہے اور کبھی کوئی خواہش آج تک نہیں پڑی۔

۲:۔ ڈش جو کہ ہر سال عید کے موقع پر تیار کی جاتی ہے وہ ہے سویاں اور چاٹ اور مجھے زیادہ تر اسپائسی فوڈز پسند ہیں اس لیے میں چاٹ زیادہ شوق سے کھاتی ہوں بہ نسبت سویوں کے۔

۳:۔ چونکہ آج کل کے الیکٹرانک میڈیا اور گہما گہمی کے دور میں عید کارڈ کا رواج آہستہ آہستہ اپنی اہمیت کھوتا جارہا ہے۔ لیکن مجھے عید کارڈ کی روایت بہت زیادہ پسند ہے۔ نا صرف دینا بلکہ لینا بھی اور سب سے زیادہ کارڈ ایک دو بھی نہیں بلکہ چھوٹے بڑے بیس پچیس کارڈز میں اور سمنہ (میری فرینڈ) ایک دوسرے کو دیتے ہیں اور آئندہ بھی اس روایت کو قائم رکھوں گی کیونکہ کارڈ سے منسلک خوب صورت یادیں کٹھن دور میں بھی بسا اوقات مسکان کے پھول کھلا دیتی ہیں۔ انہی ٹوٹے پھوٹے لفظوں کے ساتھ اجازت چاہوں گی زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔

تیرے لہجے میں جس دم رنگ محبت بکھرتے ہیں
وہی لمحہ مجھے اس پل عید کا سماں لگتا ہے

انیس انجم...... جھنگ صدر

ا:۔ عید کے حوالے سے بس یہ خواہش اب تک پوری نہیں ہوسکی کہ اپنی فرینڈز کے ساتھ عید سیلیبریٹ کرسکوں۔ ہمیشہ ٹیلی فون اور کارڈز کے ذریعے رابطہ ہوا ہے عید پر۔

۲:۔ عید کے حوالے سے خاص ڈش تو کوئی بھی نہیں ہر دفعہ مینیو چینج ہوتا ہے جسٹ سویاں ہیں جن کو مختلف آئٹمز کے طور پر بنالیا جاتا ہے۔

۳:۔ جی ہاں نہ چاہے جتنا بھی فاسٹ الیکٹرانک دور کیوں نہ آجائے عید کارڈ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ تحفے کے طور پر عید کارڈز ہی دیتی ہوں۔

زاہدہ پروین...... سلانوالی، سرگودھا

ا:۔ پہلا سوال پڑھ کر بے اختیار ٹھنڈی سانس بھری۔ میری خواہش ہے کہ میں چاندرات کو بازار جاؤں شاپنگ کروں مہندی لگواؤں چوڑیاں پہنوں اور عید پر کہیں گھومنے جاؤں یہ خواہشیں شاید ہمارے ہونے والے وہی پوری کریں گے ہاں جی امید پر دنیا قائم ہے۔

۲:۔ ہاں جی ہمارے گھر تو دودھ والی سویاں ہر عید پر ضرور پکتی ہیں۔

۳:۔ عید کارڈ بہت سال پہلے بچپن میں اجی میں اتنے سال پرانی نہیں ہوں بس اب بی اے میں ہوں اور جب کی بات ہے جب چوتھی یا پانچویں میں تھی اپنی کزن کو عید کارڈ دیا تو اس نے وہی کارڈ اپنے دوست کو دے دیا بہت دل ٹوٹا اس کے بعد آج تک کسی کو دل سے کارڈ نہ دے سکی۔

مہر گل، دعا گل...... اورنگی، کراچی

ا:۔ ایسی خوشی یا اہتمام جواب تک پوری نہ ہوسکی ہو آج ایک ایسی خواہش جو بچپن سے انگلی تھامے چل رہی ہے کہ رمضان اور عید حرمین شریفین میں بسر ہوں (کاش یہ خواہش پوری ہوجائے) پھر جب ڈائجسٹ پڑھنے لگی تو دل چاہا کہ عید اپنی پسندیدہ مصنفات کے ساتھ سیلیبریٹ کی جائے اور جب لکھنا شروع کیا تو دل نے خواہش کی کہ عید پر عید نمبر میں ہماری تحریر جگمگائے اور ارے سوری بھئی آپ نے تو ایک خواہش کہا تھا مگر وہ کہا ہے نا کہ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

۲:۔ میٹھی عید ہو اور میٹھے کے بغیر ہو ناممکن لہٰذا سویاں تو لازمی ہیں مگر ہماری امی قلاقند والی کھیر بھی میٹھی عید پر ضرور بناتی ہیں اور دن میں تو صرف بریانی ہی بنتی ہے چاہے وہ چکن ہو یا مٹن، یخنی والی ہو تہہ والی یا پھر بناری۔

۳:۔ دوستوں کے گھر آنا جانا، چاندرات کو عید کارڈ اور تحفوں کے ساتھ سرپرائز دینا تو اب مفقود ہوتا جارہا ہے۔ اب تو سیل فون پر مبارک باد کے میسج ٹائپ کر کے جان چھڑائی جاتی ہے اور ایک میسج کئی لوگوں کو سینڈ کردیا جاتا ہے۔

جذبات کی ہے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

مگر ہم نے اس روایت کو آج بھی برقرار رکھا ہے جناب (ثبوت حاضر ہے)۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ا:۔ اہتمام تو نہیں البتہ خواہش کہہ لیں عید کے دن جب مجبور اور غریبوں کو باوجود عید کی خوشیاں سمیٹنے کے ان کے چہروں پر فکر کے سائے دیکھتی ہوں تو بے اختیار دل چاہتا ہے جادو کی چھڑی ہو جس سے کم از کم عید کے دن ہی ان چہروں سے فکروں کے پریشانیوں کے بادلوں کو ختم کردوں۔ عید کی خوشیاں اپنی جگہ، جب ان انسانوں کو دیکھتی ہوں تو دل میں ملال ہر سال گہرا ہوجاتا ہے یہ خواہش شاید کبھی پوری نہ ہو ہو بھی سکتی ہے وقت پر منحصر ہے۔

۲:۔ عید کے روز نماز عید سے پہلے سویوں کا پکنا یہ روایت برسوں سے ہمارے گھر کا حصہ بنتی چلی آرہی ہے اور آگے بھی خدا کو منظور ہوا تو ضرور ہوگی۔ دوپہر کو موڈ کے حساب سے اور شام کو اکثر پلاؤ پکتا ہے۔

۳:۔ عید کارڈ کی روایت آج بھی برسوں پہلے کی طرح قائم ہے دور بدلا اور عید کارڈ دینے کا اسٹائل اور عید کارڈ کی اہمیت میں اضافہ ہی ہوا۔ میں عید کارڈ کا استعمال بچپن میں کرتی تھی اب اگر کوئی دے تو مسکرا کر لیتی ہوں دیتی نہیں۔ لفظوں کی اپنائیت عید کارڈ سے ظاہر ہوجاتی ہے۔

نوبیہ شاہین...... مانگا

ا:۔ عید کے دن بس یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم سب بہن بھائی اور والدین عید کا پورا دن سیر و تفریح میں گزار دیں۔

۲:۔ عید کی صبح سویاں لازماً بنتی ہیں۔

۳:۔ جی نہیں الیکٹرانک کا دور مصنوعی دور ہے۔ سچی خوشی پرانی روایتوں کو اپنانے سے حاصل ہوتی ہے۔

نگہت اسلم چوہدری...... سونا ویلی

ا:۔ میری بچپن سے ہی خواہش رہی ہے کہ ہم سب بہن بھائی اپنے ننھیال والوں کے ساتھ عید منائیں مگر افسوس ہماری یہ خواہش لاحاصل خواہش ہے۔ کیونکہ وہ بہت دور ہیں۔

۲:۔ چنے چاٹ، سویاں، قورمہ، بریانی، کوفتے، چکن اور مٹن ہانڈی۔

۳:۔ دنیا چاہے جتنی بھی ترقی کر لے مگر ہمارے دلوں میں جو پیار اپنوں کے لیے ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس جدید دور میں بھی میں اپنی فرینڈز کو عید کارڈ دیتی ہوں اور لیتی بھی ہوں۔ انٹرنیٹ کے استعمال کے باوجود میں ہر عید پر اپنے بھیا اور نگ زیب اقبال کو عید کارڈ بھیجنا نہیں بھولتی جو کہ ترکی میں سیٹل ہیں۔

آنسہ شبیر...... گجرات

ا:۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ کوئی بھی خواہش ادھوری رہ گئی ہو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ انسان کو زندگی خواہشوں کے مطابق نہیں بلکہ ضرورت کے مطابق گزارنی چاہیے کیونکہ خواہش تو بادشاہوں کی بھی ادھوری رہ جاتی ہیں اور ضرورت فقیر کی بھی پوری ہو جاتی ہے۔

۲:۔ سویاں، بریانی

۳:۔ بالکل جی جو خوشی عید کارڈ کے ذریعے وش کرنے میں ہوتی ہے وہ کسی نیٹ، موبائل وغیرہ میں کہاں۔

سنیاں زرگر، اقصیٰ زرگر...... جوڑہ

ا:۔ السلام علیکم! عید کے حوالے سے کوئی ایسا اہتمام نہیں یا خواہش نہیں ہے جو پوری نہ ہو سکے۔ اللہ کا شکر ہے ساری پوری ہوئی ہیں۔

۲:۔ ہمارے ہاں جو ڈش بطور خاص اور سالوں سے چلتی آ رہی ہے وہ حلوہ پوری ہے جو عید پر لازماً بنتی ہے اور رشتہ داروں کو بھی بھیجی جاتی ہے۔

۳:۔ جی ہاں، ہم تو اب بھی اپنی کتنی دوستوں کو عید کارڈ بھیجتی ہیں۔ کیونکہ یہی تو ہے جو کہ عید کا خاص تحفہ ہوتا ہے باقی تحفے تو عام دنوں میں بھی دیے جا سکتے ہیں۔

سیدہ کنزیٰ زین...... منڈی بہاؤالدین

ا:۔ میں عید اپنی بیسٹ فرینڈ آنچل کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں لیکن یہ خواہش اب تک پوری نہیں ہوئی۔

۲:۔ ہمارے گھر میں سویاں اور چاولوں والی کھیر بطور خاص روایت عید پر مما لازمی بناتی ہیں۔

۳:۔ عید کارڈ اب تو یہ روایت واقعتاً کسی حد تک ختم ہی ہو چکی ہے۔ اب تو چوڑیاں وغیرہ ہی دی جاتی ہیں۔ البتہ آپی تو اب بھی کہتی ہیں کہ بچپن میں میری مما ان سب کزنز کو دینے کے لیے ایسے ایسے نادر و نایاب کارڈ لایا کرتی تھیں کہ وہ اب بھی حیران ہوتی ہیں (آخر آنٹی ایسے کارڈز لاتی کہاں سے تھیں)

رمشاء عظمت...... بوسال مصور

ا:۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

غالب کے اس شعر کی طرح بہت سی خواہشیں ہیں کہ جو صرف خیالوں تک ہی محدود ہیں اور مجھے معلوم ہیں کہ وہ پوری نہیں ہو سکیں گی۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی رائٹر سمیرا شریف طور کی میں مداح ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ میں بہت اہتمام کروں اور سمیرا شریف اور اپنی پیاری سی دوست صرف مختار کے سنگ عید کروں مل کر ہلہ گلہ، تبصرے، مذاق، باتیں کریں اور اس ایک عید کو یادگار بنا دیں جو برسوں بعد بھی یاد رہے کیونکہ اپنے پیاروں کے سنگ بیتا ایک لمحہ بھی نہیں بھولتا یہ تو پھر پورا دن ہوگا مگر پھر وہی بات کہ......

۲:۔ ایسی ڈش جو برسوں سے بن رہی ہو کوئی نہیں کیونکہ ہر دفعہ کسٹرڈ، کھیر، زردہ وغیرہ بنتا ہے کیونکہ تبدیلی کائنات کا حصہ ہے نا لیکن میری ماما بریانی یا پلاؤ تقریباً ہر دفعہ بناتی ہیں کیونکہ ہم بچے ماما کے ہاتھ کی چیزیں بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

۳:۔ میں نے آپ کے سوال کی لاج رکھتے ہوئے بہت خوشی محسوس کی۔ کیونکہ میں ضرور اپنی دوستوں کو کارڈ بھیجتی ہوں۔ اس طرح کی چیزوں پر میرا دل بہت خوش رہتا ہے۔ عید پر میرا بس نہیں چلتا کہ بازار کا بازار اٹھا لاؤں۔ ویسے مجھے لینے سے زیادہ دینے پر خوشی محسوس ہوتی ہے اور صدف عید کارڈ لے یا نہ لے "عیدی" تو ضرور ہی وصول کرتی ہے جواب دیتے وقت مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اس دور میں بھی ایک برسوں پرانی روایت برقرار رکھے ہوئے ہوں۔ (آہم)

اقرأ عافیہ...... ٹانک پاکستان

ا:۔ عید کے حوالے سے جو بھی سوچا وہ پورا ہوا مگر اس بار عید پر لگتا ہے کہ میں اپنی دوست سے مل نہیں پاؤں گی تو میں اس کو آنچل کے ذریعے ہی وش کرنا چاہتی ہوں۔ سونیا صالح عید مبارک ایڈوانس میں سلامت رہو آمین

۲:۔ عید کے دن میری امی جان میٹھی سویاں بناتی ہیں اور یہ روایت برسوں سے چلی آ رہی ہے۔

۳:۔ جی ہاں میں اب بھی عید کارڈ استعمال کرتی ہوں۔ عید کارڈ بھیجنے کی اپنی خوشی ہوتی ہے اور جو کہ ایس ایم اور ای میل بھیج کر حاصل نہیں ہوتی۔

تیرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
بکھر چلے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے
تجھے خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی ٹوٹ گیا
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے

کہانیاں اب بدل گئی ہیں
نہ اب وہ آنکھیں کہ جن میں خوابوں کے سارے موسم
گلاب موسم بنے ہوئے تھے
نہ اب وہ شامیں کہ جن میں تیری حسین باتیں
رفیق لگتی تھیں ذہن و دل کو
وہ سارے موسم بدل گئے ہیں
نہ وصل کا کوئی خواب باقی' نہ اب وہ حرف سخن رہا ہے
کہانیاں اب بدل گئی ہیں
تمہارے جانے کے بعد یوں بھی
جو خواب آنکھوں میں چاہتوں کا یقین بن کر ٹھہر گئے تھے
وہ خواب سارے بکھر گئے ہیں
ملال دل میں اتر گئے ہیں
نہ زندگی ہے نہ زندگی میں وصال موسم کی چاہ کوئی
نہ شاعری ہے نہ شاعری میں جو دکھ ہے
اس سے پناہ کوئی
جو سچ تھا اب جھوٹ ہو گیا ہے
جو دن میں سورج بنا ہوا تھا
وہ شب کی تاریک وادیوں میں ہی کھو گیا ہے
کہانیاں اب بدل گئی ہیں

بازو پر لگے کٹ نے حورعین کو تڑپا کر رکھ دیا تھا مگر اس نے ضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

ایاد عبدالحادی اسے تکلیف پہنچانے کے بعد اب ہنس رہا تھا' یوں جیسے اس کے زخموں سے لطف اٹھا رہا ہو۔

"ہاہاہا...... بہت ترس آ رہا ہے مجھے تم پر چٹکی جتنی لڑکی ہو اور عزائم دیکھو امریکہ کے خلاف آواز اٹھانا چاہتی تھیں' ہوں...... کسے دکھانا چاہتی ہو ہماری اصلیت؟ چند کتابیں لکھ کر' اخبارات نکال کر تم نے سمجھ لیا کہ تم ساری دنیا کو ہمارے خلاف کھڑا کر دو گی' کس کو کھڑا کرو گی ہمارے خلاف' مسلم دنیا کو؟ جو ہمارے ابرو کے اشارے پر کچھ بھی کر سکتی ہے' کچھ بھی...... ہم جب چاہیں جس ملک سے چاہیں ڈالروں میں خرید سکتے ہیں تمہیں اور تمہارے ایمان کو...... کہاں چلا جاتا ہے اس وقت تمہارا خدا...... بولو......" وہ ہنس رہا تھا اور حورعین کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں' تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر حورعین کا دوپٹہ کھینچ ڈالا۔

"پکارو اپنے خدا کو کہ تمہیں میرے ہاتھوں سے بچا لے' کہو اپنے غیور مسلمان بھائیوں کو کہ میرا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دیں۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا' حورعین کے اندر جیسے کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا وہ بولی تو اس کے لہجے میں جیسے کسی شیر کی دھاڑ تھی' سارا خوف کہیں جا سویا تھا۔

"بزدل ہو تم...... ہم پر تشدد کر کے اذیت دے کر قتل کرنے کے سوا تم اور کر بھی کیا کر سکتے ہو؟ ہمارے مردوں کی داڑھیاں مونڈ کر انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر مار دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے تمہیں مگر ہمارے نزدیک یہ عبرت نہیں بلکہ سعادت و خوش بختی کی موت ہے۔ ہمارا دین ایسی موت کو شہادت کا نام دیتا ہے' ایک مومن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ہے کہ اسے شہادت کی موت نصیب ہو' میرا خدا ایسے ہی اپنے بندوں کو آزمائش کی بھٹیوں میں جلا کر کندن بناتا ہے اور انہیں منافقین سے علیحدہ فرما دیتا ہے۔ ہم مصائب سے ٹوٹنے والے نہیں' یہ تمہاری مذہبی روایات کہتی ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی جانے لگی تو ان کے جانثار ساتھی عین موقع پر انہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے' پڑھو اپنی تاریخ کی کتابیں اور دیکھو کہ جب ارض فلسطین پر صلاح الدین ایوبی نے تمہارے بڑوں کو عبرت ناک شکست دی تو تمہارے بڑوں میں سے ایک نے اپنی بہن صلاح الدین ایوبی کے بھائی ملک العادل کو بطور رشوت پیش کر کے مسیحی دنیا کے لیے جان کی امان طلب کی۔ تم ہماری نہیں اپنی فکر کرو' ہم اگر تمہارے ہاتھوں مارے گئے تو شہید زندہ رہے تو غازی...... تم سوچو تمہارا کیا بنے گا۔" لہو رنگ آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں نے ایاد عبدالحادی کو ٹھٹکا دیا تھا۔

"مت اتنا گھمنڈ کرو اپنے ڈالروں پر کیونکہ تمہارے ڈالروں کے عوض اپنی جنت کا سودا کرنے والے مسلمان تو ہو سکتے ہیں مگر اللہ کے بندے نہیں' وہ ہم نہیں ہیں جنہیں تم اپنے ڈالر کی کشش سے خرید سکو' سنا تم نے؟" وہ دھاڑی تھی تبھی ایاد کا بھاری تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا تھا۔

"مارو اور مارو...... کتنا ظلم کرو گے' کتنی نسلیں برباد کرو گے مسلمانوں کی' طاقت کے بل بوتے پر کب تک ہماری بے بسی کو کچلو گے تم......؟ تم نہیں جانتے مگر میں جانتی ہوں کہ حاکم اعلیٰ صرف اللہ ہے' وہ چاہے تو سمندر کا سینہ کھول کر ایک پل میں تم سب کو غرقاب کر دے' اللہ کی طاقت کے سامنے تمہاری طاقت مری ہوئی چیونٹی کے پَر کے برابر بھی نہیں۔ یہ ظلم و بربریت ہمیں ہمارے ایمان سے پھیر نہیں سکتی وہ اور لوگ ہیں جن کے ایمان کا سودا تم اپنے ڈالروں سے کرتے ہو بظاہر مسلمان لیکن ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں' خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بدنصیب لوگ ہیں' یہ پرلے درجے کے بدنصیب' جو یہ بھی جانتے ہیں کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے' اس عارضی زندگی میں چند سو' چند ہزار ڈالر لے کر تمہاری وفاداری کا دم بھرنے کے بعد اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کو تمہارے سپرد کر کے وہ صرف خسارے کا سودا کر رہے ہیں مگر تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک ان کی حیثیت' ان کا مقام کیا ہے۔ ہڈی کھانے والے کتے سے بڑھ کر اہمیت نہیں دیتے تم انہیں' شراب کے نشے میں سر عام گالیاں نکالتے ہو مگر وہ ہم نہیں ہیں۔ ہم وہ ہیں جو صحرا کی تپتی ریت میں کھڑے کنٹینرز میں آگ برساتے سورج تلے محبوس' ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ کر شہادت کی موت کو گلے لگا لیتے ہیں مگر اپنا سر تمہارے سامنے نہیں جھکاتے۔ میں چاہوں تو انہیں پکار سکتی ہوں کیونکہ ان میں اب بھی کوئی صلاح الدین ایوبی' کوئی محمد بن قاسم اور کوئی طارق ابن زیاد ہے' بہت قوت اور طاقت ہے اب بھی ان کے زخمی بازوؤں میں مگر میں انہیں نہیں پکاروں گی کیونکہ دنیا کے پل صراط پر اپنے زخم زخم وجود کے ساتھ وہ اسلام کے محاذ پر کھڑے اللہ کے دشمنوں سے لڑ رہے ہیں' اس محاذ پر زیادہ ضرورت ہے ان کی' ہماری عزتوں اور جانوں کا خدا محافظ ہے۔" بولتے بولتے اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔

ایاد عبدالحادی کے اندر جیسے آگ بھڑک اٹھی۔ یہ کیسا آئینہ تھا جو وہ اسے دکھا رہی تھی' یہ کیسا طمانچہ تھا جو وہ دھان پان سی لڑکی اتنی بہادری سے اس کے منہ پر رسید کر رہی تھی' مارے غیض و غضب کے وہ سلگ اٹھا تھا اس رات اس نے حورعین عبدالسمیع پر اتنا تشدد کیا تھا کہ کئی گھنٹوں تک وہ بیرک اس کی چیخوں سے گونجتی رہی تھی۔ اگلے دو دن بعد اسے گوانتانامو بے منتقل کروا کر وہ خود قندھار آ گیا تھا۔ جلتی تپتی' ٹوٹی پھوٹی سڑکوں اور سنگلاخ پہاڑوں کے درمیان' جہاں قبائلی شمالی اتحاد والوں نے ڈالرز کے عوض انہیں اپنی مکمل جانثاری کا یقین دلاتے ہوئے عرب اور مسلم دنیا کے تقریباً تین ہزار طالبان کو مذاکرات کا دھوکہ دے کر ان کے چنگل میں پھنسا دیا تھا' اپنے قائدین کے حکم پر ہتھیار پھینک کر خود کو امریکی افواج کے حوالے کرنے والے ان تین ہزار طالبان میں سے چند عرب طالبان کو شک تھا کہ ان کو مذاکرات کا ڈرامہ رچا کر محفوظ راستہ دینے کا وعدہ کرنے والے ان کے اپنے ضرور ان کے ساتھ دھوکہ کریں گے شاید اسی لیے انہوں نے چھوٹے پسٹل اپنے پاس چھپا لیے تھے پھر جس وقت ان کی بکتر بند گاڑیاں امریکی افواج کے سامنے رکیں اور انہیں ان کے سامنے زمین پر ہاتھ باندھ کر گھٹنوں کے بل بٹھایا گیا' عرب مجاہد خاموش نہ رہ سکے اور اعلان جنگ کر دیا مگر وہاں اس وقت طاقت اور جذبے کے ساتھ ساتھ اسلحہ کی بھی شدید ضرورت تھی جسے وہ اپنے قائدین کے حکم پر امن کے قیام کے لیے پیچھے چھوڑ آئے تھے مگر ہمیشہ کی طرح ایک مرتبہ پھر ان کے ساتھ دھوکہ ہوا تھا۔

ایاد جانتا تھا کہ یہ وہ طالبان نہیں ہیں جنہوں نے اپنے ایمان گروی رکھ کر' معصوم بے گناہ لوگوں کو خودکش حملوں اور بم دھماکوں میں لقمہ اجل بنا کر شہید کرنا اپنا نصیب العین بنا رکھا ہے۔ طالبان کا نام بدنام کر کے جو ملکوں کے امن اور شہریوں کی جان و مال کے لیے عذاب بنے ہوئے تھے وہ جانتا تھا کہ بظاہر طالبان کہلوانے والے ان دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا نہ ہی ہو سکتا تھا کیونکہ جو طالبان ان کے ساتھ لڑ رہے تھے ان کی لڑائی کا صرف ایک ہی مقصد تھا' اسلام کا دفاع......

اسلامی شریعت اور نظام کا قیام اللہ اور اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی انہیں غرض نہیں تھی کہ دنیا انہیں کیا سمجھتی ہے انہیں کیا' کوئی اور ان کے نام کو استعمال کرکے انہیں بدنام کررہا ہے یا نہیں۔ انہیں اگر دھن تھی تو صرف یہی کہ اسلام کا دفاع کیسے کرنا ہے' اس مذہب کا دفاع جو ساری دنیا کے لیے امن بھلائی اور رحمت کا مذہب تھا' جس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر خود اہل کتاب نہ صرف دوسرے خلائی سیاروں تک جا پہنچے تھے بلکہ سمندر کی گہرائیوں کا بھی پتا چلا لیا تھا اور وہ انہی سینوں کو گولیوں سے داغنا چاہتے تھے جن میں ایسی علم و حکمت والی کتاب محفوظ تھی کیونکہ دنیا میں اسلام کا بول بالا اور بالادستی انہیں کسی بھی قیمت پر قبول نہیں تھی۔

ادھر گوانتا موبے جیل میں حورعین نے انسانیت کا بدترین روپ دیکھا' بناء کسی قصور اور جرم کے اس کی عزت کی چادر کو داغ دار کیا گیا' کئی کئی گھنٹے اس کے ہاتھ اوپر باندھ کر اس پر تشدد کیا گیا' بناء عورت ہونے کا لحاظ کیے اس کے منہ پر کئی بار پیشاب کیا گیا' ایک پل سے بھی پہلے مرجانے کی شدید خواہش کے باوجود اسے زندہ رہنے پر مجبور کیا گیا تھا اور یہیں اس نے سر جاوید ہمدانی کو دیکھا تھا تحفتاً امریکی فوج کو ملا وہ شخص جو قوم کا معمار تھا' ان صلیب کے پرستاروں کے ہاتھوں کیسے ہر شب بدترین ظلم کی بھینٹ چڑھ رہا تھا' کیا کیا نہیں دیکھا تھا اس نے وہاں مگر سب کچھ دیکھ کر اور جان کر بھی اس کے لبوں پر قفل پڑ گئے تھے۔

گوانتا موبے میں اسے وہ تیسری رات تھی جب اسے پتا چلا کہ اس رات دوران تشدد ایک اور پاکستانی کی موت ہوگئی تھی اور وہ پاکستانی کوئی اور نہیں سر جاوید ہمدانی تھے جن کے دل میں اپنی گمراہ قوم کے لیے ویسا ہی درد تھا جیسا اقبال کے دل میں تھا بس فرق صرف یہ تھا کہ وہ انگریز دورِ حکومت میں بھی اپنے جذبات پر سر کا خطاب پاگئے اور وہ ایک مسلم ملک میں ایٹمی پاور کے حامل ملک میں پوری آزادی اور خود مختاری کے باوجود سب سے پہلے پاکستان کے نعرے کی بھینٹ چڑھ گئے۔ سر جاوید ہمدانی کے قتل کے بعد وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی تھی تبھی صرف تین ماہ کے بعد اسے وہاں سے دوبارہ کیوبا منتقل کردیا تھا۔ کیوبا سے عراق اور عراق سے پھر افغانستان...... اس دوران اس کی عزت کی چادر کو کئی بار تار تار کیا گیا تھا' وہاں کتنی ہی مسلمان عورتیں تھیں جو شدت سے موت کی تمنا کرتی تھیں۔ اپنا سر دیواروں سے مار مار کر خود کو لہولہان کرلیتی تھیں مگر مخملی بستروں پر سوئے ذمہ داروں کو برا خواب تک نہیں آتا تھا۔

''کیا تاریخ میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ وقت کے سالاروں کا یہ جرم معاف کردیتی؟''

وہ دسمبر کی نہایت سرد رات تھی جب اسے شبرغان کے اس چھوٹے سے تاریک سیل سے نکال کر ایک نسبتاً بہتر اور آرام دہ کمرے میں شفٹ کردیا گیا۔ اب تک نہ اس کا جرم دنیا کے سامنے لایا گیا تھا نہ کیس' سینکڑوں بے گناہوں کی طرح وہ بھی رُل رہی تھی۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' تیز روشنی میں اس پر ٹھنڈا یخ پانی ڈال کر اسے ہوش میں لایا گیا تھا مگر وہ آنکھیں کھل جانے کے باوجود سب کو یوں ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی جیسے سمجھنے کی کوشش کررہی ہو کہ وہ اس کے ساتھ کیا کررہے ہیں؟

تبھی ایک مرتبہ پھر ایاد عبدالہادی اس کی نظروں کے سامنے آیا تھا' ہوش و حواس کھو جانے کے باوجود وہ فوراً اسے پہچان گئی تھی اس کے ساتھی مختلف طریقوں سے اسے ٹارچر کررہے تھے مگر وہ اف بھی نہیں کررہی تھی' تاہم جس وقت ان لوگوں نے اسے بے لباس کرنے کی کوشش کی اس نے چلانا شروع کردیا ساتھ ہی لپک کر ایاد کا ہاتھ تھام لیا یوں جیسے وہ اس کا خیر خواہ ہو۔

ایاد کے لیے اس کی یہ حرکت کسی شاک سے کم نہیں تھی تاہم اس نے اپنے ساتھیوں کو اسے اس کے حال پر چھوڑنے کا کہہ دیا تھا۔ دسمبر کی یخ بستہ رات میں برف جیسے فرش پر سکڑ کر بیٹھی وہ بہت خوف زدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایاد کا دل جیسے کسی نے جکڑ لیا۔ وہ اٹھا اور اس کے مقابل جا بیٹھا تھا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کیے۔

''تو تم نہیں مانو گی کہ تمہارا طالبان کی کسی تنظیم کے ساتھ تعلق ہے...... ہوں؟'' اکڑوں بیٹھا وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ حورعین چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔

''طالبان صرف امریکہ کے لیے نہیں بلکہ تم لوگوں کے لیے بھی خطرہ ہیں' کیوں نہیں سمجھتی ہو تم؟'' وہ اسے پیار سے منا رہا تھا مگر وہ اب بھی خاموش نگاہوں سے چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی' اس کی چپ کا قفل نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ تبھی ایاد نے سر جھکایا تھا پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"Leave it"۔ اگلے دو ماہ حورعین پر زیادہ تشدد نہیں کیا گیا مگر اس کی آنکھوں نے اب بھی بربریت کے ہزاروں واقعات دیکھے تھے اس کی ذہنی حالت بہت بدتر تھی۔ پورے دو ماہ بعد اس رات پھر وہ اس کے سیل میں آیا تھا' حورعین تین دن کی بھوکی تیز بخار میں جل رہی تھی وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ پہلی بار حورعین کو اس کی آنکھوں میں ہوس کی جگہ نرمی نظر آئی' اس کے چہرے پر عجیب سا نور اور اپنائیت تھی۔ کتنی ہی دیر اس کے مقابل بیٹھ کر چپ چاپ اسے دیکھنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا گال چھوا اور پھر رو پڑا تھا' کتنی ہی دیر وہ اس کے سامنے بیٹھا بچوں کی طرح روتا رہا تھا۔ حورعین اچنبھے سے اس کی طرف دیکھتی رہی بھلا وہ کیوں رو رہا تھا؟ مگر ایک مرتبہ پھر وہ بناء کچھ کہے چلا گیا تھا۔

آنے والے دنوں میں اس نے سنا کہ مجاہد طالبان نے اتحادی فوج کے اہم دستوں میں گھس کر بڑی کامیابی حاصل کی پھر کچھ ہی روز بعد اسے بگرام جیل سے کچھ قیدیوں کے فرار کی خبر بھی سننے کو ملی اور پھر ایک رات جب اس کی طبیعت بے حد خراب تھی وہ ایک مرتبہ پھر اس کے سیل میں چلا آیا تھا۔ حورعین شور مچانا چاہتی تھی مگر اس نے مضبوطی سے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر جما دیا۔

''کوئی شور مت کرنا' ابھی یہاں سے نکلو پلیز۔'' اس کی آواز سرگوشی سے بلند نہیں تھی' حورعین ہراساں ہوگئی وہ اسے لے کر سیل سے نکل گیا۔ فوج کا حصہ ہونے کے باعث اسے تمام خفیہ راستوں کا بھی پتا تھا' جہاں سے قیدی غائب کیے جاتے تھے حورعین نا چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ بھاگتی رہی۔ بڑی کامیابی اور مہارت سے اسے اس عقوبت خانے سے نکال کر جس وقت وہ باہر آیا تھا' فوج کے دیگر افسران کو شک ہوگیا تھا اور فوراً خطرے کا ہنگامی سائرن بج اٹھا تب اس نے حورعین کا ہاتھ تھام کر جنگل کا رخ کرلیا' بھاگتے بھاگتے حورعین کی ہمت جواب دے گئی تھی' اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی تبھی اس نے مزید بھاگنے سے انکار کردیا تھا۔

ایاد نے ایک نظر اس کے حال پر ڈالی پھر اسے اٹھا کر قریبی گھنے درختوں کے جھنڈ میں لے آیا وہ بے ہوش ہونے کے قریب تھی' ادھر اتحادی افواج میں جیسے کھلبلی مچ گئی تھی' مشکوک تو ان کی نظر میں وہ پہلے ہی ہوچکا تھا پچھلے کتنے دنوں سے اس پر نظر رکھی جارہی تھی اور اب جب کہ اسے غداری کے جرم میں گرفتار کیا جانا تھا' وہ حورعین کو لے کر فرار ہوگیا تھا۔ اس نے حورعین سے کہا تھا کہ ''پکارو اپنے خدا کو اور کہو اسے کہ وہ تمہیں میرے قہر سے بچائے۔''

پتا نہیں حورعین نے اس پاک ذات کو اس وقت پکارا تھا یا نہیں مگر وہ اس کے دل میں آ گیا تھا۔ حورعین کی باتوں نے اس کے اندر غصے کے ساتھ ساتھ عجیب سی بے چینی بھی بھردی تھی۔ نتیجتاً اس نے مسلمان قیدیوں پر اپنے مظالم اور زیادہ کردیئے تھے مگر یہ بے چینی تھی کہ کم ہونے کی بجائے اور بڑھتی جارہی تھی اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ دیواروں سے سر ٹکرائے آخر وہ ایسی کیا چیز تھی کہ جس نے محصور قیدیوں کو ہر آسائش ہر عیش و آرام سے بیگانہ کرکے کافروں کے ہاتھوں نہایت اذیت ناک موت خوشی خوشی قبول کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ کیا چیز تھی جوان لوگوں کو ظلم و

جبر کے سامنے جھکنے نہیں دے رہی تھی وہ کیا تھا جس کے لیے وہ جفا کش ساری عیش و آرام دولت کو ٹھوکر مار کر سر پر کفن باندھے اپنے سے تین گنا بڑی طاقت سے لڑنے کو تیار ہوگئے تھے۔ یہ اگر بہادری تھی تو کس نے انہیں ودیعت کی تھی؟ اگر یہ بے خوفی تھی تو کیونکر پیدا ہوئی تھی؟ جان تو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے کو سب سے پیاری ہوتی ہے پھر انہیں اپنی جانیں پیاری کیوں نہیں تھیں؟ سلگتی ریت اور تپتے پہاڑوں میں ایسا کیا تھا جو انہیں سر جھکانے سے روکتا تھا وہ کیا چیز تھی جس نے مسلمانوں کے بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر دہکتے کوئلوں سے اپنی کھال اتروا کر بھی "اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے" کہنے سے باز نہیں رکھا۔

یہودی اور عیسائی نہایت بے رحمی سے اگر مٹانا چاہتے تھے تو صرف اسلام اور مسلمانوں کو آخر کیوں؟ بھاری رقوم خرچ کر کے اگر خریدا جارہا تھا تو صرف محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کو آخر کیوں؟ مضحکہ خیز خاکے بنا کر اگر کسی قوم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جارہی تھی تو صرف مسلمانوں کو' آخر کیوں؟ دنیا کے ہر ملک ہر حصے میں اگر قتل عام کر کے نسل کشی کی جارہی تھی تو صرف مسلمانوں کی آخر کیوں؟ اگر مسلمان متعصب' تنگ نظر' دہشت گرد' انتہا پسند اور دنیا کے امن کے لیے خطرہ تھے تو پھر وہ مسلمان کون تھے جن کی پشت پناہی خود یہودی ادارے کررہے تھے؟ وہ کون مسلمان تھے جو چہرے پر داڑھیاں رکھ کر' اسلامی نام رکھ کر سچے مسلمانوں کی صفوں میں منافقت سے گھس کر' یہودی اداروں کی پناہ میں خود مسلمانوں کو تباہ کررہے تھے۔ ملک کے عام معصوم شہریوں کا خون پانی کی طرح بہا رہے تھے۔ جن کے شر کو دیکھتے ہوئے دوسرے مذاہب کے لوگ مجبوراً اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنے پر مجبور ہوگئے تھے' جن کے ایمان کی قیمت محض چند ڈالر تھی......

ایک طرف وہ مسلمان تھے جن کے ایمان کی قیمت محض چند ڈالر تھی اور ایک طرف وہ مسلمان تھے جنہوں نے بڑے بڑے محل اربوں کی آسائشات کو ٹھوکر مار کر سنگلاخ پہاڑوں کو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ آخر وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے کربلا کی سر زمین پر آگ برساتے سورج تلے بنا ہتھیاروں کے اپنے دشمن سے جنگ لڑی اور بالآخر بھوک و پیاس کی شدت سے نڈھال ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرلیا مگر باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

مسلمانوں کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کے محبوب تھے' جن کی لیے ساری کائنات تخلیق کی گئی درخت تک جن کو سجدہ کرتے تھے جنہیں ان کے مخالف قبائل نے دولت کے انبار لگانے' حکمرانی کرنے' حسین سے حسین عورت بطور تحفہ پیش کرنے کی پیشکش کرڈالی تھی مگر وہ ہر چیز کو ٹھوکر مار کر' پورے تین سال اپنے خاندان اور گھر والوں کے ساتھ شعب ابی طالب کی تنگ گھاٹی میں محصور فاقے کرتے رہے' کیوں؟ یہ سب سوچتے اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔

انہی دنوں اتحادی فوج نے ایک نیا کھیل شروع کیا' ہر طرح کی آسائش' اسلحہ اور طاقت ہونے کے باوجود' سنگلاخ پہاڑوں کے بیٹے پوری طرح سے ان کے قابو نہیں آرہے تھے جب کہ وہ افغانستان کے بچے بچے کو کچل کر مار دینے کے لیے بے چین تھے' ان کا ٹارگٹ نہ طالبان تھے نہ دہشت گرد۔ ٹارگٹ اگر کوئی تھا تو صرف اسلام وہ جانتے تھے ان سنگلاخ پہاڑوں کے مکینوں کو ابدی نیند سلانے سے پہلے اگر انہوں نے تیل پر قبضہ کرنے کے لیے عراق پر حملہ کیا تو ان کی شامت آجائے گی' اسی لیے ضروری تھا کہ جن مجاہدوں پر

کا لیبل لگا تھا انہیں بے دردی سے تڑپا تڑپا کر مار دیا جائے تاکہ ان کے خلاف کوئی مزاحمت نہ ہوسکے اور اس مقصد کے لیے جن ممالک نے ان سے اتحاد کیا وہ سب کے سب اسلام کے مخالف تھے مسلمانوں کے دشمن تھے تبھی وہاں ڈالر کی جنگ شروع ہوئی تھی۔

ہٹلر نے آتشیں اور الیکٹرانک بھٹیوں میں زندہ انسانوں کو جلا کر راکھ کردینے کا ایک انوکھا طریقہ ایجاد کیا تھا وہ لوگ بھی عرب مجاہدین' طالبان اور ان کے حمایتیوں کو ایسی ہی بھٹیوں میں جلا کر راکھ کردینا چاہتے تھے۔ رائفلوں' گنوں سے مجاہدین کو مارنا اور صفحہ ہستی سے مٹادینا' بے حد مشکل اور دیر پا تھا' تبھی وہ تیس ہزار مجاہد جنہیں دھوکے سے محصور کر کے ان کے ساتھ ظلم اور جنگ کی گئی تھی جو نہتے بھی ان کے سامنے سر جھکانے کی بجائے ان سے لڑرہے تھے بڑی مشکل سے انہیں پکڑنے کے بعد پانی میں کرنٹ چھوڑ کر لوہے کے بڑے بڑے کنٹینرز میں محبوس کردیا گیا تھا۔ چالیس پچاس افراد کی گنجائش والے کنٹینرز میں پانچ سو افراد کو محبوس کر کے وہ کنٹینرز صحرا کی تپتی ریت میں چلادیے گئے تھے یہ سب ایاد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

آتشیں والیکٹرانک بھٹیوں میں تو قیدی لمحوں میں جل کر

راکھ ہوجاتے تھے مگر ان کنٹینرز میں قید مجاہد' ماہی بے آب اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے۔ جب اوپر سے سورج آگ برساتا اور نیچے سے صحرا کی گرم ریت شعلے اگلتی تو لوہے کا کنٹینر جہنم بن جاتا اور ان میں محبوس قیدیوں کے چیخنے' تڑپنے' آہ و بکا کرنے اور اپنا سر آہنی چادروں سے مارنے کی آوازوں کے ساتھ ساتھ دل لرزادینے والی قرآنی آیات کا ورد کرنے والی آوازوں پر جہاں اس کے ساتھی دل چسپی سے ہنستے' قہقہے لگاتے تھے وہیں وہ جیسے پتھر ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ کیا چیز تھی جو اس عالم میں بھی قرآن کو بھولنے نہیں دے رہی تھی' بہت اچانک اس کے دل و دماغ پر حملہ ہوا تھا اور اس نے بے بسی سے ہتھیار پھینک دیئے' جنت کے بدلے دنیا کا سودا کرلینے والے بدنصیب کس قدر خسارے میں تھے کاش وہ جان پاتے۔

کئی روز کی اندرونی جنگ کے بعد بالآخر وہ ہار گیا تبھی اللہ نے جیسے اس کے دل و دماغ کو کھول دیا' بے شک وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ وہ مسلمان تھا اس کی رگوں میں اسلامی خون تھا تو کیسے یہ خون جوش نہ مارتا۔ کتنی ہی راتیں اس نے اپنی حیوانیت پر رو رو کر اللہ سے معافی مانگتے ہوئے گزاری تھیں پھر اس نے جاب چھوڑ کر علی اعلان مجاہدین کے ساتھ شامل ہونے کی بجائے فوج میں رہ کر سینکڑوں بے گناہ قید مسلمانوں کی چپ چاپ مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا مگر اس کا یہ منصوبہ زیادہ دنوں تک خفیہ نہ رہ سکا۔ مسلمان قیدیوں کے ساتھ اس کے نرم برتاؤ نے دیگر افسران کو چوکنا کردیا تھا اور جب اسے لگا کہ اسے گرفتار کرلیا جائے گا وہ حورعین کو لے کر وہاں سے فرار ہوگیا۔

اتحادی فوج کتے کی طرح اس کی بو سونگھتی پھر رہی تھی مگر وہ اس لڑکی کے ساتھ تھا جس کے لفظوں نے اس کے اندر انسانیت کی روح پھونکی تھی۔ درختوں کے جس جھنڈ میں وہ خود کو اور حورعین کو چھپائے بیٹھا تھا کہ اچانک حورعین کی نظر درخت سے لٹکتے ایک کالے سانپ پر جا پڑی سانپ کو دیکھتے ہی وہ چیخنے والی تھی مگر اس سے پہلے ہی ایاد نے اس کے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ جما کر اسے خود میں بھینچ لیا اور دوسرے ہاتھ سے سانپ کو پکڑ کر پوری قوت سے دور پھینک دیا۔ حورعین کے دل کی تیز دھڑکنیں اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہورہی تھیں۔ مجاہدین اس سے رابطہ کے لیے بے قرار تھے مگر وہ پہلے اس لڑکی کو کسی محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ بے قصور ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے دختر مشرق پاکستان کی بیٹی عافیہ صدیقی معصوم اور

بے گناہ تھی۔ ان کا جرم اگر تھا تو صرف پاکستانی ہونا...... ایک ایسے ملک کا شہری ہونا جو مقروض تھا ان کا جرم دکھی انسانیت سے ہمدردی تھی۔

مسلسل بھاگنے کی وجہ سے اس کی طبیعت مزید خراب ہوگئی تھی' ادھر اتحادی فوج کے افسر پورے جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکے تھے۔ حورعین کے کراہنے کی آواز مسئلہ پیدا کرسکتی تھی تبھی اس نے مسلسل اس کے منہ پر ہاتھ رکھے رکھا تھا۔ آنے والی رات اس کے لیے مزید پریشانیاں لے کر آئی تھی خوفناک جھاڑیوں میں ایک نوجوان غیر محرم لڑکی کے ساتھ چھپے رہنا اس کی غیرت کو گوارہ نہیں تھا' دوسری طرف حورعین کو اس کے حال پر چھوڑ دینا اس کے اندر کی جاگی ہوئی انسانیت کو گوارہ نہیں تھا' ایک طرف غیرت تھی تو دوسری طرف انسانیت...... بہت دیر کشمکش میں رہنے کے بعد بالآخر وہ اس کا مسیحا بن گیا تھا۔

اگلے ایک ہفتہ تک اس کی مجاہدین تک رسائی نہیں ہوسکی تھی نہ ہی اتحادی فوج کی اس تک رسائی ممکن ہوسکی تاہم اس ہفتے میں جس طرح اس نے حورعین کا خیال رکھا وہ اس سے بہت متاثر ہوگئی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی اعصابی حالت بھی بہتر ہونے لگی' شدید خطرے کے باوجود جس طرح سے وہ اس کے لیے جنگل میں کھانے پینے کا اہتمام کرتا تھا حورعین کے دل میں اس کی عزت بہت بڑھ گئی تھی۔

اس روز وہاں بہت بارش ہوئی تھی۔ ایاد ہر روز وہاں سے نکلنے کا محفوظ راستہ تلاش کرتا تھا مگر تا حال اسے کامیابی نصیب نہ ہوسکی تھی۔ حورعین کا لباس بہت نحیف ہوچکا تھا' ایک دو جگہ سے پھٹ کر جسم دکھائی دینے لگا تھا مگر وہ ہمہ وقت دوپٹے کو نماز کی صورت سر پر لپیٹے رکھتی۔ گھنے درخت تلے اپنے آپ کو چھپائے بیٹھی وہ ایاد کو دیکھ رہی تھی جب وہ بولا۔

"میں جانتا ہوں ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں' کسی بھی وقت دشمن فوج کا کوئی کارندہ یہاں تک پہنچ سکتا ہے مگر میں اپنی ذات کے لیے بالکل بھی خوف زدہ نہیں ہوں مجھے اگر کوئی پریشانی ہے تو صرف آپ کی...... میں نہیں چاہتا حق اور باطل کی اس جنگ میں آپ کو اپنی جان کی قربانی پیش کرنی پڑے' آپ کے لفظ مشکل کی مانند ہیں جن سے آپ کو تاریک ذہنوں میں شعور کی روشنی پھیلانے کا کام لینا ہے' نوآموز نسل کو صحیح اور غلط کی پہچان کروانے کا کام لینا ہے' اقبال کی طرح نامساعد حالات اور زمانے سے جنگ کرنی ہے فکر و آگہی کی جنگ...... میں جانتا

ہوں آپ مجھے اچھا انسان نہیں سمجھتیں میں اچھا انسان ہوں بھی نہیں' جس قبیلے سے میرا تعلق ہے وہاں کی جو تعلیمات اور رسومات ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں باوجود اس کے کہ ہم فخریہ مسلمان کہلاتے ہیں' میری ماں عیسائی عورت تھی مگر میں نے ہمیشہ اس کی آنکھوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے آنسو دیکھے ہیں' جب تک وہ زندہ رہی شاید اس نے اسلام کی گہرائی کو سمجھ لیا تھا مگر میرا باپ' جو خود کو فخریہ مسلمان کہلاتا تھا جس کی رگوں میں پیدائشی طور پر مسلمان خون تھا شاید وہ کبھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہیں رویا ہوگا کیونکہ اس کے پاس شعور نہیں تھا' قیمتی چیز بناء کسی جدوجہد اور قربانی کے پلیٹ میں رکھ کر مل جائے تو شاید اس کی قدروقیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ میرے باپ اور اس کے قبیلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا' اسلام کی عظمت اس کی حرمت کی قیمت چند ٹکوں میں وصول کر کے وہ سمجھتے تھے کہ بڑے فائدے کا سودا کر لیا مگر انہیں پتا ہی نہیں تھا کہ فائدے کی اس گہری کھائی کے پیچھے کتنا بڑا نقصان منہ کھولے ان کے گرنے کا منتظر کھڑا ہے۔ انہیں یہ سوچنے کی فرصت ہی نہیں تھی کہ دنیا بھر میں بڑی طاقتیں' ہزاروں مذاہب کے ہوتے ہوئے اگر کسی مذہب کی قیمت لگانے کی سرتوڑ کوشش کرتی تھیں تو وہ مذہب صرف اسلام تھا۔ بھٹکے ہوؤں کی نظر میں سرخروئی کے لیے کیا کیا نہیں کیا' میرے آباؤ اجداد نے۔ سوچتا ہوں تو خون رگوں میں ٹھوکریں مارتا ہے شاید اسی وجہ سے میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرتا تھا مگر بہت دیر کے بعد مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ بھٹکے ہوؤں کے پیرو تو خود اسلام کے دھتکارے ہوئے ہیں' وہ مذہب جو ساری کائنات کے لیے امن وسلامتی' روشن خیالی' انصاف اور بقاء ونجات کا مذہب ہے' بہت دیر بعد مجھے اس چیز کی سمجھ آئی کہ اگر میں اسلام اور مسلمانوں سے بے زار ہوں تو اس میں اسلام اور مسلمانوں کا قصور نہیں' میرا قصور ہے' میرا نقصان ہے اللہ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون اسے اپنا رب تسلیم کرتا ہے کون نہیں مگر بندے کو اس بات سے فرق پڑتا ہے کہ ساری کائنات کا اکیلا خالق اسے اپنا بندہ تسلیم کرتا ہے کہ نہیں کیونکہ اللہ کو پا کر کبھی کسی نے کچھ نہیں کھویا اور اللہ کو کھو کر کبھی کسی نے کچھ نہیں پایا۔'' ایاد عبد الحادی کی خوب صورت آنکھوں کے گوشے نم ہو چکے تھے۔

حورعین یک ٹک اسے دیکھے گئی' وہ شخص اس سے اپنا آپ شیئر کر رہا تھا۔ برستے آسمان تلے وہ کشمیری سیب جیسے اس شخص کے ساتھ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی اور وہ شخص نا چاہتے ہوئے بھی اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔ پچھلے گزرے ایک ہفتے میں اس کی رفاقت نے حورعین کو جیسے جینا سکھا دیا تھا۔ وہ اپنے ہر زخم ہر تکلیف کی راحت کے لیے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی' کئی بار ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے اس کے پاؤں میں کانٹا چبھا تھا اور ایاد عبدالحادی نے ہر بار وہ کانٹا بہت نرمی اور پیار سے اس کا پاؤں اپنی گود میں رکھ کر نکالا تھا۔

رات میں وہ سوتی تو وہ بہت دیر جاگ کر اس کا پہرہ دیتا' کبھی وہ اس کے سامنے بیٹھی ہوتی اور اس کا آنچل سرک جاتا تو وہ فوراً اپنی نگاہ پھیر لیتا چونکہ اس کی رگوں میں قبائلی خون تھا اسی لیے اس کی غیرت بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ حورعین عبدالسمیع کو پتا ہی نہ چلا کہ وہ قبائلی کب اس کی روح تک رسائی حاصل کر گیا۔

اگلے روز بھی بارش کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ حورعین کی آنکھ کھلی تو ایاد وہاں نہیں تھا پچھلے ایک ہفتے میں اس شخص نے ہر طرح کے خطرے اور مشکل کے باوجود ایک وقت کی نماز بھی قضاء نہیں کی تھی مگر وہ وقت نماز کا نہیں تھا' فضا میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونج رہی تھی اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ دوپٹہ اچھی طرح لپیٹ کر فوراً اسے پیشتر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی تبھی اس نے ایاد کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا وہ زخمی تھا اس کے بازو پر گولی لگی تھی۔ حورعین نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

''چلو..... اتحادی فوج نے یہ جگہ دیکھ لی ہے' مجھے خطرہ ہے میرے ساتھ وہ تمہیں بھی نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہیں گے۔'' تیزی سے بہتے خون کے باوجود وہ اس کی جان اور عزت کے لیے فکرمند ہو رہا تھا' یہی وہ غیرت اور انسانیت تھی جس کے لیے ابوغریب' بگرام اور دیگر عقوبت خانوں میں قید مسلمان دختران صدائیں دے رہی تھیں۔

اتحادی فوج کے افسران ان کے سر پر آ پہنچے تھے اور اب اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے حورعین چیخ اٹھی۔ ایاد بہت بری طرح سے زخمی ہو چکا تھا مگر اس کے باوجود بنا کسی زخم کی پروا کیے وہ اسے بچا رہا تھا۔ اندھا دھند بھاگتے ہوئے وہ اسے کسی مقام پر پہنچانا چاہتا تھا شاید اس کا مجاہدین سے رابطہ ہو گیا تھا مگر اسے اس کی مہلت نہیں ملی تھی' ٹڈیوں کی طرح چھائے فوجی اہلکاروں نے ان دونوں کے گرد حصار تنگ کر کے انہیں گرفتار کر لیا تھا۔ اگلی رات انہیں اعلیٰ افسران کے حضور پیش کر دیا گیا۔

وہ شخص جو اسی فوج کا حصہ ہو کر مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا تھا اب وہی شخص اپنے انہی ساتھیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر درد کا اصل مزہ چکھنے جا رہا تھا وہ لوگ جن کے ساتھ بیٹھ کر شراب کے نشے میں مست ہوتے ہوئے وہ بے کس مسلمان قیدیوں کی بے بسی اور تکالیف پر ہنستا تھا۔ اب وہی لوگ اس کی جان کے دشمن بنے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ حورعین جس کوٹھڑی میں قید تھی زخموں سے چور ایاد اسی کوٹھڑی کے سامنے والی کوٹھڑی میں بند کراہ رہا تھا باہر مجاہدین اور اتحادی فوج کے درمیان جیسے آگ لگ گئی تھی۔ رات تاریک ہوتی جا رہی تھی۔ ایاد زخموں سے چُور نڈھال پڑا تھا جب کچھ افسران حورعین کی کوٹھڑی میں گھس آئے اور اس کی بے حرمتی شروع کردی۔ وہ چلا رہی تھی اور ادھر ایاد بیدار ہو کر بناء اپنے زخموں کی پروا کیے پنجرے میں بند شیر کی طرح مچل رہا تھا اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ سلاخیں توڑ کر جیل کو توڑ پھوڑ دیتا تبھی وہ افسران حورعین کو چھوڑ کر اس کی طرف آئے اور پھر حورعین کی آنکھوں نے جیسے قیامت بپا ہوتے دیکھی تھی۔

ایاد کے ننگے وجود پر تیز دھار چاقو سے کٹ لگا کر وہ لوگ ان زخموں پر گرم گرم پگھلی ہوئی موم ڈال رہے تھے مگر ایاد کے لبوں سے کوئی چیخ نہیں نکلی تھی بری طرح تڑپتے ہوئے وہ اپنا ضبط آزما رہا تھا۔

حورعین سلاخیں پکڑ کر چیختی رہی اور ان انسانی درندوں کی درندگی کا نظارہ کرتی رہی اگلے پندرہ روز تک یہی سلسلہ جاری رہا تھا ہر روز مسلسل کئی گھنٹے ایاد پر تشدد کیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتا سولہویں روز اس کی موت کے پروانے پر دستخط کردیئے گئے۔

بہت مختصر عرصے میں اس پر غداری کا کیس چلا اور بالآخر عدالت نے اسے پھانسی کی سزا سنادی حورعین کو لگا جیسے وہ زندہ جلادی گئی ہو۔ اس روز پھر بہت بارش برسی تھی۔ کھلے آسمان تلے ٹپکتی بوندوں کو اپنے صحرا تن پر جیسے محسوس کرنے کے باوجود اسے خود پر پتھر ہونے کا گمان ہو رہا تھا بڑے سے میدان میں چاروں طرف اتحادی فوج کے کارندے تھے اور شدید زخمی حالت میں جان بوجھ کر اسے وہاں لایا گیا تھا تاکہ ایاد عبدالحادی کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔

اس ایاد عبدالحادی کا جس نے کفر کا راستہ چھوڑ کر ہدایت کی منزل تک رسائی حاصل کی تھی جس کا کوئی ذاتی دشمن نہیں تھا مگر سوائے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے وہ مجاہد جو باطل کے سامنے سر جھکانے سے منکر ہو گیا تھا۔ حورعین نے دیکھا وہ بازوؤں اور پشت پر گہرے زخموں کے باوجود خود اپنے پاؤں پر چل کر تختہ دار تک جا رہا تھا اس کے ہاتھ پیچھے بندھے تھے مگر اس کی چال میں بالکل بھی لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ حورعین کے لیے اپنے قدموں پر کھڑے رہنا دشوار ہو رہا تھا اس کی آنکھیں شدید ذہنی دباؤ سے بند ہوئی جا رہی تھیں تبھی ایاد نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ کیا نہیں تھا اس وقت اس کی آنکھوں میں؟

حورعین نے حلق پھاڑ کر چیخنا چاہا مگر اس کی چیخ اس کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔ ایاد بڑی مشکل سے اس سے نظر ہٹا کر تختہ دار کی طرف بڑھا تھا اس کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی وہاں کھڑے افسران نے جس وقت اس کے منہ پر کپڑا ڈالنے کی کوشش کی اس نے سر ہلا کر منع کردیا۔ اس کے ذہن میں اس وقت حورعین کا تلخ لہجہ گونج رہا تھا۔

”بزدل ہو تم...... ہمیں قتل کرنے یا ہمیں اذیت دے کر ہم پر تشدد کرنے کے سوا تم اور کر بھی کیا سکتے ہو؟ مگر ہمارے نزدیک یہ عبرت نہیں ہے بلکہ سعادت ہے خوش بختی کی موت ہے ہمارا دین ایسی موت کو خوش بختی اور شہادت کا نام دیتا ہے ایک مومن مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ہے کہ اسے شہادت کی موت نصیب ہو میرا خدا ایسے ہی اپنے بندوں کو آزمائش کی بھٹیوں میں جلا کر کندن بناتا ہے اور انہیں اپنے منافق بندوں سے علیحدہ فرما دیتا ہے۔ ہم مصائب سے ٹوٹنے والے نہیں ہیں وہ ہم نہیں ہیں جنہیں تم اپنے ڈالر کی کشش سے خرید سکو۔“

”اللہ......“ اس کے دل نے بے ساختہ اللہ کو پکارا تھا۔

ایاد کے وجدان میں وہ چلا رہی تھی اور ادھر پھانسی کا پھندا اس کے گلے میں فٹ کردیا گیا تھا جان کے بدلے جنت کا سودا مہنگا نہیں تھا اس وقت اس کے دل میں صرف ایک ہی حسرت تھی۔ کاش وہ مجاہدین کی مدد کرسکتا کچھ عرصہ ان کا ساتھ دے سکتا۔ مسلمانوں کے خون کی بہتی ہوئی ندیوں کا حساب لے سکتا مگر...... شاید اللہ رب العزت کو اس کی اتنی ہی زندگی منظور تھی۔ حورعین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

پھندا ایاد عبدالحادی کے خوب صورت گلے میں فٹ کرنے کے بعد تختہ کھینچ دیا گیا تھا۔ حورعین کے حلق سے فلک شگاف چیخ

نکلی اور وہ بے ہوش ہوگئی۔ پورے ڈیڑھ ماہ بعد وہ دوبارہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔ مختصر کومہ کے بعد ہوش کی دنیا میں واپسی اس کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوئی تھی۔ ایاد کی شہادت کے بعد مجاہدین نے وہاں حملہ کردیا تھا اور انہیں اس میں خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی تھی۔

حورعین بھی اب انہی کے قبضے میں تھی۔ ایاد کی لاش پاکستان بھجوادی گئی تھی۔ حورعین کے کومہ سے باہر آنے کے بعد اسے بھی پاکستان بھجوا دیا گیا مگر زندگی میں اب رہ ہی کیا گیا تھا۔

سر درو یہ الجھا لہجہ
کھوئی آنکھیں ٹھنڈے ہاتھ
بے رنگ چہرہ بداخلاق
دیکھو تم بن کون ہوں میں؟

گھٹنوں میں سر دیئے چپ چاپ وہ روتی رہی تھی اور لحمہ بہ لمحہ برستی بارش اس کے صحرا جیسے تن پر برستی اس کے اندر دہکتی آگ کو اور ہوا دیتی رہی۔

❀......❀......❀

نہال کی میڈیکل رپورٹس اس کی آنکھوں کے سامنے تھیں اور وہ جیسے گھومتے ہوئے سر کے ساتھ کرسی کا سہارا لیے نیچے زمین پر جھکتی چلی جا رہی تھی۔

کتنا ہی وقت بیت گیا تھا رو رو کر اس کی آنکھیں سوج چکی تھیں ہر لمحہ خوش باش نظر آنے والا وہ کھلنڈرا سا شخص اپنے اندر کتنے طوفان چھپائے ہوئے تھا ہانیہ کے لیے وہاں سے اٹھنا گویا موت کے مترادف ہو گیا۔

میکال آفس سے آیا تو مائرہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

”السلام علیکم!“ سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالتا وہ وہیں صوفے پر ٹک گیا تھا۔

”وعلیکم السلام! آج جلدی آگئے میکال بھائی؟“

”ہوں...... طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی باقی لوگ کہاں ہیں؟“

”باقی لوگ...... آنٹی اور سارا تو بتول خالہ (رشتے دار) کے ہاں گئی ہوئی ہیں انہوں نے بلوایا تھا اور باقی رہ گئیں ہانیہ بھابی تو وہ صبح آپ کے گھر سے نکلنے کے بعد ہی نہال کے کمرے میں گھس گئی تھیں ابھی تک وہیں ہیں۔“

”واٹ......؟“ مائرہ کی اطلاع پر اسے جیسے جھٹکا لگا تھا عین اسی پل مرے مرے قدموں کو گھسیٹتی وہ نہال کے کمرے سے نکلی تھی اور پھر بنا ادھر اُدھر نگاہ ڈالے ناک کی سیدھ میں چلتی سیدھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میکال کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل کچل ڈالا ہو۔ وہ کمرے میں آیا تو ہانیہ اندھیرا کیے اوندھے منہ پڑی تھی یوں جیسے بے حد تھک گئی ہو اس کے اندر سو طرح کے وسوسے سر اٹھانے لگے شک کے ناگ نے ڈس ڈس کر جیسے اس کا سارا وجود زہریلا کر ڈالا تھا۔

ہانیہ سو رہی تھی اور وہ پوری رات اس کے پہلو میں بیٹھا جاگ کر سگریٹ پھونکتا رہا تھا۔ اگلی صبح ہانیہ تیز بخار میں جل رہی تھی۔ میکال کی آنکھ اس کے کراہنے کی آواز سے کھلی تھی اور جس وقت اس نے اس کے سرخ گالوں پر ہاتھ رکھا گویا اس کی جان پر بن گئی ساری کدورتیں غلط فہمیاں پل بھر میں ذہن سے نکل گئی تھیں۔

”ہانیہ......“ اس پر جھک کر اپنائیت سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے اس نے پکارا تھا جب غنودگی کے عالم میں بہت مدھم لہجے میں ہانیہ کے لبوں نے جنبش کی تھی۔

”نہال......“ میکال سُن سا کھڑا رہ گیا تھا۔ غنودگی میں بھی ہانیہ کا نہال کو پکارنا اسے پتھر ہی تو کر گیا تھا اس لمحے وہ سیدھا ہوا تھا اور سر بیڈ کی پشت گاہ سے ٹکا کے زور سے آنکھیں میچ لیں اسے لگا جیسے کسی نے ڈھیر سارا کوڑا کرکٹ اس کے اوپر اچھال دیا ہو۔

محبت کی نارسائی جیسے اس کے مقدر کا حصہ بن گئی ہو۔ چپ چاپ کتنی ہی دیر تک اپنے آنسو ضبط کرنے کے بعد وہ اٹھا تھا اور واش روم میں گھس گیا تھا ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح شاور لینے کے بعد بھی اندر لگی آگ میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ خاموشی سے آفس کے لیے تیار ہونے کے بعد وہ ایک سرسری سی نظر ہانیہ پر ڈالتا کمرے سے نکل آیا تھا۔

رات کو جس وقت اس کی گھر واپسی ہوئی سب لاؤنج میں بیٹھا سے لتاڑنے کو تیار بیٹھے تھے۔

”السلام علیکم!“ تھکے تھکے سے انداز میں اپنا کوٹ سائیڈ صوفے پر رکھتے ہوئے اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا تھا مگر جواب صرف حسن صاحب نے دیا۔

”وعلیکم السلام! بڑی جلدی آگئے آج آفس سے؟“ وہ طنزاً کہہ رہے تھے میکال انہیں دیکھنے لگا۔

”سوری کچھ ضروری کام آپڑا اس لیے دیر ہوگئی۔“

”تمہارے ضروری کاموں کی خبر ہے مجھے اس لیے بہتر ہوگا

اگر تم اپنے ضروری کاموں کی حد محدود کردو۔"

"میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہے ہو تم جو میں کہنا چاہ رہا ہوں، بزنس کی آڑ میں جو مصروفیات تم نے آج کل پالی ہوئی ہیں میں ان سے بے خبر نہیں ہوں۔" تقریباً دھاڑتے ہوئے انہوں نے اس پر واضح کیا تھا۔ میکال نے فوراً ہانیہ کی طرف دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی تاہم میکال کے دیکھنے پر اس نے اپنی نظر چرالی وہ سمجھا اسی نے حسن صاحب اور دیگر گھر والوں سے اس کی شکایت کی ہے جب کہ ایسا نہیں تھا یہ سارا ہنگامہ تو مائرہ کا پیدا کیا ہوا تھا جس نے آج اپنی فرینڈز کے ساتھ ہوٹلنگ کے دوران پھر اسے علیزہ نامی ماڈل کے ساتھ ہوٹل میں دیکھا تھا اور واپسی پر بناء ہانیہ کی طبیعت کی پروا کیے نہال کی موجودگی میں مرچ مسالہ لگا کر سب کو یہ بات بتائی اور یہ بھی واضح کیا کہ ہانیہ اس بات سے باخبر ہے اور یہ سب بہت دنوں سے چل رہا ہے اس لمحے اس سے زیادہ ہانیہ کا ہمدرد اور کوئی نہیں تھا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟" اسے بھی غصہ آیا تھا، حسن صاحب نے ایک نظر ہانیہ کی طرف دیکھا پھر بولے۔

"یہی کہ جو تمہاری ذمہ داریاں ہیں ان پر اپنا وقت صرف کرو، جن باتوں میں سوائے رسوائی کے اور کچھ نہیں انہیں چھوڑ دو۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کررہا جس سے میری یا میرے گھر والوں کی رسوائی ہو، جہاں تک ذمہ داریوں کی بات ہے تو وہ میں ہر ممکن حد تک نبھا رہا ہوں نہ بھی نبھاؤں تو یہاں اس گھر میں بہت لوگ ہیں میری ذمہ داریاں نبھالے والے۔" چبا چبا کر کہتے ہوئے ایک زہر خند نگاہ نہال پر ڈال کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسز حسن سر تھام کر بیٹھ گئیں جب کہ مائرہ کے لبوں پر نہایت آسودہ مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

❀......❀......❀

ہانیہ کی طبیعت اب قدرے بہتر تھی۔ میکال ٹی وی دیکھ رہا تھا وہ اس کے آفس کے لیے کپڑے پریس کرنے بیٹھ گئی تبھی وہ اٹھا اور اس کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے کپڑے اس کے ہاتھ سے چھین لیے تھے۔ وہ ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کرو، ویسے بھی آج کے بعد تمہیں میرے کسی کام کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں؟" اس کے تپے تپے سے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے وہ جیسے ٹوٹی تھی۔

"کیونکہ میں کہہ رہا ہوں اس لیے۔" اس بار چبا چبا کر کہتے ہوئے اس نے خاصے غصے اور حقارت سے اس کی طرف دیکھا تھا اور پلٹ کر دوبارہ ٹی وی دیکھنے میں مشغول ہوگیا تھا۔ ہانیہ چپ چاپ کمرے سے نکل آئی وہ شخص گلٹی ہوکر بھی شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا اسی پر غصہ کررہا تھا آپ ہی آپ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرآئیں۔

باہر خاصی سرد ہوا چل رہی تھی وہ کمرے سے نکل کر باہر سیڑھیوں پر آبیٹھی، نہال کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ بھی جاگ رہا ہے مگر......

ہانیہ کے اندر اس وقت اس کے سامنے جانے کی ہمت نہیں تھی۔ کتنا سناٹا پھیلا ہوا تھا اس کے اندر...... مگر اس سناٹے کی حقیقت کا ادراک کسے تھا۔

نہال جو اس کے بچپن کا ساتھی اور دوست تھا اس کے ہر دکھ اور سکھ کا راز داں تھا، ڈاکٹری رپورٹس کے مطابق کتنی تیزی سے موت کی طرف بڑھ رہا تھا مگر گھر میں کسی کو اس کی خبر ہی نہیں تھی اسے بھی نہ ہوتی اگر اس روز وہ کتابیں لینے کے لیے اس کے کمرے میں نہ جاتی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے مگر اس گھر میں اسے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ نہال کے غم کے سامنے میکال کا غم بہت ہلکا پڑ رہا تھا اور وہ سمجھ رہا تھا وہ اس سے بے وفائی کررہی ہے۔

اگلی صبح میکال کے منع کرنے کے باوجود اس نے اس کے کئی سوٹ پریس کرکے ہینگ کردیئے تھے۔ میکال پھر بنا ناشتا کیے آفس کے لیے نکل گیا۔ چند دن اسی کشمکش کی نذر ہوگئے تھے نہ اسے سکون تھا نہ میکال کو...... ہانیہ کا دل چاہا وہ میکال کو ساری حقیقت بتادے مگر اس نے اپنی مصروفیات بہت بڑھالی تھیں، صبح ٹائم سے پہلے آفس کے لیے نکل جانا اور رات کو لیٹ نائٹ گھر واپس آنا اب اس کا معمول بن گیا تھا مگر ہانیہ کو پروا نہیں تھی، وہ بس اپنا درد شیئر کرنا چاہتی تھی۔ نہال حسن کو لے کر جو طوفان اس کے اندر اُدھم مچائے ہوئے تھے ان طوفانوں کا اظہار کرنا چاہتی تھی مگر اس کی قسمت اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

اس روز پھر جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ وہ نہال حسن کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ نہال کل ہی شہر سے باہر گیا تھا، بظاہر بزنس میٹنگ کے لیے مگر ہانیہ جانتی تھی کہ وہ اپنے چیک اپ کے لیے گیا تھا۔ اس کا کمرا بھی اسی کی طرح نفیس تھا وہ وہاں بیٹھ کر دیر تلک روتی رہی، بیڈ کے سامنے ہی رائٹنگ ٹیبل تھی اور اسی پر وہ کتابیں دھری تھیں جو اسے پسند تھیں۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر وہاں آبیٹھی، کتابوں کے ایک سائیڈ پر نہال کی ڈائری رکھی تھی۔ ہانیہ نے دل کے ہاتھوں متجسس ہوکر وہ ڈائری اٹھائی اور کپکپاتے ہاتھوں سے اس کے اوراق پلٹنے تھے۔

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

موتیوں جیسی ہینڈ رائٹنگ میں لکھا یہ قطعہ اس کی توجہ کا محور بن گیا تھا مگر اس کے بعد اگلے بہت سے صفحات خالی تھے وہ ڈائری بند کرنے لگی تھی جب اچانک اس کی نظر اس صفحے پر پڑی جس پر لکھا تھا۔

"زندگی میں کبھی کسی نے خود کو قبر میں اترتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا مگر میں نے دیکھا ہے، زندہ ہوتے ہوئے میں نے خود اپنا بین ہوتے اپنے کانوں سے سنا ہے، خود اپنی لاش کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر پھرا ہوں، اپنی حسرتوں اور تمناؤں کو چھپ چھپ کر سسکیاں بھرتے دیکھا ہے، مجھے اندازہ ہی نہیں تھا زندگی میں صرف کسی ایک شخص کے نہ ہونے سے سانسیں اتنی بوجھ بن جاتی ہیں، قطعی اندازہ نہیں تھا مجھے کہ صرف ایک ہانیہ صفدر کو کھو دینے کے بعد میری زندگی میں کچھ بھی نہیں رہے گا، کچھ بھی نہیں......"

ایک پہاڑ اس پر چند روز پہلے ٹوٹا تھا اور ایک پہاڑ اب اس لمحے ٹوٹ کر گررہا تھا، وہ شاکڈ بیٹھی رہ گئی۔ کپکپاتے ہاتھوں میں مزید صفحات پلٹنے کی سکت نہیں تھی۔

منہ پر ہاتھ رکھے اس نے بے ساختہ اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا تبھی دروازے پر آہٹ ہوئی تھی، اس نے پلٹ کر دیکھا نہال دہلیز پر کھڑا تھا تھکن زدہ چہرے پر غم و غصے کی سرخی تھی۔ وہ آنسو صاف کیے بغیر آہستہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو؟" تھکے تھکے قدم اٹھاتا وہ عین اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا، ہانیہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ ڈائری اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی نہال کی نظر اس کے چہرے سے پھسلتی ہوئی ڈائری پر آ کر رک گئی۔

پل میں اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے تھے، عقاب کی طرح جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے ڈائری چھینتے ہوئے کچھ دیر وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر اچانک ایک زوردار طمانچہ اس کے بائیں گال پر رسید کردیا۔

"میری غیر موجودگی میں، میرے کمرے میں آنے کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں؟" شدید برہم ہوکر حلق کے بل وہ چلایا تھا، لاؤنج میں بیٹھی سارہ اور مائرہ دوڑ کر وہاں چلی آئیں جب کہ ہانیہ لڑکھڑا کر بیڈ کی پٹی پر ہاتھ ٹکا کر بمشکل سنبھلی۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے اور دوبارہ کبھی میری غیر موجودگی میں یہاں قدم مت رکھنا۔" اس کا بس نہ چلتا تھا وہ ہانیہ کو شوٹ کر ڈالتا۔

وہ راز جو اب تک اس نے خود اپنے آپ سے بھی چھپا کر رکھا تھا، کیسے افشاء ہوگیا تھا۔ افشاء بھی اس ہستی کے ہاتھوں کہ جس سے اس نے اپنا سایہ تک چھپا کر رکھا تھا، مائرہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ میکال کی آفس سے واپسی کے بعد اس نے پھر اسے گھیر لیا تھا۔

"میکال بھائی ایک بات کہوں ناراض تو نہیں ہوگے؟"

"نہیں...... کہو۔" جوتے اتارتے اتارتے رک کر وہ اسے دیکھنے لگا۔ مائرہ اطراف میں نگاہ ڈالتی وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"وہ...... میکال بھائی مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ آپ ہانیہ بھابی پر تھوڑی سختی کریں روز آپ کے آفس جانے کے بعد وہ نہال بھائی کے کمرے میں گھس جاتی ہیں اور سارا دن وہیں رہتی ہیں آج نہال بھائی نے انہیں دیکھ لیا اور بہت غصہ کیا، تھپڑ بھی مارا۔ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اب تم میرے بھائی کی عزت ہو یوں دن میں سرعام نہ گھس آیا کرو کمرے میں، کتنی بری بات ہے کیا اثر پڑتا ہوگا مجھ پر اور سارا پر، آپ سوچ سکتے ہیں۔" ایک اور طمانچہ...... میکال کے ماتھے پر تیوریاں پڑ گئیں۔

"ٹھیک ہے میں کروں گا ہانیہ سے بات، آئندہ احتیاط کرے گی وہ۔" کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اندر ہانیہ بیڈ پر اوندھے منہ پڑی رو رہی تھی وہ واش روم میں گھس گیا تقریباً پچیس منٹ کے بعد فریش ہوکر وہ کمرے میں واپس آیا تو ہانیہ کی گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز نے اسے مزید تپادیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ، کیوں رو رہی ہو؟" اسے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے اس نے غصہ دکھایا تھا، جواب میں ہانیہ سب کچھ بھلاتے ہوئے تڑپ کر اس کے سینے سے لپٹ گئی اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس کا غصہ ہانیہ کی اس حالت پر قدرے کم ہوا تھا مگر وہ روتی رہی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں نہال نے دکھی کیا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دونوں کے درمیان کچھ بھی غلط نہیں ہے مگر پھر بھی تمہارا ہر وقت اس کے اردگرد منڈلاتے رہنا مجھے پسند نہیں ہے روز میرے آفس جانے کے بعد تم اس کے کمرے میں گھس جاتی ہو کیوں؟" کندھوں سے پکڑ کر اسے اپنے مقابل کیا تھا مگر ہانیہ بناء کوئی جواب دیئے پھر اس کے سینے پر سر رکھ کر پلکیں موند گئیں' اس کا سر دن بھر رونے کی وجہ سے اس وقت جیسے پھٹ رہا تھا۔ میکال نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا' یقیناً وہ دن بھر سے بھوکی تھی تبھی نرمی سے اسے خود سے علیحدہ کرنے کے بعد وہ نیچے کچن میں آیا اور کھانا نکال کر اوپر کمرے میں لے آیا۔

"ہانیہ...... چلو اٹھو' کھانا کھاؤ۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس کے کہنے پر بمشکل بیڈ پر بیٹھی تھی۔ میکال نے ٹرے سائیڈ پر رکھ دی۔

"کیوں بھوک نہیں ہے' کیا ہو گیا ہے ایسا جس نے تمہاری بھوک ختم کر دی ہے؟"

"پتا نہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی' میکال نے اسے بھی اس کا جرم گردانا۔

"کیا تمہیں نہیں لگتا کہ ہمارے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔"

"آئی ڈونٹ کیئر۔" بیزار کن لہجے میں کہتی وہ فوراً بیڈ سے اٹھ کر ٹیرس پر چلی آئی تھی' نیچے لان کے ایک کونے میں ذرا سی روشنی کیے نہال بیٹھا تھا۔ اس کے آنسو پھر روانی سے بہنے لگے' ذہن کے پردے پر اچانک کچھ مناظر جھلملائے تھے۔

"اے کیا ہوا؟ جان لے لوں گا تمہاری اگر مجھ پر ایسی پابندی لگائی تو یا سریسلی ناراض ہوئیں۔" اس کے تنگ کرنے پر جب وہ ناراض ہوئی تھی تو کیسے اس کی جان پر بن گئی تھی۔

آنکھوں کے گوشوں میں جھلکتی نمی نے سچ مچ اسے حیران کر دیا تھا مگر...... اس وقت وہ کہاں جانتی تھی کہ وہ نہال حسن کے لیے کیا ہے؟ رات گزرتی جا رہی تھی مگر وہ گزرے لمحوں کا احساس کیے بناء وہیں کھڑی رہی۔ نہال اب لان سے اٹھ گیا تھا' وہ بھی بے قرار سی کمرے میں واپس پلٹ آئی' میکال کمرے میں نہیں تھا۔ فضا میں خنکی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی' دونوں بازو آپس میں لپیٹتے ہوئے وہ بیڈ پر آ بیٹھی۔

زندگی نے کتنا عجیب کھیل کھیلا تھا اس کے ساتھ' جس شخص نے اسے ٹوٹ کے چاہا تھا وہ خود ٹوٹ گیا تھا مگر اس نے اپنی چاہت کبھی اس پر عیاں نہیں کی تھی اور وہ شخص جسے تقدیر نے اس کا ہم سفر بنا دیا تھا' جس کی محبت اس کی رگ رگ میں اتار دی تھی اسے شاید اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا کیوں ہوا تھا اس کے ساتھ ایسا؟

جب وہ میکال حسن کے ساتھ زندگی کی شروعات کرنا ہی نہیں چاہتی تھی تو اسے زبردستی اس پر مجبور کر دیا تھا اور اب جب کہ وہ اس کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتی تھی تو نہال حسن کی محبت اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ یوں ہی روتے روتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی' اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی تو میکال آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ ہانیہ کو خبر ہی نہیں تھی کہ وہ بھی ساری رات جاگتا رہا تھا' اس کی شریانیں بھی پھٹ رہی تھیں' آنکھوں کے گوشوں میں پڑے سرخ ڈورے اس کے اضطراب کی کہانی سنا رہے تھے۔ وہ اٹھی اور میکال کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

"سوری میکال! رات میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے میں نے آپ سے بُرا برتاؤ کیا' پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

"اٹس اوکے۔" بناء اس پر نگاہ ڈالے اس نے ٹائی کی ناٹ کو سیدھا کیا تھا تبھی وہ اس کے سامنے آ گئی تھی۔

"میکال مجھے آپ سے کچھ شیئر کرنا ہے' نہال کو لے کر کچھ بتانا ہے آپ کو؟" وہ مضطرب تھی میکال کی پیشانی کی سلوٹوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"ابھی میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں' واپسی پر بات کریں گے۔"

"ناشتا کر کے جایئے گا' میں ابھی لاتی ہوں۔"

"نہیں اس وقت ضرورت نہیں ہے' میں پہلے ہی بہت لیٹ ہو رہا ہوں' خدا حافظ۔" اس وقت وہ اس کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا تبھی فوراً کمرے سے نکل گیا۔ ہانیہ پریشان سی کمرے سے نکل کر نیچے چلی آئی' سارہ اور مائرہ کچن میں ناشتا بنا رہی تھیں جب کہ آسیہ بیگم ابھی کمرے سے ہی نہیں نکلی تھیں' وہ فریش ہو کر لان میں چلی آئی۔ نہال پودوں کے ساتھ مصروف تھا اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔

"آج آفس نہیں گئے تم؟"

"نہیں۔" چونک کر پلٹتے ہوئے اسے دیکھنے کے بعد بہت

روکھے لہجے میں اس نے جواب دیا تھا‘ وہ پاس آ بیٹھی۔

”کیوں؟“

”دل نہیں چاہ رہا تھا۔“

”نہال تم مجھ سے ٹھیک سے بات کیوں نہیں کررہے ہو کیوں بھاگ رہے ہو مجھ سے؟ میں جانتی ہوں تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے‘ مگر جانتے ہوئے بھی میں کچھ کر نہیں سکتی کیونکہ میں میکال کی بیوی ہوں‘ پیار کرتی ہوں اس سے بے حد بے تحاشا میرا کیا قصور ہے کہ تم مجھ سے بات بھی نہ کرو‘ اتنے اچھے دوست ہو کہ اپنی ہر بات ہر راز مجھ سے الگ کرلو‘ بولو......“ اسے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے وہ جذباتی ہوتی تھی۔

”کیا قصور ہے میرا اگر میری شادی زبردستی میکال حسن سے ہوگئی مگر اب نہ وہ میری شکل دیکھنے کا روادار ہے نہ تم‘ کیوں؟“ اچانک اس کا لہجہ بھرا گیا تھا‘ نہال نے کھر یہ سائیڈ پر پھینک کر ہاتھ جھاڑ لیے۔

”میں تم سے ناراض نہیں ہوں ہانیہ! بس میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ خوش رہو‘ میری وجہ سے تمہاری خوشیوں کو کبھی گہن نہ لگے۔“

”تمہاری وجہ سے میری خوشیوں کو گہن کیوں لگے گا نہال! تم تو میرے سچے خیر خواہ ہو‘ تم نے تو ہمیشہ میری خوشیاں کی دعا کی ہے پھر یہ سوچ بھی کیسے لیا تم نے کہ تمہاری وجہ سے میری خوشیوں کو گہن لگ سکتا ہے۔“

”بس...... خیر سوری اس روز مجھے تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔“

”صرف سوری......؟“

”نہیں ہاتھ بھی جوڑوں گا‘ کان بھی پکڑوں گا اور تمہیں تمہاری پسند کے اچھے سے ریسٹورنٹ میں کھانا بھی کھلاؤں گا۔“

”ہوں‘ یہ ہوئی نا بات......“ مسکرا کر اس کے کندھے پر مکا رسید کرتے ہوئے وہ جیسے ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

اس روز اس نے نہال کے ساتھ ناشتا کیا تھا‘ وہ اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھنا چاہتی تھی تاکہ موت کو اس سے دور رکھ سکے اور اس مقصد کے لیے خواہ سارا گھر ہی اس کے خلاف کیوں نہ ہوجاتا‘ وہ باز آنے والی نہیں تھی۔

دوپہر سے کچھ پہلے نہال اپنے ایک دوست سے ملنے نکل گیا تو وہ بھی گاڑی لے کر میکال کے آفس چلی آئی‘ مقصد اس کی ناراضگی دور کرکے اسے سرپرائز دینا تھا‘ اگلے تیس منٹ میں وہ اس کے آفس میں تھی‘ ریسپشنسٹ کو اس نے اطلاع دینے سے منع کردیا تھا قطعی فریش موڈ میں ہلکے سے میکال کے روم کا دروازہ ناک کرکے اگلے ہی پل جونہی وہ اندر داخل ہوئی گویا ساری چھت کا ملبا اس کے سر پہ آ پڑا۔

پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ سامنے بڑے سے صوفے پر لیٹی اس بے ہودہ لڑکی اور اس پر جھکے میکال حسن کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

”ہانیہ تم......؟“ دروازے پر ہلکی سی ناک پر سنبھل کر کھڑے ہوتے ہوئے میکال نے جونہی دہلیز پر ساکت کھڑی ہانیہ کو دیکھا۔ ششدر رہ گیا مگر اس میں تو ہلنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ پتھر کی مورت بنی وہ اندر سے جیسے کرچی کرچی ہوگئی تھی۔

کچھ ہی لمحوں میں نظر کے سامنے کا سارا منظر جیسے دھندلا گیا۔ اس سے پہلے کہ میکال اس کے قریب آتا وہ پلٹی اور ہوا کی رفتار سے چلتی ہوئی آفس کی عمارت سے نکل گئی۔ میکال پیچھے اسے پکارتا رہ گیا تھا۔ رات اس کی واپسی خاصی لیٹ ہوئی تھی۔

ہانیہ لان کی سیڑھیوں پر دونوں بازو لپیٹے نہال کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ گاڑی سے نکل کر ان کے قریب آیا کچھ دیر رکا پھر بنا کچھ کہے اندر لاؤنج کی طرف بڑھ گیا۔ ہانیہ کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔

”تم نے مجھ سے کیوں چھپایا نہال کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو؟“ اس کی آواز بھاری ہورہی تھی۔

”بتانے کا فائدہ بھی کیا تھا جب تک مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی تم میکال بھیا کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں۔“

”تم جانتے ہو میں اس شادی کے لیے ذہنی اور دلی طور پر تیار نہیں تھی۔ تم چاہتے تو یہ شادی رکواسکتے تھے۔“

”نہیں رکواسکتا تھا کیونکہ پاپا اور مما ذہنی طور پر تمہیں میکال بھیا کے لیے پسند کرچکے تھے۔“

”ٹھیک‘ جو ہوگیا سو ہوگیا مگر اب تمہیں شادی کرلینی چاہیے۔“

”ہوں‘ کرلوں گا۔ مگر ابھی میری کچھ مجبوریاں ہیں ابھی نہیں کرسکتا۔“

”کیسی مجبوریاں؟“ وہ سب جانتی تھی مگر پھر بھی اس کا امتحان لے رہی تھی۔

”ہیں کچھ مسائل تمہیں نہیں بتاسکتا۔ بس تم میرے لیے دعا کیا کرو۔“

”کرتی ہوں مگر تم اب بہت کچھ چھپانے لگے ہو‘ دس از ناٹ فیئر۔“

”تم سے کچھ نہیں چھپاسکتا ہانیہ! چلو اب اٹھو۔ میکال بھائی تمہارا انتظار کررہے ہوں گے۔“ اس کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

ہانیہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”بیٹھ جاؤ نہال پلیز۔ میرا دل ابھی اندر جانے کو نہیں چاہ رہا۔“

”کیوں‘ کیا میکال بھائی سے جھگڑا ہوگیا ہے؟“

”نہیں اس سے جھگڑا کیوں ہوگا؟ بس میرا دل تمہاری وجہ سے بوجھل ہے۔“

”میری وجہ سے دل کو بوجھل رکھنا چھوڑ دو ہانیہ۔ ہم بس اچھے دوست ہیں۔ ہمیشہ اچھے دوست رہیں گے۔ چلو اٹھو اب اس سے پہلے کہ وہ ناراض ہوجائیں۔“ اس بار اس نے جھک کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے زبردستی اسے اٹھا دیا تھا۔

ہانیہ کمرے میں آئی تو میکال فریش ہوکر بیڈ پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اپنی جگہ لیٹ گئی۔ اگلے روز موسم اچھا تھا۔

نہال کا اچانک لانگ ڈرائیو کا پروگرام بن گیا۔ سارا اور مائرہ اپنی دوست کے گھر گئی تھیں۔ وہ زبردستی ہانیہ کو کھینچ کر لے گیا۔ مسز حسن نے بھی اس کی فیور کی تھی۔ بہت دنوں کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کی کمپنی میں موسم کو انجوائے کررہے تھے۔ بادلوں سے ڈھکے آسمان نے دن کی روشنی کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔ وہ لوگ مختصر ڈرائیو کے بعد ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلے تو مغرب سے عشاء ہوگئی تھی۔ ساتھ ہی ہلکی بارش کی شدت میں بھی اب اضافہ ہوگیا تھا۔ ہانیہ پریشان ہوگئی۔

”دیکھا میں نے کہا تھا ناں یہ بارش نہیں رکنے والی مگر تم بھی نہال! بالکل اپنے بھائی پر گئے ہو‘ اپنی بات منوا کر ہی دم لیتے ہو۔“

”کوئی بات نہیں‘ بارش کا کیا ہے ابھی رک جائے گی۔ نہ بھی رکی تو ہم نے کون سا پیدل گھر جانا ہے۔“

”تم سے کچھ بعید نہیں پیدل بھی لے جاسکتے ہو۔“

”ہوں‘ بالکل بجا فرمایا آپ نے۔“ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔ ہانیہ نے جواباً اس کے کندھے پر زور دار مکا رسید کیا۔

”ترسوگی ہانیہ ڈیئر‘ نہال حسن کے ساتھ ان بارشوں کے حسن کو محسوس کرنے کے لیے ترسوگی کبھی۔“ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اب وہ اسے تنگ کررہا تھا۔ ہانیہ نے لب بھینچ لیے۔

”مارکیٹ سے کچھ چاہیے تمہیں؟“

”نہیں‘ بس اب گھر چلو پلیز۔“

”مجھے ایک دو چیزوں کی ارجنٹ ضرورت تھی وہ لے لوں پھر چلتے ہیں گھر۔“ ٹرن لیتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ ہانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی نظریں کھڑکی کے اس پار بھیگے ہوئے موسم کے باعث بھیگی سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

”تم میکال بھیا کے ساتھ خوش تو ہو نا ہانیہ۔“

”ہوں۔“

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے میرا خیال تھا وہ ڈائری پڑھنے کے بعد تم بہت ڈسٹرب ہوجاؤ گی شاید مجھ سے نفرت بھی کرنے لگو۔

اسی لیے اتنا ناراض ہوا تھا میں تم پر۔"
"ہوں میرے بارے میں تمہاری سوچ بالکل پرفیکٹ ہے۔ میں یقیناً یہی کرتی اگر تم......!" فوراً سے پیشتر اس نے اپنی زبان کو بریک لگایا تھا۔
نہال چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
"اگر تم کیا......؟"
"اگر تم میرے بہت اچھے دوست نہ ہوتے تو۔" بروقت اسے مناسب جملہ مل گیا تھا۔
نہال نے مسکرا کر سر جھٹک دیا تبھی ہانیہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔
"گاڑی روکو نہال پلیز۔"
"خیریت؟" فوراً سے پیشتر اس کے حکم پر عمل درآمد کرتے ہوئے اس نے گاڑی روکی تھی۔ ہانیہ کی نظریں کھڑکی کے اس پار کے منظر پر جم گئیں۔ نہال نے اس کی نظروں کی تقلید کی اور پھر جیسے وہ بھی ششدر رہ گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر میکال ایک نیم عریاں لڑکی کو بانہوں میں لیے سڑک کنارے ایک شٹر کے نیچے کھڑا تھا۔ سردی کی شدت سے لڑکی اس کے اندر سمٹی جارہی تھی۔ شاید وہ لوگ پیدل واک پر نکلے تھے نہال کو لگا جیسے وہ سانس بھی نہیں لے سکے گا۔
"چلو نہال پلیز۔" دو منٹ کے بعد ہی ہانیہ نے اپنی نظر اس منظر سے ہٹالی۔
"نہیں، تم دیکھو میں اس شخص کے ساتھ کرتا کیا ہوں۔" غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے اس نے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولا تھا جب ہانیہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔
"نہیں! ابھی سڑک پر تماشہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر چل کر بات کریں گے۔"
"ہانیہ تم۔"
"پلیز نہال، پلیز۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا ہانیہ کی آنکھوں کے آنسو اور لبوں کی التجا نے اسے بے بس کر ڈالا۔ غصے سے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔
"کون ہے یہ لڑکی؟"
"پتا نہیں، کوئی ماڈل ہے شاید۔"
"تم جانتی ہو اسے؟"
"نہیں۔"
"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو ہانیہ؟"
"نہیں نہال میں چاہوں بھی تو تم سے کچھ نہیں چھپا سکتی۔" رخ پھیرتے ہوئے اس نے آنسو پونچھے تھے۔ نہال گاڑی کو مین ہیڑک پر لے آیا۔ یہی وہ روڈ تھا جہاں میکال کی گاڑی خراب ہوئی تھی اور اسے اس کے ساتھ اس خطرناک اور بدبودار کمرے میں رات گزارنی پڑی تھی۔ بارش کی تیزی اور شدت نے مزید زور پکڑ لیا۔ جب ہی اچانک گاڑی کا انجن بند ہوا تھا۔
"مائی گاڈ اسے بھی ابھی بند ہونا تھا۔" جھنجلاتے ہوئے نہال نے سارا غصہ اسٹیرنگ وہیل پر نکالا۔ ہانیہ کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ بے ساختہ اسے میکال کے الفاظ یاد آئے تھے۔
"روڈ سنسان اور خطرناک ہے خدانہ کرے ابھی ہمیں یہاں کھڑے دیکھ کر کوئی اسلحہ لے کر آگیا تو کیا کریں گے۔ سنا ہے آئے روز اس روڈ پر بہت وارداتیں ہوتی ہیں۔" نہال گاڑی سے نکل کر انجن چیک کررہا تھا۔ وہ پریشان سی مختلف قرآنی آیات کا ورد کرتی رہی۔ جانے کیوں اس کا دل اس لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔
"سوری ہانیہ! انجن کام نہیں کررہا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں کسی دوسری سواری کی تلاش کرنی پڑے گی۔"
"اتنے خراب موسم میں دوسری سواری کہاں سے ملے گی؟"
"مل جائے گی میں دیکھتا ہوں تم ٹینشن نہ لو پلیز۔" وہ پور پور بارش میں بھیگ چکا تھا۔ وہ پریشان سی اسے دیکھتی رہ گئی۔ تقریباً دس منٹ بعد ایک کار ان کے قریب رکی تھی۔
"ہیلو کوئی مسئلہ ہے کیا؟" دو خوبرو اور اچھے گھر کے نظر آنے والے لڑکے کھڑکی سے سر نکال کر ان سے پوچھ رہے تھے نہال نے ہانیہ سے نظر ہٹا کر ان کی جانب توجہ مبذول کی۔
"ہوں گاڑی کا انجن خراب ہوگیا ہے۔"
"اوہ یہ بہت سنسان اور خطرناک روڈ ہے۔ آپ چاہیں تو اپنی گاڑی لاک کر کے یہیں چھوڑ دیں ہم آپ کو ڈراپ کردیتے ہیں۔" بارش طوفانی صورت اختیار کرتی جارہی تھی۔ نہال کو مجبوراً ہانیہ کی وجہ سے ان کی آفر قبول کرنی پڑی اور یہ اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ بظاہر اچھے گھرانے کے نظر آنے والے وہ لڑکے پیشہ ور ڈاکو تھے جنہوں نے کچھ ہی دور لے جا کر گاڑی روک دی تھی۔ جہاں ان کے مزید ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ نہال کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ تقدیر اس کے ساتھ ایسا عجیب وغریب کھیل بھی کھیل سکتی ہے۔ ان لوگوں نے بظاہر معزز شہری بن کر انہیں مدد کے بہانے لوٹ لیا تھا۔

نہال کی پیشانی سے پسٹل ٹکا کر انہوں نے اس کا پرس، گاڑی کی چابی، موبائل، گھڑی سب ہتھیالیا تھا اور اب ان کی نظر ہانیہ پر تھی۔ تبھی نہال کا ان لوگوں سے جھگڑا ہوا تھا اور یہ جھگڑا اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ انہوں نے نہال پر فائر کھول دیا۔ ہانیہ چیخ چیخ کر مدد کے لیے پکارتی رہی۔

اسی دوران وہ لوگ نہال کو سڑک پر پھینک کر فرار ہوگئے۔ نہال کو پیٹ میں گولی لگی تھی اس کا خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ہانیہ کے حواس گم ہورہے تھے۔ اس کی پکار پر کافی دیر بعد کچھ لوگ نہال کو اٹھا کر اسپتال لے جارہے تھے وہ گم صم سی ساتھ بیٹھ گئی۔

صبح کے تقریباً ساڑھے چار دس بجے نہال کو ہوش آیا تھا۔ رات دو بجے اسے آپریشن کے لیے لے جایا گیا۔ جو لوگ اس کے ساتھ تھے وہی سب خرچہ اور دیکھ بھال کررہے تھے۔ ہانیہ تو جیسے بت بنی بیٹھی تھی ایک بار بھی اس کے ذہن میں نہیں آیا تھا کہ اسے گھر میں کسی کو فون کرکے اطلاع دینی چاہیے۔ پتھر کی مورت بنی وہ بس روئے چلی جارہی تھی۔ نہال تکلیف کی پروا کیے بغیر اسے تسلی دیتا رہا۔ اگلے روز شام میں ان کی گھر واپسی ہوئی تھی۔ سب لوگ ازحد متفکر لاؤنج میں بیٹھے تھے جیسے ہی ان کی نظر ہانیہ اور نہال پر پڑی گویا ان سب میں ایک برقی رو دوڑ گئی۔

"ہانیہ، نہال...... کہاں تھے تم؟" مسز حسن سب سے پہلے ان کی طرف لپکی تھیں۔ ہانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ نہال کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے انہیں اپنے ساتھ پیش آنے والا سانحہ من و عن سنا دیا۔ سب اس کی روداد سن کر ساکت بیٹھے تھے۔ جب میکال بول اٹھا۔

"ہوگئی تمہاری فرضی کہانی مکمل؟" اس کی آنکھوں سے جیسے آگ نکل رہی تھی۔ ہانیہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"فرضی کہانی نہیں سنا رہی ہوں میں جو حقیقت ہے وہی بتا رہی ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ۔" حلق کے بل چلا کر دھاڑتے ہوئے اس نے اپنی ساری قوت صرف کردی تھی۔

"سب کو دھوکا دے سکتے ہو تم لوگ مگر مجھے نہیں، سمجھی تم۔"

"میکال! ہوش کے ناخن لو کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" حسن صاحب نے اسے ڈپٹنا چاہا تھا مگر وہ اس وقت اپنے آپے میں نہیں تھا۔

"پاگل ہوگیا ہوں میں کیونکہ جس لڑکی کو اپنی عزت بنا کر اپنا نام دے کر میں اس گھر میں لایا تھا وہ ایک بے حیا بدکردار لڑکی ہے ڈھول جھونک رہی ہے آپ سب کی آنکھوں میں پارسا بن کر۔ بہت ضبط اور برداشت سے کام لے لیا میں نے اب اور نہیں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"سچ کہہ رہا ہوں میں، یہ داشتہ ایک وقت میں دو بھائیوں کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔ میں نے خود کئی بار ان دونوں کو نازیبا حالت میں دیکھا ہے۔ میری غیر موجودگی میں سارا سارا دن یہ نہال کے کمرے میں گھسی رہتی ہے۔ اب بھی یہ لوگ عیاشی کرکے آرہے ہیں۔ ہم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر بے وقوف بنا رہے ہیں، ہمیں مگر میں بے وقوف نہیں ہوں نا ہی آپ لوگوں کی طرح میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے کہ گھر میں جو مرضی ہوتا رہے اور مجھے پتا ہی نہ چلے۔"

"بکواس بند کرو میکال! ہانیہ اور نہال ایسے نہیں ہیں۔"

"ایسے ہی ہیں اس سے بھی زیادہ گرے ہوئے اور مکروہ ہیں میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی لڑکی پر اور ایسی رفاقت پر آج کے بعد یہ بدکردار میری طرف سے فارغ ہے۔ آپ لوگوں کو اگر یقین نہیں آتا تو یہ کیس سن لیں ان دونوں کے راز و نیاز اور کرتوت۔"

غصے کی شدت نے اس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت مفلوج کردی تھی۔ تبھی شائستگی اور تہذیب کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ ہانیہ کو لگا جیسے اس کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی ہو۔ میکال کے الفاظ پتھروں سے کم نہیں تھے۔ نہال کا دل چاہا کاش زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

حسن صاحب اور باقی لوگ اب میکال کی موبائل کے ریکارڈنگ سن رہے تھے۔ وہ ریکارڈنگ جو مائرہ نے اسے مہیا کی تھی۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا نہال کہ تم مجھ سے پیار کرتے تھے۔"

"بتانے کا فائدہ بھی کیا تھا جب تک مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی تم میکال بھیا کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں۔"

"تم جانتے ہو میں اس شادی کے لیے ذہنی اور دلی طور پر تیار نہیں تھی۔ تم چاہتے تو یہ شادی رکوا سکتے تھے۔"

"نہیں رکوا سکتا تھا کیونکہ پاپا اور مما ذہنی طور پر تمہیں میکال بھیا کے لیے پسند کرچکے تھے۔"

"چلو ٹھیک ہے جو ہوگیا سو ہوگیا مگر اب تمہیں شادی کرلینی چاہیے۔"

"ہوں، کرلوں گا مگر ابھی میری کچھ مجبوریاں ہیں ابھی نہیں کرسکتا۔"

"کیسی مجبوریاں؟"

"نہیں کچھ تمہیں نہیں بتا سکتا۔ بس تم میرے لیے دعا کیا کرو۔"

"کرتی ہوں، مگر تم اب بہت کچھ چھپانے لگے ہو، دس از ناٹ فیئر۔"

"تم سے کچھ نہیں چھپا سکتا ہانیہ۔ چلو اب اٹھو میکال بھائی انتظار کررہے ہوں گے۔"

"بیٹھ جاؤ نہال میرا دل ابھی اندر جانے کو نہیں چاہ رہا۔"

"کیوں، کیا نہال بھائی سے جھگڑا ہوگیا ہے۔"

"نہیں اس سے جھگڑا کیوں ہوگا۔ بس میرا دل تمہاری وجہ سے بوجھل ہے۔"

وہ گفتگو جو ان کے درمیان اس روز شام ہوئی تھی مائرہ نے ریکارڈ کرلی تھی۔ لاؤنج میں بیٹھے سب افراد کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ نہال نے ایک نظر مائرہ کی طرف دیکھا اور پلکیں موند لیں۔ بدن پر لگے زخموں سے زیادہ اندر کے زخم تکلیف دینے لگے۔ وہ خود کو ہانیہ کا مجرم سمجھنے لگا۔ اتنی سی سکت بھی نہیں رہی تھی اس میں کہ وہ میکال کے لگائے ہوئے گھٹیا ترین الزام پر اس کا گریبان ہی پکڑ سکتا۔ دوسری طرف ہانیہ کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کے سامنے ساری حقیقت کھول کر رکھ دے میکال کی بھی اور نہال کی بھی...... مگر...... اس نے ایسا نہیں کیا تھا بنا کوئی صفائی پیش کیے وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اگلے روز بخار سے تپتے وجود کے ساتھ وہ مسز حسن کو بتا کر ان کے روکنے کے باوجود اپنے میکے چلی آئی تھی۔ تقریباً ایک ماہ تک اس کی طبیعت ہی نہ سنبھل سکی۔ بچے کی گروتھ بھی متاثر ہورہی تھی۔ جاذب اور ہادیہ اس کے لیے بہت پریشان تھے مگر اس نے ان کی پریشانی کی پروا کیے بغیر میکال کو خلع کے لیے نوٹس بھجوا دیا تھا۔ صفدر صاحب کو معاملے کی خبر ہوئی تو وہ دل کے دورے کا شکار ہوگئے۔ ساتھ ہی فالج کا ایسا زبردست اٹیک ہوا کہ بستر سے بندھ کر رہ گئے تھے۔ نہال کا کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا تھا۔ حسن صاحب اور ان کی بیگم روزآتے تھے اور اسے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

تقریباً دو ماہ کے بعد اس نے پیارے سے صحت مند بیٹے کو جنم دیا تھا اور یہیں اس کی دوستی فارحہ سے ہوئی تھی شادی کے بعد ہادیہ کی گھریلو مصروفیات نے اسے فارحہ کے قریب ہونے کا موقع دیا تھا۔ فارحہ اس کے سرال کے قریب رہتی تھی اور اپنی ساس کے علاج کے سلسلے میں اسی اسپتال میں آتی تھی جہاں بچے کی ڈیلیوری کے سلسلے میں وہ ایڈمٹ ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ دونوں کی دوستی گہری ہوتی گئی تھی۔ جس روز اس نے بچے کو جنم دیا تھا اسی روز اسے میکال کی طرف سے طلاق نامہ موصول ہوگیا تھا۔ مگر ہادیہ نے اسے چھپالیا۔ جس روز اس کے بیٹے کی پہلی سالگرہ تھی اسی روز اس نے فارحہ کو ہادیہ سے کہتے ہوئے سنا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ہادیہ میکال نے دوسری شادی کرلی ہے۔"

"وہاٹ؟" جہاں اس کے اعتبار کو شدید دھچکا لگا تھا وہیں ہادیہ بھی چونک اٹھی تھی۔

"ہاں، کل گھوم رہا تھا اپنی بیوی کے ساتھ مارکیٹ میں، حسن انکل اور ان کی مسز نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس کی بیوی شوبز سے وابستہ ہے۔ شاید اسی لیے اس نے آسانی سے ہانیہ کو طلاق دے دی۔ بہرحال تم ہانیہ کو مت بتانا وہ ابھی کوئی صدمہ افورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔"

"ہوں۔"

ہادیہ نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ہانیہ کو لگا جیسے اس کا وجود پتھر کا ہوگیا ہو۔ اس کی ذات کی شاندار عمارت لمحوں میں زمین بوس ہوگئی ہو۔ کیسی حقیقت تھی یہ، جس نے اسے اندھیروں میں دھکیل دیا تھا۔ یوں کہ اس میں جلنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پلٹی تھی اور دھڑام سے زمین پر آپڑی تھی۔ فارحہ اور ہادیہ اس کے گرنے کی آواز پر تیزی سے اس کی طرف لپکی تھیں مگر تب تک وہ نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہوچکی تھی۔ تقریباً پندرہ دن کے بعد اس کی حالت نارمل ہوئی تھی اور وہ اتنا روئی تھی کہ خود آنسوؤں کو اس پر ترس آنے لگا تھا۔ بہت مشکل سے سنبھالا تھا اس نے خود کو ادھر میکال کی بے چینی تھی کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھی۔ علیزہ کے ساتھ رہ کر بھی ہانیہ اس سے دور نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے آواز دیتا تھا مگر ہر بار اس کے منہ سے ہانیہ نکلتا تھا۔ ہر حالت میں وہی اس کے اعصاب پر سوار رہتی تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی نشہ نہیں کیا تھا مگر اب وہ چین سموکر بن کر رہ گیا تھا۔ بات بات پر علیزے کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوجاتا اور نوبت مار پیٹ تک پہنچ جاتی۔

عائشہ اذحان بھی اپنے شوہر کے ساتھ دیارِ غیر میں شفٹ ہوچکی تھی۔ ان دنوں وہ اسلام آباد میں تھا جب ایک چھوٹے سے روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوکر اسے اسپتال جانا پڑا اور یہیں اس نے نہال کو دیکھا تھا۔ بے حد لاغر اور کمزور وہ بری طرح کھانس

رہا تھا۔ میکال کا دل چاہا وہ اس کی جان لے لے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اسپتال سے نکل گیا تھا۔ تقریباً ایک ہفتے بعد چیک اپ کے لیے وہ دوبارہ اسی اسپتال میں آیا تھا اور تب وہیں اسے نہال حسن کی بیماری کے بارے میں پتا چلا تھا۔ اس کا آدھے سے زیادہ جگر کٹ کر حلق کے راستے باہر نکل چکا تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق اس کے پاس بہت کم زندگی کے دن رہ گئے تھے۔ وہاں اس اسپتال میں نہال کا دوست بہت اچھا اور قابل ڈاکٹر تھا اور نہال اپنی بیماری اور علاج سے متعلق اسی سے سب کچھ ڈسکس کرتا تھا۔ میکال کو لگا جیسے اس کی سماعتیں کام کرنا چھوڑ گئی ہوں۔ اس شخص سے اسے لاکھ عداوتیں سہی مگر وہ اس کا بھائی تھا۔ بے حد محبوب اور لاڈلا بھائی۔ اس روز وہ نہایت غائب دماغی اسپتال سے نکل آیا تھا۔

اگلے تین چار روز تک وہ خود کو سنبھال ہی نہ سکا۔ تین چار روز کے بعد اس نے نہال سے متعلق انکوائری کی تو پتا چلا کہ وہ تو پچھلے ایک سال سے بیماری کی لپیٹ میں تھا۔ شاید تبھی ہانیہ اس سے بہت کلوز تھی۔ اگر وہ اس کی بیماری کے بارے میں جانتی تھی تو یہ بات اس نے اس سے کیوں چھپائی؟! الجھن سی الجھن تھی۔

علیزے کی شوبز کی مصروفیات بہت بڑھ چکی تھیں۔ اب وہ اکثر پوری پوری رات گھر سے غائب رہتی ماڈلنگ کے ساتھ ساتھ بڑی اسکرین پہ آفرز نے اسے ہواؤں میں اڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ ڈھیر ساری دولت اور شہرت کے لیے اس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا یہاں تک کہ اپنی نسوانیت بھی بڑے بڑے ڈائریکٹرز اور پروڈیوسرز کے ساتھ اس کے روابط اب محض اسٹوڈیو اور شوٹنگ تک محدود نہیں رہے تھے۔ گھر تک پہنچ گئے تھے۔ میکال کی غیر موجودگی میں نا چاہتے ہوئے بھی اسے انڈسٹری کے بڑے مگرمچھوں کی خوشی کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔

میکال اس روز شدید ڈپریشن کا شکار گھر آیا تو وہ شوٹنگ کے لیے نکل رہی تھی۔ وہ چڑ گیا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

"اسٹوڈیو ایک نیا پروجیکٹ شروع کیا ہے دعا کرنا اس میں بھی کامیابی میرے قدم چومے۔"

"جسٹ شٹ اپ کہیں نہیں جارہی ہو تم اس وقت بھی۔"

"کیا مطلب؟" میکال کے غصے وہ حیرانی سے پلٹی تھی۔

"کوئی مطلب نہیں سوائے اس کے کہ آج کے بعد تم کسی شوٹنگ پر نہیں جاؤں گی کوئی کمرشل کوئی فلم نہیں کروگی۔"

"کیوں' کیوں نہیں کروں گی؟" اس کے تو جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ میکال نے سر جھٹک دیا۔

"مجھے پسند نہیں ہے اس لیے۔"

"مائی فٹ' تمہاری پسند ناپسند کے لیے میں اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتی۔ بڑی مشکل سے یہ مقام حاصل کیا ہے میں نے اب کہیں جا کر خوشی ملنے لگی ہے تو تم چاہتے ہو میں اسے ٹھوکر مار دوں؟ کبھی نہیں......!"

"مارنی پڑے گی تمہیں ٹھوکر' کیونکہ تمہارے لیے میں نے اپنا سب کچھ کھویا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟ میں نے تو نہیں کہا تھا تمہیں سب کچھ کھونے کے لیے ویسے بھی تم کنگلے ہو اب میں بھی تمہاری طرح گھر بیٹھ گئی تو کھائیں گے کہاں سے۔"

"فاقے کرلیں گے مگر میں مزید بے حیائی برداشت نہیں کروں گا۔"

"واہ تمہاری دسترس میں آ گئی تو بے حیا ہوگئی آپ بھول رہے ہیں مسٹر میکال کہ آپ سے شادی سے پہلے بھی میں ایسی ہی بے حیا تھی۔ یہی میرا پروفیشن اور مصروفیات تھیں تو پھر کیوں اپنایا اس بے حیا کو کیوں اپنی زندگی میں شامل کیا۔ رہتے اپنی پاکباز' جنتی بیوی کے ساتھ۔ جو تمہارے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے بھائی کے ساتھ سرعام پھر رہی تھی' اڑاتی پھرتی تھی۔"

"چٹاخ۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی میکال کے زوردار تھپڑ نے اسے چکرا کر رکھ دیا۔

"جان لے لوں گا میں تمہاری اگر تم نے ایک بھی لفظ ہانیہ کے خلاف کہا تو۔"

"بڑی محبت جاگ رہی ہے آج اس کی مگر کان کھول کر سن لو میکال! تم زور و جبر سے مجھے اس گھر کی چار دیواری میں قید نہیں رکھ سکتے' سمجھے۔" چنگھاڑ کر کہتے وہ وہاں سے فوراً نکل گئی تھی پیچھے میکال بیڈ پر گر کر پلکیں موند گیا۔ جانے کیوں آج اس کا دل بہت زیادہ رونے کو چاہ رہا تھا۔ شدید تھکن کے باوجود اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور آوارہ گردی کے لیے نکل گیا تھا۔ رات گئے گھر واپسی ہوئی تو طبیعت خاصی بحال ہوچکی تھی۔ اگلے دن بنا ناشتا کیے وہ جاب کے لیے نکل گیا۔ شام ڈھلے گھر واپسی ہوئی تو علیزے گھر پر ہی تھی اور فون پر کسی کے ساتھ بات کررہی تھی۔ اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر وہ علیزے پر رک گیا۔

"میں اب اس شخص کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی ریان۔ درد سر بن گیا ہے اسی لیے میں نے سوچ لیا ہے اب مزید اس شخص کے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہنا میں نے۔"

"نہیں...... نہیں ابھی جان سے مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں طلاق کا مطالبہ کررہی ہوں نہ مانا تو پھر دیکھ لیں گے۔ میں نے سوچا تھا امیر آسامی ہے فائدہ اٹھاؤں گی۔ مجھے کیا پتا تھا فقیر ہو کر میرے گلے پڑ جائے گا۔ خیر اتنا تو تم بھی جانتے ہو اپنے خوابوں کی تعبیر پانے کے لیے میں کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

میکال کی آمد سے بے خبر وہ اپنی ہی دھن میں لگی ہوئی تھی۔

وہ خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔ واقعی اس کی قسمت میں کسی عورت کی محبت اور وفا نہیں تھی۔ تھکن سے بے حال بنا کپڑے تبدیل کیے وہ بیڈ پر ڈھے گیا تھا۔ سر کی شریانیں درد سے پھٹنے کو تیار تھیں۔ کچھ پل کسلمندی سے پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تبھی اس کی نظر سامنے ٹیبل پر پڑی تھی۔ وہاں کچھ خطوط آئے پڑے تھے۔ اس نے جاب کے سلسلے میں کئی کمپنیز میں اپلائی کر رکھا تھا۔ شاید وہیں سے کوئی جواب آیا تھا۔ تبھی سست روی سے اٹھ کر وہ رائٹنگ ٹیبل کے قریب آیا تھا۔ وہاں مختلف کمپنیز کے خطوط کے ساتھ ایک سادہ خط بھی تھا۔ میکال نے وہ خط اٹھالیا۔ بھیجنے والے نے پشت پر اپنا نام پتا تحریر نہیں کیا تھا۔ تبھی اس نے فوراً سے پیشتر اسے چاک کیا تھا اور کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا۔ سامنے شفاف صفحے پر ٹوٹی پھوٹی ہینڈ رائٹنگ میں لکھا تھا۔

"میں نہیں جانتی کہ میرا یہ خط پڑھنے کے بعد آپ مجھے معاف کریں گے یا نہیں مگر میں اتنا ضرور کہنا چاہوں گی میں نے بڑی مشکل سے آپ تک رسائی حاصل کی ہے۔ کاش آپ جان سکتے ہیں کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں۔ ضمیر کے بوجھ نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے۔ مجھ جیسے لوگ کبھی بھی معافی کے قابل نہیں ہوتے۔ چاہے ساری عمر ایڑیاں رگڑ کر روتے رہیں۔ ہنستی بستی زندگیوں کو چلتی پھرتی لاشوں میں بدل دینے والے اسی قابل ہوتے ہیں کہ خود بھی ساری عمر تماشا ہی بنے رہیں۔ میں آپ کی گناہ گار ہوں۔ میں نے آپ کی زندگی کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے۔ صرف اس لیے کیونکہ آپ کے گھر والوں نے ہانیہ کے مقابل مجھے نظر انداز کیا تھا اور اب نہال نے ہانیہ کی وجہ سے مجھے ٹھکرا دیا۔ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے ٹھکرائے جانے کا یہ احساس' کاش میں آپ کو اپنے دل پر پڑے آبلے دکھا سکتی۔ میرا ٹارگٹ آپ نہیں تھے۔ ہانیہ تھی' مجھے اس سے نفرت ہوگئی تھی۔ اسی نفرت نے مجھے اس کی زندگی برباد کرنے پر مجبور کیا۔ وہ آپ سے پیار کرتی تھی۔ اعتبار کرتی تھی یہ مجھے پہلے سے پتا تھا۔ مگر نہال کی طرف اس کا جھکاؤ شدید کیوں ہوا یہ ابھی تین روز پہلے پتا چلا ہے۔ نہال کی میڈیکل رپورٹس پڑھنے کے بعد آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ میرا کیا حال ہے۔ نہال جو زندگی کی آخری سیڑھی پر کھڑا موت کو گلے لگا رہا ہے۔ میں نے ہانیہ کی نفرت میں اسے بھی اپنے گھٹیا مقصد کے لیے کیچڑ میں گرا دیا۔ وہ جو زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے اسے میں نے صرف اپنے دل کی تسکین کے لیے سب کی نظروں سے گرا دیا۔ اس نے تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑا تھا۔ کبھی غلط نگاہ سے دیکھا بھی نہیں۔ ہمیشہ پیار اور اپنائیت دی مگر میں نے بدلے میں اسی موت کے مسافر کو سولی پر ٹانگ دیا۔ آپ بتائیے کیا میں معافی کے قابل ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ گھر جو ہم سب کا مسکن تھا آ کر دیکھئے کیسے کھنڈر بن کر رہ گیا ہے۔ سارہ ہر وقت روتی رہتی ہے۔ آنٹی دل کی مریضہ ہوگئی ہیں۔ میں نے آپ کے اور نہال کے یہاں سے جانے کے بعد کبھی انہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انکل کو دیکھیں گے تو وہ بھی صدیوں کے بیمار اور بوڑھے نظر آئیں گے۔ صرف میری وجہ سے کتنی زندگیاں برباد ہوگئیں' کاش مجھے پہلے ہی اس کا احساس ہوجاتا۔ یہ بے سکونی' یہ اضطراب مجھے مار ڈالے گا' خدا کے واسطے مجھے معاف کردیں پلیز۔"

خط کیا تھا کوئی بم تھا جو میکال کے سر پر پھٹا تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں میں لرزتے کاغذ کی وہ چند سطریں جیسے اس کی ہستی کو ہلا گئی تھیں۔ اتنا بڑا دھوکہ وہ بھی اس کے ساتھ' پل میں اس کا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔

"نہیں...... ایسا نہیں ہوسکتا...... تم ایسا نہیں کرسکتیں مائرہ...... تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتیں۔" شدید بے یقینی کا شکار ضبط کھوتے ہوئے وہ جیسے چلا اٹھا تھا۔ علیزے لپک کر کمرے میں چلی آئی۔

"کیا ہوا؟" اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑی تھیں۔ میکال نے اسے یوں دیکھا جیسے جانتا ہی نہ ہو۔

"کون ہو تم؟"

"میکال...... تم پاگل تو نہیں ہوگئے؟" اس کے سوال پر قدرے خوف زدہ ہوتے ہوئے وہ پیچھے ہٹی تھی تبھی وہ ایک جھٹکے سے اسے سائیڈ پر ہٹاتے ہوئے خود گھر سے باہر نکل گیا۔

❀......❀......❀

ہانیہ کا بیٹا اب پاؤں پاؤں چلنے لگا تھا۔ اس روز وہ اسے لے

کر مارکیٹ آئی تھی کیونکہ وہ پچھلے کئی دنوں سے کھلونوں کے لیے ضد کر رہا تھا۔ وہ ابھی شاپنگ مال میں تھی جب اچانک اس کی نظر کچھ ہی فاصلے پر کھڑے نہال حسن پر پڑی اور وہیں ٹھہر گئی۔

موسم آج بھی ابر آلود تھا۔ کسی بھی لمحے موسلا دھار بارش شروع ہوسکتی تھی۔ ہانیہ نے بیٹے کی انگلی پکڑی اور جلدی سے ایک شاپ میں گھس گئی۔ وہ ابھی کھلونے پسند کر رہی تھی جب نہال بھی وہیں چلا آیا۔

"ہانیہ......!" بہت اپنائیت اور محبت کے ساتھ اس نے اسے پکارا تھا۔ ہانیہ کو نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"نہال تم؟"

"ہوں، بہت دنوں کے بعد آج مارکیٹ کا رخ کیا تھا گمان بھی نہیں تھا کہ تم مل جاؤ گی۔" وہ بے حد کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ اتنا کہ ہانیہ کو اس سے خوف محسوس ہونے لگا۔

"ممایہ کون ہیں؟" اس کا بیٹا اب اس کا پلو پکڑے اس سے پوچھ رہا تھا۔ نہال نے اسے اوپر اٹھا لیا۔

"آپ کا چاچو ہوں میری جان پہچانا نہیں۔" کہنے کے ساتھ دو تین بوسے بھی لے لیے تھے۔ ہانیہ کی نظریں بس اس کے چہرے پر ٹکی رہیں۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟"

"بتاتا ہوں چلو میرے ساتھ۔" اس کے بیٹے کو بانہوں میں اٹھائے وہ شاپ سے باہر نکل گیا تھا ہانیہ ڈبڈبائی آنکھوں سے چپ چاپ اس کے پیچھے چل پڑی۔

"موسم خراب ہے لگتا ہے کسی بھی پل موسلا دھار بارش شروع ہوجائے گی۔ ایسے موسم میں گھر سے کم نکلا کرو ہانیہ۔ یہ بارشیں کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتیں۔" گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ اسے نصیحت کرنا نہیں بھولا تھا۔

ہانیہ کے لب اب بھی چپ کے قفل سے جکڑے رہے۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ اسے اپنے فلیٹ میں لے آیا تھا ہانیہ نے ایک نظر فلیٹ کی حالت زار کو دیکھا اور پھر سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

"بیٹھو، یہاں میں تمہارے لیے اور چھٹکو کے لیے کولڈ ڈرنک لاتا ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہیں نہیں ہوگی چھٹکو کو ہے۔"

وہ اب بھی مسکرا رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں جیسے سنسان صحرا آبسے تھے۔ تین گلاسوں میں کولڈ ڈرنک ڈال کر وہ اس کے مقابل آبیٹھا تو ہانیہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"انکل اور آنٹی کیسے ہیں سنا ہے سارہ اور مائرہ کی شادی ہو رہی ہے۔"

"ہوں سارہ کی شادی ہو رہی ہے مائرہ کے بھائی سے مگر مائرہ کی شادی فی الحال کچھ وقت کے لیے ملتوی کردی گئی ہے۔"

"کیوں؟" اسے حیرانی ہوئی نہال نے رخ پھیر لیا۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ڈپریشن کے دورے پڑتے ہیں شادی کا نام لو تو چیخنے لگتی ہے۔"

"یہ تو مکافات عمل ہے جو جیسا عمل کرتا ہے اس کا ویسا ہی صلہ پاتا ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتی مگر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ اس نے میرے اور میکال کے راستے ہی جدا کروا دیے۔"

"ہوں! مجھے اطلاع ملی تھی تمہاری اور میکال کی ڈائیورس کی بہت ہرٹ ہوا تھا میں۔ اسی لیے تمہارا سامنا بھی نہ کرسکا۔ مجھے اب بھی یہی احساس بے چین رکھتا ہے ہانیہ کہ میں تمہاری خوشیوں کا قاتل ہوں۔ نہ میں تمہیں چاہتا نہ تمہیں اس راز کا پتہ لگتا نہ اس روز ہم اس ٹاپک پر بات کرتے نہ وہ ریکارڈ کرکے میکال بھیا اور دیگر لوگوں کو سناتی۔"

"نہیں تمہارا قصور نہیں تھا یہ...... سب میرا قصور تھا جو میں کسی کو سمجھ ہی نہ سکی۔ وگرنہ جس طرح سے مائرہ نے میری زندگی برباد کی میں اسے کبھی یہ موقع نہ دیتی غلط اعتبار کیا میں نے وہ بھی غلط لوگوں پر۔" اس کا آنسو ٹوٹ کر اس کے پاؤں پر گرا تھا۔ نہال کی آنکھیں بھی بھرا گئیں۔

"یہاں کیوں رہتے ہو، تمہیں زیادہ کیئر کی ضرورت ہے نہال!" فوراً سے پیشتر آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ نہال چونک اٹھا۔

"کیوں؟"

"طبیعت جو ٹھیک نہیں رہتی آئے روز بیمار ہوئے رہتے ہو۔" وہ اس کا ایک راز افشا کرچکی تھی اب دوسرا نہیں کرنا چاہتی تھی نہال نے اطمینان کی سانس لی۔

"ہوں، گھر پر اب کیا رکھا ہے ہانیہ! جو تھوڑا بہت فرصت کا ٹائم ملتا ہے وہ یہیں......!" ابھی وہ بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ اچانک کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ بہت کوشش کی اس نے ہانیہ کے سامنے خود کو سنبھالنے کی مگر نہ سنبھال سکا۔ کھانسی کا حملہ جو شروع ہوا تو پھر رکنے کا نام ہی نہ لیا یہاں تک کہ جگر کٹ کٹ کر منہ کے بل باہر آنا شروع ہوگیا۔ ہانیہ جو پتھرائی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی ایک دم سے چیخ اٹھی۔

"نہال......" ہانیہ کو لگا جیسے اس کے لیے زمین آسمان ایک ہوگیا ہو۔ آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ وہ چیخ رہی تھی اور نہال کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے بچے نے بھی اس کو دیکھ کر رونا شروع کردیا تھا۔ ہانیہ ایک طرف اسے چپ کروا رہی تھی دوسری طرف نہال کو سنبھال رہی تھی۔ اگلے پینتالیس منٹ میں اس کی کال پر جاذب وہاں موجود تھا۔ وہ رات ہانیہ صفدر کے لیے جیسے قیامت کی رات تھی۔ جاذب نے کرنل حسن صاحب کو بھی کال کرکے بلا لیا تھا۔ انہیں جیسے ہی بیٹے کی بیماری کے بارے میں پتا چلا گویا زمین ان کے پیروں تلے سے کھسک گئی۔ جھکے ہوئے کندھے جیسے ایک دم سے ٹوٹ گئے تھے۔

نہال جب تک بے ہوش رہا ان کے آنسو وقفے وقفے سے موتیوں کی طرح گرتے رہے۔ انہی کے اصرار پر جاذب انہیں نہال کے ڈاکٹر کے پاس لایا تھا اور ڈاکٹر انہیں بتا رہا تھا کہ۔

"مجھے بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے مسٹر حسن کہ آپ کے بیٹے کے پاس زیادہ دن نہیں ہیں۔ اس لیے آپ ہر ممکن طور پر اسے پریشانیوں سے دور رکھیں اگر وہ ہنسی خوشی جیے گا تو ہوسکتا ہے چھ ماہ یا ایک سال تک زندہ رہ سکے وگرنہ موت کا عقاب تو کسی بھی وقت اسے اپنے پنجوں میں جکڑ سکتا ہے۔" لفظ نہیں تھے برچھیاں تھیں جو حسن صاحب کو اپنے سینے میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ جہاں کے تہاں بیٹھے رہ گئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں نہال کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" جاذب نے ہمت کرکے پوچھا تھا۔ ڈاکٹر نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا۔

"کیا مسٹر نہال نے آپ کو نہیں بتایا کہ انہیں کیا بیماری ہے؟"

"نہیں۔" دکھ کی شدت سے نڈھال وہ صرف سر ہلا سکا تھا۔

"او...... مسٹر نہال جگر کے کینسر میں مبتلا ہیں۔ پچھلے دو سال سے ان کا علاج چل رہا ہے مگر بیماری اب آخری اسٹیج پر پہنچ چکی ہے لہٰذا ہم چاہتے ہوئے بھی ان کے لیے کچھ نہیں کرسکتے۔" ٹوٹے ہوئے کندھوں پر پھر آسمان آکے گرا تھا۔ حسن صاحب میں ہلنے کی بھی سکت نہ رہی۔ ادھر نہال ہوش میں آیا تو ہانیہ اس کے قریب بیٹھی چپ چاپ رو رہی تھی۔

"ہانیہ۔" اس پر نظر پڑتے ہی اس نے اسے پکار لیا تھا۔ ہانیہ

کا دل چاہا وہ بلک بلک کر روئے۔

"نہال...... نہال مجھ پر ایک احسان کرو گے؟"

"ہانیہ۔"

"پلیز نہال مجھ سے وعدہ کرو تم میری خواہش پوری کرو گے۔" وہ بچوں کی طرح مچل رہی تھی۔ نہال نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر ٹکا دیں۔

"کیسی خواہش؟"

"پہلے تم وعدہ کرو کہ پوری کرو گے پلیز۔"

"ٹھیک ہے کروں گا پوری اب بتاؤ۔" اس کی آنکھیں اب بھی دمک رہی تھیں۔ ہانیہ نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔

"پکا؟"

"ہوں...... پکا۔"

"اب مکرنا نہیں۔"

"نہیں مکروں گا بابا تم بتاؤ تو سہی۔"

"بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔" وہ ایک دم سے ہلکی پھلکی دکھائی دے رہی تھی۔ نہال اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"کب سدھرو گی تم ہانیہ؟"

"اب تو سدھرنا ہی ہے نہال! نہ بھی سدھری تو دنیا والے سدھار دیں گے۔" بھرائے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں نہال نے اذیت سے آنکھیں بند کر لیں۔

اگلے روز حسن صاحب اسے گھر لے آئے تھے۔ آسیہ بیگم نے جب اس کا حال دیکھا تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں۔ مائرہ کے آنسو تو کسی پل رکتے ہی نہیں تھے۔ سارہ بھی اپنے محبوب بھائی کے حال پر بات بے بات رو پڑتی تھی۔

اس روز وہ سو رہا تھا جب مائرہ اس کے کمرے میں چلی آئی۔ مسز حسن گھر پر نہیں تھیں اور سارہ فون پر اپنی کسی دوست کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ تبھی قطعی ابتر حال کے ساتھ ہلکے سے دروازہ پش کرتے ہوئے وہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

نہال گہری نیند میں بے خبر سکون سے سو رہا تھا۔ وہ بیڈ پر اس کے قدموں کے قریب آ بیٹھی۔ ٹپ ٹپ ٹپ اس کے آنسو نہال کے پیروں پر گر رہے تھے مگر گہری نیند میں ہونے کے سبب اسے گرتے ہوئے ان آنسوؤں کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ اٹھی اور چپ چاپ اس کے کمرے سے باہر نکل آئی۔ جانے ضمیر نامی اس برزخ میں برے پچھتاوے کے ساتھ ابھی اور کتنے دن تک اسے یونہی جلتے رہنا تھا۔

❁......❁......❁

دروازے پر زوردار دستک جاری تھی۔ زائر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا بیرونی دروازے تک آیا تھا۔

"کون؟" دروازے کی کنڈی کو ہاتھ لگاتے ہوئے اس نے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے دھاڑتی ہوئی آواز بلاشبہ ثانیہ عباس کی ہی تھی۔ زائر نے فوراً سے پیشتر دروازہ کھول دیا۔

"تم...... اور یہاں...... وہ بھی اس وقت......!"

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے بچوں کو بلاؤ میں انہیں لینے آئی ہوں۔" اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ زائر نے ایک نظر مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اس کی ماں ثانیہ کی چنگھاڑ پر کسی بھی وقت کمرے سے باہر آ کر سارا کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ تبھی اس نے باہر نکل کر سرعت سے دروازہ بند کیا پھر ثانیہ کو بازو سے پکڑ کر گاڑی کے قریب لایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر بیٹھ گیا۔ ثانیہ اس کی حرکت پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ کچھ دور فصلوں کے قریب جا کر اس نے گاڑی روک دی۔

"یہاں کیوں لائے ہو؟"

"اس لیے تاکہ تم جی بھر کر چنگھاڑ سکو۔"

"جسٹ شٹ اپ۔"

"یو شٹ اپ اگر میں اپنی شرافت کی وجہ سے تمہاری بدتمیزی برداشت کر لیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ پر خدا بن جاؤ! بہت اچھی طرح سے جانتی ہو تم کہ میں عورتوں کا اس طرح سے چیخنا چلانا پسند نہیں کرتا ویسے بھی تم سے لے کر نہیں کھاتا میں جو تمہاری ہر طرح کی بات برداشت کروں۔ اگر حویلی کا کام کرتا ہوں تو صرف چوہدرانی کی وجہ سے ان کی محبت اور اپنائیت کی وجہ سے ورنہ تم جیسوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھنا پسند نہیں کرتا میں۔"

"بکواس بند کرو میں یہاں تمہاری ٹرٹر سننے نہیں آئی۔ اپنے بچوں کو لینے آئی ہوں۔"

"تمہارے بچے میرے پاس نہیں ہیں۔ اس لیے اب تم یہاں سے جا سکتی ہو اور ہاں دوبارہ اس طرح رات کے اندھیرے میں میرے گھر کے دروازے پر آنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں رات کے اندھیرے میں اس طرح دہلیز پھلانگ کر آنے والی لڑکیوں کو پسند نہیں کرتا۔" قدرے سنجیدہ لہجے میں کہنے کے بعد وہ گاڑی سے نکل گیا تھا۔ ثانیہ بلبلا کر رہ گئی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری پسند ناپسند۔" اس کا بس نہ چلتا

وہ اسے کچا چبا ڈالتی۔ زائر نے اپنے پیچھے گاڑی کا دروازہ بند کردیا۔

"میرے بچوں سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے اس لیے ان کے لیے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم گزارو اپنی زندگی جس طرح سے بھی گزار سکتی ہو۔ میں اپنے بچوں کی خود بہترین پرورش کرسکتا ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ۔ تم مجھ سے میرے بچے نہیں چھین سکتے...... سنا تم نے۔" وہ چیخی تھی۔ زائر پلٹتے پلٹتے کھڑکی پر جھک آیا۔

"میں کون ہوتا ہوں تم سے کچھ چھیننے والا چھیننے کا فن تمہیں صرف تمہیں آتا ہے کبھی خود کو مجھ سے چھین لیتی ہو تو کبھی بچوں کو مگر اس بار میں تمہیں کچھ بھی چھیننے نہیں دوں گا۔ میرے بچے میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ تم زبردستی انہیں مجھ سے دور نہیں رکھ سکتی۔ ہاں چاہو تو کسی بھی عدالت سے رجوع کرسکتی ہو۔ بہرحال اب گھر جاؤ چوہدرانی تمہارے لیے پریشانی ہو رہی ہوں گی۔"

"مائی فٹ تم ایک گھٹیا انسان ہو زائر ملک اور ہمیشہ یہ ثابت کیا ہے تم نے۔ اسی لیے میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ بے حد نفرت اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے بچوں کو مجھ سے دور کر کے تم مجھے توڑ دو گے تو یہ تمہاری بھول ہے ضروری نہیں ہے کہ ہر بار تم ہی فاتح ٹھہرو رکھو اپنے بچوں کو اپنے پاس۔ ثانیہ عباس اتنی عام لڑکی نہیں ہے جتنی تم نے اسے سمجھ لیا ہے۔" لہو رنگ آنکھوں میں تیرتی غصے کی سرخی غضب کی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ زائر کچھ کہتا وہ تیزی سے گاڑی بھگا لے گئی زائر گھر واپس پلٹا تو سائرہ سیڑھیوں پر بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھی۔

"مل آئے ثانیہ عباس سے؟" اس کا لہجہ عجیب سا ہو رہا تھا۔ وہ دروازے کی کنڈی لگاتے ہوئے چونک اٹھا۔

"میں کسی سے ملنے نہیں گیا وہ خود یہاں آئی تھی اپنے بچوں کو لینے۔" نہ چاہتے ہوئے اسے وضاحت دینی پڑی۔ سائرہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

"جان کیوں نہیں چھڑا لیتے تم اس بلا سے۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہے زائر۔"

"وہ میرے قابل ہے یا نہیں اس کی پروا کرنے کی ضرورت تمہیں نہیں، سمجھی...... جاؤ جا کر آرام کرو۔" درشتی سے بازو چھڑواتے ہوئے اس نے ڈپٹا تھا وہ کلس کر رہ گئی۔

"کیوں ضرورت نہیں ہے مجھے کان کھول کر سن لو زائر۔ میں اب پھر سے تمہیں اس چڑیل کے لیے زندگی برباد کرنے نہیں دوں گی۔"

"دیکھا جائے گا۔" بے پروائی سے کہتے ہوئے وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

ثانیہ حویلی واپس آئی تو اس کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ چوہدرانی کے ساتھ ساتھ اشعر بھی اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔

"کہاں چلی گئی تھیں؟"

"کہیں نہیں۔" اسے نظر انداز کرتی وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ چوہدرانی تسبیح کے دانے پھیرتی اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔ اگلے روز ناشتے کی ٹیبل پر انہوں نے ثانیہ سے پوچھا تھا۔

"بچے کہاں ہیں کچھ پتا چلا؟"

"جی وہ اپنے باپ کے پاس ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔" بے پروائی سے بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔ وہ ہکا بکا رہ گئیں۔

"ان کا باپ کب آیا یہاں؟"

"میری غیر موجودگی میں آیا تھا آپ کو پتا نہیں چلا۔"

"میرے خدا...... اب کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا میرے بچے ہیں وہ میرے ساتھ کی عادت پڑی ہوئی ہے انہیں زیادہ دن اس شخص کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔" اندر کی دنیا درہم برہم ہونے کے باوجود وہ بہت اطمینان سے جواب دے رہی تھی۔ اشعر خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ شہر کے لیے نکل رہے تھے ثانیہ نے اچانک گاڑی رکوائی تھی۔

"اشعر......"

"ہوں......"

"کیا تم اسی ہفتے میں مجھ سے شادی کرسکتے ہو؟"

"وہاٹ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"اشعر پلیز، میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔" وہ جذباتی ہو رہی تھی۔ اشعر بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"ہاں کیوں نہیں...... تم کہو تو ابھی کرلیتے ہیں۔"

"تھینکس۔" اس کی طرف سے مثبت جواب پا کر بے ساختہ اس نے سکون کی سانس بھری تھی۔ اشعر نے ایک پیاری بھری نظر اس پر ڈالنے کے بعد گاڑی آگے بڑھا دی۔

(آخری قسط اگلے ماہ ان شاءاللہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

سوچا نہیں اچھا برا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں
مانگا خدا سے رات دن تیرے سوا کچھ بھی نہیں
سوچا تجھے، دیکھا تجھے، چاہا تجھے، پوجا تجھے
میری خطا، میری وفا، تیری خطا کچھ بھی نہیں

تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی
سنگ اپنا رہے نہ رہے......

اہل آنکھیں بند کیے اپنی معصوم آواز میں فرینڈ شپ ڈے کے لیے ریہرسل کررہی تھی۔ پاس ہی چیئر پر بیٹھی اریبہ اشتیاق و فخر کے ملے جلے احساسات سمیت اس کی طرف متوجہ تھی۔ چھ سالہ اہل اس کے لیے کسی تحفے سے کم نہ تھی۔ شادی کے پانچ برس بعد اس نے اریبہ اور تیمور کے ہاں جنم لیا تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اپنی طرف سے وہ مایوس ہوگئے تھے شادی کے بعد ان دونوں نے بہت سے ڈاکٹرز کو دکھایا سب کا جواب ایک ہی تھا کہ کوئی کمی نہیں ہے جب اللہ کی مرضی ہوئی تو آپ کے ہاں اولاد ہوجائے گی تب سے اریبہ کافی مذہبی ہوگئی تھی اس کی نمازیں اور دعائیں طویل ہوگئی تھیں۔ اہل نے اس کی گود میں آنکھ کھولی تو اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ گلابی گول مٹول سی گڑیا اس کی ہے اور اس نے اریبہ کے وجود سے ہی جنم لیا ہے، تیمور بھی بہت خوش تھا اس کی محبت اور توجہ اریبہ کے لیے پھر سے بڑھ گئی تھی۔ اس کے انداز میں وہی والہانہ پن اور جوش لوٹ آیا تھا جو کبھی اس کے اظہار محبت کا حصہ رہا تھا۔ وہ سر شام لوٹ آتا، تیمور ملٹی نیشنل کمپنی میں بہت اچھی پوسٹ پر تھا سو اہل لاڈ پیار میں پل رہی تھی۔ اس کی پہلی سالگرہ دھوم دھام سے منائی گئی، تیمور کی تو گویا جان ہی اہل میں تھی اور رہی اریبہ تو اس کی محبت جنون کو چھو رہی تھی، وہ اسے دیکھ دیکھ کر جی رہی تھی۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا، اہل چار سال کی ہوگئی تھی اس عرصے میں تیمور نے بہت ترقی کی اب وہ ایگزیکٹو پوسٹ پر تھا۔ گھر، گاڑی، نوکر، سہولیات، کسی چیز کی بھی کمی نہیں تھی۔ اریبہ کو اپنی زندگی مکمل لگنے لگی تھی، اہل عام بچوں کے برعکس بہت حساس اور سمجھ دار تھی۔ اپنے اکلوتے ہونے کے باوجود اس نے لاڈ پیار کا غلط فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ تیمور نے ساڑھے چار سال کی عمر میں اہل کو شہر کے

بہترین انگلش میڈیم اسکول میں داخل کروادیا۔ وہ بہت ذہین اور جسمانی طور پر فعال بچی تھی۔

فرسٹ پیرنٹس ٹیچرز میٹنگ میں تیمور اور اریبہ نے شرکت کی تو وہاں امل کی ٹیچرز سے امل کی تعریف ہی سننے کو ملی۔ اس کی کلاس ٹیچر نے کہا کہ امل ویل مینرڈ اور ٹیلینٹڈ اسٹوڈنٹ ہے، تیمور کا تو سیروں خون بڑھ گیا۔ وہاں اریبہ اپنی تربیت اور امل کی ماں ہونے پر نازاں تھی۔ خوش حالی، شوہر کی بھرپور توجہ اور امل کی ماں ہونے کی خوشی بہت زیادہ تھی۔ وہ دن بہ دن نکھرتی جارہی تھی، امل نے اسکول کے فنکشن پر کتنے فخر سے اپنی دوستوں سے اسے ملوایا کہ یہ میری مما ہیں، اس کے لہجے میں معصوم سا غرور تھا جیسے اس کی مما جیسا اور کوئی نہیں ہے اور اریبہ چھ سالہ بچی کی ماں لگتی ہی کب تھی وہی متناسب جسم، سڈول سراپا، وہی شگفتہ اور رس بھری آواز جس کا تیمور دیوانہ ہوا تھا۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا، البتہ امل کی ماں بننے کے بعد عجیب طرح کا نکھار اور پراسرار دلکشی اس کے سراپے میں گھل سی گئی تھی۔ امل نے آکر ان کا تعلق اور بھی مضبوط اور اٹوٹ کردیا تھا۔ اریبہ اپنے اوپر زیادہ توجہ دینے لگی تھی کیونکہ امل ہر بات میں اپنی پسند کا اظہار کیا کرتی کہ مما یہ نہیں یہ کلر یہ ڈریس آپ پر اچھا لگے گا اور واقعی ایسا ہی ہوتا امل جو ڈریس اس کے لیے پسند کرتی سب اس کی تعریف کرتے۔

امل سونے سے پہلے مما اور پپا کو ماتھے پر پیار کرکے گڈ نائٹ کرکے سوتی، اس معصوم ادا پر اریبہ واری صدقے جاتی۔ چھ سال کی عمر میں امل نے پہلی بار مما کی سالگرہ پر انہیں اپنے ہاتھ سے سالگرہ کا کارڈ بنا کر دیا۔ اریبہ نے کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئی، کارڈ کے بیک گراؤنڈ کو ابھارنے کے لیے امل نے شوخ رنگوں کا استعمال کیا تھا۔ پپا کی سالگرہ آئی تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت کارڈ بنایا۔

❁......❁......❁

امل کے اسکول میں آئے روز فنکشن ہوتے اور مختلف دن منائے جاتے، کبھی فادرز ڈے کبھی مدرز ڈے، کبھی کلرز ڈے اور اب ایک بالکل نئے دن کو منانے کی تیاری ہورہی تھی فرینڈشپ ڈے۔ فرینڈشپ ڈے کے حوالے سے اس کی مناسبت سے مختلف پروگرام تشکیل دیئے جارہے تھے۔ ان پروگراموں کا ایک حصہ امل بھی تھی کیونکہ غیر نصابی سرگرمیوں میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی، نعت کا مقابلہ ہو یا قرأت کا یا پھر تقریری مقابلہ ہو اس کی شرکت یقینی ہوتی۔ چھ سال کی عمر سے دو ماہ پہلے اس نے قرآن پاک بھی مکمل کرلیا تھا اور اس دن امل کی خوشی دیدنی تھی، وہ مما پپا کو بار بار چھوٹی چھوٹی آیتیں جو قاری صاحب نے زبانی یاد کروائی تھیں سناتی۔

امل کو فنکشن کی انچارج نے کہا تھا آپ فرینڈشپ ڈے پر کوئی اچھا سا سونگ سنا دینا سو گھر آکر اس نے مما کو اپنی مشکل بتائی۔

"مما مجھے فرینڈشپ ڈے پر کوئی سونگ سنانا ہے اور مجھے آتا ہی نہیں ہے۔" بھولے بھالے چہرے پر فکرمندی تھی۔ اریبہ کو بے اختیار پیار آ گیا اس نے ڈھیروں سے امل کا گال چوم لیا۔

"میں آپ کو تیاری کروادوں گی۔"

"پرامس مما!" اس کے چہرے پر خوشی شگفتہ پھول کی طرح کھلی تھی۔

"جی بیٹا! میں کروادوں گی رات کو۔"

"اوکے مما!" امل کے سر سے بھاری بوجھ اترا تھا۔

اریبہ امل کو اپنے بیڈروم میں لے آئی۔

"چلیں اب فرینڈشپ ڈے کی تیاری کرتے ہیں۔ میں آپ کو سونگ سناتی ہوں آپ بھی یاد کرلینا، مجھے بھی اسٹوڈنٹ لائف میں گانے کا بہت شوق تھا اور دو بار میں نے اپنے کالج کے لیے پرائز جیتا۔" اریبہ اسے بتاتے بتاتے خود بھی ماضی کے سنہرے ایام میں کھوگئی تھی۔ جب وہ عامرہ، نادیہ، سبین، سفینہ، گل رعنا کے ساتھ پورے کالج میں تتلی کی طرح گھومتی پھرتی۔ ہوسٹل کی درختوں سے ڈھکی سڑک پر بھاگتی۔ اریبہ غیر نصابی سرگرمیوں میں زور و شور سے حصہ لیتی تھی اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے والوں میں وہ چاروں سرفہرست ہوتیں۔ کبھی کبھی موڈ میں آکر اریبہ باآواز بلند آواز کا جادو جگاتی تو ان چاروں کی نہ تھمنے والی تالیاں شروع ہوجاتیں۔

"مما سنائیں ناں سونگ!" امل نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ ماضی سے اچانک حال میں آ گئی۔

تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی
سنگ اپنا رہے نہ رہے
چاہے ہونٹوں پہ اب مسکرائے ہنسی
چاہے آنکھوں سے آنسو بہیں
تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی

اریبہ کی آنکھیں بند تھیں اور ان بند آنکھوں کے پیچھے کالج کا سرسبز لان تھا اور اس کی سہیلیاں تھیں، نہ ختم ہونے والی خوش گوار یادیں تھیں۔ اس کا یہ گیت بھی تو ماضی کی انہی خوش گوار یادوں سے تعلق رکھتا تھا لیکن اب امل کی صورت میں اس کے سامنے حال تھا۔

"مما آپ کی آواز بہت خوب صورت ہے بالکل آپ کی طرح۔" امل پوری توجہ سے مما کو گنگناتے ہوئے دیکھ رہی تھی اریبہ مسکرادی۔

"اب میرے پیچھے آپ بھی گاؤ" تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی۔" امل نے اپنی معصوم نکھری آواز میں نغمہ سرائی کی کوشش کی تو اتنے میں تیمور بھی اٹھ کر آ گیا، وہ خاموشی سے دونوں ماں بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ امل سنگ اپنا رہے نہ رہے پر آ کے اٹک رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ بھی ان دونوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"پپا! فرینڈشپ ڈے کے لیے سونگ تیار کررہی ہوں۔" امل نے اپنا کام موقوف کرکے اسے بتانا ضروری خیال کیا۔

"اب آپ سوجائیں کل تیاری کیجیے گا۔"

"اوکے پپا، مما جی! گڈ نائٹ لیو لونگ لائف۔" اس نے باری باری دونوں کو پیار کیا اور پھر اُدھر ہی سونے سے پہلے کی دعا پڑھی تو اریبہ نے ایک بار پھر بے اختیار اسے سینے سے چمٹا لیا، نہ جانے کیا بات تھی امل کے لیے اس کی محبت بڑھتی جارہی تھی۔ یوں لگتا تھا وہ ساری عمر کا پیار اسے ایک بار ہی کرلینا چاہتی ہو۔

تیمور امل کو اس کے بیڈروم میں چھوڑ کر آیا تو وہ پریشان سی بیٹھی تھی، اپنی سوچوں میں گم، تیمور نے اس کا کندھا ہلایا۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" تیمور تکیے پر اس کے قریب دراز ہوگیا۔

"آپ نے کیوں امل کو سونے بھیج دیا؟" وہ کچھ خفا ہوکر بولی۔

"صبح اس نے اسکول جانا ہے، لیٹ سوئے گی تو اس کی نیند پوری نہیں ہوگی۔"

"اچھا آپ بھی سوجایئے۔" اس نے خفا خفا لہجے میں کہا۔

"میں نے تو اسکول نہیں جانا بیگم صاحبہ! مجھے کیوں جلدی سلا رہی ہیں۔" وہ مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر شریر ہوا تو اریبہ پیچھے ہوگئی۔

"تیمور! پتا نہیں کیا بات ہے مجھے آج کل امل پر بہت پیار آرہا ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے پریشان سی تھی، تیمور ہنستا چلا گیا۔

"اوہ میری پاگل وائف! اگر پیار آرہا ہے تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ ہماری اولاد ہے وہ اتنی پیاری لائق و محبت کرنے والی بیٹی ہے۔ عام بچوں کے مقابلے میں کتنی سمجھ دار ہے وہ، اس پر پیار ہی آئے گا ناں اور تم بجائے خوش ہونے کے کہ اللہ نے اتنی پیاری و صحت مند بیٹی دی ہے، پریشان ہوتی ہو۔ حد ہوتی ہے حماقت کی۔" تیمور جھلا ہی تو اٹھا۔ اریبہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ وہ احمق بھی ہے اور عقل سے پیدل بھی، بجائے شکر کرنے کے پریشان ہوتی ہے۔ تیمور تو سوگیا پر وہ کافی دیر بعد سوئی۔ اپنے انجانے خدشات اسے اب بھی خوف زدہ کررہے تھے۔

❁......❁......❁

جوں جوں فرینڈشپ ڈے قریب آرہا تھا، امل کا جوش

بھی بڑھتا جارہا تھا۔ اریبہ نے اسے کافی اچھی تیاری کروادی تھی۔ فرینڈ شپ ڈے پر ہی ال کی سالگرہ بھی تھی' اریبہ اور تیمور نے اس سلسلے میں شام کے فنکشن کی تمام تر تیاریاں بھی کرلی تھیں' اریبہ نے ال کے لیے ایک خوب صورت سی باربی ڈول بھی لے لی تھی جو ال کو بہت پسند تھی۔ چوتھی سالگرہ سے لے کر اب تک ملنے والے تمام تحائف اس نے بہت سنبھال کر رکھے تھے۔ ال میں احساس ذمہ داری بہت زیادہ تھا۔ اریبہ کا جی چاہتا ہر اچھی سے اچھی چیز اس کے قدموں میں ڈھیر کردے۔ رات میں اریبہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی' ال اس کے پاس بیٹھی تھی اور اپنے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھی۔ یکبارگی پھر اریبہ کے دل سے ممتا کے سوتے پھوٹ پڑے اس نے ال کا ہاتھ پکڑ کر اسے قریب لٹالیا۔

"مجھے فرینڈ شپ ڈے والا سونگ سناؤ' دیکھوں تو سہی کتنی بہتری آئی ہے۔" اریبہ کے وجود اور دماغ پر چھائی افسردگی ختم ہوگئی تھی۔

تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی

"مما! یہ "سنگ" کیا ہوتا ہے' کیا مطلب ہے اس کا؟" ال آج شروع میں ہی اٹک گئی تھی۔ اس کا ذہن لفظ "سنگ" کا مطلب جاننے کی جستجو میں تھا۔

"سنگ رہنے کا مطلب ہوتا ہے ساتھ۔" اریبہ نے آسان الفاظ میں مطلب سمجھانے کی کوشش کی۔

"مما اس کا مطلب ہوا کہ ہم آپ کے ساتھ دوستی نہیں توڑیں گے چاہے ساتھ رہیں یا نہ رہیں۔"

"ہاں بیٹا! اس کا یہی مطلب ہے۔"

"مما! پھر پرامس ہم بھی دوستی نہیں توڑیں گے' بے شک ہم ساتھ نہ رہیں۔" ال کے معصوم چہرے پر عجیب سی کیفیت رقم تھی۔ جس کی تہہ تک پہنچنا اریبہ کے بس کی بات نہیں تھی لیکن اس وقت وہ اندر سے دہل گئی تھی۔ نہ جانے آگہی کا کون سا در وا ہوا تھا۔

"ہم ساتھ رہیں گے ہمیشہ' وعدہ پکا والا۔" جانے کہاں سے آنسو اتنے زیادہ اس کی آنکھوں میں چلے آئے تھے جنہیں ال بھی دیکھ چکی تھی۔

"مما! آپ رو رہی ہیں؟" وہ بیک وقت حیران بھی تھی پریشان بھی۔

"مما جی پرامس ہم ساتھ رہیں گے اور دوستی بھی نہیں توڑیں گے' بالکل اس ستارے کی طرح۔" کھڑکی کے پردے ہٹے ہوئے تھے اور جگمگ کرتے تارے آسمان کے آنچل پر صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ال ستاروں کی طرف اشارہ کرکے اپنی عقل کے مطابق مما کو خوش کرنے کے لیے کہا پر وہ ویسے ہی پژمردہ ہی رہی۔

"اچھا مما! وہ والا ستارہ میرا ہے آپ کون سا لیں گی؟" ال نے سب سے روشن اور واضح ستارے کی طرف اشارہ کرکے پوچھا تو اریبہ اس کیفیت سے باہر آگئی۔

"وہ جو آپ کے ساتھ والا ہے وہ میرا ہے۔" اب بار وہ مسکراتے ہوئے شگفتگی سے بولی تو ال کی جان میں جان آئی۔

❁ ❁ ❁

گھنے بالوں کی پونی ٹیل بنائے چہکتی ہوئی ال اسکول کے لیے تیار ہورہی تھی' اریبہ نے بڑے پیار اور نرمی سے ہلکے ہلکے برش پھیر کر اس کی پونی بنائی تھی پھر یونیفارم اس نے خود پہنا تھا۔ اب شوز پہن کر وہ بالکل تیار تھی' اریبہ نے لنچ باکس اس کے بیگ میں ڈالا۔ ال کی وین والا آچکا تھا اور ہارن بجا کر اس کا انتظار کررہا تھا۔ تیمور سو رہا تھا۔ ال بھاگتی ہوئی تیمور کے بیڈروم کی طرف گئی اور سوتے ہوئے پپا کی پیشانی پر پیار کیا پھر واپس آئی تو اریبہ کے ہاتھ سے اپنا بیگ اور پانی کی بوتل لی۔

"مما جی! اللہ حافظ اور ہاں تیرے سنگ دوستی ہم نہ توڑیں کبھی' سنگ اپنا رہے نہ رہے۔ پرامس مما! اور اب پریشان نہ ہونا دعا کریں کہ میں فرینڈ شپ ڈے پرائز جیت کر آؤں۔" ال نے اریبہ کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔

باہر وین والا ہارن پر ہارن دے رہا تھا۔ ال جاتے جاتے پھر پلٹ آئی اور مما کو پیار کیا' آج وہ خلاف توقع

پورے پانچ منٹ لیٹ آئی تھی۔ وین والے کو بھی حیرت تھی کیونکہ اہل کبھی لیٹ نہیں ہوتی تھی۔ جوں ہی وہ ہارن دیتا اہل گیٹ کھول کے آجاتی لیکن آج وہ غافل سی تھی۔ اریبہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گیٹ تک آئی۔ وین والا گاڑی اسٹارٹ کر کے نکال رہا تھا' شیشے سے اہل ہاتھ ہلا رہی تھی۔ اہل کے جانے کے بعد اریبہ کچن میں آئی' تیمور نے آج آفس سے چھٹی کی تھی کیونکہ شام کو اہل کی برتھ ڈے تھی اس سلسلے میں ضروری انتظامات کرنے تھے۔ ہلکا پھلکا ناشتا کرنے کے بعد اریبہ نے ضروری سامان کی لسٹ اس کے ہاتھ میں پکڑوادی۔ اتنے میں کام والی آگئی اریبہ نے جلدی جلدی صفائی کروائی' بارہ بجے تک وہ فارغ ہوگئی تھی۔ گھر شیشے کی طرح چمک رہا تھا اس نے خود بھی فریش ہو کر نیا سوٹ پہنا جو اہل نے ہی اس کے لیے پسند کیا تھا۔

تیمور ابھی تک واپس نہیں آیا تھا' آج اہل کو بھی جلدی واپس آنا تھا۔ اریبہ نے اس کے لیے خریدے گئے کھلونے اور دیگر چیزیں الماری سے باہر نکالیں ان میں باربی ڈول سب سے نمایاں تھی' اہل نے ابھی تک کچھ نہیں دیکھا تھا۔ اریبہ نے سرپرائز دینے کے چکر میں اسے کچھ دکھایا بھی نہیں تھا۔ سب چیزیں اس نے لاکر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیں' باربی ڈول سب سے اوپر تھی۔ اہل کے آنے میں تھوڑا وقت ہی رہ گیا تھا۔ اریبہ کی نگاہ بار بار وال کلاک کی طرف اٹھ رہی تھی۔ ساڑھے بارہ سے پونے ایک ہوگیا تھا لیکن اہل ابھی تک نہیں آئی تھی' اتنے میں تیمور بھی لوٹ آیا۔ اریبہ روہانسی ہو رہی تھی' اہل پورے پندرہ منٹ لیٹ تھی ساڑھے بارہ بجے اسے آجانا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں آئی تھی۔

''تمہیں پتا ہے اس کا اسکول کتنی مصروف سڑک پر ہے کتنی ٹریفک ہوتا ہے' لا رہا ہوگا وین والا۔'' تیمور نے اپنی پریشانی چھپا کر اسے تسلی دی لیکن اریبہ سکون سے کہاں بیٹھنے والی تھی۔

❁......❁......❁

چھٹی ہو چکی تھی' ہنسی مسکراتی اہل اسکول سے وین تک آئی۔ وین والے انکل اسی کے انتظار میں تھے' باقی بچے پہلے سے آکر بیٹھ گئے تھے۔ اہل بہت خوش تھی' اسے حوصلہ افزائی کا انعام ملا تھا۔ وین والے انکل معمول کی رفتار سے ڈرائیونگ کر رہے تھے چوراہے پر لائٹ ریڈ ہوئی تو گاڑی رک گئی فوراً ہی اشارہ کھل گیا اور گاڑیاں معمول کی رفتار سے رواں دواں ہوگئیں۔ آگے ایک اور سگنل تھا' اہل کو آج گھر پہنچنے کی بہت جلدی تھی تاکہ مما کو بتا سکے کہ اس نے حوصلہ افزائی کا انعام جیتا ہے۔ آگے والا سگنل بند تھا' وین والے کے پیچھے آتی گاڑیاں رک رہی تھیں لیکن گاڑی میں سوار وہ نوجوان شاید جلدی میں تھا' ٹریفک وارڈن کی پروا کیے بغیر اس نے اشارہ کراس کرنا چاہا لیکن ٹریفک وارڈن کو شک ہوا' اس نے گاڑی والے کو رکنے کا اشارہ کیا لیکن اس نے بدحواسی اور جلدی میں اپنی گاڑی دائیں طرف گھمادی جدھر یوٹرن تھا۔ اہل کی وین والا بھی ادھر مڑ رہا تھا جس کے نتیجے میں دونوں گاڑیوں کا بہت خطرناک تصادم ہوا' بہت سی معصوم چیخیں بیک وقت فضا میں گونجی تھیں اور پھر وہیں ساکت ہوگئیں۔ سینکڑوں ننھے منے چیتھڑے آس پاس بکھرے تھے' وین کا کافی برا حال تھا۔ آس پاس موجود اور گاڑیوں کو بھی نقصان پہنچا تھا لیکن وین کی شکل پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ اس وین میں صرف ایک اہل نہیں تھی اور بھی معصوم بچے تھے جن کی مائیں گھر پر راہ تک رہی تھیں۔

ادھر گھڑی پر بارہ پچاس ہوئے' سینٹر ٹیبل پر رکھی باربی ڈول خود بہ خود نیچے گری تھی اور ابھی ابھی تیمور گاڑی لے کر اہل کے اسکول کی طرف نکلا تھا۔ اریبہ کے سر میں اچانک شدید درد کی لہر اٹھی' وہ تیورا کر وہیں فرش پر گر گئی۔ یہ وہی وقت تھا جب دونوں گاڑیوں کا تصادم ہوا۔

ابھی ابھی اریبہ پر کرب و آگہی کا جو دردناک در وا ہوا تھا وہ بہت لرزہ خیز تھا۔

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

ہم جیسے تنہا لوگوں کا، رونا کیا، مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں، پھر جینا کیا، مرنا کیا
سو رنگ میں جس کو سوچا تھا، سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جانِ غزل تو روٹھ گئی، اب اس کا حال سنانا کیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شیری کو سامنے دیکھ کر پری انتشار کا شکار ہوجاتی ہے اور اچانک ہی طغرل کی آمد پر وہ سہولت سے انکار کرکے طغرل کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ جس پر شیری غم و غصے کا شکار ہوتا ہے۔ طغرل بھی پری کے ساتھ شیری کو دیکھ کر کچھ اسی قسم کا تاثر پیش کرتا ہے اور پری سے اظہار بھی کردیتا ہے۔ صفدر جمال اور مُثنیٰ بیٹے کی بے رخی پر دلبرداشتہ ہوتے ہیں جبکہ صفدر جمال اسے مکافات عمل گردانتے ہیں اور پری کو مُثنیٰ سے الگ کرنے پر ندامت محسوس کرتے ہیں، ماضی کی پرچھائی ان کے لیے پچھتاوؤں کا سبب بن جاتی ہے۔ عشرت جہاں بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے پری کو چند دن بلانے کی غرض سے کہتی ہیں اور مُثنیٰ کو جلد حالات کے بہتر ہونے کی امید دلاتی ہیں۔ عادلہ شیری کے لاحاصل انتظار کے بعد گھر لوٹتی ہے تو صباحت بیگم اسے سخت سناتی ہیں جس پر وہ ان سے بھی تلخ کلامی سے پیش آتی ہے۔ صباحت بیگم اپنی جانب سے دی جانے والی آزادی پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں لیکن عادلہ کچھ خاص توجہ نہیں دیتی۔ عائزہ کی شادی کے حوالے سے گھر میں تیاریاں عروج پر ہوتی ہیں لیکن پری ان سب سے بے نیاز مختلف کاموں میں مشغول رہتی ہے۔ جس پر طغرل اسے احساس دلاتا ہے لیکن پری اس کی توجہ اور محبت کو خاطر میں لائے بغیر وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ طغرل کو معید اتنی جلد بازی سے منع کرتا ہے لیکن وہ اس کے سامنے بھی پری کے لیے اپنی محبت کا اعتراف کرتا ہے۔ جس پر عادلہ نہ صرف اس کے خیالات سے آگاہ ہوجاتی ہے بلکہ اس رشتے کو ناکام بنانے کی سازش بھی کرنے لگتی ہے۔ صباحت بیگم عائزہ کا عروسی لباس پری کے ہاتھ میں دیکھ کر اسے عتاب کا نشانہ بناتی ہیں اور وہ ان کے الزامات سن کر حیران رہ جاتی ہے عائزہ کے پاس رکنے کی غرض سے عادلہ اس سے درخواست کرتی ہے۔ جس پر پری بخوشی رضا مند ہوجاتی ہے۔ فیاض صاحب عائزہ کو کسی صورت معاف کرنے پر تیار نہیں ہوتے وہ ان کے پاس معافی مانگنے کی غرض سے آتی ہے تو وہ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اسی بوجھل دل کے ساتھ عائزہ پیا دیس سدھار جاتی ہے لیکن فیاض صاحب نرم نہیں پڑتے۔ ماہ رخ حاجرہ کے سامنے اپنا حال دل بیان کرتی ہے اور یہاں تک پہنچنے کی ساری ہولناک داستان اس کے گوش گزار کرتی ہے۔ جس پر دلربا خاصی برہم نظر آتی ہے۔ غفران احمر ماہ رخ کو اپنے بزنس کو ترقی دینے میں استعمال کرتا ہے اور آئے دن اسے اپنے دوستوں کے ہمراہ اسی مقصد کے لیے بھیجتا ہے۔ عائزہ کی شادی کی تقریب کے دوران پری مستقل طغرل کی نظروں کے حصار میں رہتی ہے اور شیری سے یہ سب قطعاً برداشت نہیں ہوتا نتیجتاً گھر آ کر وہ کثیر تعداد میں ڈرنک کرتا ہے اور تبھی اس کے ذہن میں پری کو حاصل کرنے کا خیال آتا ہے۔ اگلے ہی پل وہ تمام حالات سے قطع نظر فیاض صاحب کے گھر پہنچ جاتا ہے پری کو سامنے دیکھ کر وہ شدید طیش کے عالم میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے اپنی کار میں ڈالتا ہے اور زن سے گاڑی بھگا لے جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❖......❁

"بہت مہنگی پڑے گی تم کو یہ حرکت شہریار طغرل تم کو جان سے مار دے گا۔ تم جانتے نہیں ہو اس کو۔" وہ غصے سے گویا ہوئی۔

"تم بھی نہیں جانتی ہو مجھ کو ابھی...... وہ مجھے کیا مارے گا، میں ماروں گا اس کو تم پر نظر ڈال کر اس نے اپنی موت کو پکارا ہے، میں نے تم کو چاہا ہے، تم سے محبت کی ہے اور وہ تم کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، اپنا بنانا چاہتا ہے، تم دیکھنا وہ یہ خواب لے کر قبر میں اتارا جائے گا۔" وہ چیخ رہا تھا غصے سے اس کا چہرا سرخ ہو رہا تھا، کار سرپٹ دوڑ رہی تھی۔

"بکواس بند کرواپنی، طغرل کے خلاف میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔ میں تم سے محبت نہیں کرتی پھر کیوں میرے پیچھے پڑے ہو؟ تم کبھی بھی میری خواہش نہیں رہے اور نہ آئندہ ایسا ہوگا سمجھے......" بڑی شدید نفرت تھی اس کے انداز میں، اس کے چہرے پر سخت ناپسندیدگی پھیلی تھی، شہریار نے اشتعال بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور گویا ہوا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں فیری!"

"امپاسبل! میں آپ سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ بھی مشتعل تھی۔

"ایسا مت کہو...... تم کو معلوم ہے۔ میں تم بن جی نہیں پاؤں گا۔" اس نے اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا، اس کے لہجے میں التجا و نرمی تھی آنکھوں میں حزن تھا وہ اس کی محبت میں سرتاپا غرق تھا۔ پری نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹکا اور شدید غصے سے گویا ہوئی۔

"آپ کی یہ خواہش...... خواہش ہی رہے گی، میں مر کے بھی آپ کی نہیں ہوسکتی سمجھے، میرا پیچھا چھوڑ دیں آپ۔"

"اچھا...... یہ بات ہے تم میری نہیں ہوگی؟" وہ غرایا۔

"ہاں اگر تم نے زبردستی کی سعی کی تو میں جان دے دوں گی اپنی۔" اس کے بگڑے تیور دیکھ کر وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"تم جان دے دو گی اپنی؟ پھر میں تنہا جی کر کیا کروں گا تم اگر میری نہیں ہوگی تو میں تمہیں کسی اور کا بھی ہونے نہیں دوں گا۔ ہم ساتھ جی نہیں سکتے تو کیا ہوا...... ساتھ مر تو سکتے ہیں نا۔" قبل اس کے کہ پری کچھ سمجھ پاتی، شہریار نے کار درخت سے ٹکرا دی تھی فضا میں اس کی چیخیں گونج اٹھی تھیں۔

درد کے احساس سے اس نے آنکھیں کھولی تھیں، چوٹ کہیں نہیں لگی تھی صرف سر کے پچھلے حصے میں درد ہو رہا تھا، دھیرے سے سر کے درد والے حصے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اردگرد پری کو دیکھا تھا معاً اس کی ادھ کھلی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں اور وہ برق رفتاری سے اٹھ بیٹھا تھا نیند اس کی آنکھوں سے اڑنچھو ہوگئی اور وہ حیران و پریشان سا ہر طرف دیکھ رہا تھا۔

سڑک پر دوڑتی کار اور کار میں موجود پری اور وہ...... پھر ایک سمت لگا پیپل کا درخت جس سے اس نے کار ٹکرا دی تھی۔ وہ تمام مناظر غائب تھے وہ اپنے روم میں تھا اور کروٹ لیتے ہوئے بیڈ سے نیچے گرا تھا۔

"اوہ مائی گڈنس! یہ کیا ہوگیا ہے مجھے سوتے میں بھی وہ لڑکی میرے حواسوں پر سوار رہنے لگی ہے، کیا کروں کس طرح خود پر کنٹرول کروں؟ وہ لڑکی نہ مجھے جینے دے گی نہ مرنے۔" وہ بےدم سا ہو کر کارپٹ پر ہی لیٹا رہا۔

❁......♥❖♥......❁

عائزہ کی رخصتی کے بعد گھر میں سناٹا چھا گیا تھا فیاض اپنے روم میں چلے گئے تھے اماں نے بھی ان کو روکنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ کہ وہ دیکھ چکی تھیں فیاض کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی وہ نرم دل تھے عائزہ کے ساتھ جو رویہ انہوں نے اختیار کیا تھا وہ ان کی عادت کے برخلاف تھا آئندہ کے لیے ایسے واقعات سے بچنے کے لیے ان کو ایسا سخت و بے لچک رویہ اختیار کرنا پڑا تھا لیکن اماں جانتی تھیں بیٹیوں کو بے حد چاہنے والے فیاض کے لیے یہ فیصلہ بے حد کٹھن تھا، وہ بھی بیٹے کے دکھ پر دکھی تھیں۔

دل پر بھاری بوجھ تھا یہ بوجھ آنسوؤں کے ذریعے ہی ہلکا ہوسکتا تھا، گھر میں پری ملازمہ کے ساتھ وہ بکھیڑا سمیٹ رہی تھی جو عموماً ایسے موقعوں پر تیاریوں میں پھیل جاتا ہے باہر لان میں طغرل اور معید دوسرے کزنز کے ہمراہ ڈیکوریٹرز کو سامان لے جانے میں مدد کررہے تھے معاً صباحت کے بیڈ سے کوئی چیز چھناکے سے نیچے گری تھی پری کے ہاتھ بیڈ شیٹ درست کرتے ہوئے رک گئے وہ ساکت نظروں سے سنہری چابیوں کے اس گچھے کو دیکھ رہی تھی جو دادی کی الماری کا تھا۔

"ہائے بی بی جی! یہ چابیاں تو اماں جان کی الماری کی ہیں آج کتنا ڈھونڈا ان کو اب دیکھیں بیگم صاحب کے بستر سے

ملی ہیں، کمال ہے یہ یہاں کیسے آ ئیں؟" خیرون نے صفائی چھوڑ کر جھک کر چابیاں اٹھاتے ہوئے حیرت سے کہا۔
"لاؤ یہ چابیاں مجھے دو تم اپنا کام کرو۔ یہ چابیاں میں ہی یہاں بھول گئی تھی تم کو دادی جان کو بتانے کی ضرورت نہیں" وہ اس کے ہاتھ سے چابیاں لیتے ہوئے عام سے لہجے میں بولیں اور بے پروا انداز میں وہاں سے نکل آئی اس کو اس طرح مطمئن دیکھ کر خیرون کے چہرے پر چھائی حیرانی و تجسس از خود ہی غائب ہو گیا تھا وہ پھر انہماک سے صفائی میں مصروف تھی۔ پری نے ملازمہ کو تو مطمئن کر دیا تھا مگر وہ اپنے ٹوٹے دل کو سنبھالے لاؤنج میں چلی آئی عجیب حالت ہو گئی تھی انکشاف سے الماری کی چابیاں صباحت نے خود نکالی تھیں اس بات کا یقین ہونے میں کوئی کسر نہ بچی تھی۔ آج صبح دادی کمرے سے ان کو بہت عجلت میں نکلتے ہوئے اس نے دیکھا تھا اور اس وقت اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی وہ مقصد کے انجام دہی کی لیے وہاں آئی تھیں۔ وہ صدموں کی زد میں سکتے کی کیفیت میں مبتلا تھی کہ نفرت و حسد کی انتہا بھی نہیں چاہتی تھیں عائزہ کی شادی پر وہ خوب صورت ملبوس زیب تن کر سکے نا معلوم وہ کس قسم کی احساس کمتری میں مبتلا تھیں؟
"پری! اس طرح کب تک اندر ہی اندر گھٹتی رہو گی، جو دل کرتا ہے وہ کر گزرو صباحت کی زیادتیوں پر کب تک صبر کرو گی" کچھ ٹائم گزرا تو آصفہ اس سے وہاں آ کر مخاطب ہوئی تھیں ان کے لہجے میں نرمی و اپنائیت تھی، محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔
"چھپانے کی ضرورت نہیں ہے تم کو کچھ بھی، خیرون مجھے بتا چکی ہے کہ وہ چابیاں صباحت کے روم سے ملی ہیں اور صباحت کے سوا یہ کام کون کر سکتا ہے، جلدی جلدی میں وہ چابیوں کو چھپانا بھول گئی ہو گی۔"
"پھپو! ممی ایسا کیوں کریں گی بھلا؟" اس نے شاید خود کو تسلی دی تھی۔
"ارے بس رہنے دو، کل تمہارا سوٹ اور جیولری دیکھ کر جو رنگ اس کے چہرے پر چھائے تھے میں تب ہی سمجھ گئی تھی حاسد عورت جل گئی ہے مگر وہ ایسا کام دکھائے گی یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا خیر جلنے والوں کا تو منہ کالا ہی ہوتا ہے دیکھا تم نے طغرل تمہارے لیے اس سے بھی بہترین سوٹ لے آیا تھا اور ماشاء اللہ پوری محفل میں تم ہی تم چھائی ہوئی تھیں صباحت کا موڈ بگڑ کر رہ گیا تھا۔"
"مجھے وہ سب اچھا نہیں لگا پھپو جان! میں ممی کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔" اس کے لہجے میں سچائی و آنکھوں میں نمی دیکھ کر آصفہ نے آگے بڑھ کر اس کو سینے سے لگاتے ہوئے لرزاں لہجے میں کہا۔
"میں جانتی ہوں میری جان! تم جس ماں کی بیٹی ہو اس عورت کی کوکھ سے تم جیسا ہیرا ہی جنم لے سکتا تھا، بد قسمتی تو ہماری ہے جو ہم مثنیٰ کی قدر نہ کر سکے اور صباحت جیسے پتھر کو اپنے بھائی کا نصیب بنا ڈالا۔" پری نے چونک کر آصفہ کی طرف دیکھا تھا۔
"ہم نے تمہارے ساتھ بھی بہت ظلم کیا ہے پری! تم کو بھی وہ پیار نہ دے سکے جو تمہارا حق تھا لیکن اب تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی میں وعدہ کرتی ہوں تم سے۔"

❀……♥✤♥……❀

خواہشوں کے جس بھنور میں وہ پھنس گئی تھی حالات نے جن راستوں کا اس کو راہی بنا دیا تھا ان پر وہ چلنے کی عادی ہو چکی تھی۔ غفران احمر کی مہربانیاں اس پر بڑھتی جا رہی تھیں کیونکہ وہ اس کے لیے سونے کی چڑیا ثابت جو ہو رہی تھی اور اس کے الٹے سیدھے دھندوں کو سود مند بنا رہی تھی۔ اس پر سختی و پہرے داری ختم کر دی گئی تھی اس محل کی چار دیواری میں وہ اپنی مرضی سے کہیں بھی گھوم سکتی تھی ایسی کی اس محدود آزادی نے بھی حاجرہ کو بے حد مسرور کر دیا تھا اس کی اور حاجرہ کی دوستی دن کے ساتھ مضبوط ہوتی جا رہی تھی وہ اس کا بہنوں کی طرح خیال رکھتی تھی۔ وہ شام کے پہر گھاس پر حاجرہ کے سنگ ننگے پاؤں چہل قدمی کر رہی تھی، دھانی رنگ کے سوٹ پر سنہرے گوٹے سے دیدہ زیب کام کیا گیا تھا بھاری طلائی زیور میں بہت حسین لگ رہی تھی، سیاہ بالوں کا آبشار سا اس کی پشت پر پھیلا ہوا تھا متبسم اداس کا مسکراتا چہرہ حاجرہ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں اور اٹھی رہ گئیں۔
"حاجرہ کیا ہوا..... ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" ماہ رخ نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم بہت حسین ہو ماہ رخ! بے حد حسین' یہ ملبوس' یہ زیورات' یہ روپ...... تم تو بالکل شہزادی ہو' تم نے اپنی منزل پالی ہے۔ ماہ رخ! یہ سب پانے کے لیے ہی تو تم نے اتنی قربانیاں دی ہیں اور یہ سب تم کو مل گیا ہے۔ دولت' راحت' عیش وآرام خوشیوں کی جس تتلی کے پیچھے بھاگتی ہوئی تم اس دیس سے اس دیس تک چلی آئی ہو تو کیا ہوا' وہ خواہشوں کی تتلی تمہاری مٹھی میں بند ہے آج۔" حاجرہ کے لہجے میں ناتمام حسرتوں کا دھواں تھا جو اس کی آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ نکلا تھا وہ یک ٹک ماہ رخ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے دیکھو' میرے ماں وباپ تو بچپن میں ہی چچا چچی کے سہارے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہو گئے تھے' چچا وچچی پہلے ہی اپنے ڈھیروں بچوں کے ساتھ فاقے زدہ زندگی گزار رہے تھے میرا وجود تو ان کو گراں گزرتا ہی تھا ان کے ساتھ سسکتی بلکتی زندگی جس طرح گزاری اس چودہ سالہ زندگی کا ایک لمحہ بھی مجھے یاد کرنا گوارا نہیں ہے۔"

"یہاں بیٹھو' بہت دکھی لگ رہی ہو تم کو ماضی یاد آ رہا ہے؟" ماہ رخ جو اپنی سوچوں میں گم تھی حاجرہ کے بہتے آنسوؤں سے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی اور ہاتھ پکڑ کر وہاں موجود حوض کے گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی اور دوسری پر حاجرہ کو بٹھا دیا۔

"تم نے مجھے کبھی بتایا نہیں تم دادو سے یہاں تک کس طرح آ گئیں؟"

"رخ! ماضی ہمیں اس لیے اچھا لگتا ہے کہ ماضی میں وہ تمام باتیں اچھی ہوتی ہیں وہ سارے اچھے لوگ ہوتے ہیں جو ہمیں بھلائے نہیں بھولتے ہیں' جیسے تمہارا ماضی ہے اس میں ایسا کون سا رشتہ ہے' جس نے تم سے محبت نہیں کی ہو' جس نے تم سے بے حد پیار نہ کیا ہو' تمہارے والدین' تمہارے چچا چچی اور وہ جس نے تمہاری ہر نفرت کا جواب محبت سے دیا تمہارا منگیتر گلفام! جس نے دل وجان سے تم کو چاہا۔"

"حاجرہ! اپنی بات کرو' اپنے ماضی میں جھانکو خدارا!" اپنوں کا نام سنتے ہی ایک ایک چہرا اس کی نگاہوں میں آنے لگا تھا اور وہ وحشت ودرد کا شکار ہونے لگی تھی سو اس کی بات قطع کر کے گویا ہوئی۔

"میرے ماضی میں جھانکنے کے لیے کچھ نہیں ہے ماہ رخ!" وہ کراہی تھی۔

"حسرت کی آگ میں ارمانوں کا جلتا ہوا دھواں دکھائی دیتا ہے' کوئی ایک چہرا' کوئی ایک بھی ایسا رشتہ یاد ہی نہیں آتا جس نے لمحے بھر کی مجھے خوشی دی ہو میں وہ بدنصیب ہوں' جو بچپن سے آج تک اپنے نصیبوں کی ستم ظریفی پر اندر ہی اندر گھٹتی رہی ہوں۔" ماہ رخ نے اس کا ہاتھ بڑی اپنائیت سے تھاما اور ہولے ہولے سہلانے لگی وہ دونوں غم زدہ تھیں اور دونوں ہی اپنے دکھوں میں ایک دوسرے کے قریب ہوگئی تھیں۔

"میں نے یہ بات شدت سے محسوس کی ہے' جب ہم اللہ کی بنائی گئی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو پھر ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی پھر ہم منہ کے بل گرتے ہیں اور گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔" ماہ رخ نے رنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ہمارے ساتھ یہی ہونا تھا میں بھی چودہ سال کی عمر میں عین اس روز جب میری بارات دروازے پر کھڑی تھی' رفیق کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی تھی۔"

"رفیق کون تھا...... کیا تم اس سے پیار کرتی تھیں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"پیار...... ہاں میں ہی اس سے پیار کرتی تھی جس کا ادراک مجھے بعد میں ہوا۔ میں جس بنگلے میں کام کرنے جاتی تھی وہ وہاں صاحب کے پاس کاروبار کے سلسلے میں آتا جاتا تھا۔" وہ سر جھکائے گویا اعتراف گناہ کر رہی تھی ماہ رخ توجہ سے سن رہی تھی۔

"پھر تمہیں کس طرح پتا چلا اس کی محبت کا...... کیا اس نے خود بتایا تھا؟"

"جب میری کچی عمر تھی کچی عمر اور کچی شراب ایک جیسی ہی ہوتی ہے' کب چڑھ جائے کب زہر بن جائے پتا ہی نہیں چلتا۔ رفیق کی میٹھی میٹھی نظروں کا خمار میرے پیار سے ترسے دل کو صحرا میں برسنے والی بارش کی طرح سیراب کرتا چلا گیا مجھے کچھ یاد نہ رہا اس کی اور میری حیثیت وعمر کا تضاد...... کسی بھیڑ میں گم ہونے والے بچے کی طرح میں اس کی انگلی پکڑے چلی گئی ایک ایسے راستے پر جس سے کبھی واپسی نہیں ہوتی۔ رفیق نے پہلے دن ہی مجھے فروخت کر ڈالا تھا ایک ایسے شخص کو جس کا وہ مقروض تھا اس آدمی نے کچھ دنوں تک مجھے اپنے ساتھ رکھا اور ایک شب وہ مجھے جوئے میں ہار گیا وہ آدمی کیپٹن قاسم تھا' قاسم کے ساتھ کئی مہینوں تک میں بحری جہاز میں سفر کرتی رہی اور پھر قاسم بھی مجھے عرب میں فروخت کر گیا اور یہ سفر اب اس دہلیز پر آ کر رک گیا ہے جب بالوں میں مکمل سفیدی اتر آئی ہے۔ تم بڑھاپا آنے سے پہلے یہاں سے بھاگ جاؤ' ماہ رخ!"

❀......❤❖❤......❀

دوسرے دن آصفہ اور عامرہ عائزہ کو سسرال سے گھر لے آئی تھیں کیونکہ اس کے ولیمے کا اہتمام پی سی ہوٹل میں محدود پیمانے پر تھا آصفہ اور عامرہ دوپہر کے کھانے کے بعد اپنی فیملیز کے ساتھ واپس چلی گئی تھیں' ان کا پروگرام اپنے گھروں سے ہوٹل جانے کا تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ دادی کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں عائزہ خلاف عادت دادی کے قریب بیٹھی تھی۔ فیروزی جھلملاتے سوٹ میں میک اپ اور جیولری میں اس پر دلہناپے کا رنگ تھا اس کے چہرے پر خوشی ودکھ کا تاثر نہیں تھا وہ نارمل موڈ میں بیٹھی تھی عادلہ وہاں موجود تھی اور دادی سے نگاہیں چرا کر تجمیری کو کال کر رہی تھی لیکن اس کی متواتر کوشش کے باوجود کوئی رسپونس نہیں مل رہا تھا۔

پری کارپٹ پر بیٹھی پاندان صاف کرنے میں مصروف تھی اس کی نگاہیں گاہے بگاہے عائزہ کے چہرے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی لیکن آنکھیں کچھ اور ہی داستان سنا رہی تھیں عجیب سی سرد مہری تھی ان آنکھوں میں کوئی انجانا سا احساس' پری کے دل میں وسوسے آنے لگے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس کے احساس کو۔

"بہو تم تو کہہ رہی تھیں فاخرہ ولیمہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہیں' وہ حج سے واپسی پر بڑی دھوم دھام سے ولیمہ کریں گی پھر یہ اچانک کس طرح خیال آ گیا ولیمہ کرنے کا؟" اماں نے صباحت سے پوچھا۔

"یہ ولیمہ تو فاخر کر رہے ہیں وہ اپنے خاص رشتہ داروں' دوستوں اور کولیگز وغیرہ کو انوائٹ کر چکے ہیں اور اپنی چند خاص فیملیز انوائٹ ہیں۔ فاخرہ بھابی تو حج سے واپسی پر بڑا ولیمہ کریں گی۔" وہ عائزہ کو ملنے والے رونمائی کے طلائی سیٹ کو پسندیدگی سے دیکھتے ہوئے اپنے مخصوص فخریہ لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"لو بھلا ایسا بھی کبھی سنا ہے ولیمہ تو ایک بار ہی ہوتا ہے تمہاری بھاوج دو ولیموں کی کوئی نئی ریت ڈالیں گی۔" اماں مسکرا کر بولیں صباحت کو ان کا انداز ناگوار گزرا وہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

"اس میں بھلا "ریت" کی کیا بات ہے اماں! خوشیاں دوبارہ کیا بار بار بھی منائی جا سکتی ہیں یہ کوئی عیب والی بات تو نہیں ہے۔"

"تمہاری یہی عادت خراب ہے تم بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی اور الٹا برا مان کر بیٹھ جاتی ہو' ارے پہلے سنتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو' شوق پیدا کرو اپنے اندر پھر سب سمجھ آ جائے گا تم کو۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے اماں جان دین کی سمجھ بوجھ مجھے بھی ہے میں سنتوں سے بھی آشنا ہوں بس مجھے بات بات پر مذہبی طعنے برداشت نہیں ہوتے' ویسے بھی ہمارے معاشرے میں فرقہ پرستی' جماعت بندی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ کوئی بات منہ سے نکالتے ہوئے بھی دس بار سوچنا پڑتا ہے ایک بات کے سو مطلب نکال لیے جاتے ہیں۔"

"ہوں نہ بات تو تم نے اس وقت میرے دل کی کہی ہے صباحت! ہمارے خاندان میں سگے رشتے جماعتوں میں بٹ گئے ہیں گروہ بندیاں دن بہ دن عروج پر ہیں مجھے خدشہ ہے آج جو ہم اپنے لوگوں کو بمشکل ایک خاندان میں سمیٹے بیٹھے ہیں کل ہماری ابدی نیند کے بعد یہی لوگ خونی تعلق کو توڑ کر گروہی تعلق کو اہمیت دیں گے۔ کل خون نہیں جماعت مضبوط تعلق ہوگی' چودہ سو سال قبل جو جہالت وگمراہی کا اندھیرا حق کو نگل کر باطل کو پھیلا رہا تھا وہ ہی اندھیرا آج پھر سے لوگوں کے دلوں میں بھرنے لگا ہے جگہ جگہ طاقوں میں جو بت سجائے جاتے تھے وہ بت اب لوگوں کی پگڑیوں' جھنڈوں اور ملبوسات میں بدل گئے ہیں ہر کوئی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے فتوے جاری کر رہا ہے۔" اماں نے ان کی بات پر اپنے دل کی بات بھی کہہ دی اور وہ ابھی

کچھ مزید کہنے کا ارادہ رکھتی تھیں کہ صباحت حسب عادت اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کیونکہ ان کو علم تھا یہ موضوع اماں کا پسندیدہ موضوع ہے جس پر وہ گھنٹوں ہی کیا ہفتوں نان اسٹاپ بول سکتی ہیں وہ مذہبی فطرت کی حامل تھیں خود بھی اپنے مذہبی فرائض شوق و پابندی سے ادا کرتی تھیں اور ان سب کی بھی درس و تدریس میں پیش پیش تھیں گو کہ صباحت ان کی سنگت میں نماز کی ادائیگی کی عادی ہو چکی تھیں لیکن وہ دین پرستی سے زیادہ دنیا پرستی میں مشغول رہتی تھیں سو وہ ایسی محفلوں سے دور بھاگتی تھیں۔

"دادی جان! چودہ سو سال پہلے لوگ جہالت و گمراہی کی راہ پر گامزن تھے آج الحمدللہ اسلام کا سورج پوری آب و تاب سے روشن ہے پھر بھلا لوگ کیوں بھٹک رہے ہیں؟ اب کسی کے بھٹکنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔" پری نے پاندان صاف کر کے ان کو تھماتے ہوئے کہا۔

"عقل کے اندھوں اور بے ہدایتوں کو صداقت کی روشنی نظر نہیں آتی۔"

"میں رات میں لے جانے کے لیے فروٹ اور مٹھائی کے ٹوکروں کا آرڈر دے دوں اور کچھ گفٹس بھی خرید لاؤں اب کوئی خالی مٹھائی و فروٹ تو نہیں لے کر جائیں گے نہ عائزہ کے ولیمے میں۔" ان سے دامن بچانے کے لیے صباحت نے کچھ زیادہ ہی عجلت دکھائی تھی اور وہاں سے جانے کو تیار تھیں۔

"مٹھائی اور فروٹ کا آرڈر دے دو گفٹس میں نے بچا کر رکھے ہوئے ہیں وہ لے جانا۔" انہوں نے ایک مشکل آسان کرنا چاہی تھی۔

"آپ نے کون سے گفٹس بچا کر رکھے ہوئے ہیں؟" وہ متعجب ہوئیں۔

"جہیز میں میں نے ولیمے میں دینے کی نیت سے زیادہ سامان منگوالیا تھا۔"

"کوئی ایسا ویسا سامان تو نہیں ہے؟" وہ بری طرح جز بز ہوئیں۔

"آپ رہنے دیں میں خرید کر لے آؤں گی آپ تو جانتی ہیں فاخرہ بھابی برانڈ کونشس ہیں ایک بھی گفٹ ہلکا نکل آیا تو وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھ کر سب کے سامنے ہی بے عزت کر دیں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو صباحت! سارے جہیز میں کوئی ایک بھی شے تم کو یا فاخرہ کو کم قیمت و غیر معیاری لگی ہو تو بتاؤ؟" اماں کو ان کے انداز پر سخت تاؤ آ گیا تھا عادلہ ان کی اس بحث اور شیری کی طرف سے مسلسل سیل آف دیکھ کر چڑ کر وہاں سے نکل گئی تھی عائزہ خاموشی سے وہیں لیٹ گئی تھی۔

"ایسی تو بات نہیں ہے اماں سارا سامان بہترین و منفرد تھا۔" وہ مجبوراً پری کی لائی ہوئی چیزوں کی تعریف کرنے پر مجبور تھیں پری ان کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے الماری کی طرف بڑھ گئی وہ نہیں چاہتی تھی وہ اس کے سامنے سبکی محسوس کریں اس لیے خوامخواہ کپڑوں کی ترتیب کو درست کرتے ہوئے ان سے لاعلمی ظاہر کرنے لگی تھی۔

"پھر تم ایسی بے سروپا باتیں کیوں کر رہی ہو ایک نازک سا گولڈ کا سیٹ بھی ہے تم بے فکری سے تیاری کرو۔" معاً ان کی نگاہ الماری پر پڑی تو بولیں۔

"ارے یہ چابیاں کہاں سے ملیں؟ کل تو ہر جگہ چھان ماری تھی۔" وہ حیرت بھرے انداز میں پری کی طرف متوجہ تھیں۔ عائزہ نے ماں کے چہرے پر گھبراہٹ اور اضطراب بخوبی محسوس کیا تھا۔

"دادی جان! شاید کسی بچے نے کھڑکی سے چابیوں کو باہر لان میں پھینک دیا تھا رات میں صفائی کے دوران ملی ہیں۔" پری نے مصروف انداز میں اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ صباحت نے گہرا سانس لیا اور عائزہ سے بولیں۔

"اپنے روم میں جا کر ریسٹ کرو بھابی آئیں گی تم کو پارلر لے جانے کے لیے۔"

"میں یہیں ٹھیک ہوں دادی جان کے بستر پر مجھے سکون مل رہا ہے۔" عائزہ نے کروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیسی بات کر رہی ہو عائزہ! خود بھی بے سکون ہو گی اور اماں کو بھی کرو گی چلو اپنے روم میں۔" ان کے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔

"ممی! آپ نے ہمیشہ ہم بہنوں کو دادی سے دور رکھا ہے اور اب تو میں سچ مچ دور ہو گئی ہوں یہ کچھ وقت دادی کے ساتھ گزارنے دیں۔" اس کے انداز میں ڈھیروں شکوے تھے صباحت اس کی صاف گوئی پر کھسیانی ہو کر دھیمے لہجے میں بولیں۔

"لگتا ہے تھکاوٹ تم پر کچھ زیادہ ہی سوار ہو گئی ہے سو جاؤ۔" وہ کہہ کر چلی گئیں۔

❁……♥✣♥……❁

پری خیرون کے ہمراہ کچن میں چائے بنانے کے ساتھ دوسرے لوازمات تیار کرنے میں مصروف تھی فاخرہ عائشہ کے ہمراہ عائزہ کو ساتھ لے جانے کے لیے آئی تھیں وہ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے پری آداب میزبانی کے خیال سے کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھ آئی تھی کہ ویسے تو ہر مہمان کے لیے ہی خاطر و تواضع کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور فاخرہ و عائشہ کے لیے خصوصی اہتمام اس لیے تھا کہ وہ شادی کے بعد پہلی مرتبہ اپنی بہو کو میکے سے لینے آئی تھیں۔

دادی کی ہدایت پر وہ چکن سے مختلف اسنیکس تیار کر کے فریزر میں رکھ چکی تھی جن کو اب آئل میں فرائی کر رہی تھی بیکری کا سامان چوکیدار لینے گیا ہوا تھا تقریباً ہر چیز تیار ہو چکی تھی وہ نگٹس براؤن کر کے ڈش میں نکالتے ہوئے چائے تیار کرتی خیرون سے گویا ہوئی۔

"تم جا کر ٹیبل پر برتن سیٹ کرو میں ٹرالی میں سامان رکھ رہی ہوں۔" خیرون گردن ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی تب ہی طغرل اندر داخل ہوا تھا۔

"واچ مین گیٹ پر نہیں ہے کہاں گیا ہے وہ؟" اس کا انداز خلاف معمول سنجیدہ تھا پری نے چونک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"واچ مین نزدیک ہی مارکیٹ سے سامان لینے گیا ہے آپ کیوں پوچھ رہے ہیں کچھ ہوا ہے کیا؟"

"نہیں ہوا تو کچھ نہیں ہے لیکن حالات کا تقاضا ہے الرٹ رہنا چاہیے چور ڈاکو تو موقع کی تاک میں ہی ہوتے ہیں وہ موصوف گیٹ بھی لاک کر کے نہیں گئے ہیں میرے پش کرنے سے کھل گیا ہے۔"

"اوہ یہ تو بہت خطرناک بات ہے آج کل ایسی وارداتیں تو عام ہو گئی ہیں کوئی اور بھی آ سکتا تھا۔" وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی خوف سے کانپ اٹھی تھی۔

"ڈونٹ وری! ہمارا سب سے بڑا نگہبان تو رب ہے ہم سب سے زیادہ بھروسہ اس پر ہی کرتے ہیں پھر یہ سب محض دنیا داری ہے یا اس کو سیکورٹی بھی کہہ سکتے ہیں میں تو محض فرائض کی ادائیگی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔" وہ خوف سے اس کی رنگت اڑتے دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

"میں یہ کہہ رہا تھا واچ مین کو اپنی ڈیوٹی ذمہ داری سے انجام دینی چاہیے۔"

"اس بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے طغرل بھائی وہ ایک ساتھ کتنی کام انجام دے رہا ہے وہ چوکیداری بھی کر رہا ہے مالی کا کام بھی اس کے ذمہ ہے اور عموماً مارکیٹ سے بھی سامان منگوانا ہو تو بھی اس کو ہی جانا پڑتا ہے پلیز آپ دادی جان سے اس کی شکایت مت کیجیے گا میں خود سمجھا دوں گی اگلی دفعہ وہ اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔" وہ ڈشیں ٹرالی میں رکھتی ہوئی پر اعتماد لہجے میں بولی تھی۔

"ہوں سفارش کر رہی ہو یا حکم دے رہی ہو؟" وہ ٹرالی سے چپس اٹھا کر منہ میں رکھتا ہوا شوخی سے بولا۔

"میں صرف آپ کو سمجھا رہی ہوں آپ ڈائننگ روم میں چلیں سب لوگ وہیں موجود ہیں۔" وہ اس کی شوخی نظر انداز کر کے کہنے لگی۔

"تو…… میرا موڈ نہیں ہے کچھ کھانے کا لنچ لیٹ کیا ہے میں آج ولیمے میں نہ جا سکوں گا تم کو آج کے لیے شاپنگ کرنی ہو تو ابھی چلو میرے ساتھ پھر میں لیٹ نائٹ ہی گھر آؤں گا۔" اس کے انداز میں اپنائیت و ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا دل کو چھوتا ہوا مہکتا احساس تھا ایک ایسی فکر جو کسی چاہنے والے کے دل سے ہی پھوٹتی ہے ایک ایسی انسیت تھی جو روح کی پاکیزگی سے ابھرتی ہے۔ نمود سے پاک ریاکاری و غرض سے مبرا چاندنی کی طرح ٹھنڈی اور روشن بے اختیار اس کا دل دھڑکا تھا۔ بہت ہی انوکھا احساس ہوا تھا۔

"مجھے شاپنگ نہیں کرنی میں ممی کے پاس جاؤں گی ولیمے میں نہیں۔" وہ نگاہیں جھکاتی ہوئی آہستگی سے گویا ہوئی۔

"آنٹی کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ تم جاؤ یا نہ جاؤ' تم بس اسی طرح خدمتیں کر کر کے ان کو باور کراتی رہو کہ تمہاری حیثیت صرف ملازمہ کی ہے اسی لیے وہ تمہیں کوئی امپورٹنس دینے کو تیار نہیں ہیں۔" اس کے مسکراتے لہجے میں یک دم ہی کرب ابھرا تھا۔

"آپ اس طرح باتیں مت کیا کریں آپ کو کیا معلوم حقیقت کیا ہے؟"

"او کے..... پلیز ڈونٹ ویپ۔" وہ اس کی بھرآنے والی آواز پر گڑبڑا گیا۔

"میں تم کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا' میں اپنے ورڈز واپس لیتا ہوں۔" اس نے ایک لمحہ اس کو دیکھا اور کچن سے چلا گیا۔

❀......❤✤❤......❀

حاجرہ نے اس کو وہاں سے بھاگنے کا مشورہ دیا تھا اور وہ خود ساٹھ سالہ زندگی میں ایک بار بھی وہاں سے بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی پھر وہ بھلا ڈیڑھ سال کی مختصر مدت میں فرار کی راہ کس طرح تلاش کر سکتی تھی۔

"میں دیکھتا ہوں تم جب بھی مجھ سے دور جاتی ہو' بہت اداس و خاموش رہتی ہو ماہ رخ! تم مجھ سے دوری برداشت نہیں کر سکتیں؟" وہ غفران احمر کے ساتھ آج پھر ایک مہم پر روانہ تھی' بروکیڈ اور شنیل کے سوٹ میں اس نے ہلکی جیولری پہنی تھی میک اپ بھی لائٹ تھا' البتہ ہونٹوں پر گہری سرخ رنگ کی لپ اسٹک اس کی سفید رنگت پر خوب کھل رہی تھی خوب صورت جوڑے میں اس کی صراحی نما گردن نمایاں تھی۔ اس کے برابر میں براجمان اس کے مخروطی ہاتھ تھامے غفران احمر سیاہ تھری پیس سوٹ میں بڑے کروفر سے بیٹھا اس سے لگاوٹ بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا اس کی مکار معصومیت پر ماہ رخ کے دل میں نفرت و کراہیت کی شدید لہر اٹھی تھی اور دل چاہا تھا کہ اس کے بالوں سے بے نیاز گنجے سر پر سینڈل اتار کر مارتی چلی جائے اس کی چھوٹی چھوٹی سانپ جیسی آنکھوں کو پھوڑ دے۔ اس کو بتائے کس طرح اس جیسے ہوس پرست مردوں نے اس کی عزت' خودداری و نسوانی انا چھین لی ہے اس کو فاحشہ بنا کر کس بے دردی سے ذلت و اذیت کے بحر میں دھکا دے دیا ہے مگر یہ سب اتنا آسان کہاں تھا جو وہ اس سے کہہ پاتی؟ یہ سب محض سوچوں تک ہی ممکن تھا حقیقت تک رسائی ناممکن تھی اگر اس کی سوچوں کی سن گن بھی غفران احمر کو مل جاتی تو وہ اسے مارتا تو نہیں لیکن جینا بھی محال کر دیتا وہ خطرناک ایک سخت گیر' بے رحم و لالچی شخص تھا۔

"شکر ہے آپ کو میرے دل کی حالت کا احساس تو ہوا' میرے جذبوں کی کشش آپ تک پہنچی۔" وہ اٹھلا کر کچھ رنجیدگی کا ڈھونگ رچا کر بولی۔

"ماہ رخ! تم تو وہ شمع ہو جو ہر وقت ہمارے دل میں جلتی رہتی ہو۔" غفران احمر اس کے چہرے کے حسین نقوش کو دیکھتا ہوا گھائل لہجے میں بولا اس کی اندر کو دھنسی ہوئی چھوٹی چھوٹی سیاہ آنکھیں ماہ رخ کے چہرے کو اس طرح محویت سے تک رہی تھیں گویا وہ پہلی بار اس کو دیکھ رہا ہو۔

"تب ہی آپ اس شمع کو دوسروں کے دل روشن کرنے کے لیے......"

"نہیں نہیں...... ایسا مت کہو ماہ رخ!" اس کے انداز میں اچانک ہی اضطراب اتر آیا وہ بے قراری سے گویا ہوا۔

"بخدا! میں کچھ عرصے سے اپنا دل تمہاری طرف کھنچتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں' تم کسی کے پہلو میں ہوتی ہو یہ سوچ کر میرے بستر میں کانٹے ابھر آتے ہیں اور میں سو نہیں پاتا۔"

"اچھا پھر آپ مجھے کیوں کسی کے حوالہ کرنے جا رہے ہیں؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر تیکھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"آخری بار...... ہاں میں نے فیصلہ کر لیا ہے آخری بار تم جا رہی ہو پھر میں تم کو خود سے خواب میں بھی جدا نہیں کروں گا۔ تم میرے محل کی رانی تو پہلے ہی ہو اب میرے دل کی رانی بن کر رہو گی۔"

"خبیث بڈھے! ہر گاہک کے پاس چھوڑنے سے پہلے تو ایسی ہی چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے اور مطلب پورا ہونے کے بعد کسی چڑیا کی مانند اپنے اس سونے کے پنجرے میں بند کر کے نئے شکاری کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے نفرت سے سوچ رہی تھی۔

❀......❤✤❤......❀

پری کے شنی کے پاس جانے پر صباحت نے سکھ کا سانس لیا تھا کیونکہ وہ اس کو عادلہ کی راہ کی رکاوٹ سمجھتی تھیں۔ شیری کا پری میں انٹرسٹ ان سے چھپا نہیں تھا گو کہ عادلہ پوری پلاننگ سے شیری کے دل میں پری کے لیے شک کا بیج بو چکی تھی اور شیری کسی حد تک عادلہ کو امپورٹنس دینے لگا تھا مگر یہ بھی وہ جان چکی تھیں کہ شیری کے دل میں ابھی بھی پری کے لیے نرم گوشہ موجود ہے۔ وہ اسی خیال سے اماں کی الماری کی چابیاں نکال کر لے آئی تھیں کہ وہ کل کو عام سا سوٹ پہن کر تیار ہو اور عادلہ کے مقابلے میں ذرا اچھی نہ لگے مگر قسمت نے پری کا ساتھ دیا اور وہ ان کی سوچ سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی' ہر نگاہ اس کو سراہ رہی تھی اور خصوصاً طغرل کی محتاط محبت بھری نظریں' شیری کی نگاہوں میں بھری دیوانگی و جنون خیزی نے انہیں پری سے سخت بے زاری میں مبتلا کر دیا تھا اور آج پری کو نانی کے ہاں جانے کی اجازت انہوں نے خود اماں سے دلوائی تھی اور اس کے جانے کے بعد انہوں نے مسز عابدی سے ولیمے میں شرکت کا اصرار کیا اور شہریار بھی ان کے پرزور اصرار پر شرکت کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ عادلہ نے خوش ہو کر ماں کا گال چوما اور بولی۔

"آپ بہت اچھی ہیں مما! کمال کر دیا آپ نے' شیری کو راضی کر ہی لیا ورنہ مجھے تو وہ بہت نخرے دکھا رہا تھا' بہانے تراش رہا تھا نا آنے کے۔"

"تم اپنی ممی کو جانتی نہیں ہو میری جان! میں جو چاہتی ہوں وہ حاصل کر کے ہی رہتی ہوں۔" وہ بے حد خوش تھیں عادلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بے حد نازاں انداز میں گردن اکڑا کر گویا ہوئیں۔

"ان اکڑے ہوئے مردوں کی گردنیں ٹھکانے پر لانا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔"

"ممی! پھر یہ گٹس مجھے بھی سکھائیں نا۔"

"ہوں ہوں' کیوں نہیں' میرا ہنر میری بیٹیوں کے لیے ہی ہے۔ ابھی تو تم بھی پارلر جاؤ گی اور میں بھی' بعد میں آہستہ آہستہ سب سمجھا دوں گی' تم نے دیکھا فاخر نے عائزہ کو کتنا قیمتی طلائی سیٹ رونمائی میں دیا ہے کم از کم پانچ تولے کا تو ہوگا' اپنی بچی کی طرف سے میں جتنی فکر مند تھی' وہ اتنی ہی خوش نصیب نکلی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"گولڈ جیولری ہے ممی! فاخر بھائی چاہتے تو ڈائمنڈ جیولری دے سکتے تھے' اتنی ہائی لیول پوسٹ ہے پھر سیلری کتنی زبردست ہوگی۔"

"ہاں کہہ تو ٹھیک رہی ہو تم' ڈائمنڈز کی تو بات ہی الگ ہے' لوگوں کو بتانے میں بھی کتنا مزہ آتا ہے شاید فاخر کو یاد نہیں رہا ہوگا۔"

"ممی! ممانی جان نے منع کر دیا ہوگا وہ ابھی تک ان کو اپنے قابو میں کیے ہوئے ہیں اور پھر فاخر تو مجھے کچھ کنجوس ہی لگے ہیں۔" عادلہ نے آخری جملہ قدرے منہ بنا کر کہا۔

"ارے نہیں بھئی فاخر کنجوس ہرگز نہیں ہیں' ہاں بھابی جان نے منع کر دیا ہوگا ایک نمبر کی کنجوس و مکار عورت ہیں۔"

"چلیں اب تو ان سے جان چھوٹ رہی ہے فاخر بھائی عائزہ کی مٹھی میں ہوں گے' میں تو ان کے پیچھے ہی اسلام آباد روانہ ہو جاؤں گی وہاں سے پھر مری' بھوربن' نتھیا گلی وغیرہ کے وزٹ پر۔"

"ہاں بھئی سب دل کے ارمان نکالیں گے' فاخر تو اب ماں کو بھول ہی جائے گا' عائزہ کو دیکھنا کیسے گر سکھاتی ہوں اس کو قابو کرنے کے۔"

❁......♥✤♥......❁

"مما کس قدر کمزور ہو گئی ہیں آپ' کب سے بیمار ہیں اور آپ نے مجھے کال تک نہیں کی؟" وہ ان سے لپٹ کر رو دی تھی۔

"ارے اسی لیے آپ کو نہیں بلا رہی تھی تم پریشان ہو جاؤ گی' ہلکا سا بخار ہی تو ہے جلد ٹھیک ہو جائے گا۔" شنی نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"نانو آپ نے بھی کال نہیں کی مجھے؟"

"کال کی تھی میں نے کسی ملازمہ نے بتایا وہاں شادی ہے اور آپ شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھیں اس خیال سے کہ آپ ڈسٹرب ہوں گی' میں نے کال نہیں کی' آج شنی کی طبیعت زیادہ ہی گھبرائی تو کال کی آپ کو' کس کی شادی ہوئی ہے وہاں؟" عشرت جہاں اس کے قریب بیٹھ کر استفسار کرنے لگیں۔

"عائزہ کی شادی ہوئی تھی کل نانو! آج ولیمہ ہے۔"

"کل شادی ہوئی ہے لیکن آپ کے کسی بھی انداز سے نہیں لگ رہا آپ شادی والے گھر سے آئی ہیں' اتنی سادہ کے ہاتھوں میں مہندی تک نہیں لگی ہوئی ہے آپ کے۔" عشرت جہاں کے لہجے میں خاصی حیرانی و تعجب تھا' شنی بھی بیٹی کے چہرے سے مترشح ہونے والی بے چینی سے کچھ اخذ کرنے لگی تھیں اور پری سچ و جھوٹ کے دوراہے پر کھڑی اس تذبذب کا شکار تھی کہ کوئی ایسی سبیل نکل آئے جس سے اس کو جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے اور پورا سچ بھی ان کو بتانا نہ پڑے اور بات بھی بن جائے۔

"فیاض کے خاندان میں تو بہت دھوم دھام سے شادی کرنے کا رواج ہے اور پھر جس خاندان سے ان کی دوسری بیوی تعلق رکھتی ہے وہاں تو شو بازی کو بڑی اہمیت حاصل ہے پھر شادی اتنی سادگی سے کیوں ہوئی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی؟"

"ممی اتنی سادگی سے بھی شادی نہیں ہوئی ہوگی' جتنا آپ سمجھ رہی ہیں سب ہی رسمیں ادا کی گئی ہوں گی۔"

"اچھا...... مگر آپ پری کو دیکھ رہی ہیں ان کے مہندی تک نہیں لگی ہے ہاتھوں میں' ان کی تو بہن کی شادی تھی۔"

"شادی ایک ہفتے کے اندر بالکل اچانک ہی ہوئی ہے نانو! وہ دراصل فاخر بھائی کی پوسٹنگ اسلام آباد ہو گئی ہے اور ان کو فیملی کے ساتھ جانا تھا پھر اتفاق یہ ہوا کہ ان کی ممی پپا کا ویزا لگ گیا وہ کئی ممالک کے وزٹ کے بعد حج کی ادائیگی کے بعد پاکستان آئیں گے' انہوں نے پاپا سے بات کی اور پاپا بھی راضی ہو گئے' چند دنوں کے بعد وہ لوگ اسلام آباد شفٹ ہو جائیں گے۔" اس نے بے حد سوچ کر نانو کو تفصیل بتائی تھی' وہ بے حد غیور اور خوددار تھی۔

اس نے یہاں اور وہاں ایک توازن رکھا تھا' یہاں کی کوئی بات وہاں کسی سے شیئر نہ کرتی تھی' وہاں کی بات بھی وہ کسی سے نہیں کہتی تھی۔ فیاض کی مخدوش مالی حالت' سوتیلی ماں اور بہنوں کے ناروا سلوک اور عائزہ کی وہ تمام رسوا کن حرکتیں وہ اپنے سینے میں دفن کیے ہوئے تھی اس کی رسوائی اسے اپنی رسوائی اپنے پاپا کی رسوائی لگتی تھی' جس کا بھید وہ اپنی سگی ماں کو بھی نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اچھی بات ہے ان کی زندگی میں خوشیاں اسی طرح آئیں گی۔ ہراساں کرنے والی...... تھکا دینے والی۔ وہ خوشی کو بھی خوشی کی طرح نہیں منا سکیں گے' پہلے اس گھر میں دلہن بننے کا حق میری بیٹی کا تھا' پری اس گھر کی بڑی بیٹی ہے۔" شنی کے کمزور ناتواں لہجے میں ماؤں والا غم و غصہ در آیا تھا۔

"پلیز مما! اس طرح مت کہیں۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"کیوں نہ کہوں پری! آپ کے پاپا کو ہی آپ کا خیال نہیں ہے پھر بھلا کسی اور سے شکایت کیوں کی جائے؟ بہت جلد میں آپ کی شادی کروں گی اور فیاض کو بتاؤں گی' پری کی ماں ابھی زندہ ہے اس کو بیٹی کا خیال نہیں ہے تو نہ ہو میں آپ کی شادی......"

"آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں شادی کرنا چاہتی ہوں ممی؟" وہ ان کی بات کاٹ کر سرد مہری سے گویا ہوئی۔

"کیا مطلب؟" شنی کے ساتھ عشرت جہاں بھی چونک گئی تھیں۔

"میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی' یہ میرا فیصلہ ہے۔" اس کے انداز میں اتنی قطعیت و بے نیازی تھی کہ چند لمحے وہ کچھ کہہ ہی نہ سکیں پھر کچھ توقف کے بعد عشرت جہاں گویا ہوئیں۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ بیٹا! شادی تو ہر لڑکی کو کرنا پڑتی ہے' تنہا رہ کر زندگی کس طرح گزاری جا سکتی ہے' ہزار طرح کی مشکلات ہوتی ہیں زندگی میں آپ اس سوچ کو دل سے نکال دیں پری! جیون ساتھی کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔"

"بہت ساری خوشیوں کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے نانو! مجھے ادھوری زندگی گزارنے کی عادت ہو چکی ہے آپ میری فکر مت کریں' یہ بتائیں ڈنر میں کیا بنوا لیا ہے آپ نے؟" اس نے خوب صورتی سے موضوع بدلا تھا۔

"گرین کڑاہی اور موتی پلاؤ تیار کروا لیا ہے اور چکن اسٹیم ہو رہا ہے' خوبانی کا میٹھا اور آئس کریم ہے سویٹ ڈش میں' آج

ہم تینوں بھی آپ کے ساتھ پیٹ بھر کر کھانا کھائیں گے۔" عشرت جہاں نے بیٹی اور نواسی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

❀......❤ ✤ ❤......❀

غفران احمر جس شخص کے پاس اس کو چھوڑ کر گیا تھا اس پر نگاہ پڑتے ہی وہ پتھر کی ہو گئی تھی پہلے اس کی آنکھوں میں حیرت کے رنگ ابھرے تھے پھر ان میں غصے کی آگ دہکنے لگی تھی دوسری طرف بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھور رہے تھے دونوں کے چہرے مختلف جذبات کے عکاس تھے۔

"یہ اصلیت ہے تمہاری دولت تمہاری سب سے بڑی کمزوری تھی یا اس طرح مردوں کے ہاتھوں کھلونا بننا ہی تم کو پسند تھا تو کس لیے میری طرف بڑھی تھیں...... کیوں محبت کا ڈھونگ رچایا تھا؟ یہ سب تو میں تم کو اس وقت بھی دے سکتا تھا۔" محبت کی شیرینی میں ڈوبا لہجہ جو کبھی بے حد گداز ہوا کرتا تھا اس وقت اس میں بلا کی ترشی و نفرت سے سختی ابھر آئی تھی۔

"میری اصلیت تمہاری وجہ سے بدل کر رہ گئی ہے اعوان! مجھ پر الزام لگانے سے قبل اپنے گریبان میں بھی جھانکو اور دیکھو تم کیا ہو۔ مجھے کھلونا تمہاری بے وفائی نے بنایا ہے تم نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا تمہارے دھوکے و فریب نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔" وہ اس سے زیادہ دبنگ لہجے میں غرائی۔

"شٹ اپ...... جسٹ شٹ اپ فریب دے کر مجھ سے کہتی ہو میں نے تم کو یہاں تک پہنچایا ہے؟ ہونہہ یہ کیوں نہیں کہتیں تم وہ عورت ہی نہیں ہو جو ایک مرد کے ساتھ گزارا کر سکے۔ تم کو اپنے حسن کی داد ہزاروں مردوں سے چاہیے تھی۔"

"اعوان......!" وہ اپنی توہین و ذلت پر کراہ اٹھی تھی۔

"مت لو اپنی ناپاک زبان سے میرا نام جاپان جا کر میں نے تم سے کتنا رابطہ کرنے کی کوشش کی کس قدر پریشان و فکر مند رہا جب بھی ساحر سے کہا تم سے بات کرانے کو پہلے وہ ٹالتا رہا بہانے بناتا رہا تمہارے نہ ملنے کے ملاقات نہ ہونے کے پھر میں نے اس سے سختی سے کہا تو اس نے بتایا......" بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا وہ چپ ہو کر اپنے جذبات پر قابو پانے لگا۔

ساحر خان کے نام پر ماہ رخ بھی دم بخود تھی ایک عرصے بعد بالکل غیر متوقع طور پر اعوان کو سامنے دیکھ کر پہلے تو وہ اپنی بصارت پر یقین ہی نہ کر پائی تھی اور جب یقین ہوا تو نفرت و غصے کا لاوا اس کے اندر بھڑک اٹھا تھا۔

اعوان سے ملاقات کا وہ خیال ہی دل سے نکال بیٹھی تھی اور اب اس سے سامنا ہوا بھی تو وہ بھی کس انداز میں۔ کل تک وہ اس کی محبوبہ تھی اور آج ایک فاحشہ...... پھر وہ اس کی کس بے وفائی و ہرجائی پن کا ذکر کر رہا تھا؟ اعوان کو اپنے جذبات پر قابو پانے میں چند لمحے لگے تھے۔

"تم نے اس سے محبت کرنی چاہی تھی مجھے اس کی بات پر یقین نہیں آیا بہت بگڑا میں اس پر بے نقط سنائی اس کو۔ وہ چپ چاپ سنتا رہا تھا میں نے اس کو کال کرنا چھوڑ دی مگر میرا دل کسی طرح یہ ماننے کو تیار نہ ہوا کہ تم بے وفا نکلو گی میرے ہزار ہا کہنے کے باوجود تم نے اپنا رابطہ نمبر نہیں دیا تھا ان دنوں میں ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہا تھا سمجھ نہیں آ رہا تھا تم سے کس طرح رابطہ کروں؟ اس بے چینی و اضطراب میں میں نے بزنس کی بھی پروا نہ کی اور سب چھوڑ کر جاپان سے واپس آنے کی تیاری کے دوران ایکسیڈنٹ ہو گیا اور میں ٹانگ میں فریکچر ہونے کے باعث کئی ماہ اسپتال میں گزارنے پر مجبور ہو گیا تھا تب ہی وہاں جا کر مجھے ساحر نے یہ بتایا تم کسی شیخ کے ساتھ گھر سے فرار ہو کر یہاں آ گئی ہو۔"

"ساحر نے تم کو یہ سب بتایا اور تم نے یقین کر لیا اس کی باتوں کا؟"

"ہوں یقین نہ کرنے کی وجہ؟ آج تم کہاں اور کس حیثیت سے میرے سامنے کھڑی ہو پھر ساحر کے دیئے ہوئے ایڈریس پر پاکستان واپسی پر میں تمہارے گھر بھی گیا تھا وہاں جا کر کسی شک و شبہے کی گنجائش ہی نہ رہی تھی تمہارا کردار تمہارا اخلاق اور جھوٹ در جھوٹ کا وہ بھیانک سچ ساحر کی کہی گئی ہر ہر بات پر حق و صداقت کی مہر از خود ہی لگاتا چلا گیا۔ ساحر نے کہا تم جھوٹی ہو میں نے یقین نہیں کیا اس نے تمہاری بے وفائی کی قسمیں کھائیں میں جھٹلاتا رہا اس نے تمہاری بدچلنی بدکرداری دولت پر مرمٹنے کے ثبوت پیش کیے میں تمہاری محبت کے نشے میں اتنا مست تھا کہ اس کی بات پر یقین کرنے کے بجائے اس

کا دشمن بن گیا' اس کو جان سے مارنے کی کوشش کی مگر وہ خوش قسمتی سے میرے ریوالور سے نکلی گولی سے بچ نکلا تھا۔" اس کے لفظ لفظ سے زہر ٹپک رہا تھا وہ اندر سے بری طرح گھائل تھا۔

"تمہارا کچا پکا گھر دیکھا تو ساحر کے پہلے سچ کی تصدیق ہوئی پھر تمہارا کزن' جو تمہارا فیانسی بھی تھا گلفام اس سے ملاقات ہوئی وہ بے حد شریف و غیور بندہ تھا شروع میں کچھ بھی بتانے کو راضی نہ تھا پھر میں نے اس کو اپنا درد دل سنایا تو اس نے اپنی زبان کھولی اور بتایا کہ تم ایک رات بنا بتائے خاموشی سے گھر چھوڑ کر جا چکی ہو' کہاں گئی ہو اور کس کے ساتھ یہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔" گلفام کے نام پر اس کے دل میں کہرام برپا ہوا تھا اور گھر والوں کی یاد نے کچھ اس طرح غلبہ کیا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔

❁......♥❖♥......❁

اس دن کچن میں جو بات پری نے کی تھی کہ "آپ کو کیا معلوم حقیقت کیا ہے؟" اس کے لرزتے کانپتے لہجے میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جس بات کو وہ بھی آسٹریلیا سے واپسی پر محسوس کر رہا تھا مگر اس کی گہرائی میں نہ جا سکا تھا' پری کے محتاط لہجے نے اس کو بہت کچھ سمجھایا تھا' پری کو گئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اس ایک ہفتے میں اس نے زیادہ ٹائم گھر پر گزارا تو اس کو محسوس ہوا گھر کے مالی حالات بہت خستہ ہیں۔ صباحت اور عادلہ فراخدلی سے پیسہ لٹانے کی عادی تھیں چچا کی گنجائش سے زیادہ ان کی فضول خرچیاں تھیں۔

گھر میں خیرون اور دوسرا ملازم چوکیدار تھا حالانکہ اس سے قبل اس نے ملازمین کی خاصی تعداد دیکھی تھی جواب گھٹ کر دو رہ گئی تھی وہ حالات سے بے خبر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے دادی جان کو ایک بڑی رقم اکثر و بیشتر دیتا رہتا تھا ایسا کر کے اس کو بے حد سکون ملتا تھا' اس نے تہیہ کر لیا گھر کے تمام اخراجات کی ذمہ داری وہ خود لے گا اور اس کے لیے اس کو دادی کی حمایت چاہیے تھی تا کہ چچا جان کو معلوم نہ ہو سکے ورنہ وہ جانتا تھا چچا کی خودداری ایسا نہیں ہونے دے گی۔ وہ اندر جانا ہی چاہتا تھا کہ اندر سے آتی صباحت کی آواز سن کر رک گیا۔

"آپ پری کو واپس بلوائیں اماں جان! وہ وہاں جا کر بیٹھ گئی ہے اور آنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے' یہاں مجھ سے اتنا کام نہیں ہوتا ہے۔" ان کے انداز میں بے زاری و جھلاہٹ تھی۔

"اپنے ساتھ عادلہ کو بھی کام میں لگا لیا کرو پھر سارا کام تم پر ہی تو نہیں ہے خیرون بھی لگی رہتی ہے کام میں۔"

"واہ اماں جان عادلہ کی بھی خوب کہی آپ نے وہ اگر کام کرنے والی ہوتی تو میں کیوں پری کو بلانے کا کہتی پھر خیرون کے کام کے بھی کیا کہنے...... وہ تو ایک نمبر کی ہڈ حرام ہے سر پر سوار ہو تو کام کرتی ہے ذرا نگاہ بچی اور اس نے کام سے جان چھڑائی اور اپنے گھر کی راہ لی۔" وہ ان کی بات سنتا کمرے میں داخل ہوتا ہوا گویا ہوا۔

"دو تین ملازم اور رکھ لیجیے آنٹی! کیوں ٹینشن لے رہی ہیں آپ؟"

"آپ کے چچا جان کو یہ سب پیسے کا ضیاع لگتا ہے حالانکہ اب تو مڈل کلاس لوگوں کے بھی کئی کئی نوکر ہوتے ہیں اور فیاض ہیں جو بڑے بزنس مین ہو کر بھی دل کے بے حد غریب ہیں۔" انہوں نے طنزیہ مسکراہٹ سے جواب دیا تھا۔ طغرل اماں جان کے قریب بیٹھ گیا اماں سروتے سے چھالیہ کاٹتے ہوئے بڑبڑانے لگی تھیں۔

"پری تمہاری خادمہ نہیں ہے عادلہ کو بھی کچھ سکھاؤ' کام کرے گی تو اس کو کام کرنا بھی آئے گا یوں کہو کہ تم نے بیٹیوں کو کچھ سکھانے کی سعی نہ کی اور آج بڑے فخر سے کہہ رہی ہو اسے کام کرنا نہیں آتا ہے۔"

"آنٹی آپ فکر مت کریں اس ہفتے میں نئے ملازم آ جائیں گے اور آپ کو ریسٹ مل جائے گا' میں آج ہی نیوز پیپر میں اشتہار دے دوں گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"نہیں آپ کیوں ملازم رکھیں گے طغرل! فیاض پسند نہیں کریں گے اس بات کو' آپ اشتہار مت دینا' گزارا ہو رہا ہے۔" صباحت فیاض کے خوف سے مرے مرے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"میں چچا جان سے خود بات کروں گا' ان کو میری بات ماننی ہو گی میں فیملی ممبر ہوں اور اپنی مرضی سے جو چاہوں گھر کی

بہتری کے لیے کرنے کا مجھے حق ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوا۔

"میں تو اس معاملے میں بولنے کی جرأت نہیں کر سکتی بیٹا! یہ آپ کا اور فیاض کا معاملہ ہے آپ خود ہی ان سے بات کیجیے گا۔" صباحت کو طغرل کا قطعیت بھرا انداز خوب بھایا تھا ویسے بھی ان کے سر سے بلا ٹلی تھی وہ گھر کی ذمہ داری سے بھاگتی تھیں۔

"ایسا خیال دل سے نکال دو بیٹا!" دادی نے پان کھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں دادی جان! یہاں ہر بات کو اپنی انا کا مسئلہ کیوں بنا لیا جاتا ہے؟ اپنوں سے بھی غیریت کیوں برتی جانے لگی ہے؟ کیا ہو جائے گا اگر میں اپنی مرضی سے گھر کے لیے کچھ کر دوں تو برا ماننے والی کیا بات ہے؟" وہ جز بز لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے مگر لوگ کیا کہیں گے۔"

"مائی فٹ! دادی جان مجھے لوگوں کی نہیں آپ کی پروا ہے اور میں آپ میں سے کسی کو بھی پریشان نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے ان کے شانے پر سر رکھتے ہوئے لاڈ سے کہا تھا اس کی محبت نے دادی کے روشن چہرے کو مزید روشن کر دیا تھا صباحت کے چہرے پر لمحے بھر کو حاسدانہ رنگ آ کر غائب ہوا وہ سمجھ گئیں طغرل یہ سب پری کی خاطر کر رہا ہے اس کی مہربانیاں پری کے لیے ہیں۔

"میں عائزہ کو لینے جا رہی ہوں وہ کئی دنوں سے آئی نہیں ہے چند دن رکنے کے لیے لاؤں گی' اسے بھابی نے بھیجا ہی نہیں ہے۔"

"سنو! فاخرہ اپنی مرضی سے بھیجے تو عائزہ کو لانا' زبردستی مت کرنا' اس طرح دلوں میں فرق آ جاتا ہے پھر بیٹیاں اپنے گھروں میں خوش رہیں تو اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہے۔" ان کے تیور بھانپتے ہوئے اماں نے ناصحانہ انداز میں کہا صباحت منہ سے کچھ نہیں بولی گردن اثبات میں ہلاتی ہوئیں چلی گئی تھیں۔

"میری بات کان کھول کر سن لو طغرل! یہاں جو ہو رہا ہے وہ ہونے دو' تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے پیسہ لٹانے کی' ان ماں بیٹیوں نے فیاض کو کنگال کر کے رکھ دیا ہے' دیکھ رہے ہو اس کا حال؟" صباحت کے جاتے ہی وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"پہلے آپ مجھے یہ بتائیں چچا جان کے بزنس کو کیا ہوا ہے؟ کب سے ایسے حالات ہیں کہ ملازم تک کی چھٹی کر دی گئی ہے اور چچا جان ہی کیا آپ نے بھی مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ کچھ بتا سکیں۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے افسردہ و یاسیت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"دل پر کیوں لے رہے ہو بیٹا یہ آزمائش ہوتی ہے بندے کی۔" انہوں نے اس کو سیریس دیکھ کر مسکراتے ہوئے ٹالنے کی سعی کی۔

"ایسی بات مت کریں دادی جان' آپ نے دکھی کیا ہے مجھے۔ فخر تھا مجھے آپ کی محبت پر نازاں تھا کہ آپ مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتیں اور آپ نے گھر کے حالات کی بھنک تک نہیں پڑنے دی مجھے۔"

"ارے کیا اول فول بکے جا رہے ہو اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے کاروبار میں نفع و نقصان تو چلتا ہی رہتا ہے اب اس کا کیا ہر کسی سے کہنا سننا' کچھ دنوں میں سب ٹھیک ہو جائے گا پھر تم فیاض کی خصلت سے واقف نہیں ہو وہ بہت خوددار اور انا پرست ہے کسی سے بھی ایسے معاملے میں ذرا بھی مدد قبول نہیں کرے گا۔"

"کسی سے کیا مراد دادی جان! میں ڈیڈی یا بھائی ان کے سگے ہیں' ہم سے پرابلمز شیئر کرتے ہوئے ان کو کوئی جھجک محسوس نہیں ہونی چاہیے اپنے ہی اگر مشکل وقت پر کام نہ آئیں تو اپنوں کا نہ ہونا بہتر ہے۔" دادی نے اس کو غور سے دیکھا اور سر پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت سے بولیں۔

"اب ناراض مت ہو میں کوئی موقع دیکھ کر فیاض کو سمجھاؤں گی چلو غصہ تھوک دو میرے بچے ان تمام معاملات کی خبر فراز اور طلعت کو مت دینا وہ پریشان ہوں گے۔" وہ نرمی سے سمجھانے لگی تھیں۔

"وہ کیوں پریشان ہوں گے دادی جان بلکہ وہ سپورٹ کریں گے۔" اس نے الٹا ان کو ہی سمجھانے کی سعی کی۔

"سمجھا کرو بیٹے! فیاض کی خودداری کا ہی کچھ خیال کرو میرے بچے! وہ نظریں نہیں ملا پائے گا۔" پھر گہری سانس لے کر لہجے میں بولیں۔

"عائزہ نے پہلے ہی اسے کمزور کرڈالا ہے اس کا دکھ لے کر وہ اندر ہی اندر سلگ رہا ہے گھر میں ہوتے ہوئے بھی اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا' عجیب خاموشی کی مہر لگ گئی ہے اس کے ہونٹوں پر۔"

"اچھا میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے ڈیڈی اور بھائی کو کچھ نہیں بتاؤں گا مگر دادی جان! آپ کی دعاؤں سے آپ کے اس بچے کو بھی اللہ نے اتنا نوازا ہے کہ میں چچا جان کو سپورٹ کرسکتا ہوں۔"

"اللہ تم کو اور زیادہ دے میرے بچے!" انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر کہا۔

"آپ کی دعائیں چاہئیں دادی جان مجھے۔" وہ ان کے ہاتھ چوم کر عقیدت مندی سے گویا ہوا تھا۔

"سدا کامیاب وکامران رہو جگ جگ جیو میرے لال۔"

"وہ آپ کی لاڈلی' دلاری آپ کو بھول کر وہاں سکون سے بیٹھ گئی ہے اس کا واپسی کا ارادہ نہیں ہے۔" وہ شدت سے اس کی کمی محسوس کررہا تھا۔

"اس بار تو وہ خاصی مدت کے بعد گئی ہے پھر اس کی ماں کی طبیعت بھی خراب ہے اس وجہ سے میں نے کہہ دیا ہے ماں کی طبیعت بہتر ہونے کے بعد بھی واپس آئے۔" وہ پاندان سائیڈ ٹیبل پر رکھتی گویا ہوئیں۔

"کیا ہوا ہے آنٹی کو؟"

"یہ میں نے نہیں پوچھا' بھلا کس منہ سے مثنیٰ کی خیریت پوچھ سکتی ہوں' میری وجہ سے ہی تو وہ اس گھر سے نکالی گئی تھی۔" ان کا لہجہ آزردگی و پشیمانی سے لبریز تھا۔

"یہ سب پرانی باتیں ہوچکی ہیں دادی جان! جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو جو ہونا تھا وہ ہوگیا لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بھلائے نہیں بھولتیں' خاندان کی عزت و مرتبے ایسی باتوں سے داغ دار ہوجاتے ہیں' اب دیکھ لو آصفہ اور عامرہ کی بیٹیوں کے رشتے اچھے لوگوں کے ہاں سے نہیں آتے' بچیوں کی عمریں شادیوں کی ہوگئی ہیں۔"

"ان کا ان باتوں سے کیا لین دین یہ تو چچا جان کا معاملہ تھا۔"

"آہ......! جو کرتا ہے وہ بھرتا بھی ہے سچ تو یہ ہے مثنیٰ کو طلاق دلانے میں آصفہ اور عامرہ کا ہاتھ تھا اور اب وقت ان سے بدلہ لے رہا ہے' ان کو بھی احساس ہوگیا ہے اپنی غلطی کا تب ہی تو پری کی محبت ان کے دل میں امڈ آئی ہے تم نے دیکھا نہیں کس طرح وہ پری کے آگے پیچھے تھیں ورنہ پری کی پرچھائیں سے بھی چڑتی تھیں۔"

❂......❤❖❤......❂

"شیری......شیری' کہاں گم رہنے لگے ہیں آپ؟" مسز عابدی اس کو پکارتی ہوئیں روم میں آئی تھیں وہ خاموش بیٹھا ہوا فانوس کو تک رہا تھا اس کے انداز میں وحشت آمیز بے گانگی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھیں۔

"شیری! کیا ہوا ہے آپ کو یہ کیا حالت بنا رکھی ہے طبیعت تو ٹھیک ہے میری جان۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے گویا ہوئی تھیں جب کہ شیری اسی طرح بیٹھا رہا نہ ماں کے احترام میں اٹھا نہ ہی رخ بدلا تھا۔ عجیب بیگانگی تھی اس کے انداز میں گویا وہ سوچنے سمجھنے سے عاری ہو۔

"میں ٹھیک ہوں' کیا ہوگا مجھے مما۔"

"آپ ٹھیک نہیں ہیں' کوئی ڈپریشن ہے؟"

"کیا آپ دور کرسکتی ہیں میرے ڈپریشن؟" وہ جھنجلا کر گویا ہوا۔

"ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں ابھی۔" وہ سراسیمہ ہوکر اٹھیں۔

"بیٹھ جائیں مما! مجھے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔"
"لیکن آپ کی کنڈیشن نارمل نہیں ہے شیری میں تو آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ فیاض بھائی کے ہاں چلتے ہیں' عائزہ کی شادی کے بعد سے ایک بار بھی وہاں جانا نہیں ہوا صباحت بھابی کی آج بھی کال آئی تھی وہ بہت یاد کررہی ہیں۔" انہوں نے بیٹھ کر اپنے آنے کی غرض بیان کی۔
"ریڈی ہوجائیں آپ' میں چینج کرکے آتا ہوں پانچ منٹ میں۔" پری کی طرف جانے کا سن کر اس کا چہرا کھل اٹھا تھا۔
نامعلوم وہ کیسے عشق میں گرفتار ہوگیا تھا پری کے متعلق سب کچھ جان کر بھی وہ چند دنوں تک اس سے نفرت کرتا رہا تھا پھر وہ نفرت از خود ہی شیشے پر گری گرد کی طرح صاف ہوگئی تھی۔ وہ اس سے جتنا دور بھاگتی تھی دل اس کی طرف اتنا ہی بڑھتا تھا' عائزہ کے ولیمے میں صرف اس کی موہنی صورت دیکھنے کی خاطر ہی وہ صباحت سے ہامی بھر بیٹھا تھا اور وہاں پری کو نہ پاکر اس کا موڈ اس قدر آف ہوا کہ وہ عادلہ کی بے حد منت وسماجت کے باوجود ڈنر سے پہلے ہی گھر آ گیا اور تب سے اس کا موڈ اتنا خراب تھا کہ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہنے لگا تھا۔ آفس بھی نہیں جارہا تھا اس کے موڈ سے سب ہی واقف تھے اس لیے کسی نے بھی اس کو نہیں کہا تھا ویسے بھی وہ بہت اکھڑ مزاج وتند خو طبیعت کا مالک تھا' غیروں میں طویل عرصہ گزارنے کے بعد وہ روڈ ہوگیا تھا' کوئی بات مرضی کے خلاف ہوجائے تو سامنے والے کی بے عزتی کرنے میں لحہ نہیں لگاتا تھا خواہ سامنے اس کے مما پپا کیوں نہ ہوں' کوئی اس کی زندگی میں مداخلت نہ کرتا تھا ماسوائے اس کی مما کے جو ممتا کے ہاتھوں مجبور ہوکے اکلوتے بیٹے کے پاس چلی آتی تھیں۔
"ویری گڈ! وہاں جانے کا سن کر تو آپ بالکل فریش ہوگئے ہیں' کیا خیال ہے پھر میں آج ہی بھابی سے آپ کے پروپوزل کا کہہ آؤں؟" مسز عابدی ایک دم خوش ہوکر شرارتی لہجے میں گویا ہوئیں۔
"ابھی نہیں مما! ابھی مجھے کچھ وقت چاہیے ٹائم آنے پر میں آپ سے خود کہہ دوں گا آپ فکر نہیں کریں۔"
"میں کہتی ہوں نیک کام میں دیر کرنا مناسب نہیں ہے۔" انہوں نے قدرے سنجیدگی سے کہا تھا۔
"مگر پہلے آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا' کس کو پروپوز کریں گے پری کو یا عادلہ کو؟" ان کی بات پر وہ چونک کر گویا ہوا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا مما؟ عادلہ کا نام کیوں لے رہی ہیں آپ؟"
"عادلہ کی آپ میں بڑھتی ہوئی دلچسپی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے پھر آپ بھی اس کو امپورٹنس دے رہے ہیں۔"
"لیکن مما وہ کوئی اسپیشلی امپورٹنس نہیں ہے وہ میری ایسی ہی فرینڈ ہے جس طرح میری اور فرینڈز ہیں' میں اس سے محبت نہیں کرتا۔"
"لیکن عادلہ تو آپ کی فرینڈ شپ کو کوئی اور ہی نام دے بیٹھی ہے اور یہ ہمارے لیے پرابلم ہوجائے گی۔" وہ فکر مندی سے گویا ہوئیں کہ وہ صباحت وعادلہ کے مزاج کو سمجھنے لگی تھیں صباحت کی آؤ بھگت کے معنی وہ جانتی تھیں۔
"مجھے پرابلمز کو حل کرنا آتا ہے ابھی آپ کچھ نہ کہیں ان سے۔"

❁......❤❖❤......❁

ثمنی کی طبیعت بیٹی کی تیمارداری سے چند دنوں میں ہی بہتر ہوگئی تھی ان کے چہرے کی زردیاں سرخیوں میں بدل رہی تھیں پری بھی ان سے برسوں کی خفگی وشکایتیں فراموش کرکے دل سے ان کے قریب ہوگئی تھی' ویسے بھی ان دنوں صباحت کے سوتیلے رویے نے اس کو اس قدر دلبرداشتہ کیا تھا کہ وہ ماں کے پہلو میں آ کر سکون محسوس کررہی تھی۔
صفدر جمال نے بھی اس کو بیٹی تسلیم کرلیا تھا اور جب سگے وسوتیلے کی کدورت نکل جاتی ہے تو رشتے مضبوط ویاکیزہ ہوجاتے ہیں وہ اس کا خیال باپ کی طرح رکھ رہے تھے پری نے بھی ان کی شفقت کا جواب محبت سے دیا تھا گھر گویا جنت بن گیا تھا۔
اس ہفتے میں ان چاروں نے کئی بار پکنک منائی تھی ہوٹلنگ کی تھی وہ پہلی بار دل کھول کر ہنسی تھی۔ پہلی بار اس کا دل یہاں سے واپس جانے کو نہیں چاہ رہا تھا' دادی جان نے کئی دفعہ کال کرکیں دبے دبے لفظوں میں واپس آنے کو کہا وہ ٹالتی رہی' بہانے

بناتی رہی وہ کال طغرل نے بھی کی تھیں وہ دادی کی بے قراری کے قصے سنا رہا تھا ان کی بے کلی بیان کررہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ درحقیقت وہ اپنے دل کی بے چینی ظاہر کررہا تھا اس کی بھاری آواز میں ایک ایسی آنچ تھی جو اس کے دل کو بھی دھیرے دھیرے سلگانے لگی تھی۔ وہ اس آگ میں جلنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جس طرح اس کی محبت کو ٹھکراتی رہی تھی آئندہ بھی اس سے دگنی شدت سے ان جذبوں کو کچلنے کا ارادہ کرچکی تھی۔
اس دن صبح سے ہی موسم ابرآلود تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں' سورج گہرے سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا' ہر سو سناٹا طاری تھا نانو کے گھر میں ویسے بھی خاموشی طاری رہتی تھی کہ نانو کی عادت آہستہ لہجے میں بات کرنے کی تھی تو ثمنی ان سے بھی زیادہ دھیمے لہجے کی عادی تھیں۔ ایسے ابرآلود موسم میں ویسے بھی ایک عجیب ہی خاموشی ہوتی ہے اور ایسی خاموشی سے وہ گھبرائی تھی' اس کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اس نے دادی کے پاس جانے کا سوچا اور اجازت لینے کے لیے مما کے کمرے میں جانا ہی چاہتی تھی کہ ملازمہ نے آ کر نانو کا پیغام دیا کہ وہ بلا رہی ہیں۔
وہ دوپٹہ درست کرتی لاؤنج میں چلی آئی اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا تھا مما کے قریب صوفے پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر اسے دھوکے کا گمان ہوا۔
"ارے وہاں کیوں رک گئیں پری! یہ طغرل آپ کو لینے کے لیے آئے ہیں۔" مما نے بے حد خوشی سے طغرل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا بلو جینز اور گرے لائنز والی شرٹ میں ملبوس وہ بے حد مؤدب انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا' سینٹرل ٹیبل پر اس کے لائے گئے خوب صورت بکے رکھے ہوئے تھے۔
"السلام علیکم! طغرل بھائی......" وہ ایک دم دل کی بدلتی کیفیت پر حیران سی نانو کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔
"دادی جان نے بلایا ہے' چل رہی ہو نا تم؟" وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے خاصا مؤدب دکھائی دے رہا تھا۔
"جی ہاں میں ابھی خود مما اور نانو سے اجازت لینے آ رہی تھی۔" اس نے گردن جھکائے جھکائے جواب دیا تھا۔
"آپ کی مرضی ہے پری! اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو ہم آپ کو روکیں گے نہیں مگر ڈنر کیے بغیر جانے نہیں دیں گے۔" عشرت جہاں نے پری کے بعد طغرل کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا' ان کی نگاہوں میں اس کے لیے خاصی پسندیدگی ابھری تھی۔
"جی مما! آپ کھانا لگوائیں' طغرل فرسٹ ٹائم یہاں آئے ہیں پھر بھلا ڈنر کیے بنا کس طرح جانے دیا جائے گا ان کو۔"
"شکریہ آنٹی! لیکن مجھے پہلے ہی دیر ہوچکی ہے' پارس کو دادی جان کے ہاں ڈراپ کرکے مجھے میٹنگ میں جانا ہے' موسم خراب ہے کبھی بھی بارش ہوسکتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے معذرت کی تھی۔
"ملازمہ منٹوں میں کھانا لگاتی ہے آپ کو دیر نہیں ہوگی۔" عشرت جہاں نے اتنے پیار بھرے اصرار سے کہا تھا وہ پھر انکار نہ کرسکا۔
کھانے کے دوران ثمنی طغرل کے بچپن کے قصے سناتی رہیں جس کو وہ مسکرا کر سنتا رہا تھا اس کی پرشوق نگاہیں گاہے بگاہے پری کے چہرے کی جانب اٹھ رہی تھیں وہ چپ چاپ پلیٹ پر جھکی ہوئی تھی۔
ثمنی اور عشرت جہاں کی زیرک نگاہوں سے اس کی بولتی نگاہوں کا محور مخفی نہ رہ سکا تھا ان کی نگاہوں میں اطمینان بھی تھا اور تفکر بھی۔ جب وہ ڈنر سے فارغ ہوئے تو ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی تھی۔ طغرل نے فوراً ہی جانے کی اجازت چاہی تھی۔
"کہیں ایسا نہ ہو راستے میں بارش تیز ہوجائے' رک جائیں بیٹا!" ثمنی نے کھڑکی سے گرتی بوندوں کو دیکھ کر کہا۔
"ہم گھر پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ! آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ پُراعتماد لہجے میں بولا وہ دونوں انہیں رخصت کرنے گیٹ تک آئی تھیں پری خاصی دیر تک ان کے سینے سے لگی رہی تھی۔
"کیسا سونا ہوگیا گھر پری کے جانے کے بعد' کتنی رونق تھی اس کے دم سے۔" عشرت جہاں اندر آتے ہوئے اداسی سے گویا ہوئیں۔
"ٹھیک کہہ رہی ہیں ممی آپ پہلی بار اس نے مجھے اپنے ہونے کا احساس دلا کر زندگی کے قریب کردیا ہے' میری دعا ہے وہ

ہمیشہ خوش رہے اس کے نصیب میں لاکھوں خوشیاں ہوں آمین۔"

❁......♥❖♥......❁

ہلکی ہلکی بوندا باندی جاری تھی ونڈ اسکرین کو وائپرز تیزی سے صاف کر رہے تھے' سڑک پر اکا دکا گاڑیاں رواں دواں تھیں۔ طغرل خلاف عادت خاموشی سے کار چلا رہا تھا اس کے وجیہہ چہرے پر سنجیدگی تھی کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کچھ دیر قبل وہ باتیں بنا تا و مسکرا تا رہا تھا' پری کو اس کی یہ خاموشی وحشت زدہ کرنے لگی۔

"دادی جان کی طبیعت کیسی ہے...... وہ اپنی میڈیسن ٹائم پر لے رہی تھیں؟" اس نے خاموشی کو توڑنے کے لیے پہل کی۔

"دادی جان کی طبیعت کی تم کو کیا پروا...... وہ دوا ٹائم پر لیں یا نہ لیں اس سے تم کو کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ دیکھے بنا درشت لہجے میں بولا۔ "تم اپنی دنیا میں مگن رہو تم کو ان کی پروا کیوں ہونے لگی۔"

"ارے ابھی تو آپ بالکل ٹھیک تھے' مزے سے مما اور نانو سے باتیں کر رہے تھے پھر یہ اچانک ہی کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ حیرانی سے تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم سے تو نہیں کر رہا تھا نا......" اس نے لٹھ مار انداز میں جواب دیا۔

"ہاں ہاں مجھ سے کیوں کریں گے ہنس کر باتیں' میں تو صرف آپ کی جلی کٹی باتیں سننے کے لیے ہی رہ گئی ہوں یا بُرے برتاؤ کے لیے اور آپ کو آتا ہی کیا ہے اس کے علاوہ۔" وہ بھی بری طرح تپ کر بولی تھی طغرل نے اس کی طرف دیکھا اور روڈ کے درمیان میں ہی کار روک دی۔

"اب یہ کیا حرکت ہے...... کیا چاہتے ہیں آپ طغرل بھائی؟"

"بہت تڑپایا ہے تم نے مجھے پری۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ "خود یہاں آکر بیٹھ گئیں اور وہاں اپنی یادیں میرے پاس چھوڑ آئیں' بتاؤ تم کو اب کیا سزا دوں؟" وہ ایک جذب کے عالم میں تھا اس کی آنکھوں میں ہوشربا چمک تھی۔

اس کے چہرے پر جذبوں کی سرخی تھی' نگاہوں میں چراغ سے جل رہے تھے۔ پری دم بخود سی ہو گئی اس کا دل بغاوت پر آمادہ تھا' وہ خیالوں میں رہنے والی کوئی کمزور سی لڑکی ہوتی تو بہک جاتی کہ موسم بھی بھیگا بھیگا خمار لیے ہوئے جذبوں کو بے قابو کرنے والا تھا پھر اس شخص کی مہکی مہکی قربت و دیوانگی وہ کوئی عام شخص نہ تھا' صنف مخالف اس کو حاصل کرنے کی چاہ کرتی تھی اور وہ اس کی چاہ میں مبتلا تھا اس کو حاصلِ زندگی سمجھ کر اس کو حال دل سنا رہا تھا مگر وہ اس کے جذبوں کی پذیرائی کو تیار نہ تھی۔

"مجھے ایسی باتیں بالکل بھی پسند نہیں ہیں' کتنی مرتبہ آپ سے کہہ چکی ہوں مجھ سے ایسا بھونڈا مذاق بالکل مت کیا کریں۔" اس نے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پلیز آپ کار چلائیں بارش تیز ہوتی جا رہی ہے' گھر پر دادی جان پریشان ہو رہی ہوں گی' بہت دیر ہو گئی ہے۔" پری کی کسی بات کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا وہ اسی طرح اسٹیئرنگ پر چہرا رکھے اس کو دیکھتا رہا' یک ٹک بنا پلکیں جھپکائے۔

"پلیز طغرل بھائی پریشان مت کریں۔"

"پہلے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو...... کیا تم مجھ سے پیار نہیں کرتیں؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

کانچ کو خالص ہیرا سمجھے، ساری بھول ہماری تھی
اک صحرا کو دریا سمجھے، ساری بھول ہماری تھی
کتنی خوش فہمی تھی ہم کو، ان کی نہ کو ہاں گردانا
وہ کیا بولے ہم کیا سمجھے، ساری بھول ہماری تھی

"مجھے زندگی کا کوئی رنگ و حسن، کوئی دلکشی و رعنائی متاثر نہیں کرسکتی، کوئی خوشبو و مہک اپنے طلسم میں جکڑ نہیں سکتی۔ کوئی خواب و احساس بے خود نہیں کرسکتا اور کوئی کیف و سرور مدہوش نہیں کرسکتا کیونکہ اس دنیا کی کوئی شے میرے لیے نئی اور اجنبی نہیں ہے۔"

وہ جو کوئی بھی تھا اپنی اس انوکھی گفتگو کی بناء پر شہزین کو اپنی طرف متوجہ کرگیا تھا۔

"اچھا...... اور عورت ذات کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟" انتہائی دلکش اور شوخ نسوانی آواز جس میں ہنسی کا عنصر نمایاں تھا شہزین کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے پوری توجہ سے کان اس جانب لگا دیئے کہ موصوف اس بات کا کیا جواب دیتے ہیں۔ ابتدا میں مقابل نے اس سوال پر ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر اپنے سابقہ انداز میں گویا ہوا۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ دنیا کی کوئی چیز میرے لیے نئی اور پرکشش نہیں اور عورت کا شمار بھی دنیا کی چیزوں میں شامل ہوتا ہے۔"

"اوہ رئیلی اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی کوئی عورت آپ کو اٹریکٹ نہیں کرسکتی؟" وہ نجانے کیا جاننا چاہ رہی تھی۔

"مس سونیا جمال! عورت کبھی میری کمزوری نہیں رہی اور نہ ہی مجھے اس مخلوق سے کوئی دلچسپی ہے۔" مقابل کی اس بات پر شہزین کا بے اختیار دل چاہا کہ اس شخص کو دیکھے جس کے خیالات عام مردوں سے کس قدر مختلف ہیں۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو متاثر کرنا میرے لیے ناممکن ہے؟" نسوانی آواز میں زعم اور اٹھلاہٹ تھی۔

"آپ کوشش کرکے دیکھ لیں۔" مقابل بے پروا انداز میں بولا تو انتہائی حسین قہقہہ فضا میں بلند ہوا اور یہاں شہزین کا تجسس کے مارے برا حال ہوگیا وہ اپنی سیٹ سے اٹھی اور ابھی قدم بڑھانا ہی چاہتی تھی کہ اچانک ماریہ نمودار ہوگئی۔

"افوہ شہزین تم یہاں بیٹھی ہو میں پورا پول سائیڈ ڈھونڈ آئی ہوں۔" شہر کے معروف ہوٹل کے پول سائیڈ پر اس وقت پارٹی پورے عروج پر تھی وہ اپنی ماموں زاد بہن ماریہ کے ہمراہ یہاں آئی تھی جو ایک مقامی میگزین میں کام کرتی تھی اور اپنے آفس کے کام سے وہ اس پارٹی میں آئی تھی مگر شہزین بھی اس کے ساتھ جانے کو مصر ہوگئی، یہاں آکر ماریہ تو اپنے کام میں مصروف ہوگئی جبکہ شہزین یہاں وہاں لوگوں کو دیکھ کر اور ماحول کی سجاوٹ سے لطف اندوز ہوتی رہی مگر تھوڑی دیر بعد ہی وہ اکتا گئی تھی اور نسبتاً تنہا گوشے میں جا کر بیٹھ گئی جب ہی ایک سائیڈ سے اسے باتوں کی آوازیں سنائی دیں اور جب اس نے گفتگو پر غور کیا تو بے ساختہ ان دو اجنبیوں کی باتیں وہ پورے دھیان کے ساتھ دلچسپی سے سنے گئی، وہ ان دونوں خاص طور پر اس مرد کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عین وقت پر ماریہ وارد ہوگئی۔

"ایک منٹ ٹھہرو ماریہ میں کچھ دیکھ کر آتی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی مگر ماریہ اس سے زیادہ تیزی سے بولتی اس کا ہاتھ کھینچ کر لے گئی۔

"امی کے دس فون آچکے ہیں، وہ بہت پریشان ہورہی ہیں اتنی رات جو ہوگئی ہے۔" جبکہ شہزین ارے ارے کرتی رہ گئی مگر ماریہ نے اسے گاڑی میں دھکیل کر ہی سکون لیا۔

...... ☆☆☆ ......

وہ شاور لے کر نکلی تو شہزین کو کسی گہری سوچ میں مستغرق پایا۔ "او اللہ کی بندی اب چھوڑ دو اس ان دیکھے شخص کے بارے میں سوچنا ورنہ تمہارے یہ کالے خوبصورت بال یقیناً سفید ہوجائیں گے۔"

"ماریہ قسم سے بہت بری ہو تم، کیا تھا جو میں ایک منٹ رک کر اس بندے کو دیکھ لیتی۔" شہزین اپنے دھیان سے چونک کر تکیہ زور سے بستر پر پٹختے ہوئے بولی۔

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ تم اس شخص کو اس قدر ڈوب کر سوچو گی تو ضرور اس کا درشن کرنے دیتی، اتنا اگر ملک کے لیے سوچو تو یقیناً تم دوسرا پاکستان ضرور بنالوگی۔" ماریہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی تیزی سے اپنے گیلے بالوں پر کنگھا چلاتے ہوئے آئینے میں شہزین کے ابھرتے عکس کو دیکھ کر بولی۔

"ویسے ماریہ وہ تھا بہت منفرد بندہ۔" شہزین نے ایک گہری سانس بھری۔

"تم اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر نہیں ہوگئی؟" ماریہ رخ شہزین کی جانب موڑتے ہوئے تادیبی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ماریہ بی بی وہ شخص میرے حواسوں پر اس لیے سوار ہے کہ تم نے مجھے اسے دیکھنے نہیں دیا۔" شہزین چڑ کر بولی۔

"اچھا اب پلیز مٹی ڈالو اس شخص پر اور یہ بتاؤ پھپھو کا فون آیا تھا۔" ماریہ نے سہولت سے استفسار کیا۔

"ہاں رات آیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ وہاں خیریت سے ہیں۔"

"بس وہ خیریت وعافیت سے عمرے کی ادائیگی کرلیں۔"

"آمین۔" ماریہ کی بات پر شہزین نے صدق دل سے کہا۔

...... ☆☆☆ ......

مشہور و معروف بزنس ٹائیکون تیمور حیات کا انٹرویو لے کر وہ اس کے شاندار سے آفس سے باہر آئی تو ذہن عجیب سے بوجھل پن کا شکار تھا، انٹرویو کے دوران بہت سی جگہ پر اس نے ماریہ آفندی کو کافی حیران کیا تھا، انوکھی سی شخصیت کا حامل تیمور حیات انتہائی ڈیشنگ...... ذہین...... حاضر جواب مگر عام انسان سے ہٹ کر سوچ رکھنے والا کافی منفرد شخص تھا، ماریہ کے ساتھ وہ کافی عزت اور احترام سے پیش آیا تھا مگر اس کے باوجود وہ اپنی گفتگو سے اسے بہت انوکھا اور عجیب سا لگا تھا۔ وہ آفس سے گھر آئی تو شہزین کو امی کے پاس بیٹھے پایا۔

"امی آپ ماریہ کی شادی کے بارے میں سوچیے اس سال یہ پورے چوبیس سال کی ہوجائے گی۔" شہزین اسے آتا دیکھ کر جان بوجھ کر زور سے بولی وہ جانتی تھی کہ ماریہ اس بات سے یکدم چڑ جائے گی اور ہوا بھی کچھ یہی۔

"غالباً تم بھی اس سال چوبیس برس کی ہونے والی ہو بلکہ چار مہینے تو مجھ سے بڑی ہو اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔" ماریہ کلس کر بولی۔

"ارے میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی ہوں مگر اس سرپھری کو کون سمجھائے بس اسے تو کام کرنے کا بھوت سوار ہے، یہ لڑکوں کی طرح ڈولا ڈولا پھرنا مجھے سخت ناپسند ہے۔ ارے عورت کی تخلیق کا مقصد ہی گھرداری ہے۔ اور ایک اچھی نسل پروان چڑھانا ہے تب ہی تو اللہ نے عورت کے قدموں تلے جنت رکھی ہے مگر یہ بات اس پڑھی لکھی کو سمجھ نہیں آتی۔" سیب اور چھری پلیٹ پر پٹخ کر مامی انتہائی ناراضی سے بولیں تو ماریہ نے شہزین کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ شہزین نے مامی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"رضیہ میرے لیے ایک کپ چائے تو بنادو۔" ماریہ وہیں سے آواز لگا کر بولی۔

"میں بنادیتی ہوں چائے۔" شہزین شرارت آمیز لہجے میں بولتی چیئر سے اٹھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے میرے لیے چائے بنانے کی۔" ماریہ کاٹ کھانے والے انداز میں بولتی اپنے کمرے میں چلی آئی جبکہ شہزین مسکراتے ہوئے چائے بنانے کی غرض سے کچن میں آ گئی۔

...... ☆☆☆ ......

موبائل آف کرکے اس نے بوجھل دل کے ساتھ اسے بستر پر دھرا تو لیپ ٹاپ پر کام کرتی ماریہ نے اسے اسکرین پر سے نظریں ہٹا کر بغور دیکھا وہ سمجھ گئی کہ حوریہ آپی نے یقیناً پھر کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس سے شہزین کے حساس دل کو ٹھیس پہنچی ہے۔

"تم حوریہ آپی کی باتوں کو اتنا سیریس کیوں لیتی ہو یار ان کا شروع سے ہی ایسا مزاج رہا ہے صرف اپنی ذات اپنے مفاد کے بارے میں سوچنا، دنیا میں ایسے لوگوں کی بھرمار ہے تم سوچ سوچ کر کیوں اپنا دل جلاتی ہو۔" ماریہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر بات اڑانی چاہی۔

"ماریہ حوریہ آپی میری سگی بہن ہیں، باقی سارے لوگوں کی مجھے پروا نہیں۔ مگر حوریہ آپی سے خون کا رشتہ ہے ان کی ایسی خود غرضی اور مفاد پرستی کی باتیں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔" شہزین

دکھی انداز میں بولی تو ماریہ لیپ ٹاپ بند کر کے ایک گہری سانس بھرتے ہوئے بستر پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پیار سے بولی۔

"تم ان کی باتیں کیوں دل سے لگا رہی ہو۔ دعا کرو کہ اللہ حوریہ آپی کو ہدایت دے اور وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کے بارے میں بھی خلوص سے سوچیں۔"

"اونہہ جب انسان خود جان بوجھ کر اللہ کی ہدایت سے دور جانا چاہے اس کے راستے سے بھٹکنا چاہے پھر......؟" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"اوفوہ شہزرین اب زیادہ قنوطی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو شاپنگ پر چلتے ہیں اس دن تمہیں شاپنگ پر نہ لے جانے پر تم نے کیسے مجھ سے بدلہ لیا تھا امی سے میری شادی کا تذکرہ کر کے۔" آخر میں ماریہ مصنوعی ناراضی سے بولی تو یکدم شہزرین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تو اور پھر میں کیا کرتی کتنا اچھا پروگرام بنایا تھا ہم نے کہ پہلے شاپنگ کریں گے پھر چاٹ اور گول گپے کھائیں گے گھر آ کر ایک اچھی سی فلم دیکھیں گے مگر تم نے آفس جا کر سب پر پانی پھیر دیا۔"

"میں بھی کیا کرتی آفس سے ایمرجنسی کال آ گئی تھی۔ وہ تیمور حیات کسی طور ہمارے ہاتھ نہیں آ رہا تھا' اچانک اس نے اپنے آفس انٹرویو کے لیے بلا لیا تو میں دوڑی دوڑی وہاں پہنچ گئی' جانتی ہو وہ کسی بھی میگزین اور اخبار کو انٹرویو دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔" ماریہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولی تو شہزرین نے جلدی سے کہا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو اور فوراً چلنے کی تیاری کرو ایسا نہ ہو کہ پھر تمہارے آفس سے کوئی ایمرجنسی کال آ جائے۔"

"ہاں بھئی جلدی کرو۔" یہ کہہ کر ماریہ وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔

شہر کے انتہائی پوش مال میں وہ ونڈو شاپنگ کے لیے لے آئی۔

"ہائے ماریہ کتنا خوبصورت شاپنگ مال ہے بالکل دبئی کی طرح۔" شہزرین مال پر چہار سو نگاہیں ڈال کر اشتیاق آمیز لہجے میں بولی تو ماریہ نے زور سے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی جس پر اس کے منہ سے بے ساختہ سسکی نکل گئی۔

"یہ پینڈوؤں والی حرکتیں بند کرو کسی دیہاتن کی طرح کیا تم منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑ کر خوش ہو رہی ہو ذرا ڈیسنٹ بن کر رہو۔" اطراف میں لوگوں کی موجودگی کے خیال سے ماریہ شہزرین کے کان میں گھس کر دانت پیس کر بولی تو شہزرین خود کو جلدی سے کمپوز کرنے لگی۔ مال میں گھومتے گھومتے شہزرین ایک فلاور شاپ میں داخل ہو گئی۔ پھولوں کی دلفریب خوشبو سے پوری دکان مہک رہی تھی۔ شہزرین نے بڑے اشتیاق سے گلدستے پر لگے پرائز ٹیگ کو دیکھا تو اگلے ہی لمحے اسے زور کا چکر آ گیا۔

"اف اتنا مہنگا بوکے۔" وہ بے اختیار قدرے اونچی آواز میں بول گئی جس پر کاؤنٹر پر کھڑے ایک شخص نے رخ موڑ کر اسے دیکھا جبکہ اس کے برابر میں ماریہ کھڑی کان میں گھسی یقیناً اسے سخت سست سنا رہی تھی۔ اور وہ لڑکی برے برے منہ بنانے لگی تھی۔

"کیا یہ پھول سونے چاندی کے ہیں جو اس قدر قیمتی ہیں۔" اب کی بار لڑکی کی آواز ہلکی تھی مگر تیمور حیات کی حساس سماعت میں بخوبی پہنچ چکی تھی وہ سر جھٹک کر پے منٹ کرنے لگا پھر بوکے اٹھا کر جونہی جانے کے لیے پلٹا یکدم ماریہ کی نظر اس پر پڑی وہ بے ساختہ اسے مخاطب کر بیٹھی۔

"السلام علیکم سر! آپ خیریت سے ہیں۔"

"یس آئی ایم فائن۔" مجبوراً تیمور حیات کو جواب دینا پڑا جبکہ شہزرین بھی پوری طرح تیمور حیات کی جانب متوجہ ہو چکی تھی اس پل ماریہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ تیمور سے کیا بات کرے تو شہزرین کا اس سے تعارف کروا بیٹھی جو شاید اس کی زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

"سر یہ میری کزن شہزرین احمد ہیں اور شہزرین یہ بزنس ٹائیکون تیمور حیات ہیں۔"

"اوہ تو یہ ہیں وہ جن کا انٹرویو لینے تم بھاگی بھاگی گئی تھیں' میں تو سمجھی تھی کہ تیمور حیات کافی بوڑھے سے ہوں گے کیونکہ بزنس ٹائیکون تو زیادہ تر اوور ایج......" ماریہ نے زور سے اس کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش کروایا تھا۔

"سر اسی ویک میں آپ کا انٹرویو پبلش ہو جائے گا۔" ماریہ خوشگواری سے بولی۔

"اوکے ناؤ ایکسکیوز می مجھے ذرا جلدی ہے۔" بلیک ڈریس پینٹ پر گیرے کلر کی شرٹ پر بلیک ہی واسکٹ پہنے آنکھوں میں فرم لیس آئی گلاس لگائے وہ انتہائی ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

تیمور حیات کا یہ جملہ سن کر اچانک شہزرین کے ذہن میں جھماکا ہوا' آواز یہ لہجہ اس نے کہیں سنا تھا۔

"سر لگتا ہے آپ کو گلاب بہت پسند ہیں؟" شہزرین محض اس کی ایک بار پھر آواز سننے کی خاطر استفسار کر بیٹھی جس کے جواب پر تیمور حیات کے خوب صورت چہرے پر ناگواری کے رنگ تیزی سے بکھرتے چلے گئے۔

"مس میں اجنبیوں کو اتنا پرسنل ہونے کی اجازت بالکل نہیں دیتا۔" وہ انتہائی رکھائی سے بولا جبکہ شہزرین اپنی جگہ اسپرنگ کی مانند اچھلی شک و شبہ کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی تھی وہ یہ آواز اور لہجہ اچھی طرح سے پہچان گئی تھی۔

"ماریہ! یہ...... یہ وہی موصوف ہیں جو اس رات پارٹی میں...... آہ......" انتہائی جوش و جذبات میں شہزرین ماریہ کو بتانے لگی مگر اگلے ہی لمحے ماریہ نے اپنے ناخن اس کے بازو میں پوری طرح گاڑ دیئے تھے۔

"ایم سوری سر ہم نے آپ کا وقت لیا۔" ماریہ خوش اخلاقی سے بولی تو تیمور حیات شہزرین پر ایک نگاہ غلط ڈالتا' ان کے پہلو سے بنا کوئی جواب دیئے نکلتا چلا گیا جبکہ اس کے جانے کے بعد ماریہ نے حقیقی معنوں میں اپنا سر پیٹ ڈالا اور شہزرین کو دکان سے باہر لا کر اس پر برس پڑی۔

"کہیں سے بھی نہیں لگتا کہ تم کامرس گریجویٹ ہو اس وقت تم نے تیمور حیات کے سامنے جو حرکتیں کی ہیں وہ ہماری ملازمہ رضیہ کی بیٹی بھی نہیں کرتی۔"

"ماریہ یہ شخص وہی تھا جو اس رات پارٹی میں ایک لڑکی سے کہہ رہا تھا کہ دنیا کی کوئی شے مجھے متاثر نہیں کرتی عورت ذات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔" شہزرین ماریہ کی لن ترانیوں کو نظر انداز کر کے بڑی خوشی سے بولی اس شخص کو دیکھنے کی اسے بڑی آرزو تھی جو اسے کبھی پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی مگر آج اچانک جب وہ شخص اس کے سامنے آیا تو وہ بے پناہ ایکسائیٹڈ ہو گئی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا شہزرین بی بی...... یہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی جو میں تمہیں یہاں لے آئی۔" ماریہ تاسف سے بولی۔

"افسوس بعد میں کر لینا اب چلیں یہاں سے۔" شہزرین بڑی خوشگواری سے بولی ماریہ کی باتوں کا اس پر مطلق اثر نہیں ہوا تھا ماریہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"ہاں چلو!" شہزرین کو اس پل زور کی ہنسی آئی مگر فی الفور دبا گئی ورنہ ماریہ اشتعال میں آ کر اس کا گلا ہی دبا ڈالتی۔

☆☆☆

ماریہ کو آج کچھ لوگ دیکھنے آ رہے تھے اور وہ صبح سے ہی منہ پھلائے پھر رہی تھی۔ مامی نے آج زبردستی اس کے آفس کی بھی چھٹی کرا دی تھی۔ ماریہ پر فی الحال اپنا کیریئر بنانے کا بھوت سوار تھا وہ شادی کے جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتی تھی جبکہ مامی چاہتی تھیں کہ وہ جلد از جلد بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں' ان کے دو ہی بچے تھے بیٹا ابراہیم جو کینیڈا میں اپنی بیوی کے ساتھ سیٹل تھا اور بیٹی ماریہ جس نے حال ہی میں جرنلزم کی ڈگری حاصل کر کے ایک میگزین جوائن کر لیا تھا۔ ابراہیم کی بیوی اس کی خالہ زاد تھی اور ایک اچھی شریک سفر ثابت ہوئی تھی۔ مامی اپنے بیٹے کی ازدواجی زندگی سے بہت مطمئن تھیں وہ چاہتی تھیں کہ ماریہ کو بھی کوئی قدر دان مل جائے تاکہ وہ سکون سے باقی ماندہ زندگی اللہ اللہ کر سکیں۔

"ایسا کرو شہزرین میری جگہ تم ان لوگوں کے سامنے چلی جاؤ اب اتنی بری بھی نہیں ہو یقیناً وہ تمہیں پسند کر لیں گے' ویسے بھی تم کو تو بچپن سے ہی دلہن بننے کا شوق ہے۔" میگزین میں مگن ہاتھ میں سیب لیے جو کچھ توقف کے بعد وہ دانتوں سے کتر رہی تھی ماریہ کی بات پر سر اٹھا کر بولی۔

"تیمور حیات کو دیکھ کر فی الحال میں نے دلہن بننے کا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔" وہ تقریباً پانچویں مرتبہ تیمور حیات کے انٹرویو کو پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ پڑھ رہی تھی جو کل ماریہ نے اسے لا کر دیا تھا۔

"اونہہ بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں' ارے یہ تو حسین سے حسین تر لڑکی کو گھاس نہیں ڈالتا تم کس کھیت کی مولی ہو بی بی۔" ماریہ دونوں ہاتھ اپنی کمر کے خم پر جما کر بولی تو شہزرین منہ کھول کر زور سے ہنسنے لگی۔

"جیلس ہو رہی ہو مجھ سے۔" شہزرین اسے سلگانے کی غرض سے بولی۔

"آہا...... موصوفہ تو ایسے اترا رہی ہیں جیسے تیمور حیات ان کی جھولی میں آن گرے ہوں۔" وہ تپ کر بولی۔

"ہائے ماریہ یہ تیمور حیات دنیا میں واحد ہی ہے اس جیسا دوسرا نہیں ہو سکتا۔" وہ اس کی تصویر دیکھ کر بولی۔

"شہزرین خدا کے واسطے یہ تیمور نامہ بند کرو اور مجھے بتاؤ کہ

اس چویشن کو میں کس طرح ہینڈل کروں۔" ماریہ اس کے ہاتھ سے میگزین چھین کر انتہائی جھنجلا کر بولی تو شہزرین سوچ میں پڑ گئی پھر بڑے جوش سے اچھل کر چٹکی بجا کر بولی۔

"ایسا کرو تم اپنی ایک آئی برو اڑا دو یقیناً مامی تمہیں ایسی حالت میں لڑکے والوں کے سامنے نہیں بھیجیں گی۔"

"شہزرین میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی اگر ایسے مشورے تم نے میرے سامنے بیان کیے۔" ماریہ کلس کر بولی پھر دونوں کی متفقہ رائے سے یہ طے پایا کہ مامی کو یہ بتایا جائے کہ ماریہ کا پیر جلدی میں چلتے ہوئے مڑ گیا ہے لہٰذا اب موچ آ گئی ہے شہزرین نے اس کے پیر پر پٹی بھی باندھ دی تھی مامی نے جب ماریہ کو لنگڑا کر چلتے دیکھا تو بادل نخواستہ کوئی بہانہ کر کے انہیں فی الحال آنے سے منع کر دیا اور ماریہ نے سکون کا سانس لیا۔

.......☆☆☆.......

وہ کسی فائل کو چیک کر رہا تھا جب اس کی پرسنل سیکریٹری نے عاصم کمال کی آمد کا بتایا' اس کی پرمیشن دینے پر عاصم کمال اس وقت تیمور حیات کے مقابل بیٹھا ہوا تھا۔

"مسٹر عاصم کمال مارکیٹ میں جس طرح آپ کی کمپنی کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں وہ کافی مایوس کن ہیں' ہماری کمپنی سوچ رہی ہے کہ ہم اپنے شیئرز آپ کی کمپنی سے نکال لیں اور کہیں اور انویسٹ کر دیں۔" تیمور حیات انتہائی پروفیشنل انداز میں بولا تو کمرا یخ ٹھنڈا ہونے کے باوجود عاصم کمال کے ماتھے پر پسینہ آ گیا' جسے اس نے بڑی بے دردی سے رومال سے صاف کیا۔

"آئی ریکویسٹ مسٹر تیمور' ایسا پلیز مت کیجیے گا' ورنہ میں تو سڑک پر آ جاؤں گا اور ویسے بھی میں نے کافی مال Credit پر اٹھایا ہوا ہے۔" عاصم کمال لجاجت آمیز لہجے میں گھگیا کر بولا تو تیمور حیات نے اپنا قیمتی پین فائل پر رکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے بولا۔

"لک مسٹر عاصم کمال میں آپ کی خاطر اپنا نقصان تو نہیں کروں گا تاہم بھی یہاں بزنس کرنے بیٹھے ہیں۔"

"اچھا آپ پلیز مجھے کچھ دنوں کی مہلت دیجیے مگر اس وقت اپنے شیئرز ہماری کمپنی سے مت نکالیے۔" وہ منت آمیز لہجے میں بولا تو کچھ سوچ کر تیمور حیات گویا ہوا۔

"اوکے مسٹر عاصم آپ کا ہمارا ساتھ بہت پرانا ہے' اسی بنا پر میں آپ کو مہلت دیتا ہوں۔" یہ سن کر عاصم کمال کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تھینکس آلاٹ مسٹر تیمور حیات آپ کا بہت بہت شکریہ۔" یہ کہہ کر عاصم کمال اس سے مصافحہ کر کے چلا گیا جبکہ تیمور حیات ایک بار پھر فائل پر جھک گیا۔

.......☆☆☆.......

شہزرین امی کے گلے لگ کر زار و قطار رو رہی تھی جو عمرے کی سعادت حاصل کر کے آج ہی یہاں پہنچی تھیں۔

"بس بھی کرو ملکہ جذبات تم تو ایسے بھوں بھوں کر کے رو رہی ہو جیسے ہم نے یہاں تم پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔" ماریہ شہزرین کو پھپھو سے الگ کرتے ہوئے شوخی سے بولی تو پھپھو مسکرانے لگیں' پھر اچانک کچھ یاد آیا تو شہزرین سے استفسار کیا۔

"تم نے ہمارے آنے کا حوریہ کو بتا دیا تھا۔"

"میں نے انہیں فون کیا تھا مگر انہوں نے ریسیو نہیں کیا پھر میں نے میسج کر دیا تھا۔" شہزرین آہستگی سے بولی اس پورے ا[illegible] میں حوریہ نے شہزرین کو ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا شہزرین کے والدین جب عمرہ کرنے جا رہے تھے تو اسے ماریہ کے گھر چھوڑ گئے تھے جو اس کے ماموں کی بیٹی تھی اور بہترین سہیلی بھی' شہزرین کی صرف ایک بڑی بہن حوریہ تھی انتہائی خوبصورت اور دلکش سراپا کی مالک مگر شہزرین سے یکسر مختلف۔ شہزرین بھی بہت پرکشش اور پیاری تھی لیکن ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ اس کا باطن بھی بہت شفاف و اجلا تھا جبکہ حوریہ ہمیشہ سے ہی حاسد طبیعت اور تنگ ذہنیت کی مالک تھی' اس کے خواب اپنی حیثیت سے کہیں اونچے تھے اور شکر خورے کو شکر مل بھی گئی تھی' اپنے حسن اور طرح دار ہونے کی بدولت اسے ایک امیر شوہر مل گیا تھا دونوں ہی میاں بیوی اسٹیٹس کونشس ہونے کے ساتھ ساتھ دولت کے پجاری بھی تھے' یہی وجہ تھی کہ حوریہ اپنے میکے والوں کو بھی منہ نہیں لگاتی تھی' یہاں تک کہ اپنی سگی چھوٹی بہن شہزرین سے بھی اسے کوئی انسیت اور بہنوں والا لگاؤ نہیں تھا۔ وہ اپنی ہائی اسٹینڈرڈ لائف میں انتہائی مگن اور مصروف تھی۔ شہزرین نے ایک بار جب فون کیا تھا تو اس وقت بھی اس نے انتہائی عجلت اور قدرے بے زاری سے بات کی تھی پھر شہزرین کی دوبارہ فون کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں جب اسے فرصت ملے گی تو آ کر مل لے گی۔" بابا سہولت سے بولے تو امی خاموش ہو گئیں۔

"اچھا بھئی آپ لوگ فوراً ڈائننگ ٹیبل پر چلیے مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔" فضا میں یکدم چھائے بوجھل پن کو دور کرنے کی غرض سے ماریہ جلدی سے بولی تو سب ڈائننگ ہال کی جانب چل دیے۔

.......☆☆☆.......

عاصم کمال اور ان کی وائف تیمور حیات کے آگے بچھے چلے جا رہے تھے۔ جنہوں نے آج اسے بے حد اصرار کر کے ڈنر پر بلایا تھا۔

"پلیز مسز عاصم آپ اتنا تردد نہ کریں میں ڈنر اتنا ہیوی نہیں کرتا۔" مسز عاصم کو اپنی جانب ڈش بڑھاتے دیکھ کر وہ سنجیدگی سے انہیں ٹوک گیا۔

"تیمور صاحب ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ ہمارے گھر ڈنر پر تشریف لائے' حالانکہ آپ کا شیڈول بہت ٹف ہوتا ہے۔" ڈیپ ریڈ کلر کے ٹاپ پر اسکن ٹائٹ بلیک جینز میں چہرے پر سوفٹ سا میک اپ کیے مسز عاصم بلا کی حسین لگ رہی تھیں۔ تیمور حیات نے ایک نگاہ اس کی جانب دیکھا پھر نیپکن سے ہاتھ صاف کرنے لگا گویا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ وہ کھانا کھا چکا ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر عاصم کمال تیمور حیات کو ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔

"مسٹر عاصم! میرا وقت بہت قیمتی ہے' اب وہ بات کر لی جائے جس کی وجہ سے آپ نے مجھے انوائیٹ کیا تھا۔" تیمور حیات کی صاف گوئی پر دونوں میاں بیوی اپنی جگہ خفیف سے ہو گئے۔ پھر عاصم کمال گلا کھنکھار کر بولنا شروع ہوا۔

"دراصل تیمور صاحب آپ کے شیئرز ہماری کمپنی کے لیے بے حد قیمتی ہیں اگر آپ نے وہ نکال لیے تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے اس صورت میں ہم آپ کو شیئرز کے بدلے ہر طرح کی قیمت دینے کو تیار ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر عاصم! آپ مجھے کس قسم کی قیمت دینا چاہتے ہیں۔" وہ سہولت سے گویا ہوا۔

"تیمور صاحب میری ایک چھوٹی بہن ہے خوبصورت اور پرکشش اگر آپ اس سے شادی کر لیں تو......" اتنا کہہ کر مسز عاصم قصداً جملہ ادھورا چھوڑ گئیں تو تیمور حیات سیدھا بیٹھتے ہوئے طنزاً بولا۔

"آپ تو مجھے اپنی بہن کا رشتہ ایسے دے رہی ہیں جیسے میں کوئی سڑک چھاپ لڑکا ہوں' اور آپ کی بہن کے عشق میں دیوانہ ہوا جا رہا ہوں۔"

"نو مسٹر تیمور آپ بالکل غلط سمجھ رہے ہیں۔" مسز عاصم جلدی سے بولیں۔

"دیکھیے مسز عاصم! مجھے آپ کی بہن میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور پھر کسی ایک چیز پر اکتفا کرنا میری فطرت میں نہیں ہے' بہت جلد میرا دل بھر جاتا ہے اور اپنی لائف میں شادی کی پلاننگ میں نے دور دور تک نہیں کی۔" وہ انتہائی رکھائی سے گویا ہوا۔

"میں آپ کی نیچر سے واقف ہوں مسٹر تیمور...... مگر ایک بار آپ میری سسٹر ان لاء کو دیکھ تو لیں...... اور اگر آپ چاہیں تو یہ شادی خفیہ طریقے سے بھی ہو سکتی ہے۔ میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ دنیا والوں کو اس شادی کی کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔" آخر میں عاصم کمال انتہائی پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولا تو جواباً تیمور حیات نے اسے کافی گہری نگاہوں سے دیکھا' وہ اس کی بات کو بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"میرے گھر والوں کو اس خفیہ شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا...... آپ پلیز ایک بار یہ تصویر دیکھ لیجیے۔" مسز عاصم بولتی ہوئی انتہائی سرعت سے صوفے سے اٹھ کر اس کے قریب آئیں اور اپنا آئی فون تیمور حیات کو تھما دیا۔ اس نے نا چاہتے ہوئے بھی فون ہاتھ میں لے کر تصویر پر نگاہ ڈالی تو چونک گیا۔

"ہوں تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس لڑکی سے خفیہ شادی کر کے اپنے شیئرز آپ کی کمپنی سے نہ نکالوں' بلکہ ان سے دست بردار بھی ہو جاؤں۔" تیمور حیات موبائل سینٹر ٹیبل پر دھرتے ہوئے ایک ہنکارہ بھر کر بولا' دونوں میاں بیوی اس کی ذہانت پر عش عش کر اٹھے۔

"اس کے علاوہ اور کیا چاہتے ہیں آپ؟" وہ جیب سے امپورٹڈ سگار کا ڈبہ نکال کر ایک سگار اس میں سے نکال کر لائٹر سے جلاتے ہوئے بولا۔

"زیادہ نہیں مسٹر تیمور...... اگر آپ کی اسلام آباد والی برانچ کے پچاس فیصد شیئر بھی میری کمپنی کے نام ہو جائیں تو......" عاصم کمال انتہائی لالچ بھرے لہجے میں بولا مگر اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی تیمور حیات "اوکے ڈن" کہہ کر اٹھ گیا۔ جبکہ دونوں میاں بیوی بے تحاشا خوش ہو گئے۔

.......☆☆☆.......

حوریہ آج صبح سے ہی گھر آئی ہوئی تھی اور تو اور شہزرین سے

بھی بہت اپنائیت سے ملی تھی' امی بابا بھی حوریہ کو دیکھ کر بہت خوش ہورہے تھے۔ شہزرین کچن میں حوریہ کی پسند کی ڈشز تیار کررہی تھی جب ہی خوشبوئیں بکھیرتی حوریہ وہاں چلی آئی۔

"ارے حوریہ آپی آپ یہاں اتنی گرمی میں کیوں آگئیں وہیں کمرے میں بیٹھیے نا۔" شہزرین اسے دیکھ کر خلوص سے بولی۔

"تم سے باتیں کرنے کا دل چاہ رہا تھا تو میں یہاں چلی آئی۔" وہ وہیں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ پھر گویا ہوئی۔

"شہزرین تم فیشل نہیں لیتیں اور دیکھو تمہارے بال بھی کتنے بے جان ہو رہے ہیں' آئل ٹریٹ مینٹ کیوں نہیں کرواتیں۔"

"آپی مجھے ان چیزوں کا بالکل شوق نہیں ہے اور نہ کبھی ضرورت محسوس ہوئی۔" چولھے کی آنچ سے اس کا دہکتا سرخ چہرہ بلاشبہ ان لوازمات کا محتاج نہیں تھا۔ قدرتی طور پر ہی اس کی اسکن بے حد شفاف تھی۔

"تم تو پاگل ہو' ارے تمہاری عمر کی لڑکیوں کو تو خود کو سنوارنے کا کریز ہوتا ہے' تم میرے ساتھ چلنا میں اپنی بیوٹیشن سے تمہاری گرومنگ کروادوں گی۔" حوریہ بے پروا انداز میں بولتی اپنی انگلی میں پڑی ڈائمنڈ رنگ سے کھیلتی رہی۔ شہزرین کا دل چاہا کہ حوریہ کو منع کردے مگر پھر یہ سوچ کر خاموش رہی کہ اتنے دنوں کے بعد تو آپی یہاں آئی ہیں کہیں ناراض نہ ہوجائیں پھر وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی تاکہ حوریہ کو یہاں سے اٹھا کر کمرے میں لے جائے جو اس سے باتیں کرنے کی غرض سے یہاں آگئی تھی۔

حوریہ بصد اصرار اسے کچھ دن کے لیے اپنے گھر لے آئی اور یہ بات شہزرین کے لیے کافی حیران کن تھی۔ شادی کے بعد حوریہ کے اندر واضح تبدیلی آئی تھی خود پسندی اور خود غرضی تو وہ شروع سے تھی مگر امیر گھرانے میں شادی کے بعد اس کی گردن تکبر اور تفاخر سے کافی اکڑ گئی تھی۔ شادی کے چھ سال بعد یہ پہلا موقع تھا جب وہ اپنی چھوٹی بہن کو اپنے گھر لائی تھی۔ ڈنر پر عاصم بھی شہزرین سے انتہائی پرتپاک انداز میں ملے تھے۔ اور یہ بات شہزرین کے لیے حیرت در حیرت تھی ورنہ وہ تو سلام کا جواب بھی مختصر سا دیا کرتے تھے اور اکثر اوقات اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ حوریہ کا گھر کیا انتہائی شاندار تھا ساس سسر تو حیات تھے نہیں باقی اور بہن بھائی الگ الگ ٹھکانوں میں رہتے تھے۔ اگلے دن حوریہ اسے اپنی بیوٹیشن کے پاس لے آئی اور شہزرین لحاظ و مروت میں اس کی ہر بات مانتی گئی واپسی پر شہزرین کے نہ نہ کرنے کے باوجود اس نے بے حد خوبصورت اور قیمتی ڈریس اسے دلوایا اور سختی سے تاکید کی کل شام ہونے والی پارٹی میں لازماً یہ ڈریس پہننا ہے۔ شہزرین تو جیسے بے بس سی ہوگئی اور جب پارٹی کا وقت آن پہنچا تو حوریہ نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے نک سک سے تیار کیا۔ ڈارک ریڈ کلر کی لونگ شرٹ میں بلیک چوڑی دار پاجامے کے ساتھ ریڈ اور بلیک کنٹراسٹ کے بڑے سے دوپٹے جس میں ریڈ موتیوں کا انتہائی نفیس سا کام کیا گیا تھا اسی طرح قمیص بھی موتیوں سے مزین تھی۔ حوریہ نے بلیک اسٹون کا نازک سا سیٹ اسے پہنایا تو شہزرین خود کو آئینے میں دیکھ کر حیران رہ گئی خوبصورت میک اپ اور بالوں کے دلکش ہیئر اسٹائل کے ساتھ ان تمام لوازمات میں وہ آسمان کی کوئی حور لگ رہی تھی۔

"حوریہ آپی میری تیاری تو بہت اوور لگ رہی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس پارٹی کی مہمان خصوصی ہوں۔" شہزرین اپنی تیاری پر تنقیدی نگاہ ڈال کر کافی نروس ہوکر بولی۔

"ارے میری جان تم تو ہو ہی آج کی محفل کی چیف گیسٹ۔" حوریہ بڑے پیار سے اس کا گال کھینچتے ہوئے بولی۔

"مگر یہ پارٹی عاصم بھائی کے بزنس کے حوالے سے ہے اور میں وہاں اتنی بن سنور کر جارہی ہوں۔" شہزرین اپنی انگلیاں چٹخاتے ہوئے الجھ کر بولی۔

"اچھا اب زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' تم لان میں جاؤ میں ذرا انتظامات دیکھ کر آتی ہوں۔" حوریہ حکمیہ انداز میں کہہ کر کمرے سے نکل گئی تو ناچار شہزرین نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھادیے۔

یہ پارٹی لگ بھگ بالکل اسی طرح کی تھی جس پارٹی میں وہ ماریہ کے ساتھ گئی تھی۔ حوریہ کی بے باک ڈریسنگ دیکھ کر شہزرین کو خاصا دکھ ہوا' اپر کلاس کے تمام اطوار اس نے بڑی خوبی سے اپنا لیے تھے مختلف مہمانوں کو اٹینڈ کرتی تفریحی قہقہے لگاتی حوریہ شادی سے پہلے والی حوریہ سے یکسر مختلف تھی۔ اچانک فضا میں شور سا اٹھا تھا جیسے کسی خاص الخاص مہمان کی آمد ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا ہوجائے گا کہ آج تیمور حیات سے ملاقات ہوجائے گی۔" ایک انتہائی فیشن ایبل خاتون اپنے ہمراہ کسی سے کہتی ہوئی اس کے قریب سے گزریں تو یہ سن کر شہزرین اپنی جگہ سے دو فٹ اچھل ہی پڑی۔

"یہ...... نہیں وہ والا تیمور حیات تو نہیں جس کا انٹرویو ماریہ نے لیا تھا۔" شہزرین سرگوشی میں خود سے سوال کرتے ہوئے بولی پھر معاً سر اٹھایا تو عین آنکھوں کی سامنے وہ اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ براجمان تھا اور لوگ اس کے اردگرد یوں منڈلارہے تھے جیسے شمع کے اطراف پروانے۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ زندگی میں اس شخص سے میری دوبارہ ملاقات ہوسکے گی۔ ماریہ کو بتاؤں گی تو وہ کتنا ایکسائیٹڈ ہوگی نا۔ ہائے کاش اس وقت ماریہ میرے ساتھ ہوتی تو کتنا مزہ آتا۔" شہزرین دل ہی دل میں بولی رہی تھی' اگلے پل وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ نروس بھی ہوگئی حوریہ آپی تیمور حیات کو اس کی جانب ہی لے کر آرہی تھیں۔

"تیمور صاحب یہ ہے میری چھوٹی بہن شہزرین حسن اور شہزرین...... یہ انتہائی معروف بزنس ٹائیکون مسٹر تیمور حیات" حوریہ بے حد خوش اخلاقی سے تعارف کی رسم نبھارہی تھی پھر وہ اچانک ہی ایکسکیوز کرکے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"آ...... آپ کا انٹرویو میں نے میگزین میں پڑھا تھا۔" چند ثانیے دونوں کے درمیان خاموشی رہی پھر شہزرین نے ہی پہلے لب کشائی کی' جواباً تیمور حیات سینے پر بازو لپیٹے ہنوز اسے دیکھتا رہا۔

"یا اللہ! یہ شخص مجھے ایسے کیوں دیکھے جارہا ہے' اب کیا بات کروں میں اس سے...... یہ حوریہ آپی بھی پتا نہیں کہاں چلی گئیں۔" شہزرین خود سے الجھتے ہوئے دل ہی دل میں بولی۔

"میں ذرا ابھی آتی ہوں۔" انتہائی بھونڈے انداز میں کہہ کر شہزرین فوراً وہاں سے رفوچکر ہوگئی۔

"اونہہ نجانے آج اسے کیا ہوگیا تھا عورت ذات سے دلچسپی نہیں ہے مگر دیکھ ایسے رہا تھا جیسے سالم نگل جائے گا۔" وہ انتہائی بے مزہ ہوکر بڑبڑا رہی تھی۔

......☆☆☆......

اگر کوئی اس سے کہتا کہ چاند اس کے آنگن میں اتر آیا ہے یا پھر آسمان نیچے آگیا ہے تو اسے اتنی حیرت و تعجب نہ ہوتا جتنا اس بات پر ہوا تھا کہ تیمور حیات کا رشتہ اس کے گھر آیا ہے' حوریہ آپی کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ انتہائی مسرت و جوش سے لبریز ہوکر انہوں نے اس کے گالوں پر چٹا چٹ پیار کر ڈالا تھا حوریہ کی خوشی دیکھ کر امی ابو بھی خوش ہورہے تھے اور شہزرین اس کے اندر یکدم بے تحاشا اضطراب اور گھبراہٹ کی لہر عود کر آئی' یہ خبر سن کر ماریہ بھی حیران حیران سی اس سے ملنے چلی آئی۔

"شہزرین یقین نہیں آرہا کہ تیمور حیات کا پروپوزل تمہارے لیے آیا ہے' انٹرویو میں تو وہ کہہ رہا تھا کہ شادی فی الحال میری پلاننگ میں نہیں ہے اور اب یہ اچانک شادی کا ارادہ وہ بھی خفیہ طور پر۔"

"میرا دل تو بیٹھا جارہا ہے ماریہ...... اس تیمور حیات کے پروپوزل سے جان کیسے چھوٹے گی۔" وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے اضطراری کیفیت میں بولی تو ماریہ نے اسے تحیر کے عالم میں دیکھا۔

"تم کمال کرتی ہو شہزرین! ارے ایسے رشتوں کے تو لڑکیاں خواب دیکھا کرتی ہیں' انتہائی ہینڈسم اور ڈیشنگ شوہر' پیسوں کی ریل پیل' شاہانہ زندگی اور پھر پوری دنیا میں گھومنا' شاپنگ وغیرہ کرنا۔"

"نہیں ماریہ ایسی زندگی میرا کبھی خواب نہیں رہی' میں نے ہمیشہ اپنی حیثیت کے مطابق ہی خواب دیکھے ہیں۔ ایک وفادار چاہنے والا شوہر' جو میری عزت کرے قدر کرے' ایسی پرسکون ازدواجی زندگی ہو جہاں مجھے یہ خوف نہ ہو کہ میرا شوہر زندگی کے کسی موڑ پر مجھے یک لخت تنہا چھوڑ دے گا اور تم کیا تیمور حیات کے خیالات سے آگاہ نہیں ہو؟" آخر میں شہزرین اسے شکایتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ پھر ایک گہری سانس بھر کر گویا ہوئی۔

"اسے عورت ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور پھر فی الحال شادی کو خفیہ رکھنا یہ بات بھی میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"ہوسکتا ہے اس کی کچھ مجبوریاں ہوں' جس کی بنا پر وہ اپنی شادی کو فی الحال Disclose نہ کرنا چاہتا ہو' اور اگر اسے عورت ذات سے دلچسپی نہیں ہے تو بیوی سے تو ضرور ہوگی! اور وہ بھی تم جیسی بیوی سے۔" ماریہ اس کے اندر کے واہمے و خدشات کو دور کرنے کی غرض سے بولی تھی۔ حالانکہ اندر ہی اندر وہ بھی شہزرین کی طرح خائف تھی' حوریہ آپی نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ تیمور کی شادی کا تذکرہ کسی سے نہ کرے۔ شہزرین اسے دل و جان سے عزیز تھی وہ جانتی تھی کہ اپنی شادی اور اپنے شریک سفر کو لے کر اس نے کچھ سپنے دیکھے تھے اور ممکن تھا کہ شاید تیمور حیات جیسا انتہائی پریکٹیکل اور کامیاب بزنس مین شہزرین کے جذبوں سے مہکتے خوابوں کو پورا نہ کرسکے۔

"ہوسکتا ہے شہزرین ہم جو تیمور حیات کے بارے میں اتنا منفی سوچ رہے ہیں ایسا نہ ہو...... وہ جیسا دکھائی دیتا ہے اس سے مختلف ہو۔" ماریہ پرسوچ لہجے میں بولی تو شہزرین ایک گہرا سانس لے کر گویا ہوئی۔

"ہوسکتا ہے نا...... ایسا ہے تو نہیں؟ میں یہ سوچ کر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دوں...... یہ تو سراسر حماقت ہے ناں؟"

"ویسے ایسا رشتہ تو نصیبوں والوں کو ملتا ہے شہزرین' ممکن ہے کہ ابھی تیمور حیات کی شخصیت تمہارے لیے تکلیف دہ ہو مگر بعد میں تمہاری سنگت میں رہ کر وہ بدل جائے۔" ماریہ ایک بار پھر اسے تصویر کا روشن پہلو دکھانے لگی۔

"میں اس رشتے سے انکار بھی نہیں کرسکتی کیونکہ حوریہ آپی اور عاصم بھائی تو اتنے زیادہ ایکسائیٹڈ ہیں کہ اگر میں نے انکار کیا تو انہیں بہت دکھ پہنچے گا' اور حوریہ آپی...... ان کو تم جانتی ہو نا...... سخت ناراض ہوجائیں گی۔"

"اور مجھے تو لگتا ہے کہ اگر تم منع بھی کرو گی تو پھپو پھوپا تمہاری بات مانیں گے کبھی نہیں' حوریہ آپی کی ہر بات پر وہ آنکھیں بند کرکے عمل کرتے ہیں۔" ماریہ شہزرین کی بات کے جواب میں بولی تو شہزرین ماریہ کو محض دیکھ کر رہ گئی۔

......☆☆☆......

شہزرین کو آج مایوں بٹھایا گیا تھا اور تیمور حیات کے نام کی مہندی بھی اس کے ہاتھوں میں سج گئی تھی' یہ سب کچھ اتنا اچانک اور جلدی ہورہا تھا کہ شہزرین کی بے چینی میں کمی آنے کے بجائے تیزی سے اضافہ ہی ہورہا تھا۔

"ماشاء اللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو مایوں کے اس پیلے جوڑے میں۔" حوریہ کھلکھلاتی ہوئی اندر آئی تو شہزرین یکدم اپنے دھیان سے چونکی اور سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔

"آپی یہ سب کچھ بہت جلدی نہیں ہورہا؟" شہزرین الجھ کر بولی تو حوریہ نے ایک خوبصورت قہقہہ لگایا۔

"ارے میری جان جب سہرے کے پھول کھلنے کا وقت آجاتا ہے تو سب کچھ یونہی جھٹ پٹ ہوجاتا ہے۔" وہ اس کی نازک سی ناک کھینچتے ہوئے بولی تھی۔

"آپی تیمور حیات یہ شادی اتنی خاموشی سے کیوں کرنا چاہتے ہیں اور پھر لوگوں سے بھی اپنی شادی کو چھپانا چاہتے ہیں کیوں آپی......؟"

"میری بھولی بہن ایکچوئلی تیمور حیات بہت بڑا اور کامیاب بزنس مین ہے' بہت سے دشمن ہیں اس کے اسی بناء پر وہ کچھ عرصہ اپنی شادی کی خبر چھپانا چاہ رہا ہے پھر دیکھنا کتنی شان سے وہ سب کو Reception دے گا...... دیکھو شہزرین جس طرح امی بابا نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے تم کو بھی مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا۔" آخر میں حوریہ سنجیدگی سے بولی تو شہزرین نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے آپی' آپ پلیز کوئی غلط خیال ذہن میں نہ لایئے گا' میں تو یونہی آپ سے پوچھ رہی تھی۔" شہزرین کی بات پر حوریہ اسے دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرادی۔

وہ شہزرین حسن سے شہزرین تیمور بنا کر اس کے کمرے میں پہنچادی گئی۔ پورا کمرہ تیمور حیات کی شخصیت کی عکاسی کررہا تھا' کمرے میں خوشگوار ٹھنڈک کے باوجود بھی اسے حبس محسوس ہو رہا تھا جیسے شدید بارش ہونے والی ہو وہ بے ساختہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر یکدم اسے محسوس ہوا کہ یہ حبس اور گھٹن اس کے اندر ہے جسے لاکھ چاہنے کے باوجود وہ اپنے اندر سے نکال نہیں پارہی ہے۔

"بی بی صاحبہ آپ پلیز کپڑے بدل لیجیے۔ ہمارے صاحب کو یہ سب پسند نہیں ہے۔" باوردی مگر انتہائی طرح دار ملازمہ جس نے کمرے تک اس کی رہنمائی کی تھی سپاٹ آواز میں بولی تو شہزرین نے اسے بے حد چونک کر دیکھا۔

"ڈریسنگ روم اس طرف ہے۔" وہ روبوٹ کی طرح ایک جانب اشارہ کرکے بولی تو شہزرین ایک ٹرانس کی کیفیت میں اس طرف چلی آئی' خوبصورت لکڑی کے دروازے کا ہینڈل اس نے جونہی گھمایا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا' شہزرین تھوڑا ہچکچا کر اندر چلی آئی۔ اندر ایک منی کمرا تھا جس کی دیواروں پر قدآور الماریاں بنی ہوئی تھیں اور اس پر بڑے بڑے آئینے آویزاں تھے۔ شہزرین کو اپنا عکس پورے روم میں چکراتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کی جانب آئی اور ایک ایک کرکے تمام زیورات سے خود کو آزاد کیا پھر اپنے کپڑوں کی تلاش میں اس نے نگاہیں دوڑائیں تو سلیپنگ گاؤن کو دیکھ کر اس کی جان پوری طرح جل گئی۔ "یہ گاؤن تو میں ہرگز نہیں پہنوں گی۔" وہ خود سے چڑ کر بولی پھر جونہی وارڈ روب کھولا تو اپنے سائز کے کپڑے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ تیمور نے اس کے لیے پہلے سے ساری شاپنگ کررکھی تھی' شہزرین نے لائٹ

پرپل اینڈ آف وائٹ کلر کا معقول سا شلوار سوٹ نکالا اور چینج کرنے کی غرض سے سامنے ہی بنے واش روم میں گھس گئی۔

......☆☆☆......

حوریہ اور عاصم کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا' وعدے کے مطابق تیمور حیات نے نکاح کے فوراً بعد عاصم کی تمام ڈیمانڈز پوری کردی تھیں۔ دونوں کاغذات کو دیکھ کر بہت خوش تھے' جس کے مطابق تیمور حیات نے عاصم کی کمپنی کو نہ صرف اپنے شیئرز دے دیئے تھے بلکہ اسلام آباد کی کمپنی کے پچاس فیصد شیئرز بھی اس کے نام کردیئے تھے۔

تیمور حیات جوں ہی کمرے میں داخل ہوا شہزرین کو کمرے سے غائب پایا۔ وہ اس کی غیر موجودگی کا نوٹس لیتے ہوئے جونہی ڈریسنگ روم کی طرف آیا' ایک وجود تیزی سے باہر آتے ہوئے اس سے ٹکرا گیا۔ شیمپو اور شاور جیل کی دلفریب مہک کے ساتھ اس وجود کی خوشبو تیمور حیات کے نتھنوں سے ٹکرائی تو بے ساختہ اس نے اپنا چہرہ پیچھے کیا' نرم و نازک سراپا ابھی تک اس کے بازوؤں میں تھا' جبکہ شہزرین بری طرح خفیف ہوگئی۔

"ایم سوری میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا۔" وہ تیزی سے اس سے الگ ہوتے ہوئے شرمندگی سے بولی تو تیمور نے اسے بغور دیکھا جو اس پل بہت نروس دکھائی دے رہی تھی۔

"اٹس اوکے راستہ دیجیے مجھے اندر جانا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو شہزرین تیزی سے سائیڈ پر ہوگئی جو دروازے کے بالکل سامنے کھڑی تھی' وہ اندر چلا گیا تو شہزرین صوفے پر آ بیٹھی' تھوڑی دیر بعد تیمور حیات شاور لے کر سلیپنگ گاؤن میں برآمد ہوا تو شہزرین کے دل کی دھڑکنیں یکدم بے تحاشا تیز ہوگئیں' تیمور نے ایک نگاہ اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر مضبوط قدم اٹھاتا اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا' شہزرین اپنی جگہ تھوڑا کسمسائی تھی۔

"دیکھیے شہزرین مجھے لمبی چوڑی باتیں کرنی نہیں آتیں اور نہ ہی مجھے پسند ہیں' لہٰذا میں آپ سے To the point بات کروں گا کہ جتنا وقت ہم دونوں ایک دوسرے کی قربت میں گزاریں وہ بھرپور اور مکمل ہو۔ ہم دونوں جب الگ ہوں تو اچھے دوستوں کی طرح ہوں۔"

"الگ ہوں......؟" وہ انتہائی متعجب ہوکر بڑبڑائی تھی پھر انتہائی الجھ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا...... ہم بھلا کیوں الگ ہوں گے؟" وہ بے تحاشا گھبرا کر استفسار کررہی تھی۔ کہیں کچھ بہت برا ہوگیا تھا کوئی انہونی ہوگئی تھی اس پل اس کا دل اس بات کی شدت سے گواہی دے رہا تھا' شہزرین کی بدحواسی پر تیمور حیات بڑے اطمینان سے اس کی جانب دیکھ کر گویا ہوا۔

"مجھے یہ بتانے کی آپ کو قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ کسی ایک چیز پر تاحیات اکتفا کرنا میری سرشت میں نہیں ہے' اور یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہے ویسے مجھے عورت کبھی اپیل نہیں کرتی مگر آپ میں کچھ خاص دیکھا جس کی بناء پر آپ اس وقت میرے بیڈ روم میں موجود ہیں۔" ساکت وجود اور جامد خاموشی لیے وہ تیمور حیات کے ہلتے ہونٹوں کو دیکھ رہی تھی کہ یکدم کھٹا کھٹ آگہی کے تمام دروازے تیزی سے کھلتے چلے گئے' اس پل اسے اپنے پیروں تلے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے مجھ سے اس لیے خفیہ شادی رچائی تاکہ جب آپ کا دل بھر جائے تو باآسانی مجھے دھتکار دیں' مجھے اپنی زندگی سے باہر اٹھا کر پھینک دیں۔" وہ کپکپاتے لبوں کے ساتھ زہر خند لہجے میں بولی۔

"ہوں کافی سمجھدار ہیں آپ۔" یہ کہہ کر انتہائی سکون سے تیمور حیات سگار سلگانے لگا تو شہزرین کے اندر گویا الاؤ جل اٹھا۔

"آپ انتہائی بدنیت انسان ہیں' آپ نے یہ شادی محض عیاشی کے لیے رچائی ہے مگر مسٹر تیمور حیات آپ میری بات بھی غور سے سن لیجیے۔ میں آپ کی عیاشی کا سامان کسی صورت نہیں بنوں گی' آپ مجھے ابھی اور اسی وقت آزاد کردیجیے۔" وہ تنتنا کر بولی جواباً تیمور نے اسے یوں دیکھا جیسے کوئی ضدی بچہ کوئی بہت انوکھی ضد کررہا ہو۔

"حوریہ آپی میری سگی ماں جائی ہوکر آپ نے میرے ساتھ یہ کیا کیا؟" خود سے کہہ کر شہزرین بے اختیار پوری شدت سے روتی چلی گئی۔ جب کہ اس دوران تیمور حیات پورے اطمینان سے اپنے شغل میں مصروف رہا۔ جب شہزرین اچھی طرح رو چکی تو تیزی سے اٹھ کر تیمور حیات کی طرف بیڈ پر آئی اور گھٹنوں کے بل کارپٹ پر اس کے قدموں کے پاس بیٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"تیمور صاحب آپ کو خدا کا واسطہ ہے' مجھے میرے والدین کے گھر چھوڑ آیئے' مجھے یہ رشتہ ہرگز منظور نہیں ہے۔ شادی کا بندھن تو تاعمر قائم رہنے والا ہوتا ہے' پھر میاں بیوی کا

پاکیزہ رشتہ تو خود خدا جوڑتا ہے ساری زندگی کے لیے' اتنے مقدس رشتے دل بہلانے کی بنیاد پر بھلا کیسے قائم ہوسکتے ہیں یہ تو سراسر اس رشتے کا مذاق ہے۔ اس کی توہین ہے' محض بے حیائی ہے۔'' وہ سر جھکا کر بولتی چلی گئی۔

''میں اس وقت درس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' یہ کہہ کر تیمور نے جھک کر اسے اٹھایا اور بیڈ پر پٹخ دیا شہزین تڑپ کر بستر سے اٹھی۔

''مسٹر تیمور حیات...... میں اس شادی کو ہرگز نہیں مانتی' نکاح کے پاکیزہ بندھن کی آڑ میں آپ نے مجھے اپنی عیاشی کے لیے خریدا ہے' اپنی منہ زور خواہشات کے حصول کے لیے تاکہ بعد میں آپ مجھے پرانے کپڑے جوتوں کی طرح استعمال کرکے پھینک دیں مگر میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔'' وہ تنتنا کر بولی اور تیزی سے بیڈ سے اٹھی مگر تیمور حیات کے فولادی ہاتھ نے اس کی اس کوشش کو ناکام بنادیا۔

''کیا کروگی تم' بولو کیا کرسکتی ہو تم...... میں ایک Successful بزنس مین ہوں' اپنے کام میں گھاٹا برداشت نہیں کرتا سمجھی...... اب یہ چیخنا چلانا بند کرو اور خاموشی سے فی الحال اس رشتے کو نبھاؤ۔'' اس کی سانسوں کی حدت سے شہزین کا چہرہ جھلسنے لگا' اس نے بے ساختہ تیمور حیات کو پرے دھکیلا اور جلدی سے کھسک کر دور ہوئی۔

''م...... میں آپ کا نقصان کسی بھی طرح پورا کرنے کو تیار ہوں اس کے بدلے آپ مجھ سے جو کام کروائیں گے میں ہر کام کرلوں گی' مگر خدا کے واسطے آپ میرے قریب مت آیئے۔'' وہ بخوبی سمجھ گئی تھی کہ حوریہ نے اس شادی کے عوض یقیناً کوئی بھاری قیمت تیمور سے لی ہے' لہٰذا وہ ایک بار پھر ہاتھ جوڑ کر اس کے آگے گڑگڑائی تھی' تیمور حیات اسے بغور دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

''ہوں تم ہر کام کرنے کو تیار ہو؟'' تیمور حیات نے ہنکارا بھرا تو شہزین نے تیزی سے جلدی جلدی اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''میرا آپ سے وعدہ ہے تیمور صاحب میں ہر کام کرلوں گی' مگر اس کے عوض آپ مجھے ہاتھ نہیں لگائیں گے اور مجھے آزاد کردیں گے۔''

''مجھے منظور ہے۔ صبح پانچ بجے تیار رہنا ہمیں کہیں جانا ہے۔'' یہ کہہ کر تیمور حیات کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ اس پل شہزین کو لگا جیسے اسے دوسری زندگی مل گئی ہو۔

گاڑی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی شہر کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔ شہزین خدشات سے لبریز دل اور پراگندہ ذہن کے ساتھ خاموشی سے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی' صرف ایک رات میں اس کی زندگی یکسر بدل گئی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد کچھ کچھ مکانات نظر آنے لگے تھے۔ تیمور حیات گمبھیر خاموشی سے ڈرائیونگ میں مصروف تھا جبکہ شہزین سوچوں میں گم جانے کہاں سے کہاں نکل گئی تھی' کہ اچانک گاڑی جھٹکے سے رکی تو شہزین ہڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں واپس آئی' فارم ہاؤس کی طرز پر بنے ایک بنگلے کے گیٹ کے سامنے تیمور حیات ہارن دے رہا تھا' چند ثانیے کے بعد دروازہ باوردی گارڈ نے پوری طرح کھول دیا تو تیمور حیات تیزی سے گاڑی اندر لے آیا' شہزین تیمور کے ہمراہ گاڑی سے باہر آئی اور اس کی معیت میں بنگلے کے اندر داخل ہوگئی اندر بالکل خاموشی اور سناٹا تھا۔ تیمور چلتا ہوا ایک کمرے کے دروازے پر آکر رک گیا۔ شہزین بھی اس کے برابر میں خاموشی سے آن کھڑی ہوئی۔ نجانے تیمور حیات اس سے کس قسم کا کام لینے والا تھا' وہ اندر ہی اندر بے حد خائف ہو رہی تھی' مگر وہ ہر طرح کا کام کرنے کو راضی تھی' جس کے عوض اس کی جان باعزت طریقے سے تیمور حیات سے چھوٹ جاتی۔

''تم اندر جاسکتی ہو۔'' انتہائی سپاٹ لہجے میں اس نے حکم صادر کیا تو شہزین ڈگمگاتے قدموں اور لرزتے دل کے ساتھ آہستگی سے ہینڈل گھما کر اندر کمرے میں داخل ہوگئی۔ انتہائی نفاست اور خوبصورتی سے سجے کمرے میں اس وقت خوشگوار ٹھنڈک تھی' شہزین نے دزدیدہ نگاہوں سے پورے کمرے کا جائزہ لیا کہ معاً اسے بستر پر کسی وجود کا احساس ہوا' وہ ہبے ہبے قدم اٹھاتی انتہائی خاموشی سے بیڈ کے سرہانے آئی تو وہ وجود پوری طرح اس کی نگاہوں کے سامنے آگیا' سرسوں کی مانند پیلا چہرہ آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے' خشک لبوں والی یہ لڑکی محض دو تین سال اس سے بڑی ہوگی۔

''کون ہوسکتی ہے یہ لڑکی اور تیمور حیات مجھے اس لڑکی کے پاس کیوں لایا ہے؟'' شہزین نے الجھتے ہوئے خود سے سوال کیا پھر اسی خاموشی سے وہ کمرے سے باہر نکلی تو تیمور حیات کو وہیں کاریڈور پر ایک تصویر کے سامنے ایستادہ پایا۔

''تیمور صاحب اندر لڑکی کون ہے؟ اور آپ مجھے یہاں کس کام سے لائے ہیں۔'' شہزین نے باہر آتے ہی انتہائی بے صبری سے تیمور سے استفسار کرڈالا' جواباً تیمور نے رخ موڑ کر الجھن میں مبتلا اس لڑکی کو دیکھا پھر بناء اس سے کچھ کہے لاؤنج میں آگیا' شہزین بھی اس کے پیچھے لپکی' تیمور کاؤچ پر بیٹھ کر اب سگار سلگا رہا تھا۔ وہ انتہائی بے چینی سے اس کے بولنے کی منتظر تھی۔

''اندر جو لڑکی ہے اس کا نام ماہ نور ہے۔'' تیمور حیات سرگوشی کے انداز میں بولا تو شہزین نے پوری توجہ سے تیمور کی جانب دیکھا۔

''وہ ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ ہے' تمہیں اسے زندگی کی طرف لانا ہے۔''

''جی...... کیا بس یہی کام مجھے کرنا ہے؟ اس کے بعد آپ مجھے بناء کوئی نقصان پہنچائے میرے والدین کے گھر چھوڑ آئیں گے؟'' انتہائی تحیر و بے یقینی کے عالم میں شہزین نے استفسار کیا وہ تو سمجھ رہی تھی کہ نجانے تیمور اس سے کتنا کٹھن اور خطرناک کام لے گا مگر یہ کام تو بہت آسان تھا۔

''ہوں۔'' وہ محض سر اثبات میں ہلا کر بولا تو شہزین بے تحاشا خوشی سے اپنی جگہ سے اچھل پڑی' پھر معاً کوئی خیال آیا تو بے ساختہ بولی۔

''کیا میں اپنے امی بابا سے بات کرسکتی ہوں۔ وہ مجھے یاد کررہے ہوں گے۔'' تیمور نے خاموشی سے اپنا فون اس کی جانب بڑھایا تو شہزین نے جلدی سے اسے تھام لیا۔

''شہزین احمد میں تمہیں پہلا اور آخری موقع دے رہا ہوں اس جال سے نکلنے کے لیے' جس میں تمہاری بہن اور بہنوئی نے تم کو پھنسایا ہے اگر تم نے مجھے دھوکہ دینے یا یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تیمور حیات پھر تمہیں کوئی چانس نہیں دے گا۔'' تیمور گمبھیر لہجے میں بولا تو شہزین نے تیزی سے کہا۔

''میں خائن نہیں ہوں آپ کے کام میں خیانت ہرگز نہیں کروں گی' میں تو آپ کی بے حد احسان مند ہوں' کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا' آپ مجھ پر بھروسہ کرسکتے ہیں میں آپ کے اعتماد کو ہرگز ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔'' اس کے یقین آمیز انداز کو دیکھ کر تیمور حیات نے انتہائی گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ کچھ پزل سی ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''اپنے والدین کو فون کرکے بتادو کہ تم میرے ساتھ فی الحال ایک ٹرپ پر لندن جارہی ہو۔'' وہ سہولت سے بولا پھر مزید گویا ہوا۔

''میں تمہیں لیپ ٹاپ بھجوادوں گا تم ماریہ کے ذریعے Skype پہ ان سے رابطہ میں رہ سکتی ہو۔'' اس کا مطلب تھا کہ تیمور حیات اس پر بھروسہ کررہا تھا یہ خیال شہزین کے دل کو تقویت دے گیا تھا۔

ابتداء میں شہزین کو کافی دقت پیش آئی کیونکہ ماہ نور کا رویہ اس کے ساتھ بہت روکھا اور خراب تھا مگر آہستہ آہستہ شہزین کی بھرپور توجہ محبت اور ہمدردی کے سامنے ماہ نور نے گھٹنے ٹیک دیئے اب وہ شہزین کی باتوں کا جواب ہوں ہاں میں دے دیا کرتی تھی اور یہ بات شہزین کے لیے کافی حوصلہ افزا تھی۔ ماہ نور دراصل گہرے ڈپریشن میں مبتلا تھی' وہ اپنی زندگی سے پوری طرح بیزار ہوچکی تھی اور شہزین ایک بہترین سہیلی غمگسار اور ماہر معالج کی طرح اس کی دلجوئی کررہی تھی۔ شام کے سہانے موسم میں وہ دونوں لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں شہزین حسب معمول اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرکے اس کا ذہن فریش

لبنیٰ نسیم

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کرام آپ سب کو لبنیٰ نسیم کی طرف سے محبتوں اور چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ آنچل کی تو بات ہی الگ ہے ہر ماہ آنچل کا بے صبری سے انتظار کرتی ہوں آنچل کے سلسلے کو دیکھ کر مابدولت کا بھی لکھنے کو دل چاہا' جی تو میں پانچ جولائی کو ایک خوب صورت سے گاؤں برہ زئی میں پیدا ہوئی' ہم تین بہنیں ہیں میرا نمبر پہلا ہے۔ ہم جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں۔ میری پسندیدہ ٹیچر صائمہ نورین ہے میری پسندیدہ ڈش چاول ہے' میری بہت سی پیاری اور کیوٹ سی دوست سدرہ اور رابعہ ہے' جن کو میں تہہ دل سے سلام لکھتی ہوں۔ میری پسندیدہ رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' ماہا ملک' عمیرہ احمد سمیت بہت سی بہنیں جن کی تحریریں مجھے بہت پسند ہیں (اے اللہ ان کو ہمیشہ سلامت رکھنا آمین ثم آمین) اللہ حافظ۔

کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

"ماہ نور اللہ تعالیٰ نے کائنات جیسی حسین تخلیق صرف انسان کے لیے بنائی ہے وہ اپنے بندے سے بے تحاشا پیار کرتا ہے اس جہاں میں اور اسے اپنی تخلیق میں سب سے زیادہ محبت انسان سے ہے اسی لیے تو اس نے انسان کو پورے جہاں پر فوقیت دی ہے۔"

"مگر شہزین اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت نہیں کرتا' وہ مجھے پسند نہیں کرتا' تب ہی تو یہ سب کچھ میرے ساتھ ہوا' مجھ سے سب کچھ چھین کر اس نے مجھے زندہ لاش بنادیا۔" بولتے بولتے آخر میں ماہ نور بے تحاشا رونے لگی' تو شہزین نے اسے خاموشی سے رونے دیا' ماہ نور کی خاص ملازمہ اور اس کے نفسیاتی معالج نے اس کی زندگی کی ٹریجڈی سے اسے آگاہ کردیا تھا کہ کس طرح اس کے محبوب نے اسے بری طرح لوٹا تھا' جسے اس نے ٹوٹ کر چاہا تھا' ماہ نور عدیل نامی لڑکے کو بے پناہ چاہتی تھی' عدیل بھی بظاہر ماہ نور پر فدا تھا' مگر حقیقت کچھ اور تھی وہ طبیعتاً ایک عیاش اور مجرمانہ ذہن کا مالک تھا' ماہ نور کی خوبصورتی اور دولت دیکھ کر اس نے اس سے شادی کرلی اور اپنے ساتھ اسکاٹ لینڈ لے آیا' اور پھر ہر طرح کا ظلم وتشدد اس پر کیا' ایک دن جب شراب کے نشے میں دھت عدیل ماہ نور کو جوئے میں ہار گیا تو ماہ نور کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور وہ جیسے تیسے کرکے عدیل کے چنگل سے بھاگ نکلی اور یہاں پاکستان آگئی' بعدازاں یہ معلوم ہوا کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں عدیل جہنم واصل ہوگیا' ماہ نور کی عدیل سے تو جان چھوٹ گئی تھی مگر وہ ان تکلیف دہ یادوں اور اذیت ناک لمحات کو بھلا نہ سکی جو عدیل کی معرفت اسے ملے تھے۔ عدیل کو اس نے پورے خلوص سے پیار کیا تھا' عدیل کی بے وفائی کا زخم وہ سہہ نہیں پارہی تھی۔ جس کے باعث وہ ذہنی ونفسیاتی امراض کا شکار ہوگئی تھی۔

"ماہ نور اللہ ہمارے ساتھ کبھی برا نہیں کرتا بلکہ ہم خود اپنی عقل و سمجھ کے ہاتھوں خود اپنے لیے ایسا راستہ چن لیتے ہیں جس پر چل کر ہمارے پاؤں زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری روح بھی زخمی ہوجاتی ہے۔ اگر اللہ تم سے محبت نہیں کرتا تو تم عدیل کے دوست سے اپنی عزت کیسے بچا پاتیں جس نے تمہیں جوئے میں جیتا تھا۔" شہزین پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے خلوص سے بولی تو ماہ نور یکدم تیزی سے کرسی سے اٹھی۔

"میرے سر میں درد ہورہا ہے میں سونا چاہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماہ نور اندر کی جانب مڑگئی تو شہزین ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

☆☆☆......

شہزین غائب دماغی سے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ حوریہ نے امی بابا کو کتنا مطمئن کر رکھا تھا وہ کتنے اطمینان اور خوشی سے اس سے بات کررہے تھے۔ تیمور حیات کے کہنے کے مطابق اس نے اپنے والدین کو یہی بتایا تھا کہ اس وقت وہ اپنے شوہر کے ہمراہ لندن میں سیر سپاٹوں میں مصروف ہے۔ ابھی بھی اس کے کان میں امی کی آواز کی بازگشت گونج رہی تھی جو اسے خوشیوں سے بھرپور ازدواجی زندگی کی دعائیں دیتے تھک نہیں رہی تھیں' ان کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی بیٹی لندن میں نہیں بلکہ اسی شہر سے دور ایک غیر گنجان علاقے میں ایک بنگلے میں ہے جبکہ ماریہ بھی کافی خوش لگ رہی تھی اس کی خوشیوں کے لیے دعائیں کررہی تھی۔ وہ مسلسل اس سے ویڈیو چیٹ کے لیے اصرار کررہی تھی جسے شہزین خوبصورتی سے ٹال جاتی تھی۔

بیٹھے بیٹھے شہزین کو اچانک مخصوص مہک کا احساس ہوا' اس نے سرعت سے سر اٹھایا سامنے ہی وہ دشمن جاں اپنی شاندار پرسنیلٹی کے ساتھ پورے ایک ماہ بعد اس کے مقابل کھڑا تھا۔ وہ خاموشی سے عین اس کے سامنے آن بیٹھا تو شہزین نے اسے دھیرے سے سلام کرڈالا' جس کا جواب ہمیشہ کی طرح محض اس نے سر ہلا کردیا۔

"مجھے یہ سن کر اچھا لگا کہ تم اپنا کام بہت دیانتداری اور لگن سے کررہی ہو۔"

"کس سے سنا آپ نے...... اوہ تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اپنے جاسوس یہاں چھوڑ رکھے ہیں۔" وہ ناراضی سے بولی تو بے ساختہ تیمور حیات کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی جسے شہزین نے کافی حیرت سے دیکھا۔ یہ شخص مسکراتا بھی جانتا ہے؟ وہ خود سے بولی تھی۔

"گڈ کافی ذہین ہو خود ہی سوال کرکے خود ہی جواب بھی دے دیتی ہو۔" وہ اسے سراہتے ہوئے بولا تو شہزین نے کچھ سوچ کر استفسار کیا۔

"حوریہ آپی نے میری کیا قیمت لگائی تھی؟" شہزین کے سوال پر تیمور نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر بے پروائی سے بولا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے' ماہ نور جس دن ٹھیک ہوجائے گی اس کے اگلے دن میں تمہیں آزاد کردوں گا۔" شہزین نے اس پل تیمور حیات کو کافی چونک کر دیکھا پھر ایک تھکی سی سانس فضاء میں خارج کرکے اپنی انگلیوں کو چٹخانے لگی کہ اگلے ہی پل تیمور حیات نے ناگواری سے اس کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔

"واٹ نان سینس مجھے تمہاری یہ عادت بالکل پسند نہیں ہے۔" وہ جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں بولا جبکہ شہزین کے وجود کو خفیف سا جھٹکا لگا' تیمور کے ہاتھوں کا لمس اور گرمی محسوس کرکے اس کے دل کی دھڑکنیں نجانے کیوں ڈسٹرب ہوگئی تھیں۔ تیمور کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر وہ نروس ہوکر بولی۔

"ہاتھ چھوڑیے میرا۔"

"اگر نہ چھوڑوں تو......" وہ بے اختیار بولا تو شہزین نے انتہائی اچنبھے سے اسے دیکھا جو اپنی سحر انگیز نگاہیں اس پر جمائے اسے تسخیر کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

"یہ...... یہ کیا بدتمیزی ہے میں نے کہا نا...... میرے ہاتھ چھوڑیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑالیا۔

"ویسے خیریت ہے میرے سرکل کی تو ہر لڑکی یہ چاہتی ہے کہ میں اس کا ہاتھ پکڑوں اور تم ہوکہ......" وہ ذرا سا اس کی جانب جھکتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ گیا تو شہزین بری طرح جھلس گئی۔

"میں آپ کے سرکل کی لڑکیوں جیسی نہیں ہوں۔"

"اچھا پھر مجھے بتاؤ کہ تم کیسی ہو؟"

"میں آپ کو کیوں بتاؤں؟"

"کیوں کہ فی الحال میں تمہارا شوہر ہوں۔" تیمور انتہائی دلکشی سے بولا تو یکدم شہزین خاموش سی ہوگئی پھر انتہائی تھکے ہارے سے انداز میں گویا ہوئی۔

"ہوں...... حادثاتی طور پر آپ میری زندگی میں شامل ہوئے اور ماہ نور کے ٹھیک ہوجانے کے بعد چلے بھی جائیں گے مگر میرے لیے یہ دعا ضرور کیجیے گا کہ اس حادثے کے بعد مجھے کسی شہزین کی ضرورت نہ پڑے۔" وہ وہاں رکی نہیں' تیزی سے کمرے میں چلی گئی جبکہ تیمور حیات ساکت سا بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆......

ماہ نور تیزی سے روبصحت تھی اور شہزین اسے دیکھ کر بے تحاشا خوش تھی کہ اسے بھی ماہ نور سے ایک خاص لگاؤ اور محبت سی ہوگئی تھی۔ ماہ نور کے ڈاکٹرز بھی کافی مطمئن تھے۔ تیمور حیات پندرہ دن میں ایک چکر ضرور لگایا کرتا تھا' شہزین نے اب تک اس سے ماہ نور کی بابت استفسار نہیں کیا تھا کہ ماہ نور کا اس سے کیا رشتہ ہے؟ مگر اتنا تو وہ ضرور جان گئی تھی کہ وہ اس کی عزیز ترین ہستی ہے۔

"شہزین! تیمور سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟" ایک دن وہ دونوں کوئی فلم دیکھ رہی تھیں جب دھیرے سے ماہ نور نے اس سے استفسار کیا تھا۔ شہزین نے کافی چونک کر اسے دیکھا۔

"تیمور اور میں بہت اچھے دوست ہیں بلکہ بیسٹ فرینڈ ہیں۔" تیمور نے اسے جو کہنے کو بولا تھا وہ ماہ نور کے سامنے اس نے کہہ دیا تھا۔

"دوست کے علاوہ کچھ اور بھی......" ماہ نور نے اسے بغور دیکھتے ہوئے جملہ قصداً ادھورا چھوڑا۔

"نہ...... نہیں ماہ نور ہم بس اچھے دوست ہیں' میرے ممی پاپا امریکہ میں ہوتے ہیں اور یہاں پاکستان میں تیمور کے علاوہ میرا کوئی قریبی دوست اور جاننے والا نہیں اسی لیے میں تیمور کے ساتھ یہاں آگئی۔" شہزین نے تیمور کا پڑھایا سبق بڑی خود اعتمادی سے اس کے سامنے دہرایا تو ماہ نور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ شہزین اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بظاہر اسکرین کی جانب متوجہ رہی۔

"تمہیں تیمور نے ہمارے رشتے کے بارے میں بتایا۔" ماہ نور کی آواز پر شہزین نے اسے ناسمجھی والے انداز میں دیکھا تو ماہ نور دھیرے سے مسکرادی۔

"کمال ہے تمہارے بیسٹ فرینڈ نے تمہیں میرے متعلق نہیں بتایا۔"

"کم آن ماہ نور یہ فلم دیکھو نا کلائمکس پر پہنچ گئی ہے۔" وہ خود کو بے پروا بناتے ہوئے جلدی سے بولی مگر ماہ نور کے منہ سے یہ الفاظ سن کر نجانے کیوں گم صم سی ہوگئی۔

"میں تیمور کی منگیتر ہوں شہزین' وہ بدنصیب لڑکی جو اصل ہیرے کو ٹھکرا کر کانچ کے ٹکڑے کی چمک دیکھ کر اسے ہیرا سمجھ کر اس کی جانب چلی گئی۔ تیمور میرا منگیتر ہونے کے ساتھ ساتھ میرا تایازاد بھی ہے ہم دونوں اپنے اپنے والدین کی اکلوتی اولادیں ہیں۔ ہمارے والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کا سہارا تھے۔ تیمور میرا بہت خیال رکھتا تھا جب میں نے اسے ٹھکرا کر عدیل جیسے شخص کو اس پر

فوقیت دی وہ تب بھی کچھ نہیں بولا۔ میں نے تیمور کا دل دکھایا تھا نا اسی لیے قدرت نے مجھے یہ سزا دی۔"
"نہیں ماہ نور تم پلیز ایسا مت سوچو۔" یکدم تیمور کی آواز ابھری تو دونوں نے ہی چونک کر رخ موڑ کر دیکھا۔ دروازے کی چوکھٹ پر وہ ایستادہ تھا۔
"میں تم سے ناراض ہرگز نہیں ہوں اور نہ کبھی ایسا سوچ سکتا ہوں۔" بولتے بولتے وہ ماہ نور کے پہلو میں آ کر بیٹھا تو ماہ نور بے اختیار سسکتے ہوئے اس کے سینے سے آ لگی تھی۔
"تیمور پلیز مجھے معاف کردو۔ میں تمہاری قصوروار ہوں۔" وہ بے تحاشا روتے ہوئے بولی تو تیمور نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا جبکہ شہزرین اپنا خاموش وجود اور خالی دل لیے دھیرے سے اٹھی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی یہ دیکھے بنا کہ دو نگاہیں اس کے تعاقب میں دور تک اس کے ساتھ گئی ہیں۔

......☆☆☆......

رمضان المبارک کی آمد آمد تھی اور تیمور نے شہزرین سے وعدہ کیا تھا کہ وہ رمضان کے شروع ہونے سے پہلے ہی اسے اس کے گھر چھوڑ آئے گا۔ شہزرین آج صبح سے ہی نوٹ کر رہی تھی کہ ماہ نور پہ کچھ خاموش خاموش اور اداس سی تھی۔
"ماہ نور اس بار عید ہم بہت اسپیشل انداز سے منائیں گے مگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ پورے روزے رکھو گی تاکہ عید کا حقیقی مزہ آئے اور اس عید کو ہم یادگار بنائیں۔" شہزرین چہکتے ہوئے بولی تو ماہ نور جیسے کسی گہری نیند سے چونکی۔
"ہوں...... ہاں کیا کہہ رہی ہو تم......" وہ جیسے یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں تھی چونک کر بولی۔
"کیا ہوا ماہ نور کوئی پریشانی ہے کیا...... مجھے نہیں بتاؤ گی؟" وہ دوستانہ انداز میں بولی تو ماہ نور یکدم ہسٹریائی انداز میں چلائی۔
"نہیں چاہیے مجھے تمہاری ہمدردی' تمہاری دوستی اور نہیں چاہیے مجھے یہ زندگی...... میں مرجانا چاہتی ہوں۔" انتہائی دیوانگی کے عالم میں بولتی وہ لان کے ایک سائیڈ میں بنے سوئمنگ پول کی جانب تیزی سے لپکی اور غڑاپ سے اندر کود گئی۔ شہزرین اسے پول میں گرتا دیکھ کر انتہائی بدحواس ہوگئی۔
"ماہ...... نور" وہ بے ساختہ اسے بچانے کی غرض سے خود بھی کود گئی' ماہ نور پول کی سائیڈ پر گری تھی جہاں پانی صرف دو فٹ تھا' شہزرین کو ڈوبتا دیکھ کر ہوش میں آ گئی تھی اور زور زور سے چلانے لگی۔ تیمور چیخوں کی آواز سن کر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بھاگتا ہوا اپنے کمرے سے نکلا اور ماہ نور کی نشاندہی پر فوراً پول میں کودا اور سرعت سے شہزرین کو باہر نکال لیا۔
"شہزرین...... شہزرین آنکھیں کھولو۔" پول کے اطراف میں بنے ٹائیلو کے فرش پر لٹا کر تیمور اس کے گال زور زور سے تھپتھپا رہا تھا۔
"تیمور اس کی نبض چیک کرو دیکھو سانس ٹھیک سے آ رہی ہے؟" ماہ نور پریشانی سے بولی تو تیمور نے جلدی سے اس کی نبض ٹٹولی جو بہت دھیمی چل رہی تھی پھر تیمور نے اس کے پیٹ پر بوجھ ڈال کر پانی نکالا اور بنا سوچے سمجھے مصنوعی تنفس دے ڈالا جس کی بدولت شہزرین نے ایک ہچکی لی اور دوسرے ہی پل اس کا تنفس ہموار ہوگیا۔ تیمور نے اطمینان کی گہری سانس خارج کی تو ماہ نور نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ دھرا' تیمور نے رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا اور ماہ نور کی آنکھوں کی تحریر پڑھ کر دھیرے سے مسکرا دیا۔ ماہ نور نے اس پل تیمور اور شہزرین کے رشتے کی سچائی کو قبول کرلیا تھا۔
وہ گہری نیند سے جیسے ہڑبڑا کر اٹھی تھی چند ثانیے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے مگر جب آہستہ آہستہ شعور بیدار ہوا تو سب سے پہلا خیال اسے ماہ نور کا آیا اپنے وجود پر پڑے کمبل کو اس نے جلدی سے ہٹایا اور اٹھنا ہی چاہتی تھی کہ تیمور حیات کی آواز نے اسے گویا ساکت کردیا۔
"لیٹی رہو ماہ نور ٹھیک ہے اور اس وقت آرام کر رہی ہے۔" بالکل سامنے ہی ایزی چیئر پر وہ رف سے حلیے میں ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیٹھا تھا بے ساختہ شہزرین نے ایک اطمینان بھری سانس لی پھر معاً کوئی خیال آیا تو اس نے اپنے وجود پر نظر ڈالی۔
"میرے کپڑے کس نے چینج کیے' میں نے تو یہ نہیں پہنے ہوئے تھے۔" وہ گھبرا کر بولی۔
"ڈونٹ وری تمہارا ڈریس میں نے نہیں چینج کیا البتہ پول سے میں نے ہی تم کو نکالا تھا ورنہ تم نے تو دنیا سے جانے کا پروگرام بنالیا تھا۔" وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے بولا تو شہزرین اپنی جگہ خفیف سی ہوگئی' وہ ابھی اٹھنے کا ارادہ ہی کر رہی تھی کہ ایک بار پھر تیمور کی آواز گونجی۔
"آرام سے یہاں لیٹی رہو' مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"میں بھلا آپ سے کیوں ڈرنے لگی آپ کوئی بھوت ہیں کیا...... ہاں بھوت سے کم نہیں۔" آخری جملہ وہ سرگوشی میں بولی تھی مگر تیمور نے بخوبی سن لیا تھا۔
"اچھا تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر اس کے بیڈ کے قریب آیا۔
"آپ پلیز یا تو مجھے یہاں سے جانے دیں یا پھر خود چلیں جائیں۔ ماہ نور کیا سوچے گی ہمارے بارے میں۔" وہ فوراً گھبرا کر بولی تو چند ثانیے اسے خاموشی سے بغور دیکھنے کے بعد تیمور حیات آہستگی سے گویا ہوا۔
"وہ جانتی ہے ہمارے رشتے کے بارے میں۔"
"کیا...... کیا جانتی ہے وہ......؟" اس نے حیرت سے تیمور کو دیکھا۔
"یہی کہ تم میرے نکاح میں ہو۔" تیمور کی بات پر بے ساختہ وہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئی۔
"آپ اس سے محبت کرتے ہیں نا؟ اور شاید اب وہ بھی......" شہزرین سر جھکا کر قدرے توقف کے بعد بول کر خود ہی خاموش ہوگئی۔ ماہ نور کے پول میں کودنے کی وجہ اسے سمجھ میں آ گئی تھی۔ تیمور نے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔
"یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں مجھے ماہ نور سے زیادہ کوئی عزیز نہیں تھا جب اس نے مجھ پر عدیل کو فوقیت دی تو میں واقعی ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔ مجھے ہر صورت میں ماہ نور کی خوشی عزیز تھی' عدیل مجھے کبھی اچھا نہیں لگا' اس کی نگاہیں مجھے ہمیشہ پرفریب لگیں' مگر ماہ نور میری کوئی بھی بات سننے کو آمادہ نہیں تھی' مجبوراً میں نے اسے عدیل کے سنگ رخصت کردیا' مگر بروقت مجھے اطلاع ملی کہ ماہ نور کسی بڑی مصیبت میں ہے' وہ عدیل کی حقیقت کھل جانے کے بعد مجھ سے اتنی شرمندہ اور نادم ہوئی کہ میرے لاکھ رابطہ کرنے کے باوجود اس نے مجھ سے ملنے یا بات کرنے کی کوشش نہیں کی' مگر جب عدیل نے اسے اپنے دوست......" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا پھر آہستگی سے گویا ہوا۔
"ماہ نور نے اپنی کیلی کے توسط سے مجھ سے رابطہ کیا اور میں اسے یہاں لے آیا۔ عدیل سے تو میں اچھی طرح نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر قدرت نے اس سے خود ہی انتقام لے لیا۔" تیمور اپنی بات مکمل کرکے کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا شہزرین نے رخ موڑ کر اس کی جانب دیکھا پھر مضبوط لہجے میں بولی۔
"آپ ماہ نور کو اپنالیں قدرت نے آپ کو ایک اور موقع دیا ہے آپ اپنے دل کو کشادہ کرکے اسے قبول کرلیں۔ مجھے یقین ہے کہ ماہ نور آپ کی سنگت میں اپنی پچھلی تکلیف وہ زندگی کو بالکل بھول جائے گی اور آپ بھی مکمل ہوجائیں گے۔"
"تمہیں یہ کیسے یقین ہے کہ میں مکمل ہوجاؤں گا ایسا کیا ادھورہ پن تم نے میری ذات میں دیکھا۔" تیمور کی سنجیدہ آواز ابھری' پشت ہونے کی وجہ سے وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ نہیں سکی۔
"آپ کی ادھوری محبت نے آپ کی ذات میں ایک خلاء سا پیدا کردیا ہے جب ماہ نور آپ کی زندگی میں شامل ہوجائے گی تو یہ خلاء خود بخود پر ہوجائے گا۔" نجانے کیوں یہ سب کہتے ہوئے اس کے دل کی کیفیت بہت عجیب سی ہو رہی تھی' ایک نامعلوم سی اداسی اس کے رگ و پے میں سرائیت کر رہی تھی' یہ تو اول روز سے طے تھا کہ بچھڑنا مقدر ہے پھر یہ اضطراب یہ بے چینی کیوں؟
"اور تم...... تم کیا کرو گی؟ دوسری شادی کا انتظار کرو گی؟" شہزرین سمجھ نہیں سکی کہ وہ مذاق کر رہا ہے یا پھر سنجیدہ ہے البتہ تیمور کی بات اسے ناگوار لگی۔
"آپ کو اس سے کیا...... کہ میں دوسری شادی کروں یا نا کروں۔" وہ تڑخ کر بولی تو تیمور مسکراتے ہوئے اس کی جانب رخ موڑ کر گویا ہوا۔

وہ عید ہی کیا؟

وہ عید ہی کیا
جب تم پاس نہیں
نہ مہندی کی مہک
نہ چوڑی کی کھنک
وہ عید ہی کیا
جب تم پاس نہیں
نہ بندیا کی دمک
نہ گجروں کی مہک
وہ عید ہی کیا
جب تم پاس نہیں!

دلکش مریم...... چنیوٹ

"سنا ہے تمہیں شادی کا بہت شوق تھا۔"
"آپ کو کس نے بتایا؟" وہ حیرت سے بولی پھر معاً اسے یاد آیا کہ وہ اس بات کا تذکرہ ماہ نور سے کرچکی ہے پھر ٹپٹا کر گویا ہوئی۔
"ماہ نور نے آپ کو کیا کیا بتایا ہے؟" تیمور بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تو وہ اس کے قہقہے کی دلکشی میں کھوسی گئی اسی اثناء میں وہ اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ چکا تھا۔ شہزین نے چونک کر دیکھا اور اس کے اٹھنے کا ارادہ بھانپ کر بہت ہی خاص لہجے میں بولا۔
"تھوڑی دیر بیٹھو نا کل میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔" یہ خبر سن کر شہزین عجیب سے احساسات میں گھری بیٹھی رہ گئی نجانے کیوں اپنی رہائی کی خبر اسے خوش نہیں کرسکی۔ شہزین نے خاموش نگاہوں سے اپنے صیاد کو دیکھا جو اسے اپنی قید سے رہا کررہا تھا۔
"تم مجھے بہت برا انسان سمجھتی ہوگی نا! مگر میں واقعی تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم ماہ نور کو دوبارہ زندگی کی جانب لے آئیں کیونکہ یہ میرے بس کی بات نہیں تھی وہ مجھ سے بہت شرمندہ تھی میرا سامنا کرنے تک کی روادار نہیں تھی۔ تم نے واقعی میرا سب سے بڑا کام کردیا ہے بولو کچھ چاہیے مجھ سے۔" آخر میں تیمور حیات مسکراتے ہوئے اس سے استفسار کررہا تھا تو نجانے کیوں خود بخود تلخی اس کے لہجے میں در آئی۔
"کیا دے سکتے ہیں آپ مجھے......؟"
"مانگ کر تو دیکھو! جان بھی مانگو گی تو مایوس نہیں کروں گا۔" وہ اپنے خاص لہجے میں بولا کہ یکدم شہزین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔
"آپ کی جان ماہ نور کے لیے بہت قیمتی ہے اور ماہ نور مجھے بہت عزیز ہوگئی ہے۔" وہ خود پر بمشکل قابو پا کر ہموار لہجے میں بولی۔
"اچھا اور تمہارے لیے......کیا تمہارے لیے میری جان قیمتی نہیں ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو شہزین بری طرح سے ڈھے گئی۔
"آ......آپ میری بے بسی سے لطف اٹھانا چاہ رہے ہیں نا آپ یہ سننا چاہتے ہیں نا کہ میں آپ سے کہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے اور یہ سن کر آپ کی گردن غرور سے کچھ اور تن جائے تو سن لیجیے مسٹر تیمور حیات میں آپ سے......" بولتے بولتے وہ یکدم رکی پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر رونے لگی تو انتہائی نرمی سے تیمور نے اسے خود سے لگالیا اور پھر شہزین کو کچھ یاد نہیں رہا صرف یہ احساس غالب رہا کہ وہ تیمور حیات سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔
ماہ نور نے اسے بہت محبت سے رخصت کیا تھا تیمور حیات نے انتہائی بیش قیمت گفٹس اس کے والدین کے لیے خریدے تھے وہ اس کے ہمراہ گھر بھی آیا اور ڈنر کرکے وہ جانے لگا تو شہزین نے بڑی آہستگی سے کہا تھا۔
"ماہ نور اور اپنی شادی میں مجھے ضرور بلایئے گا۔" یہ کہہ کر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی تھی جب کہ تیمور حیات کافی دیر خاموش سا وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔
رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوچکا تھا شہزین نے اپنی تمام توجہ عبادات میں لگادی تھی ماہ نور کا اکثر فون آتا تھا مگر اس دشمن جان نے ایک بار بھی اسے فون نہیں کیا تھا ماہ نور بھی تیمور کا کوئی تذکرہ نہیں کرتی تھی اور خود سے اس کی بابت پوچھنا اس کی انا کو گوارہ نہیں تھا ادھر حوریہ کو اس کے کیے کی سزا قدرت کی طرف سے مل گئی تھی۔ عاصم کمال نے حوریہ سے زیادہ حسین اور کم عمر لڑکی سے دوسری شادی کرلی تھی کیونکہ اسے اپنے لیے وارث چاہیے تھا جواب تک حوریہ اسے دے نہیں سکی تھی وہ گو کہ عاصم کمال کی شاندار کوٹھی میں رہ رہی تھی مگر اس کی سوتن انتہائی طمطراق سے وہاں ملکہ عالیہ بنی حکم چلاتی تھی۔ اس نے انتہائی رورو کر شہزین سے معافی مانگی تھی اور شہزین نے اسے معاف بھی کردیا تھا جو کچھ بھی تھا حوریہ اس کی سگی بہن تھی۔ وہ اب بھی اپنی بہن کے لیے نرم گوشہ اپنے دل میں رکھتی تھی۔
رمضان کا دوسرا عشرہ گزر چکا تھا۔ شہزین کچھ دنوں سے انتہائی ڈل ہورہی تھی۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ شاید روزے رکھ کر اسے کچھ کمزوری محسوس ہورہی ہے کیونکہ وہ افطاری اور سحری بھی ٹھیک سے نہیں کررہی تھی مگر اچانک ایک عجیب سے احساس نے اسے خوش ہونے کے ساتھ ساتھ ڈھیر سارا اداس بھی کردیا امی کے ساتھ جا کر وہ لیڈی ڈاکٹر سے تصدیق بھی کرا آئی تھی۔ امی بابا دونوں اس خبر سے بے حد خوش تھے۔ شہزین نے انہیں تیمور حیات کے متعلق بتا رکھا تھا کہ وہ بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا ہے لہٰذا وہ تیمور حیات کی طویل غیر حاضری پر فکرمند نہیں تھے۔ ماہ نور سے یہ خبر اس نے شیئر نہیں کی تھی حالانکہ وہ اس کی بہت اچھی دوست بن گئی تھی مگر وہ اس کے دل کی منگیتر بھی تو تھی۔

☆☆☆

انتیسویں روزے کے اختتام کے ساتھ ہی عید کے چاند کا اعلان ہوگیا تھا۔ ہر طرف چاند رات کی مخصوص گہما گہمی تھی ماموں بابی اور ماریہ تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں سے گئے تھے اور ماریہ کی منگنی کا بلاوا بھی دے گئے تھے جو عید کے تیسرے روز طے پائی تھی۔ شہزین نے ماریہ کو دل بھر کر چھیڑا تھا جواب شادی کے لیے دل و جان سے راضی تھی جواباً ماریہ نے شہزین کے سامنے تیمور کا تذکرہ نکالا تو باوجود چاہنے کے وہ اسے اپنے اور تیمور کے رشتے کی حقیقت بتا نہیں پائی تھی۔ وہ اس پل ماریہ کو اپنی طرف سے کوئی دکھ اور پریشانی نہیں دینا چاہتی تھی جو اپنی منگنی کی وجہ سے بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔
شہزین نامعلوم سی تھکن محسوس کرکے کمرے میں جا کر لیٹنے کا ارادہ ہی کررہی تھی کہ جب ہی ماہ نور کے ہمراہ وہ بھی چلا آیا تھا۔ ماہ نور نے انتہائی گرمجوشی سے اسے گلے لگا کر چاند کی مبارک باد دی جو ریڈ کلر کے ٹراؤزر سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ شہزین نے تیمور کو یکسر نظر انداز کردیا تھا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔
"ارے شہزین تمہاری صحت تو ٹھیک ہے نا تمہارا چہرہ اتنا پیلا کیوں ہورہا ہے۔" ماہ نور کے استفسار پر شہزین کچھ گڑبڑا سی گئی۔
"نہ......نہیں تو میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ جلدی سے بولی فیروزی رنگ کے کاٹن کے ملگجے سے سوٹ میں وہ اس پل بہت شکستہ و مضمحل سی لگی۔
"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے اپنا چلو یہ ڈریس فوراً پہن کر آؤ۔" بولتے بولتے تیمور نے اپنے ساتھ لائے بیگز میں سے ایک اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو ماہ نور کے سامنے نا چاہتے ہوئے بھی اس نے بیگ تھام لیا۔
"شہزین مجھے تمہارے امی اور بابا سے ملنے کا بے حد شوق ہے کہاں ہیں وہ؟" ماہ نور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔
"وہ پچھلے صحن میں بیٹھے ہیں میں انہیں بلا کر لاتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ یکدم ماہ نور نے اسے روک لیا۔
"تم جا کر چینج کرلو میں خود ان سے مل کر آتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ یہ جا وہ جا جبکہ شہزین نے رخ موڑ کر انتہائی چڑ کر تیمور حیات کو دیکھا اور زور سے بیگ میز پر پٹخ دیا۔
"آپ کی اس عنایت کا بہت بہت شکریہ۔"
"اپنی پرابلم شہزین تمہیں اتنا غصہ کس بات پر آرہا ہے۔" وہ انجان بن کر استفسار کرتا اسے سخت زہر لگا۔ شہزین نے دو تین گہری گہری سانسیں لے کر اپنے آپ کو سنبھالا۔
"مجھے کیوں غصہ آنے لگا آپ غالباً مجھے آزاد کرنے آئے ہیں نا......مگر مسٹر تیمور حیات فی الحال آپ ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ میں......" طیش کے عالم میں وہ نجانے کیا کیا بولنے جارہی تھی اچانک ہوش آنے پر اس نے انتہائی سرعت سے اپنی زبان کو روکا تھا۔
"کیا......؟ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو شہزین۔" تیمور بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولا تو بے تحاشا شرم کے ساتھ ساتھ اسے رونا بھی آگیا۔
"کچھ نہیں کہنا مجھے آپ سے ہمیشہ میں ہی آپ سے کیوں کہوں ہمیشہ میں ہی کیوں بے بس ہوجاؤں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولی پھر ماہ نور کو امی بابا کے ہمراہ آتے دیکھ کر سرعت سے خود کو سنبھالا۔
"ارے تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ چلو آؤ میں تمہیں تیار کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اسے کمرے میں لے آئی اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے بھرپور انداز میں سجا سنوار کر ہی ماہ نور نے دم لیا۔ ڈارک پرپل پر سلور رنگ کے نفیس سے کام والے سوٹ میں شہزین بے حد پیاری لگ رہی تھی۔
"شہزین میں کل رات کی فلائٹ سے نیویارک جارہی ہوں۔" وہ اسے چوڑیاں پہناتے ہوئے مگن سے انداز میں بولی تو شہزین نے اسے چونک کر دیکھا۔
"وہاں کی یونیورسٹی میں تیمور نے میرا ایڈمیشن کرادیا ہے میں دوبارہ اپنی پڑھائی اسٹارٹ کررہی ہوں۔ میرے لیے دعا کرو گی نا۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر مسکرا کر گویا ہوئی۔
"مگر ماہ نور......!"
"مجھے تیمور نے تم دونوں کے رشتے کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہے جانتی ہو شہزین! تیمور نے تمہیں میرے قریب کیوں بھیجا تھا......؟" ماہ نور کی بات پر اس نے ناسمجھی والے انداز میں اسے دیکھا۔
"کیونکہ تم بالکل میرے جیسی ہو تمہاری باتیں تمہارے انداز تمہاری عادتیں بالکل میری طرح ہیں میں تمہارا یہ احسان

زندگی بھر یاد رکھوں گی کہ تم مجھے واپس زندگی کی جانب لے آئیں، چار ماہ تم نے مجھ پر سخت محنت کی ہے۔" ماہ نور کی بات پر شہزرین نے انتہائی مضبوطی سے اس کے ہاتھوں کو تھاما۔

"تیمور صرف تمہارا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے تم سے جدا نہیں کرسکتی اور ہاں...... مجھے خالہ جانی بنانے کا شکریہ۔" آخر میں وہ شرارت سے بولی تو شہزرین شرم و شرمندگی کے مارے کٹ کر رہ گئی۔

"وہ...... دراصل......"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں شہزرین میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔" وہ نرمی سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے بولی، اسی دم دستک دے کر تیمور حیات کمرے میں داخل ہوا۔

"بھئی اپنی مسز کا موڈ ٹھیک کرکے جلدی سے باہر آؤ تاکہ ہم تمہارے ساتھ مہندی لگوانے جاسکیں۔" یہ کہہ کر ماہ نور وہاں سے چلی گئی تو تیمور اس کے قریب ہوا۔ جبکہ شہزرین نے خفگی سے رخ دوسری جانب موڑ لیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے بے حد ناراض ہو اور بدگمان بھی۔ یہ سچ ہے کہ تم ماہ نور کا عکس ہو مگر میں نے تمہارے اندر کبھی اس کی شبیہہ ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی جب پہلی بار فلاور شاپ میں تمہیں دیکھا تو تم مجھے کافی خاص لگیں، ایک عجیب سی کشش میں نے تمہارے اندر محسوس کی۔" وہ نہایت اپنائیت سے اسے سچائی سے آگاہ کررہا تھا۔ شہزرین رخ اس کی جانب موڑ کر بغور اسے سننے لگی۔

"یہ درست ہے کہ ماہ نور کے ٹھکرانے کے بعد میری عورت ذات سے دلچسپی ختم ہوگئی تھی کیونکہ ہمیشہ میرے ذہن میں لائف پارٹنر کے روپ میں ماہ نور کی شبیہہ رہی مگر جب تم میری بیوی بن کر میرے پاس میرے کمرے میں آئیں تو ماہ نور کی پرچھائی جیسے دور بہت دور ہوتی چلی گئی، میں نے صرف تمہیں ڈرانے دھمکانے کے لیے یہ کہا تھا کہ میں تمہیں دل بھر جانے کے بعد چھوڑ دوں گا، ورنہ تمہاری تصویر دیکھ کر ہی میں نے پورے خلوص سے تمہیں اپنانے کا ارادہ کرلیا تھا اور شادی کو خفیہ رکھنے کی وجہ صرف ماہ نور کی بیماری تھی ممکن تھا کہ یہ سن کر اس کے ذہن کو دھچکا پہنچتا۔" وہ اس کے کانوں میں امرت گھول رہا تھا۔ شہزرین گویا خود کو پھول کی مانند ہلکا اور مہکتا ہوا محسوس کررہی تھی۔

"اگر آپ مجھے ڈرانے دھمکانے کے بجائے سیدھے سبھاؤ ماہ نور کے متعلق بتادیتے تو میں تب بھی آپ کی مدد ضرور کرتی۔" شہزرین نرمی سے بولی تو تیمور اثبات میں سر ہلا کر گویا ہوا۔

"ہاں تم واقعی بنا کسی لالچ اور ڈیل کے ماہ نور کی مدد کرتیں مگر اس بات کا اندازہ مجھے اس وقت نہیں ہوا تھا۔"

"آ...... آپ ماہ نور سے شادی نہیں کررہے؟" دل میں چبھی پھانس کو اس نے زبان دی تو تیمور بے ساختہ مسکرادیا۔

"ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے شادی نہیں کرنا چاہتے ماہ نور میری اچھی دوست ہے وہ پہلے میری پسند ضرور تھی مگر تم میری محبت ہو۔" وہ اتنے دلنشین انداز میں بولا کہ شہزرین کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔

"آ...... آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ پورے ایک ماہ میری پلٹ کر خبر بھی نہیں لی۔" وہ شکوہ کناں لہجے میں بولی تو تیمور نے بے ساختہ اسے بانہوں میں بھرلیا۔

"اپنی جان کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے ہمارا آشیانہ سجا رہا تھا اور بزنس کی مصروفیات کو جلدی جلدی نمٹا رہا تھا تاکہ آرام سے اپنی جان کے ساتھ بہت سا وقت گزار سکوں اور پھر تھوڑا سا تنگ بھی کررہا تھا۔"

"کیوں تنگ کیوں...... میں نے کیا کیا تھا آپ کے ساتھ؟" وہ ناراضی سے اس کی بانہوں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی جسے تیمور نے ناکام بنادیا۔

"مجھے اتنا برا آدمی جو سمجھ لیا تھا۔" وہ منہ لٹکا کر بولا تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"اور پھر اپنے جذبوں کا اظہار ان خاص لمحوں میں کرنا چاہتا تھا، تیمور حیات مکمل تمہارا ہے اور اب تو ہم دونوں ممی پاپا بھی بننے والے ہیں۔" آخری جملہ وہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا تو شہزرین نے ایک جھٹکے سے الگ ہوکر اسے حیرت سے دیکھا۔

"آپ دونوں کو کیسے معلوم ہوا۔" اسے اچانک یاد آیا کہ ماہ نور نے بھی اس سے تذکرہ کیا تھا۔

"ابھی راستے میں ماریہ کا فون آیا تھا، چاند کی مبارک باد کے ساتھ ساتھ مجھے ڈیڈی بننے کی بھی مبارک باد دے رہی تھی۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تو شہزرین بے تحاشا شرما کر اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔ اس کا ویران شہرِ دل اب آباد ہوچلا تھا۔

قسط نمبر 10

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

کبھی بن سنور کے جو آگئے تو بہارِ حسن دکھا گئے
مرے دل کو داغ لگا گئے' یہ نیا شگوفہ کھلا گئے
مرے پاس آتے تھے دم بدم' وہ جدا نہ ہوتے تھے ایک دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا ستم کہ مجھی سے آنکھیں چرا گئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

تابندہ بی شاپنگ سے واپس آتی ہیں انہیں گھر کے قریب مصطفیٰ مل جاتا ہے تو وہ اسی کے ساتھ گھر آتی ہیں اور سب کو یہ بتاتی ہیں کہ وہ رستہ بھول گئی تھیں۔ مصطفیٰ ان کے بیان پر مشکوک ہوجاتا ہے جبکہ شہوار نظر انداز کر جاتی ہے۔ مصطفیٰ شہوار کے طرز عمل سے یہ سمجھتا ہے کہ شہوار تابندہ بی کے شہر آنے اور اس طرح سارا دن غائب رہنے کے بارے میں سب جانتی ہے اور جب اپنے انہی خیالات کا اظہار شہوار کے سامنے کرتا ہے تو دونوں کے درمیان پھر خاصی تلخ کلامی ہوجاتی ہے۔ بابا صاحب پھر خواب آتا ہے اور اس بار ان کی حالت شدید خراب ہوجاتی ہے اور ان کی مسلسل بے ہوشی سے ملازم بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔ ایاز کی لیلیٰ زبیری سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ مکمل طور پر لیلیٰ زبیری کے سحر میں جکڑ جاتا ہے تو دوسری طرف لیلیٰ زبیری بھی اس سے متاثر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ تابندہ بوا' شاہ زیب صاحب اور مہر النساء بیگم سے شہوار کی مصطفیٰ سے رشتے کے بارے میں غیر رضامندی کا اظہار کرتی ہیں اور ساتھ ہی شہوار کے تمام اعتراضات کا بھی ذکر کرتی ہیں جس پر دونوں میاں بیوی حیران ہوتے ہیں تب گاؤں سے ملازم کی کال آجاتی ہے وہ انہیں بابا صاحب کی خراب حالت کی اطلاع دیتا ہے تو شاہ زیب تابندہ بوا اور شہوار گاؤں جانے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ صوفی بیگم رات کے وقت انا کے کمرے میں آتی ہیں اور اسے جاگتے پاکر پریشان ہوتی ہیں انا ان سے رشتہ داروں کا ذکر کرتی ہے تو صوفی بیگم کا رنگ زرد ہوجاتا ہے تب وہ انا کے اصرار پر انا کو اپنے رشتہ داروں سے نہ ملنے کی وجہ بتاتی ہیں اور ساتھ میں ولید کی والدہ کے متعلق بھی بتاتی ہیں کہ ولید کی والدہ اور ضیاء صاحب کی لو میرج ہوئی ہے جس کی وجہ سے ولید کی والدہ کے تمام رشتے دار ان سے بائیکاٹ کرلیتے ہیں۔ بابا صاحب کو ملازم خراب طبیعت کے باعث قریبی اسپتال لے آتے ہیں اور ایڈمٹ کروادیتے ہیں۔ ولید جاگنگ سے واپسی پر انا کو واک کرتے دیکھتا ہے تو گزشتہ رویہ یاد آنے پر اندر ہی اندر پشیمان ہوتا ہے' تبھی وہ اسے گلاب کی کلیوں کا گلدستہ اپنے ہاتھ سے بنا کر دیتا ہے تو انا اس تحفے کی وصولیابی پر ایک دم خوش ہوجاتی ہے اور اسے خوش دیکھ کر ولید کو اپنے اندر خوش گوار سے احساسات پیدا ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ بابا صاحب کی طبیعت بحال ہونے لگتی ہے' اگلی رات شہوار ان کے پاس رکتی ہے کہ اچانک اپنے کمرے کے باہر کھٹکے پر پریشان ہوکر مختلف اوہام کا شکار ہوجاتی ہے۔ اسی کیفیت میں وہ کمرے میں داخل ہونے والے وجود کو سر پر شیشے کا گلاس دے مارتی ہے اور جب آنے والے کو دیکھتی ہے تو شرمندہ ہوجاتی ہے۔

کمرے میں داخل ہونے والا وجود مصطفیٰ شاہ زیب علی کا ہوتا ہے' تبھی وہ مصطفیٰ کے سر کی ڈریسنگ کرتی ہے۔ مصطفیٰ اپنی والدہ کو لے کر بابا صاحب کی عیادت کے لیے آتا ہے' دونوں وہ رات بابا صاحب کے کمرے میں گزارتے ہیں۔ اگلی صبح شہوار بیدار ہوتی ہے تو تابندہ بوا مصطفیٰ کو شہوار کو بھی اپنے ساتھ شہر واپس لے جانے کا کہتی ہیں' جس پر شہوار جانے سے انکار کردیتی ہے۔ مصطفیٰ تابندہ بوا سے شہوار کا گلاس مارنے کا تذکرہ کرچکا ہوتا ہے' جس پر وہ شہوار کو ڈانٹتی ہیں تو ایک بار پھر شہوار اور مصطفیٰ کے درمیان تلخ کلامی ہوجاتی ہے' جس پر شہوار مصطفیٰ کے ساتھ جانے سے صاف انکار کردیتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀☆❀☆❀

دو دن بعد بابا صاحب کی طبیعت سنبھلی تو ڈاکٹرز نے انہیں او کے کردیا تھا اور یہ لوگ انہیں واپس حویلی لے آئے تھے۔ شہوار زیادہ تر بابا صاحب کے پاس ہاسپٹل میں ہی رہی تھی اس کے ساتھ مہر النساء آنٹی یا پھر شاہ زیب انکل ہی زیادہ تر رکے تھے۔ جبکہ تابندہ بوا ایک دو چکر کے بعد دوبارہ ہاسپٹل کا چکر نہ لگا سکی تھیں کہ بابا صاحب کی عیادت کرنے والے ہاسپٹل اور حویلی دونوں کے چکر لگا رہے تھے اور ان کو تابندہ بوا ہی ہینڈل کر رہی تھیں۔ بابا صاحب کی دونوں بیٹیاں زینب بی اور زہرہ بی آئی ہوئی تھیں جبکہ حسن علی انکل متواتر فون کر رہے تھے اور یہی حال نواز علی انکل کا بھی تھا' جبکہ شاہ زیب صاحب تو مکمل طور پر بابا صاحب کے پاس موجود تھے' اپنے تمام کام اور ضروری امور نظر انداز کیے اس وقت صرف بابا صاحب کی توجہ دیے ہوئے تھے۔

بابا صاحب کو حویلی شفٹ ہوئے آج دوسرا دن تھا' وہ سارا دن ان کے پاس ہی رہتی تھی گا ہے بگا ہے ان کا بی پی چیک کرنی' ان کے کھانے پینے کا سارا کام وہ خود ہی کر رہی تھی۔ اس دوران اس نے شدت سے محسوس کیا تھا کہ تابندہ بی اس سے شدید خفا ہیں اگرچہ انہوں نے اپنے قول و فعل سے اس کا براہ راست شہوار کو احساس نہیں دلایا تھا مگر جس طرح دوبارہ انہوں نے اس سے شہر جانے کی کوئی بات نہیں کی تھی بلکہ کسی بھی سلسلے میں کوئی استفسار نہیں کیا تھا تو شہوار کے دل میں یقین ہوتا جارہا تھا کہ تابندہ بی اس سے شدید خفا ہیں مگر بابا صاحب کی طرف وہ سارا وقت اس قدر مصروف رہتی تھیں کہ خود سے ماں کے پاس جاکر ان کی ناراضی ختم کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ رات کے دس بجے بابا صاحب جلدی میڈیسن لے کر سو گئے تھے وہ ان کو ایک نظر دیکھتے ماں کو ڈھونڈنے ہال کمرے کی طرف آئی تو وہاں دونوں پھپھی جان' تابندہ بی اور مہر النساء چاروں خواتین عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں' شہوار ایک گہرا سانس لیتی ہال سے واپس اپنے کمرے میں آگئی' عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو مہر النساء تھیں۔

انہیں دیکھ کر وہ فوراً دروازے سے ایک طرف ہوئی۔

"آیئے۔"

"نماز پڑھ رہی تھیں؟" وہ اندر آگئی تھیں۔

"جی۔" اس نے مختصراً کہا۔

"صبح ہم واپس جارہے تھے۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ بابا صاحب کی حالت قدرے بہتر ہے۔ ڈاکٹر تو دن رات چکر لگا رہا ہے۔ شاہ زیب بھی سب کام چھوڑے اِدھر رکے ہوئے ہیں۔ ان کی وہاں کل ایک اہم میٹنگ ہے۔ وہ صبح جارہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ تمہیں بھی کہہ دوں تیار رہنا۔ صبح صبح فجر کے قریب نکلیں گے تو وقت پر پہنچ جائیں گے۔ تمہارا پہلے ہی کالج کا خاصا حرج ہوچکا ہے اگر تم بھی کالج جانا چاہو تو چلی جانا پھر۔" انہوں نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی تو وہ فوراً سر ہلا گئی۔

"جی ٹھیک ہے میں تیار رہوں گی۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔

"جیتی رہو...... ان تین چار دنوں میں تم نے جس طرح بابا صاحب کا خیال رکھا ہے شاہ زیب اس بات سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اللہ تمہیں اپنی تعلیم میں کامیاب و کامران کرے۔ دل خوش کردیا تم نے تو۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے مزید کہا تو وہ مسکرا دی۔

"یہ کوئی احسان نہیں میں بھی تو اس حویلی کی ایک فرد ہوں۔ ان کی دیکھ بھال میرا بھی فرض ہے۔" اس کے الفاظ میں اس قدر سچائی بھی بابا صاحب کے لیے محبت بھی کہ مہر النساء بیگم ایک دم متاثر ہوئیں۔

"جیتی رہو...... اللہ تمہیں خوش رکھے...... آباد رکھے...... صبح جلدی نکلنا ہے چلتی ہوں۔ زینب اور زہرہ دونوں اِدھر ہی ہیں اب تابندہ اکیلی پر ذمہ داری نہ ہوگی۔ تم بھی سو جاؤ' صبح جلدی اٹھنا ہوگا۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تاکید کرتے وہ چلی گئیں تو شہوار گہرا سانس لیتے جائے نماز تہہ کرکے بستر پر آ بیٹھی۔

"امی نے نماز پڑھ لی ہوگی۔ جانے سے پہلے ان سے مل تو لوں، صبح شاید وقت ملے کہ نہیں۔" ابھی وہ ارادہ کر کے اٹھی ہی تھی کہ سرہانے پڑا موبائل بج اٹھا۔
اس نے اسکرین دیکھی تو انا کی کال تھی۔
"السلام علیکم......" مسکرا کر اس نے کال پک کی تھی۔
"وعلیکم السلام...... کتنی بے وفا لڑکی ہو...... حویلی جا کر ایسے بیٹھ ہی گئی ہو...... تمہارے بغیر کالج کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ کب آ رہی ہو واپس؟" انا تو اس کی آواز سنتے ہی شروع ہوگئی تھی۔ شہوار ہنس دی۔
"صبح فجر کے قریب گاؤں سے نکلنے کا پروگرام ہے اگر وقت پر شہر پہنچ گئے تو انشاء اللہ کل کالج میں ملاقات ہوگی۔" اس نے اس کی تسلی کرائی۔
"تھینک گاڈ...... اور تمہارے بابا صاحب کا کیا حال ہے؟" اسے اب خیال آیا تھا پوچھنے کا۔ تب وہ ہنس دی۔
"اللہ کا شکر ہے وہ اب بہتر ہیں۔"
"چلو پھر ٹھیک ہے اب کل کالج میں بات ہوگی۔ ٹیک کیئر اینڈ اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ۔" اس نے موبائل رکھا تو پھر بج اٹھا اس نے جھنجلا کر موبائل کو دیکھا۔
"اف...... اب کون ہے؟" اس نے جھنجلا کر موبائل اٹھایا وہاں مصطفیٰ کا نام دیکھ کر وہ چونکی۔
مصطفیٰ ان تین دنوں میں پہلی بار اسے کال کر رہا تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ ان حضرت کو اب اس وقت کیا کام آن پڑا ہے؟ اس نے متجسس ہوتے کال پک کی۔
"السلام علیکم۔" اس کا مخصوص انداز تھا۔
"وعلیکم السلام...... کیسی ہو؟" اس نے پوچھا۔
"اللہ کا بڑا کرم ہے۔" اس نے سادگی سے کہا۔
"واپسی کب تک متوقع ہے؟" اس نے اگلا سوال کیا۔ شہوار کو بڑا ناگوار گزرا۔
"آپ سے مطلب؟" اس نے رکھائی سے کہا۔
"آپ شاید بھول رہی ہیں محترمہ کہ مستقبل قریب میں آپ کے سارے مطلب اب میری ذات سے ہی ہوں گے۔" دوسری طرف بڑے آرام سے اسے سلگایا گیا تھا۔
"بڑی شدید خوش فہمی میں مبتلا ہیں محترم......" اس نے حقیقتاً خاصا سلگ کر کہا تو وہ ہنس دیا۔
"یہ تو آپ کے لیے خاصی خوش آئند بات ہونی چاہیے کہ میں خوش فہمی میں مبتلا ہوں۔ کسی غلط فہمی میں نہیں۔" دوسری طرف سے خاصے ریلیکس انداز میں کہا گیا تھا۔
"میں ایسی بے مقصد باتوں پر خوش نہیں ہوتی۔ مطلب کی بات کریں کہ کال کیوں کی ہے؟" اس نے فوراً سنجیدگی سے ٹوکا۔
"محترمہ میں نے سب سے پہلے حال احوال دریافت کرنے کے بعد مطلب کی بات ہی تو کی تھی اور اس پر بھی آپ جناب نے "آپ سے مطلب" کہہ کر ڈائریکٹ اٹیک کر ڈالا تھا۔" دوسری طرف سے خاصے جتائے انداز میں کہا گیا تو شہوار نے لب بھینچ لیے۔
"آ جاؤں گی واپس جب میرا دل کرے گا۔" کچھ توقف کے بعد اس نے اپنے سابقہ موڈ میں ہی جواب دیا۔
"اور آپ کا یہ دل کب کرے گا؟"
"کیا اپنا ہر شیڈول آپ سے ڈسکس کرنا بہت ضروری ہے؟" اس نے اسی بے لچک انداز میں کہا تو دوسری طرف مصطفیٰ شاہزیب گہری سانس لے کر رہ گیا۔
"خیر ضروری تو نہیں مگر ڈسکس کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔"

"گھر میں باقی لوگ کیسے ہیں؟" اس نے بات بدلی۔ وہ اس سے مزید اپنے کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔
"جب آپ کا دل کرے گا اور آپ آئیں گی تب آ کر خود ہی دیکھ لیجیے گا......" مصطفیٰ نے اس کے بات پلٹنے پر خاصا برا منایا تھا بڑے غیر فطری انداز میں شہوار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ امڈی تھی۔ (یعنی یہ شخص اس کی باتوں پر برا بھی مان سکتا ہے)
"اچھا مشورہ ہے عمل کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔" وہ کونسا لحاظ کرنے والی تھی مسکراہٹ دانتوں تلے دبا کر روکتے اس نے اسے مزید سلگایا۔
"اف......" وہ اچھا خاصا جھنجلایا۔
"ابھی میری ماں جی سے بات ہوئی ہے بابا جان اور ماں جی دونوں کا صبح واپس آنے کا پروگرام ہے۔ تمہاری پڑھائی متاثر ہو رہی ہے میرے ساتھ آنے میں تمہیں اعتراض تھا مگر ان دونوں کے ساتھ آنے میں تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔" مصطفیٰ کے تیکھے الفاظ پر شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔
"اپنی اسٹڈی کے بارے میں، میں آپ سے زیادہ کانشس ہوں۔ سو ڈونٹ وری۔" شہوار کا انداز بڑا دھیما تھا دوسری طرف وہ ایک پل کو چپ رہ گیا تھا۔ یعنی اس لڑکی سے کچھ بھی کہنا سننا فضول تھا۔
"اوکے ایز یو وش...... گڈ بائے...... اینڈ اللہ حافظ۔" اگلے ہی پل وہ مزید ایک بھی لفظ کہے بغیر کال بند کر گیا تو شہوار نے حیرت سے موبائل کو دیکھا۔
اسے مصطفیٰ کے اتنی جلدی کال بند کر دینے کی امید نہ تھی۔
ذہن لاشعوری طور پر مصطفیٰ شاہزیب کی ہی طرف ہونے لگا تو وہ سر کو جھٹکتے موبائل ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پہلے الماری سے بیگ نکال کر صبح کی پیکنگ کی اور پھر کچھ سوچتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کا ارادہ تابندہ بی کے پاس کچھ دیر گزارنے کا تھا۔
وہ تابندہ بی کے کمرے میں آئی تو وہاں پہلے ہی سے مہر النساء آنٹی اور شاہ زیب انکل موجود تھے۔ اسے دیکھ کر وہ ٹھٹکے۔ وہ تینوں شاید کوئی خاص بات کر رہے تھے اسے دیکھ کر چپ ہو گئے تھے۔
"تم سوئی نہیں بیٹا!" مہر النساء بیگم نے ہی مسکرا کر پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اندر بڑھ آئی۔
"بس سونے لگی تھی...... صبح آپ لوگوں کے ساتھ واپس جانا ہے تو سوچا آج کی رات امی کے ساتھ گزار لوں پھر نجانے کتنے دنوں بعد ملنا ہو۔" وہ تابندہ بی کے پاس ہی بیڈ پر آ بیٹھی تھی۔
تابندہ بی نے سنجیدگی سے بیٹی کا چہرہ دیکھا۔ وہ مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔
"اچھی بات ہے۔ چلیں ہم بھی چلتے ہیں۔ صبح جلدی نکلنا ہے ابھی سوئیں گے تو اٹھیں گے۔" مہر النساء آنٹی نے انکل سے کہا تو وہ سر ہلاتے اللہ حافظ کہتے وہاں سے نکل گئے تھے۔
"دروازہ بند کر دوں اور لائٹ بھی آف کر دوں نا؟" ان دونوں کے جانے کے بعد اس نے کھڑے ہو کر ماں کا چہرہ دیکھا۔ تابندہ بی نے اسی سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔
شہوار نے دروازہ لاک کر کے لائٹ آف کر کے نائٹ بلب روشن کر دیا تھا۔ اب کمرے میں ہلکی ہلکی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ تابندہ بی بستر پر دراز ہوئیں تو وہ بھی ان کے ساتھ آ لیٹی۔
"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" بہت لاڈ سے ان کے گرد بازو لپیٹتے اس نے ہلکی سبز روشنی میں ماں کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں۔" وہی پچھلے تین چار دن والا سنجیدہ انداز تھا۔ شہوار کے دل کو کچھ ہوا۔
"پھر مجھے کیوں لگ رہا ہے؟"
"تمہارا وہم ہوگا۔" وہ اسی طرح دراز تھیں۔ اس کو دیکھنے کی بجائے انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔
"وہم ایک دن ہوتا ہے یا دو دن ہوتا ہے...... اب چار دن ہو رہے ہیں۔ اس وہم کا شکار ہوئے ہوئے۔ مجھے پتا ہے آپ

مجھ سے مصطفیٰ کے ساتھ نہ جانے پر ناراض ہیں۔" اب کی بار تابندہ بوا نے آنکھیں کھول کر ساتھ لیٹی بیٹی کو دیکھا۔

"میں ناراض نہیں ہوں مجھے تمہارے رویے پر دکھ ہوا تھا اور اس دکھ کی وجہ یہ بھی کہ تمہیں اب اپنی ماں پر اعتماد نہیں رہا...... اب تم بڑی ہوگئی ہو۔ تم جو کبھی میرے سامنے آنکھ اٹھا کر بات تک نہ کرتی تھیں اب تمہیں میرے فیصلوں پر اعتراض رہنے لگا ہے۔ میری رائے کو تم نظر انداز کرنے لگی ہو۔ تمہارے اس رویے نے مجھے دکھی کیا ہے شہوار کہ تمہیں اب اپنی ماں پر اعتماد اور اعتبار نہیں رہا۔ تم جس طرح اپنے باپ کے خاندان کی اصلیت جاننے کو بے تابی دکھا رہی ہو اس کا تو یہی مطلب ہے کہ تمہیں میری کسی بات کا کوئی یقین نہیں......" ان کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔ گہرے دکھ کا غماز۔ شہوار تو ساکت رہ گئی۔

"نہیں...... امی جان...... نہیں بالکل نہیں...... میں آپ پر بد اعتمادی ظاہر نہیں کررہی۔ اگر آپ حکم دیں گی تو میں آج بھی آپ کے ہر فیصلے پر ایک فرمانبردار بیٹی کی طرح ری ایکٹ کروں گی...... آپ میری زندگی کا کل اثاثہ و سرمایہ ہیں آپ ہیں تو میں زندہ ہوں۔ آپ کو دیکھتی ہوں تو زندہ رہنے کا مقصد ملتا ہے۔ میں نے محض اس خیال سے مصطفیٰ کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا کہ جس طرح اس رشتے سے متعلق مصطفیٰ کے سامنے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کرچکی ہوں اب اس کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مجھے ضرور شرمندگی ہوتی۔ بہر حال وہ ایک اچھا اور قابل انسان ہے مجھے اس شخص کی اچھائی سے انکار نہیں مگر میں خود اپنی ہی نظروں میں مزید نہیں گرنا چاہتی کہ مصطفیٰ اور میرے درمیان اس ٹاپک پر بہت صاف واضح اور تفصیلی بات ہوچکی ہے اور گفتگو کے دوران ہمارے درمیان شدید تلخ کلامی بھی ہوچکی ہے۔ اس کے بعد اب بار بار مصطفیٰ شاہ زیب کے ساتھ سفر کرنا میرے لیے بہت اذیت ناک تھا۔" ماں کی باتوں پر اس نے فوراً اپنے دل کی تمام کیفیت کہہ ڈالی تو تابندہ بی نے بہت سنجیدگی سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ اس کے خوبصورت چہرے میں کسی کا عکس جھلملانے لگا تو انہوں نے بڑی ہمت سے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا۔

"میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں شہوار میرے سامنے ابھی بہت سے امور ہیں جو حل طلب ہیں بیٹا! میں نے اگر مصطفیٰ کا انتخاب کیا تھا تو بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا وہ ہر لحاظ سے ایک قابل انسان ہے۔ اس گھر کی پناہ میں نے یوں بلا مقصد اختیار نہیں کی تھی اور اب اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی اگر ان لوگوں کے ساتھ رشتہ داری بنانا چاہ رہی ہوں تو بھی یہ بلا مقصد نہیں۔ شہوار تم کسی عام خاندان کی لڑکی نہیں ہو بیٹا......! مصطفیٰ سے تم کسی طرح بھی کم نہیں ہو۔" انہوں نے رندھی آواز میں اسے سمجھانا چاہا تو وہ لب بھینچ گئی۔

"امی جان میں آپ سے پراسس کرتی ہوں کہ ہمارے درمیان میرے والد اور ان کے خاندان یا آپ کے خاندانی پس منظر کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوگی بس میں مصطفیٰ کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں بنانا چاہتی۔ پہلے وجہ جو بھی تھی مگر اب جب سے عادلہ بھابی نے اپنے بھائی کے لیے آکر جو کیچڑ مصطفیٰ اور میرے حوالے سے میرے کردار پر اچھالا ہے اب وہ کیچڑ مجھے جینے نہیں دیتا۔ امی وہ عورت مجھے گندہ خون ہونے کے دن رات طعنے دیتی تھی اور میں چپ چاپ سہتی تھی مگر اب بات کردار کی ہے اور میرا کردار اتنا کمزور نہیں ہے کہ میں مصطفیٰ جیسے لڑکوں کو پھنساتی پھروں۔ یہ میں نہیں کہہ رہی یہ عادلہ بھابی اور ان کی فیملی کہتی ہے اور جس طرح ان کا بھائی میرے رستے میں آکر میری ذات پر کیچڑ اچھالتا تھا اس کی بدکرداری اور آوارگی کو سہتے سہتے کبھی مجھے لگتا تھا کہ میں کسی بھی لمحے اپنی جان لے لوں گی۔ امی میری ذات میری تکلیف کا شاید آپ اندازہ نہ کرسکیں کہ عادلہ بھابی اور ان کا یہ بھائی میری زندگی کا سب سے بڑا امتحان ہے۔ میں آپ کے سامنے کبھی ایک لفظ نہ کہتی مگر مصطفیٰ والے واقعے کو لے کر آپ جو رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں اگر یہی صورت حال رہی تو پھر آپ ایک بات طے کرلیجیے گا کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حویلی آجاؤں گی۔" ماں کے سامنے سب کہتے وہ شدت سے سسک اٹھی۔

"شہوار......" یہ حقائق تو خود تابندہ بی کے لیے بہت حیران کن، تکلیف دہ اور اذیت ناک بھی تھے۔

"یہ سب کیا ہے بیٹا......؟ تفصیل سے بتاؤ مجھے؟" انہوں نے ایکدم تمام خفگی و سرد مہری ایک طرف ڈالتے اسے بازو کے حصار میں لے کر پوچھا۔

"مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں...... میں ابھی تک اس شہر میں ہوں تو محض آپ کے لیے ورنہ جس طرح اس شخص نے مجھ پر زندگی کے دروازے تنگ کرنے کی کوشش کی تھی بخدا میں کب کی سب چھوڑ چھاڑ آپ کے پاس آچکی ہوتی۔" تابندہ بی گم صم سی بیٹی کی شکل دیکھے گئیں۔

"امی یہ لوگ محض ہماری کم حیثیتی اور مشکوک بیک گراؤنڈ کو بنیاد بنا کر ہمیں لوٹ کا مال سمجھ کر ہتھیانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اذیت دینا اور حظ اٹھانا چاہتے ہیں۔" شہوار کے الفاظ پر وہ کئی ثانیے تک گم صم رہی تھیں۔

"ادھر شہر میں کسی اور کو بھی عادلہ کے بھائی کی ان حرکتوں کا علم ہے؟" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا لیکن وہ خاموش رہی۔

"تم کب سے یہ سب سہہ رہی ہو؟" اس سے جواب نہ پا کر انہوں نے مزید پوچھا۔

"جب سے عباس بھائی سے عادلہ بھابی کی شادی ہوئی ہے۔ ان کا بھائی میڈیکل کالج میں ہی ہوتا ہے۔" اس نے مزید انکشاف کیا تو کتنے لمحوں تک تو تابندہ بی بول ہی نہ سکیں۔

"خاندان اور کردار کے لحاظ سے ان کا گھرانہ کیسا ہے؟" انہوں نے کچھ سوچتے پوچھا کہ کبھی براہ راست عادلہ کی فیملی سے ان کی ملاقات نہ ہو پائی تھی۔ ہاں عادلہ سے ضرور ملتی رہی تھیں۔

"امی وہ شخص بہت بدکردار ہے اخلاقی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اس کو انسان کہنا ہی انسانیت کی توہین ہے اور انسان کا انفرادی کردار ہی اس کے پورے گھرانے کا عکاس ہوتا ہے۔ عادلہ بھابی آپ کے سامنے ہیں اور ان کا یہ بھائی انسانیت کے نام پر ایک دھبہ ہے۔" شہوار کا انداز اور لب ولہجہ انتہائی زہریلا ہوگیا تھا۔ تابندہ بی نہایت گم صم انداز میں اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان کی یہ حساس سی بیٹی اتنے عرصے سے یہ سب سہہ رہی تھی۔ ان کے اندر آگ سی جلنے لگی تھی۔ جس لڑکی کی خاطر انہوں نے ساری زندگی گمنامی کی حالت میں گزار دی تھی آج ان کی شہوار حالات کے سرد و گرم کا شکار ہورہی تھی، یہ سب جھیل رہی تھی۔ اس بچی کی خاطر انہوں نے اس حویلی کی چار دیواری کی پناہ قبول کی تھی اور آج ان کی یہ بچی ان کے تمام لائحہ عمل کے باوجود حالات کا شکار ہورہی تھی۔ شہوار کے دن بدن بدلتے رویوں کے پیچھے یہ وجوہات تھیں۔ ان کا دل دکھنے لگا۔ انہوں نے بہت محبت سے اسے اپنے بازو کے حصار میں جکڑ لیا۔

"کیا اب بھی وہ شخص میڈیکل کالج میں ہوتا ہے؟" انہوں نے مزید پوچھا۔

"نہیں آج کل نہیں آرہا...... پتا نہیں وہ کالج چھوڑ چکا ہے یا نہیں مگر امی ایک بدکردار شخص کے شر سے انسان آخر کب تک اور کتنا خود کو بچا سکتا ہے۔ مجھے کالج جاتے ہوئے بہت ڈر لگنے لگا ہے۔ وہ شخص اس قدر بدنام شہرت کا حامل ہے کہ اس سے کوئی بھلائی کی امید نہیں کرسکتا۔"

"تم تو آج کل مصطفیٰ کی ساتھ ہی کالج جارہی ہونا؟" انہوں نے شہوار کی بات پر چونک کر پوچھا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیا اتنے دن بیمار رہنے کے پیچھے بھی اس شخص کا کوئی ہاتھ تھا؟" انہوں نے مزید پوچھا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔

"اچھا میں بھائی صاحب سے اس معاملے کو ڈسکس کرتی ہوں۔ وہ ضرور کوئی حل نکالیں گے۔" انہوں نے اس کو تسلی دینا چاہی تو اس نے ایکدم نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں...... امی پلیز کسی کو مزید کچھ مت بتائیے گا۔ اگر میں نے کسی سے اس معاملے کو ڈسکس ہی کرنا ہوتا تو بہت پہلے کرچکی ہوتی۔ امی اگر اس خاندان میں سے کسی بھی فرد کو علم ہوا تو یقین جانیے میں اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گی۔ یہ میرے لیے عزت اور موت کا معاملہ ہے اور میں کسی کی نگاہوں کے سامنے ذلت نہیں سہنا چاہتی۔"

"مگر شہوار اس مسئلے کا کوئی حل بھی تو نکالنا ہوگا نا۔ اگر وہ شخص کوئی سنگین حرکت کرنے پر اتر آیا تو؟ جبکہ جس طرح تم بتا رہی ہو کہ عادلہ اور اس کی ماں رشتہ بھی لے کر آئی تھیں، بھابی لوگوں سے میری ابھی اس سلسلے میں بات نہیں ہو پائی۔ چند ایک بار باتوں باتوں میں میں نے کرید نا بھی چاہا ہے مگر لگتا ہے کہ وہ مجھ سے اس ٹاپک کو ڈسکس نہیں کرنا چاہتے۔ بہر حال اگر وہ شخص اس قدر بدکردار اور آوارہ انسان ہے تو اس سے ہر قسم کی حرکت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ایسے حالات میں کسی مضبوط انسان کا ہمارے ساتھ ضرور ہونا چاہیے کہ کل کلاں کو وہ لوگ اس شخص کی کسی سنگین حرکت پر کوئی ایکشن تو ضرور لے سکیں گے نا۔"

"میں نے مصطفیٰ سے بات کی تھی۔" اس نے نگاہیں چراتے ماں کو بتایا تو تابندہ بی اسے کئی ثانیے بے یقینی سے دیکھے گئیں۔

"واقعی...... کب کی تھی؟" کچھ سنبھل کر انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھا جو بدستور نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔

"لاسٹ ٹائم جب ہم ماں جی اور مصطفیٰ کے ساتھ حویلی آئے تھے۔ تب ابھی رشتے والی بات آپ نے مجھ سے نہیں کی تھی۔ میں نے سوچا کہ مصطفیٰ اچھی پوسٹ پر ہے یقیناً وہ اس شخص کے سلسلے میں کوئی اقدام ضرور کرے گا پھر جب آپ نے مجھ سے اگلے دن رشتے کی بات کی تو مجھے افسوس ہونے لگا کہ مجھے مصطفیٰ سے یہ مسئلہ ڈسکس نہیں کرنا چاہیے تھا۔ نجانے وہ کیا سمجھا ہوگا؟ مگر یہ سچ ہے کہ اس سے ذکر کرنے سے پہلے تک میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ بڑوں میں ہم دونوں کا رشتہ طے کرنے کی پلاننگ طے پا چکی ہے۔" شہوار نے دھیرے دھیرے تمام ماجرا کہہ سنایا۔

تابندہ بی کے لبوں پر اس قدر ٹینشن کے باوجود ایک پرسکون سی مسکراہٹ سمٹ آئی۔ شہوار ابھی بھی نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔ ایک طرف وہ اس رشتے سے انکاری تھی تو دوسری طرف وہ مصطفیٰ سے مدد لینے پر مجبور تھی اور یہ مجبوری ہی تھی جو اسے ماں سے سب کہہ دینے پر مجبور کررہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اس کے بعد ہی مصطفیٰ نے تمہیں کالج لانے لے جانے کی ذمہ داری اٹھائی تھی؟" انہوں نے تمام صورت حال کا جائزہ لیتے اندازہ لگایا۔

"جی۔"

"اس سب کے باوجود تم مصطفیٰ کے لیے انکار کررہی ہو؟" انہوں نے شکوہ کیا اس نے نگاہ اٹھا کر ماں کے پرسکون چہرے کو دیکھا۔

"مجھے مصطفیٰ کی اچھائی اور خلوص نیت سے کبھی انکار نہیں مگر امی اپنی ذات اور خودداری کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔ امی یہ سب ایک طرف مگر میرے کردار اور خاندانی پس منظر پر کوئی انگلی اٹھائے یہ سب سہنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ ساری صورت حال آپ سے ڈسکس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ سے صرف یہ تعاون چاہتی ہوں کہ جب تک میری تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی مجھے اس پروپوزل کے جھنجٹ میں مت ڈالیں۔ انکل لوگوں کو جیسے بھی مطمئن کریں مگر اب مجھ سے اس سلسلے میں بات مت کریں۔" شہوار کا انداز دوٹوک تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" تابندہ بی نے ایک گہری سانس لی۔

"آپ شہر کیوں گئی تھیں؟" شہوار کو اچانک مصطفیٰ کی جرح کا انداز یاد آیا تو ماں کا چہرہ دیکھا۔ سبز ہلکی روشنی میں کچھ واضح نہ ہوسکا سوائے سنجیدگی کے۔

"بتایا تو تھا کہ تمہاری اس رات کی ٹیلی فونک گفتگو کے بعد مجھے لگا کہ تم سے خود جا کر مل لوں...... تم شاید مجھے مس کررہی ہو۔ تمہاری بیماری اور ذہنی کنڈیشن کا اندازہ تھا سو اسی لیے ایک دو دن کے لیے خود آنا پڑا۔" انہوں نے رسانیت سے کہا۔

"اور اس دن جب آپ شاپنگ کے لیے گئی تھیں تو کہاں رک گئی تھیں۔" مصطفیٰ کے الفاظ یاد تھے سو ماں سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"کہیں بھی نہیں...... عرصے بعد شہر کی گہما گہمی والی زندگی کا جائزہ لیا تو کچھ پل کے لیے باہر کی دنیا میں گھومنے کو دل چاہا...... بس اسی چکر میں رستہ بھول گئی تھی اور پھر جب رکشہ لیا تو اس کا رکشہ خراب ہوگیا۔" تابندہ بی کا انداز سادہ اور پراعتماد تھا شہوار انہیں دیکھے گئی۔

(تو پھر مصطفیٰ کو امی کی باتوں پر یقین کیوں نہیں آیا تھا؟) وہ الجھی۔

"کیا بات ہے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" تابندہ بی نے اس کی نگاہوں کے ارتکاز پر مسکرا کر پوچھا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں...... بس ویسے ہی...... کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارا بھی اپنا گھر ہو...... اپنی چھت اور اپنے گھر کی چار دیواری ہو...... یہ لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اتنی اپنائیت اور خلوص...... عادلہ بھابی کے احساس دلانے سے پہلے تک میں بہت مطمئن تھی کبھی اپنے گھر اور خاندان کا خیال اس قدر شدت اختیار نہیں کرپایا تھا مگر اب دل چاہتا ہے کہ اپنا گھر ہو...... اپنے خاندان کا حوالہ ہو...... اور جب سے عادلہ بھابی کا بھائی عذاب بن کر سامنے آیا ہے تو دل شدت سے چاہنے لگا ہے کہ کاش میرا بھی کوئی بھائی ہوتا' کڑیل جوان' مضبوط بھائی جس کی چھاؤں میں ہم دونوں کو کسی عادلہ بھابی جیسی عورت کی طعنہ زنی نہ سہنا پڑتی' ایسا بھائی جو میرے درد کو سمجھ سکتا جو اس آوارہ بدمعاش انسان کا منہ توڑ سکتا اور جب عائشہ اور صبا کو اپنے بھائیوں کے ساتھ وقت گزارتے دیکھتی ہوں تو دل سے اپنی اس محرومی پر ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔"

"شہوار بس کرو بیٹا...... یہ کیسی محرومی والی باتیں کررہی ہو آج؟" اس کے لہجے میں عجیب سا سوز تھا کہ تابندہ بی نے ایک دم گھبرا کر اسے ٹوک دیا تھا۔

"تمہیں اچانک ایسے خیالات کیونکر سوجھنے لگے ہیں؟" وہ حیران تھیں جبکہ شہوار خاموش۔

"اچھا اب ایک لفظ بھی نہیں کہنا مزید...... صبح تم نے جلدی نکلنا ہے اب سونے کی کوشش کرو...... مجھے بھی سارے دن کی مصروفیت سے اب شدید تھکن ہورہی ہے۔ تم بھی سو جاؤ......" انہوں نے سنجیدگی سے کہتے اسے ٹوکا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

(دل اور انہونی خواہشوں پر بھلا کب اختیار ہوتا ہے۔) کاش وہ ماں کو بتا سکتی۔ اس کے دل میں صرف یہ ایک محرومی نہ تھی کئی محرومیاں تھیں مگر نجانے آج کیسے ایک محرومی کا ذکر زبان سے نکل آیا تھا مگر اب تابندہ بی کا انداز دیکھ کر چپ ہوگئی تھی۔

"سو جاؤ...... پریشان نہیں ہوتے...... انشاء اللہ اللہ بہتر کرے گا۔ مصطفیٰ ایک اچھا سلجھا ہوا اور سمجھدار انسان ہے۔ اگر اس کے علم میں اس شخص کی تمام حرکتیں ہیں تو وہ یقیناً کوئی بہتر قدم ہی اٹھائے گا۔ بے فکر ہو کر مصطفیٰ پر بھروسہ کرو وہ انشاء اللہ تمام معاملے کو حل کرلے گا۔" اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے انہوں نے کہا تو شہوار محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"سو جاؤ اب......" انہوں نے اسے کہتے خود بھی آنکھیں بند کرلی تھیں۔ وہ بھی گہرا سانس لے کر آنکھیں موند گئی۔

❁☆❁☆❁

وہ انا کے کمرے سے نکلی تو اپنے کمرے کی طرف جاتے ساتھ والے کمرے کی لائٹ دیکھ کر ٹھٹکی۔

"یہ انا کو تو نہ سونے کی بیماری ہے یہ ولی بھائی آج کیوں جاگ رہے ہیں؟" رات کا ایک بج رہا تھا وہ اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے ولی کے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ نیم وا تھا۔ اس نے ذرا سا دھکیلا تو کھلتا چلا گیا۔

"آپ جاگ رہے ہیں؟" ولید اپنے بستر پر ٹانگوں پر لیپ ٹاپ رکھے مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر متوجہ ہوا تو روشانے نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ نیم وا دروازے کے پاس کھڑی تھی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے اس حالت میں بیٹھا بیٹھا سو رہا ہوں کیا؟" ولی نے مسکرا کر جواباً کہا تو وہ ہنس دی۔

"بائی داوے تم کیوں جاگ رہی ہو؟" ولی نے لیپ ٹاپ کی طرف دوبارہ نگاہ کرتے سوال کیا تو وہ اندر بڑھ آئی۔

"انا کے ساتھ دماغ کھپا رہی تھی؟"

"کیوں کیا ہوا انا کو؟" ایکدم چونک کر بہن کو دیکھا جو اس کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ تین چار دن پہلے تک انا سے ناراضی تھی اب تو صورت حال نارمل تھی۔ پھر اب کیا ہوا؟

"پتا نہیں کیا پرابلم ہے اس کے ساتھ...... نہ کچھ ڈسکس کرتی ہے اور نہ ہی کسی کو بولنے دیتی ہے۔ پھپھو بھی خاصی پریشان ہورہی ہیں۔ دو تین دن پہلے پھپھو سے اس نے نیند نہ آنے اور ٹرینکولائزر یوز کرنے کی بات کی تھی تب سے وہ شدید پریشان ہیں اور بار بار مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ میں جو اس کے نزدیک ہوں پتا کروں کہ اسے کیا پریشانی ہے۔ نیند کیوں نہیں آتی اسے؟ مگر میں جب بھی اس بات کا تذکرہ کرتی ہوں اس کا ری ایکشن بڑا عجیب سا ہو جاتا ہے۔ بڑے بدلحاظ اور تمسخرانہ انداز میں کہہ دیتی ہے کہ اس کے سونے جاگنے سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ اسے کوئی پرابلم نہیں خوامخواہ اس کا دماغ نہ کھایا جائے......!" وہ شاید اچھا خاصا دماغ انا سے کھپا کر آئی تھی اور ولید کو دیکھ کر فوراً شروع ہوگئی تھی۔

ولید جو پہلے ہی اس ساری صورت حال کو روشانے کے ساتھ ڈسکس کرنے کا سوچ رہا تھا اب روشانے کی تمام بات سن کر فوراً سنجیدہ ہوا۔ لیپ ٹاپ ایک طرف رکھتے اس نے پرسوچ انداز میں ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟"

"پتا نہیں بٹ آئی تھنک وہ کچھ ڈسٹرب ہے۔" روشانے نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔

"کوئی خاص ریزن؟" اس نے اسے کریدا...... وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"یہی تو پرابلم ہے کہ وہ اپنی کوئی بھی فیلنگز ہم سے شیئر نہیں کرتی۔ کمرا بند ہو کر رہ گئی ہے۔ یا کالج کی روٹین برقرار ہے...... ان تین چار دنوں میں بہت چپ سی رہنے لگی ہے۔ پہلے تو پھر بھی کالج سے آنے کے بعد مجھ سے بول لیا کرتی تھی مگر آج کل وہ بھی ناپید ہے۔"

"تمہارے خیال میں کیا ریزن ہوسکتی ہے؟ ویسے آج کل تو وہ مجھے نارمل کنڈیشن میں ہی لگ رہی تھی۔ ہاں موڈی ہے اور موڈ نہ ہو تو بدتمیزی بھی خاصی کرجاتی ہے۔"

"آئی ڈونٹ نو...... پھپھو کہتی ہیں وہ شروع سے ہی لاڈلی تھی جب تک وہ ہمارے ساتھ باہر رہی تھی ایسی ہی تھی مگر تب بچپن کا دور تھا سو زیادہ فیل نہیں ہوا مگر پاکستان آنے کے بعد شروع میں تو اس نے ہر پل، ہر لمحے ہم لوگوں کو مس کیا پھر وہ اپنی اسٹڈی میں بزی ہوگئی تو اس کی جذباتیت کچھ حد تک کم ہوگئی مگر اس سے اس کی ذات میں یہ تبدیلی آئی کہ وہ ایک دم بہت جلد ہائپر ہوجاتی ہے، چھوٹی سی چھوٹی ایکدم بچی ہوجاتی ہے۔ انکل، پھپھو اور احسن سب کی اسے بھرپور محبت اور توجہ ملی ہے مگر اس کے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں وہ ختم نہیں ہو پائیں۔ عجیب موڈی اور حساس لڑکی ہے، کبھی کبھار تو پھپھو بھی اس کے موڈ کا اندازہ نہیں لگا پاتیں کہ اگر وہ پریشان ہے خفا ہے تو کیوں ہے؟"

"ہوں......" ولید نے تفکر بھرا گہرا سانس لیا۔

"آج کل اس کے خراب موڈ کی کوئی خاص وجہ؟" جبکہ وہ تو خود اس سے اپنے رویے کی بدصورتی پر ایکسکیوز کرچکا تھا۔ پھر اب کیا وجہ تھی؟

"مجھے تو کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی......" روشانے نے نفی میں سر ہلایا۔

"کہیں وہ کسی میں انوالو تو نہیں......؟" جو بات اسے چند دن سے کھٹک رہی تھی اب لبوں پر آگئی تو روشانے نے حیرت سے بھائی کو دیکھا۔

"آپ کو یہ اندازہ کیونکر ہوا؟"

"وہ ینگ ہے، کوالیفائیڈ اینڈ خوبصورت ہے...... سوسائٹی میں موو کرتی ہے...... کوایجوکیشن میں پڑھ رہی ہے، ہر طرح کا امکان ممکن ہے۔" ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"مے بی...... بٹ مجھے نہیں لگتا کہ ایسا کچھ ہے...... اگر کہیں انوالو ہوتی تو ذکر کرتی...... سرسری سا ہی...... مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ایسا معاملہ بھی ہوگا...... فرض کریں اگر ہو بھی تو انا بہت میچورڈ اور سمجھدار لڑکی ہے وہ کسی ایسے معاملے میں اپنی فیملی کے ساتھ اس طرح ری ایکٹ نہیں کرے گی۔ جس طرح وہ آج کل ری ایکٹ کررہی ہے۔ یہ کوئی اور ہی سچویشن ہے۔"

"تو؟" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ روشانے خاموش رہی۔

"آپ کی انا کے متعلق کیا رائے ہے؟" کچھ ثانیے کے بعد روشانے نے پوچھا تو ولید اس کی بات کا مطلب سمجھتے ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی تو میں ادھر آیا ہوں...... عرصے بعد اپنوں سے مل رہا ہوں اب اتنی جلدی کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے تو رہا؟ ویسے بھی تمہاری شادی کا سلسلہ چل رہا ہے پہلے یہ تو اختتام پذیر ہوجائے۔" ولید نے ٹالنا چاہا۔

"یہ سلسلہ میری شادی کے ساتھ مشروط نہیں تھا۔ یہ علیحدہ فیصلہ تھا جو پھپھو اور بابا کے درمیان طے پایا تھا...... بابا کو بہت جلدی ہے ان کے دل کی خواہش سے [illegible] خبر نہیں ہیں مگر وہ پھپھو کی رائے کو اولیت دے رہے ہیں۔ آپ کو وقت دے رہے ہیں۔" روشانے نے سنجیدگی سے بھائی کو کہا۔

"کیا انا کو اس سارے سلسلے کی خبر ہے؟" ولید نے پوچھا۔

"آئی تھنک نہیں...... اگر اسے خبر ہوتی تو وہ ضرور کوئی ری ایکشن شو کرتی کم از کم مجھ سے ڈسکس تو ضرور کرتی۔" روشانے کا انداز پُرسوچ تھا۔

"آج کل انا کا جو رویہ ہے میں بہت الجھ گیا ہوں۔ کبھی وہ بہت اپنی اپنی لگتی ہے اور کبھی وہ ایکدم بالکل روڈ اجنبی اور پرائی بن جاتی ہے اور اس کا رویہ آخری حد تک گستاخانہ اور بدتمیزانہ ہوجاتا ہے۔" ولید کا انداز ایسا تھا کہ روشانے ایکدم ہنس دی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں...... تین دن پہلے فجر کی نماز کے بعد انا واک کرنے لان میں گئی تھی تبھی آپ بھی وہیں آنکلے تھے۔ اس وقت انا جس طرح آپ کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو اسے آبزرو کرنے میں اتنا وقت لینا چاہیے۔ ویسے انا نے آپ کا دیا گیا پھولوں کا گلدستہ مجھے دکھایا تھا آپ کی طرف سے پھول پاکر وہ بہت خوش لگ رہی تھی اور پھول تھے بھی بہت پیارے......" روشانے ایکدم بات کو کہاں سے کہاں لے گئی تھی۔ ولید نے اسے گھورا۔

"اس سارے قصے میں پھولوں کا کیا ذکر بھلا؟"

"یہ تو آپ کو ہی پتا ہوگا نا؟ مجھے ویسے آپ پر خاصی حیرت ہوئی تھی...... کہاں لڑکیوں کے معاملے میں ایکدم آدم بیزار رہنے والے ولی بھائی اب ایکدم پھولوں کا گلدستہ پیش کررہے تھے۔ وہ بھی انا وقار احمد صاحبہ کو......" اس کا انداز شرارت سے بھرپور تھا۔

"شٹ اپ۔" روشانے کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ویسے اگر دل میں کوئی فیصلہ کرلیا ہے تو بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بابا اور پھپھو تک آپ کی رائے پہنچا سکتی ہوں۔ ویسے سچ کہوں بابا کی خواہش میری بھی دلی خواہش ہے مگر ہم پھر بھی آپ کو وقت دے رہے ہیں۔ آپ کے فیصلے کے منتظر ہیں۔"

"کوئی فیصلہ نہیں کیا میں نے...... میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ بے کار میں ضائع کرتا پھروں...... بھاگو یہاں سے۔" ولید نے اس کی شرارت پر اسے گھورتے اپنا لیپ ٹاپ دوبارہ اٹھا کر اپنی آنکھوں کی سامنے کرلیا تھا۔

"اف اس کو تو ایک طرف ہٹا دیں۔ آپ کے پاس کونسا وقت ہوتا ہے یہاں آتے ہی آفس کی بھاگ دوڑ شروع کردی ہے میں تو آپ سے تفصیلی بات کرنے کو ترس گئی ہوں۔ آج اگر چانس ملا ہے تو اس کو ایک طرف رکھ کر پہلے میری بات سن لیں۔"

"اگر اسی طرح کی بے سروپا باتیں کرنی ہیں تو سوری۔" ولید نے صاف ہری جھنڈی لہرائی۔

"ہاں جیسے سارے ملک کی مشینری آپ کے اندر ہی تو کام کررہی ہے نا؟" روشانے نے جل کر کہا تو وہ ہنس دیا۔

"پھر بھی بتائیں نا انا پیاری ہے نا؟" اس کے ہنسنے پر روشانے کو حوصلہ ملا تو اس نے پوچھا۔

"مجھے تو وہ بہت پیاری لگتی ہے۔"

"مادام! میں حسن صورت کی بجائے حسن سیرت کا قائل ہوں۔" ولید نے چڑایا۔

"ہاں ٹھیک ہے پھر میں بابا سے کہتی ہوں کہ کوئی کالی بدصورت آنکھ کی اندھی کان کی بہری اور جسم کی معذور دیکھ لیتے ہیں......" ولید کے چڑانے پر وہ جل بھن گئی تھی۔

"یار! انا وقار احمد ہماری بہت پیاری اور خوبصورت کزن ہے، جو حد سے زیادہ حساس اور کچھ حد تک موڈی بھی ہے بدتمیزی تو اس کی علیحدہ صفت ہے۔ میچورڈ سنجیدہ مزاج اور سلجھی لڑکی ہے مگر اس سب کے باوجود میرے نزدیک وہ میری پھوپی زاد ہے۔ اینڈ تھنک مور یار!" روشانے کے جل بھن جانے پر ولید نے رسانیت سے کہا تو روشانے فوراً بےتاب ہوئی۔

"جب آپ اس کی اتنی کوالٹیز کے بارے میں جان چکے ہیں تو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"واقعی کوئی حرج نہیں مگر میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی میرے کیریئر کا آغاز ہے۔ میں باہر وہاں کی جاب ہر چیز چھوڑ کر آیا ہوں ابھی مجھے اپنے آپ کو اسٹیبلش کرنا ہے اس کے بعد زندگی کی باقی ترجیحات ہوں گی۔" اب کے ولید نے سنجیدگی کے ساتھ اپنا موقف واضح کیا۔

"یہ سب تو چلتا رہتا ہے نا۔ بعض فیصلے وقت پر ہی اچھے ہیں اور وقت گزر جائے تو صرف پچھتاوے باقی رہتے ہیں۔ انا

اگرچہ ہماری کزن ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک لڑکی بھی ہے پھپھو سے کئی بار سرسری بات چیت ہوئی ہے وہ انا کے انتظار نہیں کریں گی جیسے ہی کوئی اچھا پرپوزل آتا ہے وہ اسے رخصت کردیں گی پھپھو کے بقول ایجوکیشن تو شادی کے بعد مکمل کی جاسکتی ہے؟" روشانے نے سنجیدگی سے کہا تو ولید نے بغیر کسی تاثر کے بہن کو دیکھا۔

"تم خوامخواہ الجھ رہی ہو...... جو بھی ہوگا دیکھ لیں گے۔ ظاہر ہے پھپھو ماں ہیں اور ہر کوئی اپنی بیٹی کے لیے اچھا سوچتا ہے۔ رہ گئی پرپوزل والی بات ابھی کوئی اچھا پرپوزل منظرِ عام پر آیا نہیں جب آئے گا تو دیکھیں گے۔" والا انداز بے پروا تھا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ کیا پتا کب کیا معاملہ طے پاجائے؟ تو کیا بہتر نہیں کہ وقت پر بہتر فیصلہ کرلیں۔ اب تک تو فیصلہ ہوجانا چاہیے تھا کہ ہم بہرحال باہر سے ایک فیصلہ طے کرکے ہی پاکستان آئے تھے۔" روشانے کا انداز خاصا سنجیدہ تو ولید نے اسے بغور دیکھا۔

"تو کیا تمہاری اس سلسلے میں کسی سے کوئی بات ہوئی ہے۔ بابا یا کسی اور سے......؟"

"بابا سے تو تقریباً ہر دوسرے تیسرے دن یہ موضوع زیرِ بحث رہتا ہے مگر آج کل انا کے رویے کی وجہ سے جس طرح پھپھو پریشان ہیں تو مجھے لگ رہا ہے کہ وہ اب سنجیدگی کے ساتھ انا کے لیے کوئی اچھا پرپوزل دیکھنے کا سوچ رہی ہیں۔" روشانے نے بتایا۔

"اوہ...... آئی سی......"

"بھائی پلیز! اس معاملے کو سنجیدگی سے لیں۔" روشانے اس سلسلے میں خاصی بے تاب تھی وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد کوئی حتمی فیصلہ ہوجائے۔

"اچھا دیکھیں گے تم کیوں پریشان ہورہی ہو؟" ولید نے اسے ٹالنا چاہا۔ روشانے نے فوراً برا مانا۔

"اچھا بتائیں کہ وہ کونسی چیز ہے جو آپ کو حتمی فیصلہ کرنے سے منع کررہی ہے۔" روشانے بھائی کے مزاج کے رنگوں سے آشنا تھی سو اس کے یوں ٹالنے پر برا مان کر کہا۔

"دیکھو روشانے یہ زندگی محض ایک دو گھنٹوں کا پلے نہیں کہ میں ایک دم فیصلہ کرلوں' باہر کی لائف جیسی بھی گزاری مگر بابا کی تربیت ہمارے ہم قدم رہی اور شاید یہی وجہ تھی کہ کہیں اِدھر اُدھر تانکا جھانکی کی نوبت ہی نہ آئی' اور پھر سب سے بڑھ کر بابا جان کی یہ نصیحت مجھے یاد رہی کہ یہاں جتنی بھی آزادانہ زندگی گزار لو مگر لائف پارٹنر کا فیصلہ ان کی پسند کا ہوگا' اور یہ نصیحت ہر لمحے یاد رکھی۔ ہاں انا کے متعلق بابا نے ایک آپشن دیا تھا اور کہا تھا اگر میں بہتر سمجھوں تو وہ پاکستان جاکر بات فائنل کرسکتے ہیں اور پاکستان آکر انا کو دیکھ کر اچھا بھی لگا مگر جیسے جیسے اس کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا تو اس کی شخصیت کی بہت سی باتیں سامنے آئیں۔ ٹھیک ہے وہ میچور ہے مگر میں نے جس طرح کی لائف گزاری ہے تو میرا لائف پارٹنر کے متعلق امیج کچھ اور تھا۔ اور پھر کئی بار جب انا کو بے حد ڈسٹرب دیکھا تو ذہن میں کئی بار خیال آیا کہ کہیں یہ لڑکی کہیں اور انوالو تو نہیں اور ہم انجانے میں اس کے ساتھ زیادتی نہ کر بیٹھیں؟ مگر یہ ایک پوائنٹ ہے جس پر آکر میں ڈبل مائنڈڈ ہوجاتا ہوں۔" ولید نے کچھ توقف کیا تو روشانے چونکی مگر کہا کچھ نہیں۔

"کئی بار جی چاہا براہِ راست انا سے بات کروں مگر نجانے وہ کس طرح ری ایکٹ کرے؟ میں نے اس سے اس کا پرابلم جاننے کی کوشش بھی کی مگر چند بار تو وہ مجھے صاف ٹال گئی اور لاسٹ ٹائم اس کا رویہ میرے ساتھ اس قدر روڈ اور بدتمیزانہ تھا کہ میرا دماغ بالکل گھوم گیا اور ایسے میں اچانک لاشعوری طور پر میرا ہاتھ اس پر اٹھ گیا تھا اور بعد میں مجھے شدید شرمندگی و ندامت نے آگھیرا۔" ولید نے کھل کر بتایا۔

"کیا......" روشانے جو بہت توجہ سے سن رہی تھی بھائی کے آخری الفاظ پر ششدر رہ گئی۔

"میرے رویے کا نتیجہ اگلے دن انا کی خراب طبیعت کی صورت میں سامنے تھا اور میں اپنی جذباتی کیفیت پر بہت گلٹی فیل کررہا تھا۔" ولید نے سنجیدگی سے مزید بتایا۔

"اوہ......انا کے بخار کی اصل وجہ یہ تھی......" روشانے کے لیے یہ انکشاف تھا۔

"اف......یہ تو انا کے ساتھ آپ نے بہت زیادتی کی......اور انا بھی کتنی گم صم ہوگئی تھی......اوہ......ویری بیڈ سچویشن ... کیا ری ایکشن ہے انا کا؟" روشانے نے بھائی کا چہرہ دیکھا۔

"اس کے بعد میں نے انا سے معذرت کرلی تھی مگر جب اس کے موڈ کی وجہ جاننا چاہی تو وہ پھر ٹال گئی اور اسی بات پر آ... میں ٹھٹک جاتا ہوں اور لگتا ہے کہ کہیں کوئی ہے جو انا کے رستے میں ہے اور اسی پوائنٹ پر آ کر میں فیصلہ نہیں کر پاتا......بہر حا... وہ پھولوں کا گلدستہ دینے کا بھی یہی مقصد تھا کہ میں انا سے اپنے رویے کا ازالہ کرنا چاہتا تھا اور انا کو پھول دینے کے بعد مجھے محسوس ہوا تھا کہ انا میرے اس عمل سے بہت خوش ہوئی ہے۔ اس کے چہرے کے وہ تاثرات' خوشی کا وہ انوکھا پن' میں چاہتے ہوئے بھی بھلا نہیں پا رہا......" دونوں بہن بھائی آپس میں بہت فرینک تھے۔ ولید نے بہن کے سامنے سار... صورتحال واضح کرڈالی تھی اپنی تمام فیلنگز سمیت۔

"اوہ......آئی سی......" روشانے کے لیے یہ ساری تفصیل خاصی دلچسپ تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دل میں انا کے لیے اچھی خاصی گنجائش موجود ہے۔" ولید کے آخری الفاظ پر روشانے نے ایک دم گرفت مضبوط کی تھی۔ ولید ہنس دیا۔

"خیر اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا......کچھ فیلنگز وقتی بھی ہوتی ہیں۔"

"اور یہی فیلنگز بعض اوقات دل میں ہمیشہ کے لیے گھر بھی کرجاتی ہیں اور آپ تسلیم بھی کرچکے ہیں کہ آپ انا کے چہرے کا وہ تاثر خوشی کا وہ خاص احساس چاہ کر بھی نہیں بھلا پارہے ہیں۔" روشانے نے فوراً بھائی کے الفاظ پر گرفت سخت کی تو ولید نے اسے گھورا۔

"اپنی یہ وکالت کی مہارت مجھ پر آزمانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں خاصا پریکٹیکل اور لوجیکل اپروچ کا حامل انسان ہوں۔ چھوٹی موٹی فیلنگز اتنی جلدی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوتیں......" روشانے جواباً کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اس کو کہتے ہیں کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ ویسے میں بھی سوچ رہی تھی کہ انا کے روم کے اتنے چکر موصوف کیوں لگا رہے ہیں؟" وہ اب بھائی کو چھیڑ رہی تھی۔

"ویسے انا کو تھپڑ مار کر اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی ہے آپ نے......" اس نے کہا۔

"شٹ اپ......" ولید نے پیار بھری خفگی سے بہن کو ٹوکا۔

"جو بھی ہوا ایک دم اچانک ہوا تھا اور میں خود بھی شرمندہ ہوں۔"

"ویسے جس پوائنٹ کا ذکر آپ کررہے ہیں اس کا رخ تھوڑا سا چینج کرنے میں کوئی حرج نہیں......مرکز فوکس تھوڑا اپنی طرف کرلیں۔ شاید حتمی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوجائے۔" وہ اب سنجیدگی سے بھائی کو کہہ رہی تھی۔

"اوکے لیو دس ٹاپک۔ تمہیں نیند نہیں آرہی یا آج رتجگے کا ارادہ ہے؟" ولید نے بات ختم کرنا چاہی تو وہ ... سانس لے کر رہ گئی۔

"اوکے آپ نے صبح آفس بھی جانا ہے۔ آپ کا خاصا وقت لے لیا......سچی آج آپ سے بات کرکے دل و دماغ میں موجود اس کشمکش کو ایک فیصلہ کن موڑ ملا ہے۔ ان شاء اللہ مجھے یقین ہے کہ اگر چند بار مزید آپ کے ساتھ ڈسکشن کیا تو یہ فیـ... بہت جلد ہوجائے گا۔" بستر سے اٹھتے اس نے بھائی کو چھیڑا تو وہ ہنس دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم مزید بھی میرا دماغ کھانے آؤ گی؟"

"تصحیح کرلیں......دماغ کھانے نہیں بلکہ درست فیصلہ کروانے۔ آپ مجھے اپنا قانونی اور مشاورتی مشیر سمجھ لیں۔" وہ کہ... باز آنے والی تھی۔ ہنس کر بھائی کو کہا۔

"ہاں تمہاری ساری وکالت تو مجھ پر ہی آزمائی جائے گی؟" ولید نے مصنوعی بے چارگی سے چھیڑا۔

"آف کورس......آپ ٹھہرے لوجیکل اپروچ کے حامل انسان اور لوجک کو مشاورتی مشیر ہی اپنی مشاورتی ضر...

آنچل

رنگ و نور کی دنیا میں لہرایا جب زر تار آنچل
بہتر سے بہتر ہی پایا ہم نے تو ہر بار آنچل
پرچے اور ماہنامے سارے ہم کنگھال بیٹھے
کرو یقین ان سب میں ہم کو لگتا ہے سردار آنچل
ادب جہاں بھی ہو ادب زیست ہمیں سکھلائے
لیکن ایک نفاست سے چمکاتا ہے کردار آنچل
میرے مولا! اس کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھ
اور بڑھادے شان اس کی کچھ اور ذرا سنوار آنچل

زیڈ جبین عمر......مانسہرہ

حتمی اور فیصلہ کن اپروچ میں بدلتا ہے۔" ولید اس کی برجستگی پر ایکدم ہنس دیا۔

"تمہاری لوجیکانہ دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تم مستقبل کی بہت اچھی وکیل ثابت ہوگی......اوکے آئندہ تمہارے مشاورتی مشوروں سے استفادہ کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر اس وقت سخت نیند آرہی ہے یہ پروگرام کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھنے کی جرات کرسکتے ہیں کیا مادام......؟"

"اوکے مائی لارڈ......آپ نیند انجوائے کریں......شب بخیر......اینڈ اللہ حافظ۔" وہ فوراً ولید کی بات مان کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"اللہ حافظ۔" ولید اسے مسکراتی نگاہوں سے باہر جاتے دیکھے رہا۔

❀☆❀☆❀

گاؤں سے یہ لوگ وقت پر ہی روانہ ہوئے تھے مگر گھر آتے ہوئے ٹریفک کی وجہ سے تینوں لیٹ ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کے گھر پہنچنے تک ۹ بج چکے تھے۔ سبھی لوگ اپنے اپنے کاموں پر روانہ ہوچکے تھے۔

گھر آتے ہی شاہ زیب صاحب اور شہوار دونوں تیار ہو... تھے شاہ زیب صاحب شہوار کو کالج اتارنے کے بعد خود ڈرائیور کے ساتھ اپنے آفس آ گئے تھے۔ آج شاہ زیب صاحب چار دن بعد آفس کے کام دیکھ رہے تھے۔ سو گیارہ بجے تک وہ خاصے مصروف رہے تھے۔ پھر انہیں ذرا فراغت ملی تو عباس کے کمپیوٹر سیکشن کے لیے انہیں نیو اپائنٹ کی گئی لڑکی کا خیال آیا۔

"عباس کے سیکشن کے لیے جو لڑکی اپائنٹ کی تھی وہ کیسی کارکردگی شو کررہی ہے۔" انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے فاروقی صاحب کو دیکھا جو ان کے نہ صرف سیکریٹری کے امور سرانجام دیتے تھے بلکہ باقی تمام شعبوں میں بھی وہ اوورآل منتظم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔

"سر وہ تو اس دن ویسے ہی چلی گئی تھیں......" اس دن فاروقی صاحب کو شاہ زیب صاحب سے یہ معاملہ ڈسکس کرنا یاد نہیں رہا تھا اس کے بعد وہ اب آفس آئے تھے۔

"کیا مطلب......؟" وہ چونکے۔

"عباس صاحب کو ان کے ناتجربہ کار ہونے پر اعتراض تھا۔ ان سے بات چیت کے دوران انہوں نے چند ایسے سوالات کیے تھے کہ وہ لڑکی ایکدم برامان کر اپنی فائل لے کر میرے روکنے کے باوجود وہاں سے چلی گئی تھی۔"

"مائی گاڈ......عباس کو آپ نے بتایا نہیں تھا کہ میں اس لڑکی کو اپائنٹ کرچکا ہوں۔" شاہ زیب صاحب ایک دم خفا ہوئے۔

"یس سر......میں نے بتایا تھا مگر وہاں صورتحال ہی ایسی ہوگئی تھی کہ وہ لڑکی میرے روکنے کے باوجود چلی گئی تھی۔"

"وہ ایک کوالیفائیڈ اور ذہین لڑکی تھی۔ نا تجربہ کار تھی مگر فریش امیدوار تھی...... ایسے لوگ کسی بھی کمپنی کے لیے بازیٹو رول ادا کرتے ہیں۔ اس لڑکی کا اکیڈمک ریکارڈ ایک طرف مگر جو پوٹینشل میں نے اس میں انٹرویو کے دوران محسوس کی تھی وہ اسے ایک بہت زبردست ورکر ثابت کرسکتی تھی اور عباس کو کیا پتا نہیں کہ میں یوتھ کو ہمیشہ آگے رکھتا ہوں۔ آج اگر ہم یوتھ کو موقع نہیں دیں گے تو وہ ایکسپرینسڈ پرسن کیسے بنیں گے۔" شاہ زیب صاحب خاصے خفا ہو رہے تھے فاروقی صاحب بالکل خاموش تھے۔

"بلائیں عباس کو......" انہوں نے غصے سے کہا تو فاروقی صاحب نے فوراً انٹرکام تھاما تھا۔

"سر آپ کو شاہ زیب صاحب اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔" اس نے اطلاع دے کر انٹرکام رکھا تو شاہ زیب خاموشی سے عباس کا ویٹ کرنے لگے۔ پانچ منٹ بعد عباس ان کے روم میں تھا۔

"خیریت...... بابا جان......" سلام دعا کے بعد باپ کا سنجیدہ چہرا دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔

"آپ کے کمپیوٹر سیکشن کے لیے جو لڑکی سلیکٹ کی تھی اس کا کیا کیا آپ نے؟" شاہ زیب صاحب بہت سنجیدگی سے مخاطب تھے۔ عباس نے پہلے باپ اور پھر فاروقی صاحب کو دیکھا۔

"وہ تو اسی دن چلی گئی تھی۔"

"ہاں پتا چل چکا ہے کہ وہ چلی گئی تھی مگر میں ریزن پوچھ رہا ہوں۔" انہوں نے خاصی خفگی سے پوچھا۔

"وہ ایک نا تجربہ کار لڑکی تھی' ابھی چند ماہ ہوئے تھی ایم سی ایس کیے۔ بے شک سی وی شاندار تھی مگر ہماری کمپنی کی فرسٹ ڈیمانڈ ایکسپرینسڈ پرسن تھی۔ سو میں نے جب اس لڑکی سے اس کے تجربے کے حوالے سے بات کی تو وہ برا مان گئی اچھی خاصی بد دماغ لڑکی تھی نہ مینرز کا خیال کیا اور نہ ہی ایٹی ٹیوڈز کا فاروقی صاحب سے سی وی فائل چھینی اور ان کے روکنے کے باوجود چلی گئی۔"

"یہ مجھے بھی پتا تھا کہ وہ نا تجربہ کار لڑکی ہے...... وہ فرسٹ ٹائم کسی بھی آفیشل ورک کے لیے جاب کر رہی تھی۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا اور تمہیں کس احمق نے کہا تھا کہ اس پوسٹ کے لیے مجھے ایکسپرینسڈ پرسن چاہیے تھا اس لڑکی کی ٹائپنگ اسپیڈ اچھی خاصی تھی میں نے پانچ منٹ اسے دیئے تھے پریکٹیکل ورک کے لیے اور اس نے ان پانچ منٹ میں میری سوچ سے بڑھ کر رزلٹ دیا تھا۔ وہ بے شک نا تجربہ کار تھی مگر اس کے اندر کوالٹی تھی کام کرنے کی۔ چند ایک دن اگر اسے ٹریننگ دی جاتی تو وہ بہت جلد ہماری ڈیمانڈ کے مطابق کام کرنے لگتی۔ حد ہوتی ہے عباس تمہیں کم از کم مجھ سے مشورہ تو کر لینا چاہیے تھا اور رہ گئی بات مینرز اور ایٹی ٹیوڈ کی تو اس لڑکی کا جاب کا پہلا موقع تھا۔ بہت سے لوگوں کا ایسا رویہ ہوتا ہے کہ وہ فوراً کسی کی چھوٹی سی بات پر فوراً برا مان لیتے ہیں۔ مگر ان کو اپنے لیول پر ہمیں خود ہی چلانا پڑتا ہے۔ وہ کوئی کم فہم نا سمجھ بچی نہ تھی کہ ہمیں پریشانی اٹھانا پڑتی...... وہ بہت جلد سیکھ جانے والی لڑکی تھی۔" شاہ زیب صاحب کا انداز بڑا برہم اور ناراضی لیے ہوئے تھا۔

"او کے...... میں مان لیتا ہوں مگر بات تو پھر وہی ہوگی نا کہ ایسے لوگوں کو پہلے سب کچھ سکھائیں اور پھر کام کروائیں۔" باپ کے ناراض لہجے پر اس نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"اب تو جیسے تمہارے سارے کام ہو رہے ہیں نا...... کم عقلی کی بھی حد ہوتی ہے۔ ان تین چار دنوں میں اس بچی کی اچھی خاصی ٹریننگ ہو چکی ہوتی تھی۔" انہوں نے بیٹے کے الفاظ پر خاصی ناراضی سے کہا۔ فاروقی صاحب کے سامنے ایسی گوشمالی پر عباس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"فاروقی صاحب آپ کے پاس اس بچی کا کوئی کنٹیکٹ نمبر تو ہوگا نا؟"

"نہیں وہ جاتے وقت اپنی سی وی ساتھ لے گئی تھیں۔" فاروقی صاحب نے سہولت سے کہا۔

"اوہ کسی ریفرنس سے آئی تھیں یا خود ہی باقی امیدواروں کی طرح آئی تھیں؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"وہ سجاد صاحب کے سیکشن کی مس ہادیہ کے ریفرنس سے آئی تھیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ مس ہادیہ کے پاس اس بچی کا کوئی کنٹیکٹ نمبر ہوگا۔ ایسا کریں مس ہادیہ کو بلوائیں......" انہوں نے عباس کو مزید کچھ بھی کہنے کی بجائے فاروقی صاحب سے بات کی۔

"جی سر۔" فاروقی صاحب نے انٹرکام اٹھا کر متعلقہ سیکشن پر رابطہ کیا۔

"مس ہادیہ آپ کے پاس اس دن جو لڑکی عباس صاحب کے کمپیوٹر سیکشن کے لیے آئی تھیں ان کا کوئی کنٹیکٹ نمبر ہے؟" فاروقی صاحب ہی ہادیہ سے بات کر رہے تھے۔ باقی دونوں بس دیکھ رہے تھے۔

"او کے آپ وہ کنٹیکٹ نمبر لے کر شاہ زیب صاحب کے آفس میں آجائیں۔ ہری اپ۔"

"السلام علیکم سر!" دو تین منٹ بعد وہ شاہ زیب صاحب کے آفس میں تھی۔

"وعلیکم السلام! آئیں بیٹھیں......" شاہ زیب صاحب نے کہا تو وہ سامنے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ ہادیہ نے اپنے سیل میں سے نمبر نکال کر فاروقی صاحب کو سیل تھما دیا۔

"آپ ایسا کریں ابھی اس نمبر کو نوٹ کریں اور اس بچی کو کال کریں میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔ اب روز روز میں نئے نئے اشتہارات دیتا پھروں اور بے کار میں لوگوں کا انٹرویو کرتے' لوگوں کے ساتھ ساتھ اپنا بھی وقت ضائع کرتا پھروں۔ مجھے اپنے انتخاب پر پورا بھروسہ ہے۔ آپ ابھی کال کریں میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتی ہیں۔" شاہ زیب صاحب نے کہا تو فاروقی صاحب نے فوراً سر ہلاتے ٹیبل پر رکھے ٹیلی فونز کے کئی سیٹ میں سے ایک اپنی طرف کھسکا لیا۔ اب ہادیہ کے سیل سے نمبر دیکھتے ٹیلی فون سے ڈائل کر رہے تھے۔

"السلام علیکم!" دوسری طرف رابطہ ہو چکا تھا۔

"وعلیکم السلام! جی مس رابعہ سے بات ہو سکتی ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی بات کر رہی ہوں...... آپ کون؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میڈم میں علی انٹرپرائزز سے بات کر رہا ہوں' پچھلے دنوں آپ کی سلیکشن ہماری کمپنی میں ہوئی تھی......" فاروقی صاحب نے حوالہ دیا تو دوسری طرف وہ لڑکی فوراً برافروختہ ہوئی۔

"میں اس سلیکشن پر لات مار کر آئی تھی...... اور اس کھڑوس انسان کو صاف جتا کر آئی تھی کہ میں کوئی گئی گزری لڑکی نہیں ہوں' اور اب کیا مصیبت آپڑی ہے جو رابطہ کیا جا رہا ہے۔" وہ لڑکی بغیر کسی لحاظ و مروت کے بولی تھی گویا کوئی ایکدم توپ داغ دیتا ہے۔

فاروقی صاحب نے ایک دم خفت کا شکار ہوتے ریسیور کان سے ہٹایا۔ عباس صاحب واقعی غلط نہ تھے اس لڑکی کو واقعی مینرز نہیں تھے۔

"یہ کمپنی کے اونر شاہ زیب صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے فوراً اپنی جان چھڑائی۔ اب شاہ زیب صاحب بات کر رہے تھے۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں بیٹا آپ؟" وہ اپنے مخصوص انداز میں مخاطب تھے۔

"میں ٹھیک ہوں سر...... آپ کے......" دوسری طرف موجود رابعہ شاہ زیب صاحب کے انداز پر کچھ الجھ کر دھیمی ہوئی تھی۔

"بات یہ ہے بیٹا کہ میں پچھلے دنوں بزی رہا...... آپ کی تو سلیکشن ہو گئی تھی پھر آفس کیوں نہیں آ رہیں؟"

"سر سلیکشن ہونے اور اپائنٹ لیٹر ایشو ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔" دوسری طرف سے رابعہ نے خاصے جتاتے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دیئے۔ لہجے میں اچھا خاصا تیکھا پن تھا۔ شاید اسی بات کو عباس مینرز نہیں آتے وغیرہ کا نام دے رہا تھا۔ یقیناً اسی لب و لہجے میں اس نے عباس سے بھی بات کی ہوگی اور عباس کی نیچر کو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ ایسے لہجوں پر فوراً غصے میں آ جایا کرتا تھا۔

"او کے...... میرے علم میں یہ سچویشن نہ تھی...... آپ ایسا کریں کہ آج ہی آفس آجائیں۔ آپ کو آج ہی لیٹر ایشو کر دیا جائے گا...... آپ چند دن میرے انڈر کام کریں گی یوں سمجھ لیں ایک طرح سے ٹریننگ ہوگی اور جب آپ سارے کام سیکھ لیں گی تو میں آپ کو آپ کے سیکشن میں منتقل کر دوں گا۔ ٹھیک ہے بیٹا۔" اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر انہوں نے اپنی بات کہی

تو دوسری طرف رابعہ خاموش ہوگئی تھی۔

"مگر سر مجھے تو کوئی تجربہ نہیں اور جن کے آفس کے لیے میری سلیکشن ہوئی ہے ان کو اعتراض ہی میرے ناتجربہ کار ہونے پر تھا۔" کچھ توقف کے بعد رابعہ نے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

"دیکھیں بیٹا! شروع میں تو کسی کو بھی تجربہ نہیں ہوتا...... ہر انسان کہیں نہ کہیں سے کام کا آغاز کر کے ہی تجربہ حاصل کرتا ہے آپ فریش اور Energetic خاتون ہیں آپ میں ابھی کام کرنے کی لگن اور ول پاور ہے اور میں فریش لوگوں کو بہت اہمیت دیتا ہوں پھر امید کروں کہ آپ آج ہی آفس حاضر ہو رہی ہیں۔"

"اوکے سر! میں آتی ہوں۔ میں کافی دور رہتی ہوں مجھے آفس پہنچنے میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا۔" شاہ زیب صاحب کے حوصلہ افزا انداز پر وہ لڑکی فوراً مان گئی تھی اور اس کے مان جانے پر شاہ زیب صاحب نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"اوکے...... ہم ویٹ کریں گے......" انہوں نے کال ڈسکنیکٹ کردی۔

"فاروقی صاحب آپ اس بچی کا اپائنٹمنٹ لیٹر ابھی ٹائپ کروائیں اور جیسے ہی وہ بچی آفس پہنچے میرے پاس لے آئے گا......" ان کے الفاظ پر عباس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہوگیا تھا۔

"جی سر......" فاروقی صاحب فوراً اٹھ گئے تھے ان کے ساتھ انہوں نے ہادیہ کو بھی جانے کا کہا تو عباس اور وہ آفس میں رہ گئے تھے۔

"اس لڑکی سے بات کر کے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ اس کا بی ہیو گزشتہ ملاقات میں تمہارے ساتھ کیسا رہا ہوگا...... مگر بیٹا جی یہی تو بزنس کا نام ہے۔ یہاں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے اور وہ لڑکی ہمارے آفس کی ایک معمولی ورکر ہوگی سو آپ فیل مت کریں۔ رہ گئی بات تجربے کی تو جب تک وہ ٹرینڈ نہیں ہوجاتی میرے انڈر کام کرے گی۔" عباس کے چہرے کے زاویوں سے انہوں نے اندازہ لگالیا تھا کہ اسے ان کا اس لڑکی سے رابطہ کرنا اچھا نہیں لگا۔ اسے مسکرا کر انہوں نے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ دھیرے سے مسکرادیا۔ جیسے اپنے جذبات پر قابو پانا چاہ رہا ہو۔

"نہیں میں فیل نہیں کرتا...... یہ سب بزنس کا حصہ ہے۔ خیر اب وہ آرہی ہیں تو مجھے اسے برداشت بھی کرنا ہوگا۔ مگر میرا ٹمپرامنٹ آپ جتنا مضبوط نہیں ہے۔ پھر بھی کوشش کروں گا کہ نیکسٹ ٹائم آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔" وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑکی پہلی ہی ملاقات میں اس کے والد صاحب کو شدید متاثر کرگئی ہے اب وہ کچھ بھی اس کے خلاف بولتا تو بابا جان کو شکایت کا موقع فراہم کرنے والا حال تھا۔ سو اس نے فوراً ہار مان لی تھی۔ اور شاہ زیب اس کی بات پر مسکرا دیئے تھے۔

❁☆❁☆❁

شہوار کو صبح شاہ زیب صاحب کالج چھوڑ گئے تھے۔ سارا دن اس کا کالج میں بہت مصروف گزرا تھا۔ پہلے بیماری کی وجہ سے اور اب بابا صاحب کی وجہ سے اس نے جو چھٹیاں کی تھیں اس کا اچھا خاصا حرج ہوچکا تھا۔ واپسی پر انا کا پروگرام روشانے کے ساتھ شاپنگ کے لیے جانے کا تھا۔ کالج آف ہوتے ہی روشانے انا کو پک کرنے آگئی تھی۔ روشانے کے ساتھ شہوار کی یہ دوسری ملاقات تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئی تھیں۔ شہوار کا ڈرائیور لیٹ تھا اس نے کال کر کے پتا کرنا چاہا تو انا نے منع کردیا ان کے کہنے پر وہ ان کے ساتھ ہی ان کی گاڑی میں سوار ہوگئی تھی۔ انا اور شہوار نے پہلے اسے ڈراپ کرنا تھا پھر شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ گھر تک کا سارا وقت روشانے کے ساتھ شہوار کا مختلف باتوں میں ہی گزر گیا تھا۔ پہلی ملاقات اس کی بخار کی حالت میں ہوئی تھی مگر اب یوں نارمل حالت میں روشانے سے مل کر شہوار کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

ایک انجانی سی اپنائیت بھرے احساس نے شہوار کو پھر سے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ سارا راستہ انا کی بجائے روشی کے ساتھ ہی بزی رہی تھی۔ مختلف باتیں، پاکستان کی، اسٹڈی کی، شادی کی تیاریوں اور بھی کئی طرح کی باتیں ہوتی رہیں، گھر آیا تو شہوار نے اترنے سے پہلے دونوں کو پرزور اصرار سے اندر آنے کی دعوت دی۔

"اس طرح اچھا نہیں لگتا، یوں دروازے تک آکر چلے جانا...... ماں جی کو علم ہوا تو وہ بہت خفا ہوں گی۔" اس کی دعوت پر انکار کردیا گیا۔

"بھئی ہم کوئی باقاعدہ پلاننگ کے ساتھ تو اِدھر آئے نہیں...... پرامس رہا پھر کسی دن باقاعدہ چکر لگائیں گے۔ اب تو شاپنگ کے لیے جانا ہے۔" انا نے پھر منع کردیا۔

"ماں جی بہت خفا ہوں گی مجھ پر......" اس نے دوسرا حربہ استعمال کیا تو دونوں ہنس دیں۔

"کوئی بات نہیں ہماری طرف سے معذرت کرلینا۔ تمہارے سامنے ہی تو ہے پہلے ماما کے بوتیک جائیں گے وہاں سے انہیں ساتھ لیں گے پھر کہیں اور چکر لگائیں گے، تین تو ہمیں بج گئے ہیں۔" انا نے پھر سہولت سے منع کردیا۔

"اوکے مگر نیکسٹ ٹائم کوئی ریلیف نہیں دوں گی۔"

"محترمہ آپ بھول رہی ہیں کہ ہم آپ کے ہاں پہلے بھی چکر لگا چکی ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔" روشانے دونوں دوستوں کے درمیان بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

"روشانے کی شادی پر ضرور آؤں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ کارڈ دینے آؤں گی پھر بیٹھیں گے ابھی ضدمت کرو۔"

"اوکے میم......! ویسے روشانے آپ سے یہ دوسری ملاقات ہے مگر آپ کو دیکھ کر آپ سے مل کر ایک روحانی خوشی حاصل ہوئی ہے۔"

"شکریہ۔" شہوار کی اس قدر محبت پر روشانے نے اس کے دونوں ہاتھ دبائے تھے۔ وہ ان دونوں کو اللہ حافظ کہتے اندر چلی آئی تو لاؤنج میں ماں جی سمیت لائبہ بھابی، صبا اور عائشہ تینوں موجود تھیں۔ وہ اندر جانے کی بجائے پہلے اپنے کمرے میں گئی تھی۔ چینج کر کے منہ ہاتھ دھو کر وہ لاؤنج میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام...... تم کس کے ساتھ آئی ہو؟ ڈرائیور تو گھر پر ہی ہے۔" مہر النساء بیگم اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگی تھیں۔

"انا اور روشانے کو شاپنگ کے لیے جاتے ہوئے اِدھر سے گزرنا تھا، وہی ڈراپ کر کے گئی ہیں۔" ماں جی کے پاس بیٹھتے اس نے جواب دیا تھا۔

"اچھا...... ان کو اندر کیوں نہیں بلوایا۔" ماں جی نے فوراً کہا۔

"میں نے تو بہت اصرار کیا مگر دونوں مانی ہی نہیں۔ کہہ رہی تھیں کہ وہ لیٹ ہوجائیں گی پھر کبھی سہی۔"

"کھانے میں کیا ہے، بہت بھوک لگی ہے۔ صبح بھی بھاگ دوڑ میں کچھ نہیں کھایا۔ کالج میں بھی سارا دن اتنی بھاگ دوڑ میں مصروف گزرا ہے کہ کچھ کھایا پیا ہی نہیں گیا۔" کچن میں جانے سے پہلے اس نے لائبہ بھابی کو دیکھا۔

"کچھ خاص نہیں بنایا...... بس صبح کا جو کچھ بھی تھا ابھی کھا پی کر فارغ ہوئے ہیں۔ رات ڈنر باہر کرنے کا پروگرام ہے...... اگر زیادہ بھوک لگی ہے تو میں کچھ بنا دیتی ہوں۔" بھابی نے مسکرا کر شیڈول بتاتے اٹھنا چاہا تو اس نے منع کردیا۔

"رہنے دیں...... فریج میں کچھ نہ کچھ فریز ہوگا ہی میں خود لے لیتی ہوں۔ ویسے یہ رات ڈنر کس خوشی میں ہے اور سب جا رہے ہیں کیا؟" اس کے سوال پر تینوں کھلکھلا کر ہنس دی تھیں۔ شہوار نے تعجب سے سب کو دیکھا اور پھر ماں جی کو۔ ان کے لبوں پر بھی ویسی ہی مسکراہٹ تھی۔

"یہ ڈنر کس خوشی میں ہے یہ تمہارے لیے سرپرائز ہے اور ہم سب جا رہے ہیں۔ عباس بھائی اور سجاد دونوں سمیت، بس ماں جی اور بابا جان کے سوائے۔ جس میں تم بھی شامل ہو...... اس لیے شاندار طریقے سے ریڈی ہونا ہے مغرب تک سب کو ریڈی رہنے کا الٹی میٹم مل چکا ہے۔" عائشہ نے ہنستے ہوئے بتایا تو وہ الجھی۔

"میں بھی مگر یہ الٹی میٹم دیا کس نے ہے؟"

"اسی نے جو ڈنر کرائے گا۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر ڈنر کون کرا رہا ہے؟"

"وہی جس نے الٹی میٹم دیا ہے۔" لائبہ بھابی کا انداز چھیڑنے والا تھا وہ ہنس دی۔

"بھئی یہ سرپرائز ہے اور یہ سرپرائز ہوٹل جا کر ہی کھلے گا۔ سو ڈونٹ وری اور یاد رہے بہت زبردست انداز میں تیار ہونا ہے۔" عائشہ نے یاددہانی کروائی تو وہ محض سر ہلا کر کچن میں چلی آئی۔ فریج میں کوفتوں کا سالن موجود تھا۔ اس نے وہاں موجود رخشندہ کو روٹی بنانے کا کہا اور خود سالن نکال کر گرم کرنے لگی۔

کھانا کھاتے ہوئے بھی رات کا سرپرائزنگ ڈنر ذہن پر طاری رہا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ واپس اپنے روم میں آ گئی۔ رات بھی تابندہ بی کے ساتھ باتیں کرتے اور باقی رات سوچتے گزر گئی تھی اور پھر باقی سارا دن کی بھاگ دوڑ اور اب وہ کچھ ریسٹ کرنا چاہتی تھی۔

عصر کی نماز پڑھ کر وہ لیٹ گئی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ وہ سو لے گی تو فریش ہوجائے گی اور پھر جب سب جانے پر جائیں گے تو وہ بھی ریڈی ہوجائے گی۔

اس نے کونسا خاص ریڈی ہونا تھا بس لباس ہی تو بدلنا تھا۔ ہار سنگھار تو وہ پہلے بھی نہیں کرتی تھی۔

وہ بہت گہری نیند سوئی تھی۔ گزشتہ راتوں کا رتجگا تھا یا سارے دن کی تھکن مگر اس وقت نیند بہت بھرپور آئی تھی۔ آنکھ ایک زور زور سے دروازہ پیٹے جانے کی آواز پر کھلی تھی۔

"اف...... اس وقت کون آ گیا؟" کمرے میں ہر طرف گہرا اندھیرا تھا۔ دروازہ لاک کرکے سوئی تھی اس کے ذہن میں یہی تھا کہ گہری رات ہے اور اس وقت پتا نہیں کون آ گیا ہے؟ اس نے اپنے سرہانے پڑا موبائل اٹھا کر دیکھا تو چونکی۔ شام کا وقت تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت گزر رہا تھا ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

موبائل ایک طرف پھینک کر بغیر اپنے حلیے کی طرف دھیان دیئے مسلسل بجتے دروازے کے پاس آ کر دروازہ کھول دیا تھا۔

"اف...... کیا مصیبت ہے...... دروازہ توڑنے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ اپنی رو میں بولی تھی مگر سامنے مصطفیٰ شاہ زیب علی کو دیکھ کر سٹپٹائی تھی۔

"میڈم جس طرح سب آپ کے روم کے دروازے پر آ کر طبع آزمائی کر چکے ہیں ایسے عالم میں بس دروازہ توڑ دینے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔" مصطفیٰ نے کہتے ایک نگاہ شہوار پر ڈالی تو نگاہ ٹھہر کر رہ گئی۔ نیند سے بھری آنکھیں سوئے جاگے حواس اور کی آنکھیں بڑی دلنشین اور قاتل سی لگ رہی تھیں۔ مصطفیٰ کو پا کر وہ خود بھی سٹپٹا کر فوراً پلٹی تھی پہلے اس نے سرہانے پڑا دوپٹہ اٹھا کر کندھوں پر پھیلایا اور پھر بالوں کو ہاتھوں سے درست کرتی پلٹی۔

"اگر رات تم صاف لفظوں میں ماں جی اور بابا کے ساتھ آنے کا بتا دیتیں تو کیا فرق پڑ جاتا تمہیں......؟" وہ مزید کہہ رہا تھا شہوار نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر مغرب کا وقت تنگ پڑتے دیکھ کر اسے جواب دینے کی بجائے واش روم میں جا گھسی۔

وضو کرکے واپس روم میں آئی تو مصطفیٰ جا چکا تھا۔ اس نے آرام سے مغرب کی نماز ادا کی ابھی دعا مانگ رہی تھی کہ عائشہ اور صبا نک سک سے تیار اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

"کتنی غلط بات ہے شہوار کہ تمہیں کہا بھی تھا کہ مغرب تک ریڈی رہنا پھر بھی تم لیٹ ہوگئیں......" عائشہ نے آتے ہی کہا تو وہ دعا ختم کرتے منہ پر ہاتھ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔

"جانا کہاں ہے؟ اور یہ سب ڈنر وغیرہ کس خاص ہستی کی طرف سے ہے اور کس خوشی کے اعزاز میں ہو رہا ہے؟"

"بھئی یہ تو خاص سرپرائز ہے اور پہلے سرپرائز بیان کردینے کی بات وعدہ خلافی ہوگی۔ جو ہم سیکنڈ پارٹی سے فائنل کر چکے ہیں۔ عباس بھائی اور سجاد بھائی دونوں بھی تیار ہو چکے ہیں مصطفیٰ بھائی بھی ابھی آفس سے لوٹے ہیں وہ خود بھی تیار ہو رہے ہیں تم بھی اب فٹافٹ تیاری کرو...... مزید ضائع کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔" مصطفیٰ کا نام سن کر وہ چونکی تو پہلے جی چاہا کہ انکار کردے مگر پھر خوامخواہ بچکانہ حرکت کرنے والی بات تھی سو خاموش رہی۔ الماری سے لباس دیکھنے لگی اور ایک سادہ پنک کلر کا لباس نکالا تو عائشہ کپڑے دیکھ کر فوراً بول اٹھی۔

"خبردار! ایسا بے ڈھنگا لباس پہن کر جانے کا سوچنا بھی نہیں۔ ادھر ہٹو میں خود دیکھتی ہوں کوئی خاص لباس......" عائشہ اس کے ہاتھ سے لباس لے کر واپس الماری میں لٹکاتے اب خود لباس دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ اور پھر اس نے ایک ہلکا پھلکا فینسی ایمبرائڈری سے سجا سیاہ سوٹ باہر نکالا تو شہوار سوٹ دیکھ کر فوراً بول اٹھی۔

"ہم کسی فینسی ڈریس شو یا شادی میں نہیں جا رہے جو ایسا سوٹ پہن کر جاؤں۔ ہم پبلک پوائنٹ پر جا رہے ہیں۔ ایسی جگہوں پر ایسا سوٹ پہن کر جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتی میں۔" اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تو عائشہ نے گھورا۔

"ابھی تم پر اتنا بڑھاپا نہیں طاری ہوا جتنی تم ایجڈ (بڑی بی) بننے کی کوشش کرتی ہو۔ اپنی ایج کے مطابق حرکتیں کرنا بھی نارمیلٹی ہوتی ہے اور جو ایسا نہیں کرتا یا تو وہ سو کالڈ ریبل ہوتا ہے یا پھر یہاں سے کھسکا ہوا ہوتا ہے۔" عائشہ نے اپنی کنپٹی پر شہادت کی انگلی رکھ کر گھماتے ہوئے اشارہ کیا تو وہ چپ ہوگئی۔

ان لوگوں سے بحث کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ سو اس نے ہار مان لی۔ کپڑے پریس ہی تھے اس نے بغیر ایک لفظ بھی کہے عائشہ سے لے کر باتھ روم کا رخ کیا تھا۔ چینج کرکے لوٹی تو صبا اس کے بال سنوارنے لگی جبکہ عائشہ اس کے ناں...... ناں کرنے کے باوجود بھی اس کے فریش چمکتے چہرے پر اپنی مرضی کے مطابق کچھ لیپا پوتی کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اس زبردستی پر شہوار کے چہرے پر واضح ناراضی تھی مگر دونوں بہنوں کو پروا ہی نہ تھی۔

"ادھر دیکھو بد دماغ لڑکی اک ذرا سے چینج سے کتنی پیاری لگنے لگی ہو۔ سادگی اچھی بات ہے مگر کبھی کبھار چینج اپنے دل کو بھی اچھا لگتا ہے اور جب اللہ نے اتنی پیاری صورت یہ حسین بال دیئے ہوں تو بننے سنورنے میں کوئی حرج نہیں۔" اس کے ناراضی سے بھرپور چہرے کو آئینے کے سامنے کرتے عائشہ نے کہا تو اس نے محض ایک پل کو خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ بہت کم میک اپ یوز کرتی تھی شاید فنکشنز وغیرہ میں ہی اور اب ایک ڈنر کے لیے اس قدر اہتمام سے تیار ہونا اسے بڑا عجیب سا لگا؟ عائشہ نے ہی اس کے جیولری باکس میں سے سوٹ کے ہم رنگ آویزے نکال کر اس کے کانوں میں سجا دیئے تھے اور گلے میں گولڈ کا ایک چھوٹا سا نفیس سا لاکٹ تھا جو تابندہ بی کا تھا مگر اب برسوں سے شہوار کے گلے کی زینت بنا رہتا تھا۔

بقول تابندہ بی کے یہ لاکٹ ان کے والدین کی نشانی تھا اور یہ گفٹ اب شہوار کے گلے کا حصہ تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" عائشہ نے بہت محبت سے کہتے اس کا رخسار چوما تو شہوار گل و گلنار ہوتے حیا سے سمٹ سی گئی تھی۔

وہ دونوں بھی اچھی خاصی اہتمام سے تیار ہوئی تھیں مگر شہوار کو اپنی تیاری پر کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے شہوار نے اپنا بیگ موبائل اور چادر ضرور لی تھی۔ سوٹ کے ہم رنگ دوپٹہ بے شک اس کے گلے میں تھا مگر گھر سے باہر وہ چادر کے بغیر نہیں نکلتی تھی۔ اب بھی اس نے چادر اطراف میں پھیلالی تھی۔ باہر آنے پر ماں جی اور لائبہ بھابی نے بھی اسے خوب سراہا تھا کہ وہ مزید جھینپ گئی تھی۔ مصطفیٰ تیار ہو کر وہاں آیا تو سب میں کھڑی کنفیوز جھینپی جھینپی سی شہوار کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ وہ ہر وقت گھر کی چار دیواری میں بھی اس قدر سادہ حلیے میں ہر وقت بڑی سی چادر اطراف میں پھیلائے رکھتی تھی کہ کبھی گمان بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ سج سنور کر اتنی پیاری بھی لگتی ہوگی۔ لائبہ، سجاد، عائشہ اور عباس وغیرہ کی شادیوں میں وہ اہتمام سے تیار ہوئی تھی مگر اس دوران دل و دماغ میں ایسا کوئی خاص جذبہ تھا بھی نہیں کہ وہ توجہ دیتا اور اب ذرا سی جھینپنے پر لگ رہا تھا کہ یہ لڑکی اپنے اندر ایک خاص شعلہ جوالہ حسن محفوظ رکھتی ہے۔ جو دیکھنے والی نگاہ کو چاروں شانے چت کردینے والی صلاحیت تو ضرور ہی رکھتا تھا کہ اس جیسا فولادی اعصاب کا مالک انسان جسے باہر کی رنگینیاں کبھی اٹریکٹ نہیں کرسکی تھیں ایک بالکل سادہ مشرقی حسن کے آگے خود کو کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔ اس وقت شہوار کا حسن اس کے دل پر ضربیں لگا رہا تھا۔

"ہوں...... ہوں......" اس کی محویت پر لائبہ بھابی نے شرارت سے کھنکار کر احساس دلایا تو وہ جھینپتا ہوا ہنس دیا۔ پھر اطراف میں دیکھا باقی کوئی متوجہ نہ تھا سوائے بھابی کے۔

"ایوری باڈی از ریڈی......؟" اس نے اپنی جھینپ مٹانے کو پوچھا...... اس کی آواز پر شہوار نے غیر محسوس انداز میں اس کی طرف سے رخ بدلا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

"ہم تو کب کے ریڈی ہیں...... یہ تو تم دونوں نے ہی دیر کروائی ہے۔" سجاد بھائی نے کہا تو وہ مسکرا دیا۔
"جانے کا کیا پروگرام ہے۔ کون کس کی ساتھ جائے گا......؟" عائشہ نے پوچھا۔
"بھئی میں تو اپنی بیگم کے ساتھ جاؤں گا اور ہمارے ساتھ صبا ہوگی باقی تم لوگ خود ڈیسائڈ کرلو۔" سجاد بھائی نے پروگرام بتایا تو وہ فوراً سر ہلا گیا۔
"ٹھیک ہے ہم لوگ عباس بھائی کی گاڑی میں ہو جائیں گے۔ ماں جی آپ بھی چلتیں ناں......؟" مصطفیٰ نے ماں سے کہا۔
"نہیں بیٹا باہر کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اب...... تم لوگ جاؤ انجوائے کرو۔ مگر خیال رکھنا کہ وقت پر گھر لوٹ آنا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔
"جی۔" وہ سب لوگ ماں جی سے اجازت لے کر باہر نکل آئے تھے۔ صبا' لائبہ' آفاق اور سجاد بھائی پہلے اپنی گاڑی پر روانہ ہوئے تھے۔
عباس بھائی کی گاڑی میں شہوار' مصطفیٰ اور عائشہ موجود تھے۔ عباس گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے ان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر مصطفیٰ تھا' جبکہ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر تھیں۔ گاڑی کے روڈ پر آتے ہی شہوار نے اندھیرا ہونے کے باوجود چادر اپنے چہرے پر کرلی تھی۔ سارا راستہ دونوں بھائی ہی آپس میں باتیں کرتے رہے تھے۔ جن کے درمیان میں عائشہ بھی جملہ بازی کرتی رہی تاہم شہوار بالکل خاموش رہی تھی۔ گاڑی ایک شاندار ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں رکی وہاں سجاد بھائی اور باقی لوگ پہلے سے انتظار کر رہے تھے۔
"ہال میں ٹیبل ریزرو کروائیں یا فیملی کیبن لے لیں؟" اندر آ کر مصطفیٰ نے لڑکیوں سے پوچھا اور خصوصاً شہوار کو دیکھ کر نگاہ پھیر گئی۔
"فیملی کیبن ہی لیں...... ہال میں آتے جاتے لوگوں کی موجودگی میں ایزی نہیں بیٹھا جائے گا۔" عائشہ نے کہا تو وہ سر ہلا کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ سبھی فیملی کیبن میں موجود تھے۔
"اب تو اس چادر کو پیچھے کردو۔" عائشہ نے ٹوکا تو شہوار نے چادر چہرے سے سرکا دی۔
شہوار اور عائشہ ساتھ ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں لائبہ بھابی آفاق کو تھامے صبا کے ہمراہ تھیں جبکہ باقی مرد ایک ساتھ براجمان تھے۔
"اب بتا بھی دیں یہ ڈنر کون دے رہا ہے اور کس خوشی کے اعزاز میں......؟" اس نے آہستگی سے عائشہ کے کان میں کہا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔
"تمہیں کیا ہوا ہے......؟" اس کے کھلکھلا کر ہنسنے پر سبھی متوجہ ہوئے تھے۔ شہوار کو بڑی سبکی کا احساس ہوا۔ اس کا چہرہ گل رنگ ہوا۔
"کچھ نہیں...... بس یہ شہوار پوچھ رہی ہے کہ یہ ڈنر کون دے رہا ہے اور کس خوشی کے اعزاز میں؟ یہ تو وہی حال ہوا کہ
؎ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے
عائشہ کی بات پر سبھی ہنسے تھے۔ خصوصاً مصطفیٰ نے بطور خاص شہوار کو دیکھا۔
"ویسے مصطفیٰ بھائی یہ تو زیادتی ہوئی نا...... یہ آپ دونوں کی طرف سے ہی پارٹی ہے اور آپ ہی دے رہے ہیں اس کا اعزاز بھی آپ کو ہی جاتا ہے پھر بھی بیچاری کو سرپرائز کے نام پر اب تک الجھائے رکھا...... بتا دیتے تو کیا تھا......؟" صبا نے بھی ہنس کر کہا تو شہوار نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر مصطفیٰ کو اس کے چہرے پر بڑی محظوظ کن مسکراہٹ تھی۔
"ہاں تو رات جب میں نے محترمہ کو کال کی تھی تب تو صاف کہہ دیا تھا کہ "آپ سے مطلب؟" بھئی جب ہم سے مطلب نہیں تو ہم بھی کیوں اعلان کرتے پھرتے۔" سب کے سامنے مصطفیٰ کا اس کی بات کا حوالہ دینے پر وہ سرخ سی ہوگئی وہ اب بھی کچھ نہیں سمجھی تھی۔

عمیرہ راؤ

ماہ دولت کو عمیرہ راؤ کہتے ہیں میں 2 نومبر کی روشن صبح کو سمندری میں پیدا ہوئی۔ ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں' بڑی آپی شہلا کی شادی ہوچکی ہے جن کی ایک پیاری سی بیٹی...... زینت ہے اس سے مجھے بہت جیلسی ہوتی ہے کیونکہ پہلے گھر کی میں لاڈلی تھی اس کے آتے ہی مجھے اب کوئی لفٹ ہی نہیں کراتا۔ مجھے کھانے میں بریانی پسند ہے' میرے فیورٹ کلر بلیک' پنک ہیں۔ ماہ دولت نے ایم اے انگلش اور ایم اے پولیٹیکل سائنس کیا ہے اور اب کالج میں لیکچرار ہوں۔ میرے موسٹ فیورٹ ٹیچر سر ذوالفقار ہیں۔ جب ٹائم ملتا ہے تو شاعری پڑھتی ہوں اور میوزک سنتی ہوں' میرے فیورٹ شاعر محسن نقوی اور وصی شاہ ہیں۔ مجھے گفٹ لینا اور دینا بہت اچھا لگتا ہے۔ مجھے خوشبو بہت اچھی لگتی ہے' میرے فیورٹ پرفیوم شیلز' بلولیڈی' رومینس ہیں۔ بہت جذباتی ہوں' ہر بات کی انتہا چاہتی ہوں ہر کسی سے مخلص ہو کر ملتی ہوں اس وجہ سے بہت دھوکے بھی کھائے ہیں۔ میری فرینڈز ہما' سعدیہ' سدرہ ہیں جو کہ بہت اچھی ہیں مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ ڈیئر آنچل فرینڈز میرا تعارف آپ کو کیسا لگا ضرور بتائیے گا' آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

"قصہ مختصر یہ ہے مائی ڈیئر کہ تمہاری اور مصطفیٰ کی بات طے ہو جانے پر ہم سب مصطفیٰ کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں کہ ایک شاندار سی ٹریٹ ہونی چاہیے۔ تین چار دن کے لیے تم گاؤں چلی گئی تو یہ پروگرام ڈیلے رہا تھا۔ رات بھی ہم نے مصطفیٰ کو گھیر رکھا تھا تو اس نے کہا کہ کل یعنی آج کا ڈنر پکا ہے مگر تمہارے بغیر ٹریٹ کا مزہ کیسے آتا تو مصطفیٰ نے تمہیں کال کی تھی تاکہ تمہارے آنے کا پروگرام پتا چلے مگر جواباً تم نے آپ سے مطلب؟ کہ کر جس قدر عزت افزائی سے نوازا تو محترم چپ چاپ رہ گئے وہ تو ماں جی سے بات کر کے کنفرم ہوگیا کہ تم بھی ساتھ ہی آرہی ہو اور صبح تمہارے آنے پر شکر کا سانس لیا۔ صبا نے کال کر کے مصطفیٰ کو تمہاری آمد کا بتا دیا تو ہم سب نے آج کے لیے ڈنر کی ٹائمنگ سیٹ کرلی اور اب اس وقت سب ڈنر پر موجود ہیں۔ چونکہ ڈنر بطور خاص تمہارے لیے تھا سو تمہیں سرپرائز دینا مقصود تھا۔" لائبہ نے بڑے مزے سے بتایا تو وہ عجیب سے جذبات میں گھر گئی۔
ایک بے پناہ خفگی سے لبریز نگاہ مصطفیٰ پر ڈال کر وہ لب بھینچ گئی۔ یہ شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس رشتے کے سخت خلاف ہے پھر بھی محض اسے اذیت دینے کو یہ حرکتیں کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر یہاں سے اٹھ کر چلی جائے۔ سب کے سامنے وہ شدید خفت' شرمندگی و خجالت کے جذبات کا شکار ہو رہی تھی۔ اگر اسے علم ہوتا کہ یہ ڈنر کس خوشی میں دیا جا رہا ہے تو وہ کبھی گھر سے نکلنے کی کوشش نہ کرتی۔ چونکہ یہ شخص یہ بات اچھی طرح جانتا تھا سو اسے لاعلم رکھا گیا تھا۔
"آئی ہوپ تم نے بھی اس سرپرائز کو انجوائے کیا ہوگا؟" سجاد بھائی کہہ رہے تھے۔ وہ بغیر کوئی تاثر دیئے سر جھکائے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہی۔ انداز یوں تھا کہ اب اسے یہاں موجود کسی بھی انسان سے کوئی غرض نہیں۔ مصطفیٰ کے اس عمل سے اس کی عزت نفس اور ایگو شدید ہرٹ ہوئی تھی اور اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ اس کے چہرے سے صاف ہو رہا تھا۔ اس کے اس انداز پر سبھی نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"شہوار ڈونٹ بی سیریس...... اٹ از جسٹ آ جوک......" عباس بھائی نے متانت و سنجیدگی سے کہا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔
اب اس وقت وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو وہ مصطفیٰ سے خوب الجھتی۔ وہ مصطفیٰ کے پروپوزل سے انکاری تھی یہ بات صرف تابندہ بی یا مصطفیٰ جانتے تھے۔ اب وہ اس طرح ری ایکٹ کرتی تو خود بخود اپنی انسلٹ کروانے والی بات تھی۔ خوامخواہ دوسروں کی خوشی بھی ملیامیٹ ہوتی۔ سب نے یہی سمجھا تھا کہ اس کے اندر اس سرپرائز کو انجوائے کرنے والی حس ہی نہیں جبکہ اصل بات تو کسی کے علم میں بھی نہ تھی۔ اس نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔
"مصطفیٰ بھائی کھانا منگوائیں بہت بھوک لگ رہی ہے۔" شہوار کے چپ چاپ محض سر ہلا دینے پر عائشہ نے سب سے

پہلے سنبھلتے باقی لوگوں کو بھی بحال کیا تھا۔

"مینو تم لوگ سلیکٹ کرلو۔ میں آرڈر لکھوا دیتا ہوں۔" کن اکھیوں سے ارد گرد دیکھتی شہوار کو دیکھتے مصطفیٰ نے کہا تو لوگ مینو کارڈ کی طرف متوجہ ہوگئے تھے جبکہ شہوار اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہی تھی۔ سب نے اپنی اپنی پسند کا لکھوا دیا تھا۔ شہوار کا سنجیدہ انداز تھا سو سب نے بھی چھیڑ خانی سے پرہیز کیا ورنہ عائشہ کی زبان تو ایسے موقعوں پر خوب چلتی ایک دوبار اس نے کچھ کہنا بھی چاہا تو عباس بھائی نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں منع کر دیا تھا۔

کھانا سرو ہوا تو سبھی کھانے لگے...... شہوار کا موڈ اندرونی طور پر اس قدر آف ہو چکا تھا کہ بس حد نہیں مگر دوسروں کے سوالوں سے بچنے کے لیے اس نے بھی اپنی پلیٹ فل کر لی تھی۔ مگر سلاد کے چند ٹکڑوں کے علاوہ ایک بھی حلق سے نہیں اتارا گیا تھا وہ یونہی پلیٹ میں چمچ چلاتی رہی۔ لائبہ کو آفاق مسلسل تنگ کر رہا تھا نہ بھابی خود کھا رہی تھیں اور نہ ہی اسے کھلا پا رہی تھیں۔

"آفاق کو مجھے دے دیں میں کھلا دیتی ہوں۔" اب وہ خود تو کچھ کھا نہیں رہی تھی بے کار میں بیٹھنے کا فائدہ' سبھی نے دیکھا۔ اس کی پلیٹ میں موجود چاول جوں کے توں تھے۔

"تم خود تو کچھ کھالو؟" عائشہ نے ٹوکا وہ سر جھٹک گئی۔

"کھالوں گی...... لائیں اسے مجھے دیں...... آرام سے آپ کھالیں......" خود ہی اٹھ کر ان کے پاس آکر لائبہ کی گود سے آفاق کو لے لیا تھا۔ آفاق کو اپنی گود میں بٹھا کر وہ اپنی پلیٹ میں موجود چاول اسے کھلانے لگی۔ مصطفیٰ محض دیکھ کر رہ گیا۔

سویٹ ڈش میں کیک تھا۔ چاول کھلا کر وہ آفاق کو تھوڑا سا کیک لے کر کھلا رہی تھی جب آفاق نے ہاتھ مار کر پلیٹ اس کے ہاتھ سے گرا دی تھی۔ پلیٹ اس کی گود میں گری تھی۔

"اف......" کیک کی ساری کریم اس کی قمیص کے دامن کو سفید کرتی چلی گئی تھی۔ کیک پر لگے چاکلیٹ نے بھی رنگ جمایا تھا۔

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا نا...... چھوٹے بچے تو ایسے ہی کرتے ہیں...... نہ خود کچھ کھایا ہے اور کپڑوں کا بھی ستیاناس ہوگیا ہے۔" عائشہ اور لائبہ دونوں کہنے لگی تھیں۔

"کوئی بات نہیں۔ میں صاف کر لیتی ہوں۔" آفاق کو کرسی پر بٹھا کر ٹشو لے کر اس نے قمیص صاف کرنا چاہی تھی مگر اور چاکلیٹ اور اس پر لگے ایکسٹرا جیلی اور پائن ایپل نے مل کر دامن کا رنگ بدل دیا تھا۔

"رہنے دو...... اِدھر واش روم ہوں گے اِدھر چلتے ہیں۔ ٹشو کے ساتھ جتنا صاف کرنے کی کوشش کریں گے اتنا ہی کلر پھیلے گا اور کریم کی چکنائی علیحدہ ہوگی۔" مرد حضرات تو خاموش ہی تھے بھابی نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتی بیگ لے کر ان کے ساتھ چل دی۔ بھابی نے آفاق کو بھی ہمراہ لے لیا تھا۔

"آپ لوگ کھانا کھائیں...... ہم ابھی آتے ہیں۔" بھابی نے کہا تو سب نے سر ہلا دیا۔ کیبن سے نکل کر باہر آئی تو اس نے بھابی نے واش روم کا پوچھا۔ اس نے یونہی ہال میں نگاہ ڈالی تو چونک گئی۔ اس سے چند قدم کے فاصلے پر جو شخص بیٹھا تھا اسے بے شک کئی دن بعد (کینٹین والے واقعے کے بعد) وہ اب دیکھ رہی تھی مگر اسے دیکھ کر شہوار کو لگا کہ اس کے اوسان خطا ہوگئے ہیں۔ وہ شخص بھی اسے دیکھ رہا تھا' چادر کے پلو میں چھپایا چہرہ وہ شاید نہ پہچانتا مگر لائبہ بھابی اور آفاق کو دیکھ کر پوری طرح شہوار کو پہچان گیا تھا۔ شہوار کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر بڑی زہریلی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس کے چہرے پر انتہائی مکروہ مسکراہٹ دیکھ کر شہوار کے قدموں سے زمین کھسکنے لگی تھی۔ اس نے انتہائی لرز کر بھابی کا کندھا تھام کر خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

❀☆❀☆❀

رات کا کھانا تیار تھا۔ ثریا بیگم اور باقی سب نے تو جلدی کھالیا تھا مگر فیضان ماموں کے پاس کوئی مہمان آیا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ کھانا لیٹ کھا رہے تھے۔ ماموں کا مہمان ان کا کوئی اسٹوڈنٹ تھا وہ گیا تو رابعہ کھانا ٹرے میں رکھ کر ان کے پاس بیٹھک میں چلی آئی۔

"کون آیا تھا ماموں......؟ وہ بستر پر بیٹھے ہوئے تھے' ہاتھ میں کوئی کتاب تھی ان کے آگے بستر پر ہی ٹرے رکھتے رابعہ نے پوچھا۔

"میرا بہت پرانا اسٹوڈنٹ تھا...... عرصے بعد پاکستان لوٹا تو ملنے چلا آیا۔ لندن میں وکالت کرتا ہے۔ بہت اچھے عہدے پر کام کر رہا ہے آج کل...... بڑا لائق فائق وذہین بچہ تھا۔ وہاں سے بھی اکثر یاد کرتا رہتا تھا کسی نہ کسی بچے کے ہاتھ سلام بھیجتا تھا۔" کتاب ایک طرف رکھ کر انہوں نے ٹرے اپنے سامنے رکھی تھی۔

"ہاں آپ کے اسٹوڈنٹ بھی آپ کی ہی طرح خاصے ذہین ہوں گے۔" ان کے پاس ہی وہ بیٹھ گئی تھی۔

"تم آج کہاں گئی تھیں؟" انہوں نے کھانا کھاتے پوچھا۔

"ہادیہ نے پچھلے دنوں ایک کمپنی کا بتایا تھا وہاں انٹرویو دے کر آئی تو سلیکشن کر لی تھی انہوں نے تبھی مالکان میں سے ایک شخص سے تھوڑی تلخ کلامی ہوگئی تھی میری' آج پھر ادھر سے ہی کال آئی تھی۔ وہ جوائن کرنے کو کہہ رہے تھے تو وہاں گئی تھی انہوں نے اپائنٹمنٹ لیٹر ایشو کرتے فوراً جوائننگ لے لی تھی۔ آج سے ہی انہوں نے ٹریننگ شروع کروا دی ہے۔" اس نے بڑے پرجوش انداز میں انہیں بتایا تو وہ مسکرائے۔

"یہ تو بڑی اچھی بات کہی تم نے...... مگر یہ تلخ کلامی کیوں ہوئی؟"

"بس باس کے بیٹے تھے...... بڑا ہی کھڑوس شخص تھا۔ میرے ناتجربہ کار ہونے پر اوبجیکشن کر رہا تھا جبکہ باپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس دن مجھے بھی غصہ آگیا تو میں اپنی فائل واپس لے کر آگئی۔" اس نے لاابالی پن سے اپنی کارگزاری بتائی۔

"یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہوئی بیٹا!" انہوں نے تاسف سے بھانجی کو دیکھا۔

"جب ہم گھر سے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اپنا مزاج گھر چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔ کتنی جگہوں پر تمہارے اسی مزاج کی وجہ سے بات نہیں بن سکی اور انسان کو ہر حال میں صورت حال دیکھ کر مزاج اپنانا پڑتا ہے۔ ہر وقت غصہ کھانے سے کام نہیں چلتا۔" انہوں نے رسانیت سے سمجھایا تو وہ مسکرادی۔

"میں جان بوجھ کر کب غصہ کرتی ہوں؟...... وہ تو بالکل اچانک ایک دم آجاتا ہے۔" اس کے انداز پر وہ ہنس دیے۔

"تمہاری ماں کہتی ہے کہ تمہیں میں نے اور سہیل نے بگاڑا ہے۔"

"امی بھی خوامخواہ کہتی رہتی ہیں۔ بس غصہ آجاتا ہے ورنہ تو کہیں سے بھی میں بگڑی بچی نہیں ہوں۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"کس فرم میں جاب ملی ہے تمہیں؟"

"اچھی خاصی مشہور کمپنی ہے۔ شاید آپ نے نام بھی سنا ہو۔ "علی انٹرپرائزز" کھانا کھاتے کچھ پل کو رک کر انہوں نے بھانجی کو دیکھا۔ ان کا انداز ٹھٹکا ہوا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی کمپنی ہے۔ تمہیں یہاں جاب کیسے مل گئی؟" ان کے ٹھٹکنے کی وجہ شاید یہ حیرانگی ہی تھی وہ ہنس دی۔

"آپ کی یہ بھانجی آپ کی ذہین اسٹوڈنٹ بھی ہے۔ میرا اکیڈمک ریکارڈ ہی مجھے یہاں جاب دلوانے کے لیے کافی تھا۔" اس نے اپنے فرضی کالر کھڑے کیے۔

"پتا ہے ماموں وہاں کے پاس شاہ زیب صاحب تو مجھ سے خاصے امپریس ہو چکے تھے اور پھر میرا پریکٹیکل ورک دیکھ کر تو فوراً اوکے کر دیا۔ مگر ان کا وہ غصیلا بیٹا مجھے ذرا پسند نہیں آیا۔ ہادیہ بتا رہی تھی کہ عباس صاحب کی پسند کی شادی ہوئی تھی مگر ان کی بیگم ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی بلکہ علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کی ہے پتا ہے ہادیہ ان کی بیگم کے ریلیٹوز میں سے ہے تو ان کے فیملی کرائسز کا اچھی طرح علم ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی آج تمہارا پہلا دن تھا اور پہلے دن ہی تم نے عورتوں والی مخصوص عادت کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہ تو بڑی بری بات ہے۔ مالکان کی ذاتی زندگی میں انٹرفیئر کرنے یا ڈسکس کرنے کا ملازمین کو قطعی کوئی حق حاصل نہیں۔" انہوں

نے فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔
"تو میں کونسا انٹرفیئر کررہی ہوں وہ تو ہادیہ نے بتایا تو میں نے سن لیا۔" اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔
"بعض عادتیں ترک کرنے سے ہی ترک کی جاتی ہیں۔ کوشش کرنا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہو۔" انہوں نے تنبیہہ کی تو اس نے فوراً سر ہلا دیا۔
"یہ جو شاہ زیب صاحب ہیں ان کے بھائی وغیرہ بھی اسی بزنس میں ہیں نا؟" انہوں نے مزید پوچھا۔
"مجھے زیادہ ڈیٹیل میں نہیں پتا...... ہوسکتا ہے ہوں...... بہر حال ان کے بیٹے ان کے ساتھ برابر کے شیئر ز ہولڈرز ہیں یہ اچھی خاصی اسٹرونگ فیملی ہے۔ ہادیہ بتاتی ہے کہ پہلے شاہ زیب صاحب پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تھے اب چند سالوں سے وہ اس بزنس میں آئے ہیں۔ انہوں نے بڑی ینگ ایج میں ہی ڈی آئی جی کے عہدے سے ریٹائرمنٹ لے کر یہ بزنس شروع کرلیا تھا۔ بہت جلد ترقی کی ہے ان لوگوں نے۔ اب ان کی کمپنی کا ایک نام ہے۔"
"ہوں۔" انہوں نے ہنکارا بھرا۔ وہ کھانا ختم کرچکے تھے۔ انہوں نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ٹرے سائیڈ پر کی۔
"بہر حال یہ اچھی کمپنی ہے۔ تمہیں یہاں کام کرکے بہت اچھا ایکسپرینس حاصل ہوگا۔" انہوں نے بھانجی کی حوصلہ افزائی کی۔
"چائے پئیں گے؟" خالی ٹرے اٹھاتے ہوئے رابعہ نے پوچھا۔
"ہوں...... لے آؤ......" انہوں نے دوبارہ کتاب اٹھاتے کہا تو وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی تھی اور اس کے جانے کے بعد انہوں نے بڑے سنجیدہ انداز میں کتاب کی طرف دیکھا۔ مگر ذہن و دل میں اب ایک طوفان چل رہا تھا۔ انہوں نے بڑی اذیت سے آنکھیں میچ لی تھیں۔
"آہ......" ان کے لبوں سے ایک آہ خارج ہوئی تو کئی چہرے ذہن کی اسکرین پر واضح ہوتے اور بگڑتے چلے گئے تھے۔

❀☆❀☆❀

ایاز عبدالقیوم کی مکروہ ہنسی دیکھتے اس کا پورا وجود ہل گیا تھا اس نے فوراً بھابی کا کندھا تھاما تھا۔
"کیا ہوا......؟" وہ صورتحال سے بے خبر تھیں اس کے یوں تھامنے پر حیرت سے پوچھا۔
"کچھ نہیں یہاں سے جلدی چلیں۔" اس کے ساتھ کوئی دوسرا لڑکا بھی تھا۔ وہ اس سے کچھ کہتے جلدی سے اٹھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ان تک آتا وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔
"ہاں...... ہاں چلو......" انہوں نے ایاز کو نہیں دیکھا تھا وہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا جبکہ وہ بھابی کا بازو تھامے تیزی سے اس طرف بڑھی تھی جہاں ویٹر نے واش روم ہونے کی نشاندہی کی تھی۔
ایاز فوراً ان کے پیچھے نہیں آیا تھا وہ ان کی طرف ضرور بڑھا تھا مگر اب ان کے پیچھے نہیں تھا۔ واش روم کی طرف آکر شہوار نے سکون کا سانس لیا مگر جسم ابھی بھی لرز رہا تھا۔
"تم قمیص کا دامن واش کرلو میں ادھر ہی ہوں......" واش روم والا حصہ خالی تھا۔ یہ زنانہ واش روم تھا اور ادھر کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ سر ہلاتی لرزتے ہاتھوں سے اپنا بیگ کھولنے لگی تھی۔ ہینڈ واش نکالتے اس کا موبائل گر گیا تھا جسے بھابی نے جھک کر تھام لیا تھا۔
"یہ بیگ مجھے تھماؤ تم دامن دھولو......" وہ سر ہلاتی بیسن کے آگے جا کھڑی ہوئی ابھی اس نے نل کھولا ہی تھا کہ ایکدم ایاز عبدالقیوم اس زنانہ واش روم میں داخل ہوا تھا۔ بھابی بھی اسے دیکھ کر چونکی تھیں۔ اس وقت وہاں وہ دونوں ہی تھیں اور ایاز عبدالقیوم تھا کوئی اور وجود نہ تھا۔
شہوار کا رنگ ایکدم سفید ہوا تھا۔ بھابی نے ایاز کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس نے بھابی کو اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ کروادیا تھا۔
"تم...... تم یہاں کیوں......؟" بھابی نے تنبیہہ کے باوجود بولنا چاہا مگر ایاز نے ایکدم سختی سے انہیں دیوار کے ساتھ دھکیل دیا تھا۔
بھابی اس دھکیلے جانے پر ایکدم چیخ اٹھی تھیں آفاق علیحدہ رونے لگا تھا۔ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا۔
"شٹ اپ...... میں نے کہا نا...... ایک لفظ بھی نہیں......" اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے نجانے کہاں سے پسٹل نکال لیا تھا اب اس کا رخ بھابی کی طرف تھا۔ شہوار کو لگا پسٹل دیکھ کر وہ ابھی گر جائے گی۔ یہی حال بھابی کا بھی تھا۔ ان کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہوا تھا۔
"میرا آپ سے کوئی لینا دینا نہیں...... اصل لینا دینا تو آپ کی اس نام نہاد نند سے ہے...... جب تک چپ رہیں گی تب تک خیریت رہے گی۔ بڑے دنوں سے میں نے اس کے پیچھے بندے چھوڑے ہوئے تھے مگر یہ ہاتھ ہی نہیں آئی تھی۔" اس نے بھابی کے ہاتھ سے آفاق کو چھین لیا تھا۔ اب پسٹل آفاق کی کنپٹی پر رکھے دونوں کو بالکل ساکت رہنے کے اشارے کررہا تھا۔ وہ دونوں واقعی ساکت ہوگئی تھیں۔
"تم...... تم ایسا کیوں کررہے ہو......؟" بھابی نے پوچھا تو اس نے انہیں گھورا اور آگے بڑھ کر واش روم کا مین دروازہ لاک کردیا تھا۔ واش روم میں اندر چار پانچ ٹائیلیٹ تھے۔ یہ زنانہ حصہ تھا مردانہ واش روم دوسری طرف تھا۔
"یہ سوال اپنی اس نند سے پوچھئے گا...... ویسے اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے چند دن پہلے رشتہ بھیجا تھا۔" وہ آفاق کے رونے کی پروا کیے بغیر اسے لیے شہوار کی طرف بڑھ رہا تھا بھابی نے ایک لمحے کو اس شخص کو دیکھا اور پھر ہاتھ میں دبے موبائل کو...... ایاز کی اب ان کی طرف سے پشت تھی۔
شہوار کا بیگ ان کے ہاتھ سے ایاز کے دھکا دینے پر گر گیا تھا مگر موبائل ہاتھ میں اسی طرح دبا رہا تھا۔
"اور تم کیا سمجھتی تھیں کہ پری کینٹین میں تماشا لگوا کر بیماری کا بہانہ کرکے تم غائب ہوجاؤ گی اور میں کچھ بھی نہیں کرسکوں گا۔ تو میڈم یہ تمہاری بھول ہے...... میں چاہوں تو دن دہاڑے مصطفیٰ جیسے لوگوں کی موجودگی کے باوجود تمہیں غائب کروانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔" شہوار کے پاس جا کر اس نے اس کو بازو سے تھام کر دیوار کے ساتھ دھکیل دیا تو اس کے ہاتھ سے ہینڈ واش چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔ جواباً شہوار کی چیخ بڑی واضح تھی۔
بھابی نے ایاز کو دیکھا اور پھر واش روم کے بند دروازے کو۔ انہوں نے چادر کے پلو میں ہاتھ کرکے اندازے سے نمبر ڈائل کیا تھا اور پھر اسی طرح چادر میں ہی ہاتھ دیئے موبائل کان سے لگالیا تھا۔ یوں جیسے انہوں نے اپنے کان پر ہاتھ رکھا ہو۔ انہیں پتا تھا اس نمبر پر کال جاتے ہی فوراً پک کرلی جائے گی۔
انہوں نے اندازے سے تھوڑا تھوڑا واش روم کے مین دروازے کی طرف کھسکنا شروع کردیا تھا جبکہ وہ بدبخت ایاز آفاق کو بازو میں لیے ایک ہاتھ میں پسٹل لیے اب شہوار کو دھمکا رہا تھا۔
یہ کیا سلسلہ تھا وہ سمجھ نہیں پائی تھیں مگر صورت حال کیا تھی وہ انہیں بہت کچھ سمجھا رہی تھی۔
"ہیلو...... ہیلو...... شہوار......" دوسری طرف سے کال پک کرلی گئی تھی۔
"اب بولو تمہیں مجھ سے کون چھڑوانے آئے گا...... اب اٹھاؤ مجھ پر ہاتھ۔" ایاز عبدالقیوم نے کھینچ کر پسٹل والا ہاتھ شہوار کے چہرے پر مارا تھا وہ لہرا کر واش روم کے چکنے فرش پر گری تھی۔ وہ بھابی کو یکسر بھولے ہوئے تھا۔ یا شاید اسے گمان تھا یہ کمزور سی عورت آفاق کو اس کی گرفت میں دیکھ کر اب کچھ بھی نہیں کرپائے گی۔ انہوں نے بہت آہستگی سے واش روم کے دروازے کی چٹخنی گرادی تھی یوں کہ ایاز کو پتا ہی نہیں چل پایا تھا اور پھر واپس پہلی والی جگہ پر آگئی تھیں۔
انہوں نے پھر موبائل ذرا سا رخ موڑ کر ترچھا کرتے کان سے لگایا تھا۔ دوسری طرف مختلف آوازیں آرہی تھیں۔ شہوار کے نہ بولنے پر وہ سب پریشان تھے۔ بار بار ہیلو ہیلو کی آوازیں آرہی تھیں۔
"پلیز مصطفیٰ...... ہیلپ می......" انہوں نے بہت آہستگی سے سرگوشی والے انداز میں کہا تھا یوں کہ انہیں اپنی آواز بھی مشکل سے سنائی دی تھی۔ ایاز کے اپنے شور میں ان کی آواز دب گئی تھی۔ وہ شہوار پر متواتر برس رہا تھا۔
"بھابی......" دوسری طرف شاید پہچان لیا گیا تھا۔
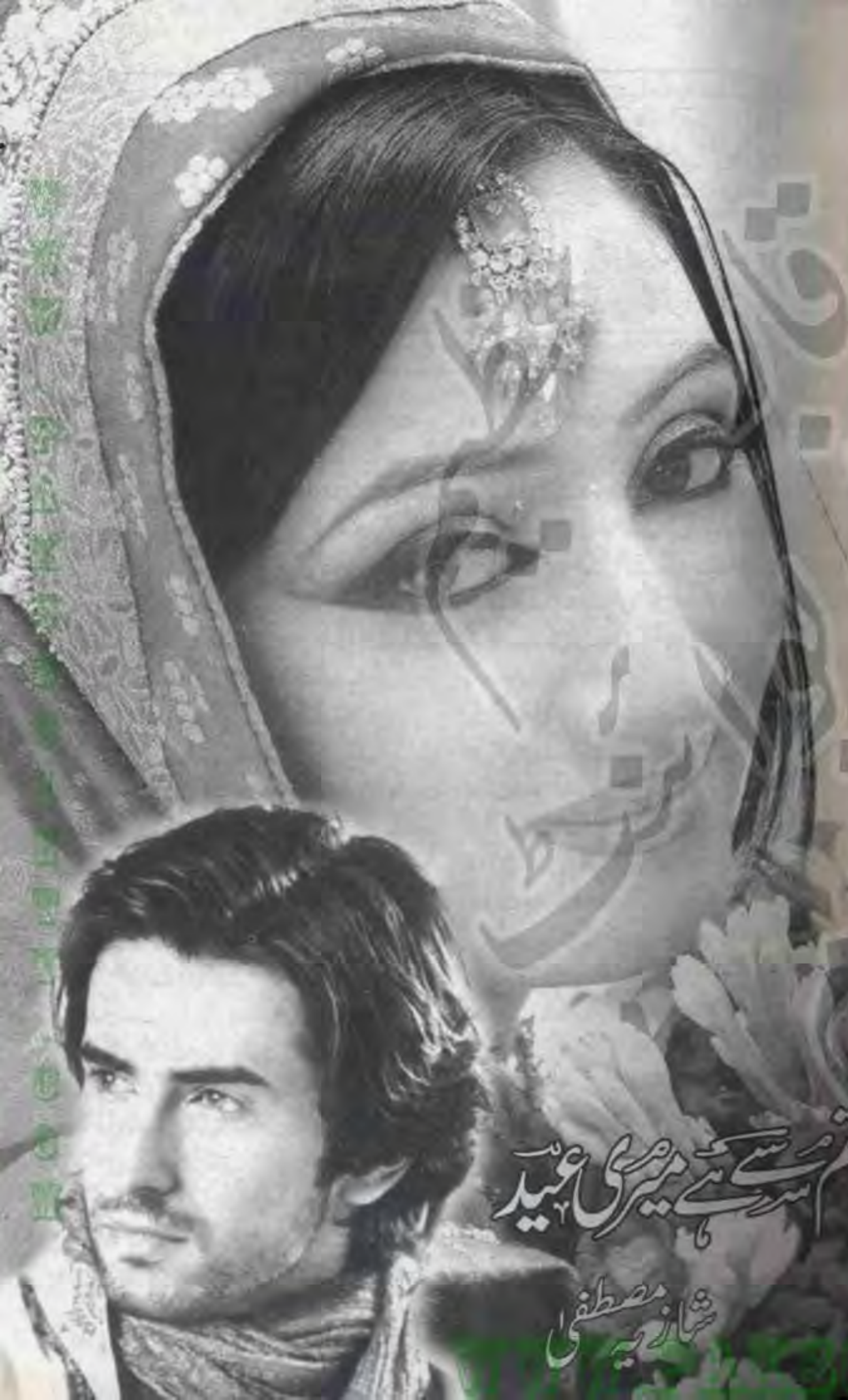
"شہوار کہاں ہے...... یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں......؟" وہ پریشان ہو چکا تھا۔
"آپ کہاں ہیں......؟" انتہائی بے تابی سے پوچھ رہا تھا۔
"واش روم میں...... زنانہ......" چادر کے اندر سے ہی انہوں نے کان کے ساتھ موبائل لگائے رکھے کہا تھا۔
ایاز عبدالقیوم نے اب شہوار کے اوپر سے چادر کھینچ کر ایک طرف اچھال دی تھی۔
بھابی کی توجہ موبائل سے ہٹ گئی تھی...... ان کی اپنی چیخ بڑی واضح تھی۔
"بھابی......!" شہوار نے انہیں مدد کے لیے پکارا تو بھابی نے ایک دم ہاتھ نیچے کرتے آگے بڑھنا چاہا مگر وہ چیخ کر پلٹا تھا۔
"خبردار! ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو؟" انتہائی غصے کی حالت میں غراتے اس نے اب کے پسٹل بھابی کی طرف تان لیا تھا۔
"میں اسے یہاں سے لے کر ابھی نکلوں گا...... اور اس بچے کو باہر ڈال جاؤں گا اگر کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو گولی چلا دوں گا۔ یہ بھی ماری جائے گی اور یہ بھی......" اس نے آفاق اور شہوار دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔
"چلو...... اٹھو...... نکلو باہر...... مگر خیال سے اگر کسی کو شک بھی ہوا تو گولی چلا دوں گا۔" ایاز کا انداز ہیجانی تھا۔
اب کے پسٹل کا رخ شہوار کی طرف کرتے وہ کہہ رہا تھا۔ شہوار اٹھتے ہوئے سسکی۔ بھابی نے رحم بھری نظروں سے ایاز کو دیکھا مگر وہاں انسان کب تھا؟ وہ تو رہزن تھا۔ اگر آفاق اس شخص کے بازو میں نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس شخص کی بات پر عمل نہ کرتی۔ اس وقت اسے خود سے زیادہ آفاق اور بھابی کی پروا ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف ہو اسے گوارا نہ تھا۔ چپ چاپ اس کی بات مان رہی تھی۔
"تم آفاق اور بھابی کو کچھ مت کہنا...... تم جیسا کہو گے میں کروں گی......" شہوار کہہ رہی تھی۔
بھابی نے اپنی مٹھی میں دبا موبائل سامنے کیا تو کال ابھی بھی جا رہی تھی۔ یقیناً دوسری طرف موجود مصطفیٰ یہاں کی گفتگو سن رہا تھا یا پتا نہیں سن بھی رہا تھا کہ نہیں آواز تو خاصی بلند تھی۔
"جب تک تم شرافت کا ثبوت دو گی یہ انگلی ٹریگر نہیں دبائے گی اگر تم میں سے کسی ایک نے بھی ہوشیاری دکھائی تو میں لحاظ نہیں کروں گا......" وہ کہہ رہا تھا۔
"آگے چلو...... میں نہیں چاہتا کہ کسی کو شک تک ہو......؟" اس نے کہا تو شہوار نے بے بسی سے آفاق کو دیکھا جو مسلسل رو رہا تھا وہ آگے بڑھی تو ایاز اس کے پہلو میں اس طرح اس کے نہایت قریب پسٹل والا ہاتھ بغل میں ڈالے چلنے لگا تھا کہ دیکھنے والے کو ذرا بھی فیل نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص پسٹل کی نوک پر اسے لے جا رہا ہے۔
وہ دونوں دروازے کے قریب بڑھ رہے تھے۔ بھابی نے خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔ پتا نہیں مصطفیٰ اور باقی لوگ کیوں نہیں پہنچے تھے؟ جبکہ دروازہ بھی کھول دیا تھا۔ پتا نہیں وہ صورتحال بھی سمجھ پائے تھے کہ نہیں؟
"دروازہ کھولو......" دروازے کے قریب جا کر وہ دہاڑا تھا۔ "چیخنی گراؤ......" مگر شہوار نے جیسے ہی دروازے پر ہاتھ رکھا وہ کھلتا چلا گیا تھا' وہ چونکا اس نے تو دروازہ لاک کیا تھا۔ اس نے بھابی کو دیکھا وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹیں۔
وہ پورے کا پورا بھابی کی طرف پلٹا تھا۔ وہ فوراً سچویشن سمجھا تھا۔
"تم نے دروزہ کھولا تھا۔" وہ بھابی کو دیکھ کر غرایا تھا۔ اس کے پسٹل کا رخ اب شہوار کی بجائے بھابی کی طرف تھا تبھی باہر سے عباس بھائی' سجاد اور مصطفیٰ نے تیزی سے ایک ہی جست میں شہوار کو باہر دھکیلتے ایاز کو دبوچ لیا تھا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا۔ آفاق اس کے بازو سے پھسل کر چکنے فرش پر گرا تھا۔
اس کی انگلی نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تو کئی شعلے فضا میں بلند ہوئے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

میں نے چاہا کہ تجھے عید پر کچھ پیش کروں
جس میں تابندہ ستاروں کی چمک شامل ہو
جس میں گزرے ہوئے لمحات کی تصویریں ہوں
جس میں انجان جزیروں کی مہک شامل ہو

"مجھ سے نہیں ہوتا ہے یہ روز روز کام۔" انس جھنجلا کر بولا۔
"تم اکیلے کام نہیں کرتے ہو۔" ہادی نے اسے گھورا۔
"ہادی بس طے ہوگیا ہے تمہاری شادی میں کروا کے ہی جاؤں گی' گھر کی حالت دیکھو کوئی چیز بھی ٹھکانے پر نہیں ہے۔" مائرہ نے پورے لاؤنج کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لیا۔ جگہ جگہ انس اور طلحہ کے کپڑے پھیلے ہوئے تھے۔ کچن میں کھانا بناتے ہوئے جب دو چوہوں کو کھڑکی کے راستے باہر گیلری سے آتے دیکھا تو ان کی حالت خراب ہوگئی تھی اور تب سے ہی وہ ان کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں۔
"آپی رحم کریں مجھ پر مجھے ابھی شادی نہیں کرنی ہے میں بہت خوش ہوں' اپنے اس گھر میں جہاں کوئی نخرے دکھانے والا تو نہیں ہے نا......" ہادی نے ہاتھ جوڑ دیئے جبکہ مائرہ نے اس کی پشت پر ایک دھموکا جڑ دیا۔
"زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے۔"
"آپی ہر سنڈے کو مجھ سے ہی ڈسٹنگ کرواتے ہیں بھائی۔" طلحہ نے بھی بھولی صورت بنا کر گویا ہادی کی شکایت کی۔
"مشین لگا کے سب کے کپڑے سنڈے کو کون دھوتا ہے؟" ہادی نے بھی یاد دلانا ضروری سمجھا۔
"آپی کچن کی ساری ذمہ داری بھائی مجھ پر ڈال دیتے ہیں۔" اس نے پھر دہائی دی۔
"تم دونوں کی تو ایسی کی تیسی۔" ہادی دونوں کو مارنے کو لپکا ہی تھا کہ وہ مائرہ کی سائیڈ پر ہوگئے' کتنے عرصے بعد تو دونوں کو اپنے دکھڑے رونے کا موقع ملا تھا۔
"ادھر بیٹھو تم میرے پاس" ہادی کو انہوں نے اپنے قریب بلایا' انس اور طلحہ ربیع اور فروا کے ساتھ لان کھیلنے چلے گئے۔

"ہادی تم جو سوچ رہے ہو ضروری ہے کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو۔"
"آپی میرے سارے دوست شادی شدہ ہیں ان کی ... ویکار اور لڑائیاں بھی ملاحظہ کی ہیں اب تو میں نے جانا ... چھوڑ دیا ہے ان سب کی طرف۔" وہ بےزاری سے بولا۔
"بہت اچھا کیا۔ سمرہ اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے جیسے تم کہو گے ویسی رہے گی۔" انہوں نے اس کے شانے ... ہاتھ رکھا۔
"ساری لڑکیاں شادی سے پہلے ایسی ہی ہوتی ہیں ... بعد میں ان کے نخرے شروع ہوتے ہیں۔ آپی پلیز میں ... سر نہیں بڑھا سکتا۔"
"گدھے میری بات کو سمجھو تمہارے دوستوں کی بیویاں ... غلط نہیں ہوں گی بلکہ کہیں نا کہیں تمہارے دوستوں میں ... کوئی نہ کوئی برائی تو ہوگی۔"
"میں روز ان کی سنتا ہوں یہی کہتے ہیں کہ کتنا ہی بیوی ... خوش کر دو پھر بھی رونا ہی رونا ہے۔" وہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔
"میں کچھ نہیں جانتی ہوں انس اور طلحہ کی پڑھائی کا ... حرج ہوتا ہے' کب تک ایسے چلے گا' میری شادی کو آٹھ سال ... ہوگئے ہیں امی اور ابو کے سامنے تک تم نے سارے کام ... سے ہی کروائے ہیں اور میرے جاتے ہی سب کچھ کتنا ... گیا ہے' سوچا ہے تم نے۔"
"آپی چار سال سے ہم خود کر تو رہے ہیں سارے کام ..."
"اس گھر کو ایک ذمہ دار عورت کی ضرورت ہے جو تم ... گھر کو بہتر انداز میں چلا سکے۔" انہوں نے مصمم ارادہ باندھ ... تھا کہ اسے منا کے ہی رہیں گی کیونکہ وہ بھی سال دو سال ... ہی کینیڈا سے آتی تھیں' شادی ہو کر وہ وہیں کی ہو کر رہ ...

پورا سسرال وہیں تھا اگر آتی تھیں تو اپنے بھائیوں کی وجہ سے ان کی کوشش تھی کہ اس بار وہ ہادی کی شادی اپنے شوہر کی چچازاد سے کروا کے جائیں گی کیونکہ سمرہ کم گو صلح جو مزاج اور سمجھدار بھی تو یہی مناسب لگی۔

مائرہ نے جنید سے ذکر تو کر دیا تھا کہ وہ اپنے چچا سے سمرہ کے لیے بات کریں' ہادی ان کا بھی دیکھا بھالا تھا' انکار کی گنجائش نہیں بنتی تھی۔
"چچا جان آپ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں' ہمیں زیادہ جلدی نہیں ہے۔" جنید ان کا پرسوچ انداز دیکھ کر آہستگی سے گویا ہوا تو مائرہ نے اسی وقت پہلو بدلا' وہ تو جلد از جلد شادی کرنا چاہتی تھی۔
"چچا جان ہادی سے تو آپ مل ہی چکے ہیں اگر آپ کو پوچھ گچھ کرنی ہے تو اس کے آفس کا نمبر آپ کو دے دیتی ہوں کیونکہ دیکھئے ہمارے جانے میں ایک ماہ بھی نہیں ہے۔" وہ رک رک کے گویا ہوئیں۔
"مائرہ اتنی جلدی۔" چچی جان تو گھبرا ہی گئیں۔
"چچی جان ایک مہینہ تو بہت ہوتا ہے اور پھر ہادی کو جہیز وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے اس کے پاس سب کچھ ہے آپ بس بسم اللہ کریں۔" مائرہ تو ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہ رہی تھی مگر چچا اور چچی جان کچھ تذبذب کا شکار لگ رہے تھے وہ سمجھ رہی تھیں کہ شادی جیسے بندھن پر سب ہی سوچتے سمجھتے ہیں۔
"چچی جان آپ فکر نہیں کریں سمرہ بہت خوش رہے گی۔" جنید احمد ان کی الجھن سمجھ رہے تھے۔
"پھر بھی جنید اتنی جلدی تو مشکل ہے۔"
"ارے چچی جان سب ہو جائے گا آپ لوگ بس ہامی بھر لیں۔" جنید ان کی ہلکی سی رضامندی پا کر جھٹ بولے۔
"بیٹا میں پھر بھی ہادی سے ملنا ضرور چاہوں گا۔" چچا جان کو شاید ہادی میں کھوٹ نظر آ رہا تھا اسی لیے انہوں نے ملنے کی بات کی تھی۔
"جی ٹھیک ہے میں اسے کل ہی لے آؤں گی' آفس سے وہ چھ بجے تک آتا ہے آٹھ بجے تک ٹھیک رہے گا۔" مائرہ نے کہہ تو دیا تھا لیکن اب پسینے چھوٹنے لگے کیونکہ ہادی کی رضامندی کے بغیر ہی اس نے رشتہ جوڑ دیا تھا اور پھر ہادی کو قائل کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

سمرہ نے جب سے ساری باتیں باہر کھڑے ہو کر سنی تھیں' اس وقت سے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی' ایک مہینہ کا سن کر تو سکتہ سا ہوگیا تھا ہادی کو اس نے صرف دو تین بار ہی دیکھا تھا' جب مائرہ اور جنید پاکستان آئے تھے ان کے گھر ہی وہ رکے تھے' ان سے ملنے اور بچوں کو لینے دو تین بار آیا تھا جب ہی اس نے دیکھا تھا' خاصا بارعب اور غصہ والا بھی لگا تھا' چائے تک تو پیتا نہیں تھا۔
"بجو اتنی جلدی کیسے میرے کپڑے سلیں گے۔" ایمن کا تو بھنگڑا ڈالنے کا دل چاہ رہا تھا۔ سمرہ نے اسے گھورا۔
"یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے تمہیں کپڑوں کی فکر پڑ گئی ہے۔"
"بجو ابو کی تو پوری مرضی لگ رہی ہے اور ہاں کل ہادی بھائی کو بلایا ہے ملنے کے لیے۔" وہ نئی اطلاع دینے لگی اور سمرہ فکر اور گھبراہٹ کے مارے کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔
"ایمن وہ شخص بہت سڑیل ہے ہنستا تک تو ہے نہیں۔"
"کوئی بات نہیں آپ گدگدیاں کر کے ہنسا دیا کریں۔" ایمن نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔
"زیادہ بکواس کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" اسے خبر تھی ابو اس سے شاید رضامندی بھی نہیں لیں گے اور ہاں کر دیں گے وہ اتنی نفیس طبیعت اور غصے سے ڈرنے والی بھلا کیسے رہ سکے گی۔ اتنے کاہل ہیں تینوں بھائی کباڑ خانہ بنا کر رکھا ہوا ہے گھر کو۔ پرسوں ہی تو مائرہ اسے اپنے ساتھ لائی تھی' کیا خبر تھی اس سڑیل کو دکھانا مقصود ہے۔ ورنہ کبھی نہ جاتی۔
"آپ نے دیکھ تو لیا ہے نا ہادی بھائی کو۔" ایمن تکیوں کو بیڈ پر ترتیب سے رکھنے لگی جبکہ سمرہ کو قرار ہی نہ تھا ادھر سے ادھر مسلسل چکر کاٹ رہی تھی۔
"مجبوری تھی دیکھنا پڑا سڑے سڑے منہ بنا رہا تھا وہ' میرا تو دل کر رہا تھا فوراً بھاگ جاؤں مگر بھابی بھی جیسی تہیہ کئے ہوئے تھیں کہ ان کے شہزادوں جیسی شکل والے بھائی کو میں کسی طرح پسند آ جاؤں۔" اسی وقت امی اندر آئیں تو وہ جزبز سی ہوگئی کیونکہ انہوں نے بغور اس کی شکل دیکھی جو نگاہ چرا کے ایزی چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔
"کل رات کو کھانے میں شامی کباب پلاؤ بنا لینا' مائرہ کے بھائیوں کو تمہارے ابو نے کھانے پر بلایا ہے۔" انہوں نے ہدایت کے ساتھ حکم دیا۔

"امی تینوں کو کیوں بلالیا صرف ہادی بھائی کو بلاتے نا۔" ایمن نے اپنی مداخلت ضروری سمجھی مگر امی کی خشمگیں اور سرزنش بھری نگاہوں نے بریک لگادیا۔ سمرہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی کوئی اس سے پوچھ ہی نہیں رہا تھا بس آرڈر نافذ کیے جا رہے تھے احتجاج کرتی بھی تو کیسے امی پھر اسے ہی سناتیں' صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

....

"جب میں نے منع کردیا تھا تو آپ نے کیوں کہا میں بالکل نہیں جاؤں گا۔" گلے سے ٹائی اتار کے باتھ روم کے دروازے پر پھینکی' مائرہ نے اسے خاصے جارحانہ انداز میں گھورا کیونکہ اس وقت ان کا جاہ وجلال دکھانا زیادہ ضروری تھا کیونکہ اسی طرح وہ قابو میں آسکتا تھا۔

"میں نے کہہ دیا کہ مجھے نہیں کرنی شادی تو پھر کیوں بات کی آپ نے۔"

"ٹھیک ہے میں تیری کچھ نہیں لگتی نا کر اپنی مرضی اب میں بالکل نہیں آؤں گی۔ دیکھ لی تیری محبت خالی خولی محبت دکھاتا ہے تیرا خیال ہی کر رہی تھی' مجھ پر ہی برس رہا ہے ٹھیک ہے اب نہیں کہوں گی۔" وہ روہانسی ہوتی' افسردہ سی کمرے سے نکلنے لگیں وہ گڑبڑا ہی گیا' ایک جست میں ان تک پہنچا' مائرہ کی آنکھوں میں واقعی آنسو تھے۔

"ہٹ میرے راستے سے اور کر اپنی مرضی اور ہاں انس اور طلحہ کو میں وہاں اپنے پاس بلالوں گی وہ ابھی بچے ہیں' حساس ہیں' امی ابو کی کمی بہت محسوس کرتے ہیں' میں انہیں یہاں تیرے پاس رلنے کے لیے نہیں چھوڑوں گی۔" ایک دم ہی وہ اس سے اجنبیت برتنے لگی تھیں' ہادی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں کیونکہ بات انس اور طلحہ تک آگئی تھی اور وہ انہیں ایسے کیسے جانے دے سکتا تھا۔

"آپی آپ بلیک میل کر رہی ہیں۔" وہ خفگی سے گویا ہوا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں تیرے بہنوئی سے کہہ دوں گی منع کردیں چچا جان کو کہ ہم نہیں کرسکتے' ان کی بیٹی سے شادی۔" وہ روتی ہوئی لاؤنج میں آگئیں' ربیع کمپیوٹر پر گیم کھیل رہا تھا' جبکہ فروا کو طلحہ اور انس باہر لے گئے تھے' کیونکہ ان دونوں سے بھی چلنے کو کہا تھا اسی لیے وہ خوش خوش پہلے ہی تیار ہوگئے تھے۔

"آپ یہ بھی تو سوچیے کہ میں اور وہ خوش نہ رہ سکے تو دکھ تو آپ کو ہی ہوگا اور خوامخواہ نقصان اس لڑکی کا ہی ہوگا۔" وہ کچھ نرم سے لہجے میں گویا ہوا' مائرہ نے بغور اس کی صورت دیکھی جو بےزار اور اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے تم دونوں خوش رہو گے کیونکہ سمرہ سلجھی ہوئی اور سمجھدار لڑکی ہے۔"

"چاہے بعد میں اس نے بھی وہی کیا تو......؟"

"اول تو ایسا ہوگا نہیں تم اطمینان رکھو اور پھر میں ہوں نا کیوں فکر کرتے ہو۔" وہ اس کے نرم پڑنے پر نارمل سی ہو کیونکہ ہادی کے پاس بولنے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔ مسکرادی تھیں۔

....

"ابو تو ہادی بھائی کا پورا انٹرویو لے رہے ہیں۔" ایمن اسے پل پل کی خبر دے رہی تھی جو کھانے کے بعد سب کے لیے چائے بنا رہی تھی اور یہ مائرہ نے ہی کہا تھا کہ چائے لے کے آئے تاکہ وہ بھی ہادی کو دیکھ لے جبکہ انہیں کیا بتائے سڑے ہوئے کریلے کو دیکھنے کے لیے اب تو عمر پڑی ہے اس وقت دیکھ کر کیا کرنا ہے۔

"مجھے آکر نہیں بتاؤ۔" وہ تو پہلے ہی کھسیانی ہو رہی تھی کیونکہ ابو اور امی نے تو مائرہ اور جنید کو مکمل رضامندی دے ہی دی تھی۔

"کیوں نہیں بتاؤں اتنی خوشی ہو رہی ہے مجھے تو۔" ایمن نے آنکھیں گھما کے خوشی کا اظہار کیا۔

"چائے اب لے بھی آؤ وہ سب جانے کے لیے بیٹھے ہیں۔" امی کچن میں چلی آئیں وہ دونوں ہی گڑبڑا گئی تھیں۔

"آپ چائے خود لے کے جائیں۔" سمرہ کو کچھ جھجک بھی تھی۔ خاص طور پر وہ اپنا دیدار اس لیے کروانے جا رہی تھی کہ وہ ہادی کو دیکھ لے اور ہادی اسے دیکھ لے۔

"تم سے جو کہا ہے تم وہ کرو۔" وہ اسے گھور کے سرزنش کرنے لگیں' دل اس کا ویسے ہی دھڑ دھڑ کیے جا رہا تھا آنے والے لمحات کو سوچ کر کتنے بھیانک ہوں گے ہادی کی ہمراہی میں کیا کرے گی وہ۔ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق آنچل شانوں پر قرینے سے برابر کیا' پرنٹڈ کاٹن کا سوٹ تھا یہ سادہ سراپا اور ڈرتا کانپتا انداز اس کے تو قدم لگ رہا تھا بہک رہے ہوں ڈرائنگ روم میں سب بیٹھے تھے

بھی نگاہ نہ دوڑائی کہ وہ سڑیل بیٹھا کدھر ہے مائرہ نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا جو ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہی تھی بھابی نے پکار لیا۔

"سمرہ ادھر آؤ...... یہاں بیٹھو۔"

"اف یہ کیا کہہ دیا بھابی نے کیسے بیٹھ جاؤں سب ہی مجھے دیکھ رہے ہیں۔" دل ہی دل میں بولتی جھجکتی ہوئی ان کے قریب بنائی گئی جگہ پر بیٹھ گئی' مائرہ نے اپنے پرس سے مخملی ڈبیہ نکالی' سمرہ کی تو حیرانگی سے آنکھیں ہی پھیل گئی تھیں۔ یعنی سب کچھ طے پا گیا ہے اس کی نازک بائیں کلائی میں گولڈ کا قیمتی بریسلٹ مائرہ نے پہنا دیا۔

"آج سے بیس دن بعد مکمل طور پر سمرہ ہماری ہو جائے گی۔" انہوں نے وفور مسرت سے کہتے ہوئے سمرہ کو شانے سے لگا لیا تھا۔

"ارے بھئی چائے تو لیجیے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" ابو کو ہی خیال آیا تو انہوں نے کہا۔ طلحہ اور انس اسے بغور دیکھ رہے تھے جس نے ابھی تک بھولے سے بھی نگاہ نہ اٹھائی تھی' ہادی بالکل سامنے والے سنگل صوفے پر بلیک پینٹ اور بلیو شرٹ میں اپنے چہرے پر ناگواری اور درشتی لیے بیٹھا تھا۔ ہادی کی ایک دوبار نگاہ اچٹتی ہوئی اٹھی تھی اگرچہ کچھ دن پہلے جب اپنے گھر میں اسے دیکھا تھا تو اس نظریے سے نہیں دیکھا تھا مگر آج نگاہوں کا زاویہ بدل کر دیکھ رہا تھا' نرم ونازک سرخ و سپید رنگت اس پر کچھ خوف اور ڈر کے بھی اثرات نظر آ رہے تھے اس کا مطلب ہے لڑکی قابو میں آجائے گی۔

"چچا جان مزید آپ کو ہادی کی معلومات کروانی ہے تو اس کے آفس جاسکتے ہیں۔" جنید ان کی اچھی طرح تسلی کرانا چاہتے تھے پھر وہ بیٹی کے باپ تھے اور پھر کچھ محتاط بھی تھے۔

"جنید اب تم ہمیں اتنا شرمندہ نہیں کرو' ہادی بیٹے کو بلانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ آرام سے بات کر کے جھجک وغیرہ ختم کرلیں گے اور یہ ہو بھی گئی ہے۔" ابو نے مسکرا کے ہادی پر نگاہ ڈالی جو زبردستی کا تبسم چہرے پہ سجائے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگا' اس وقت سمرہ کی نگاہ اٹھی تھی اس سڑیل کے رویے کی وجہ سے اب اور بھی رونے لگا وہ سر جھکا کے وہاں سے اٹھ آئی کیونکہ خود پر ضبط کرنا بہت مشکل ہو رہا تھا' کمرے میں آ کر اتنا روئی کہ ایمن اور حذیفہ تو

گھبرا ہی گئے۔ مائرہ اس سے ملنے کمرے میں آئیں تو وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ تھی۔ اسے سارے ہی اپنے دشمن لگ رہے تھے کسی کو اس کی پروا ہی نہیں تھی کہ وہ کیا سوچ رہی ہے کیا چاہ رہی ہے۔

"سمرہ تم اتنا پریشان نہ ہو ہادی تھوڑا غصے کا تیز ضرور ہے مگر ہر وقت غصہ میں نہیں رہتا۔" مائرہ اس کا رویا رویا چہرہ دیکھ چکی تھیں اسے گلے لگا کر تسلی دی۔

"تم اتنی فکر نہیں کرو میں ابھی ہوں' تمہاری شادی کے ایک دو ہفتے بعد سب سیٹ کروا کر ہی جاؤں گی۔"

"میں اب کہاں سیٹ ہوسکتی ہوں' آپ کے بھائی کا موڈ مجھے سیٹ نہیں لگ رہا۔" وہ صرف سوچ کر ہی رہ گئی۔

....

دوسرے دن وہ جلدی آفس سے آگیا تھا مائرہ کچن میں تھیں ربیع اور فروا کھیل رہے تھے۔ انس اور طلحہ کوچنگ گئے ہوئے تھے۔ جنید اپنی پھپھو کی طرف گئے ہوئے تھے' گھر میں کچھ خاموشی تھی۔

"آپی چائے ملے گی۔" وہ باتھ لینے کے بعد فریش نظر آ رہا تھا' قمیص شلوار میں اس کا اونچا لمبا قد اور بھی نمایاں لگ رہا تھا۔

"چائے تیار ہی ہے تم بچوں کے پاس جا کر بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔" وہ کچھ اسنیکس وغیرہ بھی تیار کرچکی تھیں کیونکہ ہادی جلدی آگیا تھا اور کھانے میں ابھی ٹائم تھا سوچا کہ کچھ بنا ہی لیں شام کی چائے میں' سب کچھ وہ ٹرے میں ترتیب دے کے لاؤنج میں آگئیں جہاں وہ صوفے پر کشنز کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"ہادی ذرا اب مجھے یہ تو بتاؤ سمرہ کیسی لگی تمہیں؟" لوازمات اس کی پلیٹ میں نکالتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" بس اتنا ہی کہا کیونکہ وہ ابھی سے سمرہ کی تعریف کر کے اسے سر پر نہیں چڑھانا چاہتا تھا کیونکہ جو کچھ وہ اپنے دوستوں سے سنتا آ رہا تھا وہ کم از کم یہ غلطی تو بالکل نہیں کرے گا۔

"ٹھیک ہے کیا' پیاری نہیں ہے؟"

"اتنا غور سے نہیں دیکھا میں نے؟" ٹی وی پر نگاہ مرکوز رکھ کر خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔

"سیدھی طرح جواب دو مجھے۔" انہوں نے ٹی وی ہی

آف کردیا۔

"جب سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق میں کررہا ہوں تو یہ کیا ضروری ہے کہ میں اس کی تعریف کروں کہ وہ اتنی پیاری ہے ایسی ہے ویسی ہے۔" وہ بھی کچھ بھنا گیا جبکہ بھنایا ہوا تو اب وہ ہر وقت ہی رہے گا کیونکہ اپنی زندگی میں کسی اور کا شیئر اسے برداشت نہیں ہورہا تھا۔

"خوبصورت پڑھی لکھی اور اسمارٹ لڑکی ہے دیکھنا تمہارے دوست تو جل ہی جائیں گے۔" انہوں نے کچھ تفخر زدہ لہجے میں کہا۔

"میں اپنے دوستوں میں اسے بالکل لے کر نہیں جاؤں گا۔"

"کیا...... ہادی تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو۔" مائرہ کو کبھی کبھی اس کی دماغی حالت پر تشویش بھی ہوتی تھی کہ وہ ایسی باتیں کیوں کرتا ہے۔

"آپی مجھے بالکل پسند نہیں ہے کہ اپنے گھر کی باتیں دوستوں سے شیئر کروں یا اپنی بیوی کو ان کے سامنے لاکر وہی باتیں کروں جو وہ کرتے ہیں۔" اس کا سنجیدہ اور درشت انداز دیکھ کر مائرہ حیرت میں مبتلا ہوکر اسے دیکھے جارہی تھیں۔

"میرے صرف ایک دو دوست ہیں جن کے سامنے میں اپنی بیوی کو لے کر جاؤں گا مگر ہر ایک کے سامنے نہیں۔"

"جہاں میں نے آپ کی اتنی مانی ہے وہاں میری اتنی تو ضرور چلے گی۔" وہ چائے کے سپ لینے لگا' ربیع اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"یعنی سمرہ کو بالکل قید کرکے رکھوگے۔"

"اب ایسا بھی نہیں کہا میں نے۔" جھٹ جواب دیا۔

"یاد رکھنا ہادی اگر تم نے زیادہ رعب ڈالا نا سمرہ پر اچھی طرح خبر لوں گی تمہاری۔" وہ آنے والے لمحات کا سوچ کر ڈر رہی تھیں اور پھر کتنے ارمانوں سے چچا اور چچی جان سے سمرہ کا رشتہ مانگا تھا اگر انہیں بعد میں کچھ پتہ چلا تو کتنی شرمندگی ہوگی۔

"ابھی بھی وقت ہے سوچ لیں بعد میں' میں تو یہی کروں گا آپ کو بتا رہا ہوں۔" وہ گویا سمرہ سے شادی کرکے اس کی سات پشتوں پر احسان کررہا ہو' مائرہ نے اسے مزید کچھ نہ کہا ورنہ شاید غصہ اور ضد میں آکر نجانے کیا کیا کہہ دے پھر انہیں افسوس ہی ہوتا رہے' ان کی کوشش تھی شادی خیریت سے ہوجائے۔

رات کو سب ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے۔ انس اور طلحہ کی ایک الگ رونق تھی۔ مائرہ انس سے گھر کے سامان کی لسٹ بنوا رہی تھیں اور پھر بری کی بھی ساری شاپنگ انہیں ہی تو کرنی تھی۔

"ہادی ڈرائنگ روم کے پردے بھی چینج کرنے ہیں کتنے خراب ہورہے ہیں اور تمہارے کمرے میں بھی پردے ڈلیں گے۔"

"گھر کی ایک چیز کو بھی آپ تبدیل نہیں کریں گی' بقول آپ کے سمرہ بہت سگھڑ اور سلیقہ مند ہے میں بھی تو دیکھوں کہ کیسے وہ اس گھر کو ٹھیک کرتی ہے۔" گویا ہادی نے سمرہ کا امتحان لینا چاہا اور پھر وہ اس پر شروع سے ہی ذرا رعب رکھنا چاہتا تھا دوسرے دوستوں کی بیویاں جیسے سر پر چڑھی ہوئی ہیں وہ سمرہ کو اپنے سر پر نہیں چڑھا سکتا۔

"بھائی خدا کو مانیے گھر اتنا گندہ ہورہا ہے' وہ بے چاری کیا کیا کریں گی۔" انس نے سمرہ کو دیکھا' وہ اتنی دبلی پتلی سی تھی کہاں یہ سب کر پائے گی۔

"تم چپ کرو گھر کی کسی چیز کو تبدیل نہیں کیا جائے گا سن لیں آپی آپ۔" دوٹوک اور اٹل لہجہ ان کا تو سر پیٹ لینے کو ہی دل چاہا' انس نے تاسف بھری سانس آزاد کی وہ اپنے بھائی کی غصہ کی عادت کو جانتا تھا۔

***

مائرہ ساری شاپنگ جنید کے ساتھ کررہی تھیں' کبھی کبھی سمرہ' ایمن اور کبھی چچی جان کو بھی ساتھ لے جاتی تھیں' تیاری میں وہ کوئی کسر نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں پھر ہادی کی تنخواہ بھی خاصی معقول تھی دل کھول کے وہ سارے خرچے کررہی تھیں۔ دن بھی کافی تیزی سے گزر رہے تھے۔ شادی کے دو ہفتے بعد انہیں بھی کینیڈا واپس چلے جانا تھا۔

"ہادی کم از کم اپنے کمرے کو تو سیٹ کرلو دیکھو پردوں کا کلر کتنا برا لگ رہا ہے اور یہ کباڑ دیکھ رہے ہو جو تم نے وارڈروب کے ساتھ بھرا ہوا ہے' کچھ تو خیال کرو۔" وہ گویا اس کی خوشامد ہی کرنے لگیں کہ کسی طرح تو وہ مان جائے۔

"بس اتنا کرسکتا ہوں کہ کمرے کا فرنیچر چینج کرلیں مگر پورے گھر میں کہیں سے بھی کچھ صاف نہیں کیا جائے گا۔"

"ارے بے وقوف لڑکے مہمان آئیں گے تو کیا کہیں گے کہ اس کباڑ میں رہے گی دلہن۔" انہوں نے تیز لہجے میں ڈپٹ کے کہا جس پر مطلق اثر نہیں ہورہا تھا گویا تہیہ کیا ہوا تھا

کہ سب کچھ سمرہ سے ہی کرواتا ہے' ذرا اس کے جوہر بھی تو دیکھیں نا' دوسرے دن ہی بھاگ جائے گی۔

"اگر تم کچھ الٹا سیدھا سوچ رہے ہو کہ سمرہ کو زچ کردو گے تو ایسا میں ہونے نہیں دوں گی' سمرہ ایسی لڑکی ہے وہ تم جیسے سر پھرے کو اچھی طرح سدھار لے گی۔" وہ اس کے ارادوں کو جیسے بھانپ گئی ہوں۔

"شادی کے دو ہفتے بعد تو آپ کو چلے ہی جانا ہے' پھر دیکھیے گا آپ مجھے۔"

"کیا مطلب ہے ہادی' دیکھو میرا دل مت دہلاؤ۔" وہ ڈر گئی تھیں۔

"بے فکر رہیں' ایسا کچھ نہیں کروں گا میں آپ کی بھابی صاحبہ کو ان کے کام بتاؤں گا اور کچھ نہیں۔" وارڈروب جیسے ہی کھولی سارے کپڑے اس کے قدموں میں ڈھیر ہوگئے' جیسے سلامی دے رہے ہوں۔

"ہادی ہر جگہ بے ترتیبی میں نے کل ہی تمہاری وارڈروب ٹھیک کی تھی' پھر یہ حشر کردیا۔" وہ کپڑے اٹھانے آگے بڑھی تھیں' ہادی بھی اٹھا اٹھا کے اندر ٹھونس رہا تھا۔

"یا انس اور طلحہ گھسے ہوں گے میری شرٹس اکثر پہن لیتے ہیں نا۔" وہ کچھ شرمندہ بھی ہورہا تھا کیونکہ مائرہ دوبارہ کپڑوں کی تہہ لگانے لگی تھی۔

"میلے کپڑوں کا ڈھیر یہاں سے اٹھا کر پیچھے رکھ کر آؤ میں آج دھودوں گی۔"

"رہنے دیں آپی پرسوں سنڈے ہے میں مشین لگاتا ہوں دھولوں گا۔" وہ اب میلے کپڑے گٹھر بنا کر بیڈ کے نیچے رکھنے لگا۔

"ہادی یہ کیا حرکت ہے نکالو باہر۔" وہ تو غصہ میں ہی آگئیں۔

"آپی میں یہیں رکھتا ہوں میلے کپڑے سارے۔"

"ہادی تم تو واقعی سمرہ کو پاگل کردو گے' وہ کیا کیا کرے گی مجھے کیا خبر تھی تم ایسے ہو ماسی کا بھی بندوبست کرنا پڑے گا۔"

"آپی ماسی یہاں ٹکتی ہی کب ہے لڑکوں کا گھر دیکھ کر بھاگ جاتی ہے۔" طلحہ اندر آیا تو اس نے بھی وہاں کا سارا نظارہ دیکھا۔

"لیکن اب ماسی کی ضرورت ہے سمرہ کو اور بھی کام ہوں گے وہ اپنی نگرانی میں کروائے گی تو ٹھیک رہے گا اور پھر وہ ٹک بھی جائے گی اسے یہاں دیکھ کر۔" سارے کپڑے جمع کیے طلحہ کو ہدایت کی کہ باہر رکھ آئے اب ہادی کا کمرا سمیٹنے لگیں' ہادی منع بھی کررہا تھا مگر اسے دو تین بار ڈانٹ بھی چکی تھیں' ہادی سمجھ رہا تھا کہ انہیں اس کی ضد پر غصہ آرہا ہے مگر اسے بھی تو سمرہ کو آزمانے کا خبط سوار ہوگیا تھا تاکہ اسے زچ کرکے یہاں سے بھگادے۔

***

دوسری طرف سمرہ کو ایسا لگ رہا تھا کہ دن بہت تیزی سے گزر رہے ہوں۔ مایوں بھی وہ روتی دھوتی بیٹھی تھی کتنی جلدی سب کچھ پرایا ہوگیا تھا۔ صرف بیس دنوں میں اس کی دنیا بدل گئی تھی کتنی پرسکون اور بے فکری کے دن تھے وہ اپنی مرضی سے اٹھتی تھی اپنی مرضی سے ہر کام کرتی تھی مگر اب اسے اس سڑیل کی پسند کے مطابق چلنا پڑے گا' سوچ لیا تھا کہ وہ ہادی سے نہ ڈرے گی اور نہ دبے گی اگر وہ ایسا کچھ سوچ رہا ہے کہ اپنا رعب دکھا کر اسے ڈرا کر رکھ لے گا تو یہ تو بالکل نہیں ہونے دے گی' تینوں بھائیوں کی بے ترتیبی برداشت نہیں کرے گی اور پھر مائرہ نے بھی تو کہا تھا کہ وہ تینوں سے ڈرے نہیں بلکہ اپنی چلا کر تینوں کو سدھارے پھر کچھ اسے مائرہ کی بھی سپورٹ تھی جو اس کی ہمت وحوصلہ بڑھا رہا تھا۔

ساری رسمیں بڑے باوقار انداز میں انجام پائی تھیں۔ مائرہ نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مایوں مہندی سے لے کر اب شادی تک کی تمام رسمیں خود ہی ادا کی تھی' ہادی دنیا جہان کی بے زاری چہرے پر سجائے سب برداشت کررہا تھا کیونکہ جنید اور مائرہ اسے ہینڈل کررہے تھے آخر سمرہ رخصت ہو کر اس کباڑ خانے میں آہی گئی۔ دل بھی عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ اس سڑیل کو بھی تو فیس کرنا تھا جانے کیسے کیسے حربے آزمائے گا دل میں بے چینی تھی' پسینے الگ آرہے تھے اس کے کانوں میں طلحہ اور انس کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔

"نکالیے بھائی پورے دس ہزار روپے۔" انس پشت پر ہاتھ ٹکائے روبرو تھا' ہادی نے چتون تیکھے کیے اور اسے گھورا جو کمرے کی چوکھٹ پر ایستادہ تھا اندر وہ سرخ گٹھڑی بیڈ پر سر جھکائے بیٹھی تھی گویا اس کی منتظر' کہ وہ آئے گا اور حسن میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے گا۔

"یار آپی یہ فضول رسوم ابھی باقی تھی۔" وہ جھنجلا کر دہائی

دینے لگا۔ مائرہ بلیک ساڑھی میں جو کہ بلیو اور کوپر ستاروں سے جھلملا رہی تھی ان ہی کے ساتھ تھی اس پر ان کا مسکراتا انداز ہادی دانت پیسنے لگا۔

"شرافت سے ہاتھ پر رکھ دو حالانکہ یہ رسم نہیں کرتی ہے لیکن میں نے ان دونوں سے کہا کہ یہ کریں۔"

"نکال بھی دیں بھائی اتنے کنجوس تو آپ کبھی نہ تھے۔" انس نے اپنے سوبر سے بھائی کے ماتھے پر ناگواری کے جال فہمائشی نگاہوں سے دیکھے۔

"یار نکال دو ورنہ نقصان تمہارا ہی ہوگا۔" جنید نے اس کے کان میں معنی خیزی سے شرارت میں سرگوشی کی تو وہ جھینپ ہی گیا۔ سڑے سڑے منہ بنا کر پیسے نکال کر طلحہ کے ہاتھ میں رکھے کیونکہ مائرہ پہلے ہی اسے اتنا ڈانٹ چکی تھیں۔ اس نے اندر قدم رکھے تو اسی وقت مائرہ معنی خیزی سے مسکراتی ہوئی اسے دیکھنے لگیں۔ پھر جانے سمرہ کے کان میں کیا کہا جو سر جھکا کر رہ گئی۔ ہادی نے استعجابیہ نگاہوں سے اس کا تفصیلی جائزہ لیا جو بلذر یڈ لہنگے میں جیولری میک اپ میں اسے حیرانگی میں ہی مبتلا کر گئی تھی۔ پہلے سرسری دیکھا تھا مگر آج وہ تمام ہتھیاروں سے لیس تھی۔ محویت تو اس وقت ٹوٹی جب اس کے کمرے کا دروازہ مائرہ کھٹ سے بند کر کے گئیں فوراً ہی نگاہوں کا زاویہ بھی بدل گیا ناگواری اور سرد مہری چہرے پر سجا کر کپڑے چینج کرنے واش روم میں چلا آیا' سمرہ نے کمرے کا جائزہ لیا اسٹائلش فرنیچر' دبیز پردے وال ٹو وال کارپٹ سب ہی کچھ اچھا تھا شکر تھا کمرا رہنے کے قابل تھا ورنہ وہ اس کباڑ خانے میں تو ایک دن بھی نہ رہتی ہادی چینج کرنے کے بعد اس سے بات کرنا تو دور کی بات نگاہ ڈالے بغیر ہی کمرے سے باہر چلا گیا۔ سمرہ کو یہ اپنی توہین لگی۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا وہ رائٹ سائیڈ پر سو رہا تھا' کرنٹ کھا کے وہ اٹھی تھی کہ اسے خبر کیوں نہیں ہوئی کہ وہ کمرے میں آیا تھا' ایک تو رات کی توہین نہیں بھول رہی تھی پوری رات غصہ میں بھناتی رہی تھی تیزی سے بیڈ سے اٹھی' کپڑے تو اس نے چینج کر لیے تھے کب تک اس کا انتظار کرتی۔

"میں نے یہ شادی مجبوری میں کی ہے مجھے بیوی کی نہ کل ضرورت تھی اور نہ آج ہے۔" اسی وقت اس کی گھمبیر اور گرجدار آواز پشت پر سنائی دی تو سمرہ بل کھا کے رہ گئی۔ وہ خود بھی اٹھ چکا تھا۔

"میں جان بوجھ کے کمرے سے گیا تھا رات کو۔" پھر جتایا گیا۔ سمرہ کو تو کھلی اہانت ہی لگ رہی تھی یعنی نکاح کے چند بولوں کے بعد بھی اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"مجبوری میں شادی کرنے کے لیے آپ کو میں ہی ملی تھی۔" وہ کہاں دبنے والوں میں سے تھی' جبکہ سوچ کے بھی یہی آئی تھی کہ اس پتھر کو تو پگھلا کے ہی رہے گی۔

"مجھے نہیں آپی کو ملی تھیں تم۔" ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر بالوں میں چلانے لگا' سمرہ نے حسرت بھری نگاہ اس لمبے چوڑے ہادی پر ڈالی جو فان کلر کے ململ سے قمیص شلوار میں اتنا ڈیسنٹ لگ رہا تھا کہ وہ بغور دیکھے بنا نہ رہ سکی۔

"بقول آپی کہ سمرہ سلجھی ہوئی لڑکی ہے دیکھنا سب سنبھال لے گی۔ ایک ہفتے بھی تم یہاں ٹک جاؤ میں مان جاؤں گا تمہیں' نہ دوسرے دن ہی بھاگی ہو تم۔" تمسخرانہ لہجے میں کہتے ہوئے اس کا حواس باختہ چہرہ دیکھنے لگا۔

"یعنی موصوف یہ سوچ رہے ہیں کہ میں یہاں زیادہ دن ان کی حرکتوں کی وجہ سے ٹکوں گی نہیں۔" اس نے سوچا۔

"بلاوجہ مجھے ڈسٹرب کرنے کی ضرورت نہیں ہے' گھر کے سارے کام تمہیں خود سمجھنے ہیں میں بالکل نہیں سمجھاؤں گا بقول آپی کے تم خاصی سمجھدار ہو۔" مسلسل اس پر طنز کے تیر بھی چلا رہا تھا۔ وہ رنجور اور افسردہ سی اس شخص کی باتیں سن رہی تھی جو کتنا روکھا تھا نہ اسے یہ خیال تھا کہ کل ہی اس کی شادی ہوئی ہے اور ایسی نئی نویلی دلہن سے وہ ایسی باتیں کر رہا ہے۔

"اگر تم نے آپی سے میری شکایت کی یا مجھے کچھ سن گن ملی تو تم اپنا حشر دیکھنا یہ جو میں نے تمہیں کل بخش دیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ تم آئندہ احتیاط سے کام کرنا ورنہ نتائج کی ذمہ دار خود ہوگی۔" برش زور سے پٹخا تھا۔

"تمہاری منہ دکھائی کا تحفہ اس دراز میں ہے نکال لینا۔" ڈریسنگ ٹیبل کی رائٹ دراز کی جانب اشارہ کیا اور اچٹتی نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گیا۔ سمرہ نے ایسا تو نہیں سوچا تھا کہ وہ یہ سب کرے گا۔ اس نے تو اس کی ذات کی نفی کر دی تھی الٹا دھمکی دے کے گیا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھ کر باقاعدہ رونے لگی' مائرہ دستک دے کر اندر چلی آئیں جس آنسو آنچل سے صاف کیے۔

"سمرہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ میں اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ اس نے تمہارے ساتھ کیا بکواس کی ہوگی اور رات کی بھی خبر ہے کمرے سے چلا گیا تھا۔" وہ بھی کچھ شرمندگی میں گویا ہوئیں۔

"سمرہ پلیز تم یہ نہیں سمجھنا کہ میں نے خود غرضی میں ایسا کیا ہے میں نے کچھ سوچ کے ہی تمہیں اپنی بھابی بنایا ہے۔" انہوں نے اس کے حنائی ہاتھوں کو تھاما۔ "ہادی کو صرف تم جیسی سمجھدار اصول پسند لڑکی ہی سیدھا کر سکتی ہے۔"

"ہاہ...... سمجھدار میں آپ کو کہاں سے سمجھدار نظر آئی۔" وہ سرد آہ بھر کے پھیکی سی مسکراہٹ لیے گویا ہوئی۔

"مجھے خبر ہے تم کتنی سمجھدار ہو اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم ہادی کا دل جیت لو گی جو کچھ اس کے دماغ میں خرافات ہیں تم نکال دو گی۔"

"بھابی آپ نے بہت بڑی ذمہ داری سونپی ہے میں کیسے کر پاؤں گی' آپ بھی جانے والی ہیں۔" وہ روہانسی ہونے لگی کیونکہ ہادی کا جاہ و جلال تو اس نے دیکھ لیا تھا' بعد میں پتہ نہیں کیا سلوک کرے۔

"سب کر لو گی تم' پریشان نہ ہونا میں فون کرتی رہوں گی اور ہاں ان تینوں کی بالکل نہیں سننا خاص کر ہادی کو کھینچ کر رکھنا۔"

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے بہت آسان ہو۔" ویسے ہی وہ افسردہ ہو رہی تھی اس پر ہادی کا ناروا سلوک اسے رلا رہا تھا۔

"ہمت اور حوصلہ کی بات ہے سب کچھ سیٹ ہو جائے گا اور ہاں چھ ماہ بعد عید ہے میں عید تم لوگوں کی ساتھ ہی مناؤں گی اس وقت خوش خبری بھی تیار رکھنا۔" وہ معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کے رخسار پر پیار کرنے لگیں۔

"کیسی خوشخبری۔" وہ جیسے سمجھی نہیں۔

"بھئی مجھے نند بننے کا اعزاز تو مل گیا ہے اب پھپو بننے کا اعزاز بھی ملنا چاہیے۔" وہ مسکرائیں' سمرہ تو جھینپ ہی گئی' اسی وقت ہادی چہرے پر تختی لیے اندر آیا تو دونوں دبی دبی سی ہنس رہی تھیں۔ اس نے چونک کر دونوں کو حیرانی سے دیکھا۔

......

تین چار دن تک تو سمرہ نے برداشت کیا پھر اس نے مائرہ کو زبردستی کچن سے باہر نکالا کیونکہ اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ انہیں کام کرتے ہوئے دیکھتی رہے۔

"ارے جو چند دن ہیں مجھے تمہارے ناز نخرے تو اٹھانے دو۔" انہوں نے اس کی شہابی کھلتی رنگت کو دیکھا جو کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ ہادی کی ابھی چھٹیاں تھیں تو اس کا زیادہ تر وقت گھر میں ہی گزرتا تھا۔ کبھی لاؤنج میں لیٹا ٹی وی دیکھتا رہتا یا پھر اپنے کمرے میں آرام کرتا رہتا۔

"بھابی میں ناز نخرے دکھانے کے لیے تو نہیں آئی۔" اس نے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے گویا ہادی کو جتایا جو بڑے صوفے پر نیم دراز تھا' لاؤنج اور ڈائننگ ہال ساتھ ساتھ تھا اور سامنے بڑا سا جدید طرز کا امریکن کچن تھا۔

"آپی جن کا گھر ہے انہیں سنبھالنے دیں نا۔" اس نے بھی گویا طنز ہی کیا۔ سمرہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئی اس نے زبردستی مائرہ کو کچن سے ہٹا تو دیا تھا مگر کچن کی ایسی حالت دیکھ کر اسے ابکائی ہی آنے لگی' سارے کیبنیٹ پر مرچ مصالحوں اور جانے کتنے قسم کے داغ لگے تھے۔ اوون پر اتنی گندگی تھی کہ لگتا تھا چائے' دودھ اور دیگر چیزیں پکنے کے بعد بھولے سے بھی کبھی صاف نہیں کیا تھا۔ سنک بے چارا پورا چکنائی سے اٹا ہوا تھا' جگہ جگہ ٹائلز پر کالے کالے نشان پڑے ہوئے تھے' جیسے پونچا مارنے کی بھی زحمت تک نہیں کی' اس نے کیبنٹ کا جائزہ لینے کے لیے جیسے ہی کھولا تو منہ سے زوردار چیخ نکل گئی۔ ہادی ہی قریب تھا وہ اسی وقت دوڑ کے آیا جو لمبے لمبے سانس لے رہی تھی ہادی کو سامنے دیکھ کر خجل سی ہو گئی۔

"اچھا تو انہیں دیکھ کر تم نے چیخ ماری ہے فکر نہ کرو ہر خانے میں یہ کاکروچ اپنی فیملی کے ساتھ ملیں گے۔"

"کیا ہوا سمرہ؟" مائرہ بھی ہانپتی ہوئی فروا کو گود میں اٹھا کر چلی آئی تھیں دونوں ہی کچھ گڑبڑا سے گئے۔

"کچھ نہیں اہل خانہ کو دیکھ کر چیخ ماری ہے۔" ہادی تمسخر اڑانے لگا۔ مائرہ کو شرمندگی بھی ہوئی کچن اتنا گندہ تھا کہ ہادی نے ہی اس کی صفائی تک کرنے نہ دی تھی۔

"سوری سمرہ کچن کی حالت......"

"ارے آپی یہ جن کا گھر ہے انہیں فکر کرنی چاہیے آپ کیوں شرمندہ ہوتی ہیں۔" دل کھول کر وہ سمرہ کا دل جلا رہا تھا اور وہ اسے ہی گھور رہی تھی' جس کے انداز میں اتنا اعتماد تھا۔

"سمرہ میں تو سارے گھر کی صفائی وغیرہ کروا رہی تھی اس نے ہی مجھے منع کیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں' آپ کیوں شرمندہ ہو رہی ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے مائرہ سے گویا ہوئی' ہادی کو اس لمحے سمرہ کی برداشت پر بھی حیرانی تھی کہ ذرا بھی تو ناگواری نہ تھی بلکہ فریش موڈ کے ساتھ تھی۔

"آپ دیکھیے گا نا ان کی سلیقہ مندی کے جو ہر دو دن میں نہ گھر سے بھاگ گئی ہوں۔"

"غلط فہمی اپنے دل و دماغ سے نکال دیں' کہ میں گھر سے بھاگ جاؤں گی۔" سمرہ نے تنک کے کرارا سا جواب دیا۔ مائرہ تو مسکرانے لگیں جبکہ ہادی نے حیرت و استعجاب میں ڈوب کر اس کا جارحانہ انداز دیکھا جواب سارے کیبنٹ چیک کر رہی تھی کہ کتنا کباڑ اندر موجود ہے۔

"مل گئی نا ہنٹر والی بالکل آپ کی طرح۔" وہ خفیف سا ہوتا ہوا کچن سے نکل گیا' سمرہ نے مائرہ کو دیکھ کر وکٹری کا نشان بنایا۔

....

ایک ہفتہ مائرہ کا ایسا گزرا کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا اور وہ پھر واپس چلی گئی تھیں' مگر سمرہ کو ہدایتوں کے ساتھ کہ اسے کیسے اس گھر میں ایڈجسٹ ہونا ہے پھر مائرہ کی سپورٹ حاصل تھی تو اسے کوئی فکر بھی نہ تھی۔ ہادی کا موڈ بالکل ٹھیک نہ تھا البتہ انس اور طلحہ اس سے بہت خوش تھے جس نے آتے ہی ان دونو ں کا خیال رکھنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دن اس نے دونوں کو ساتھ لگا کے سب سے پہلے ڈرائنگ روم کی صفائی کی' پردے سارے اتار کے پورچ میں پھینکے' جن کی رنگت تک پھیکی پڑ گئی تھی' گھر پر ہر چیز موجود تھی مگر کوئی بھی چیز جگہ پر اور صاف ستھری نہ تھی پھر خود ہی لاؤنج کو بھی ٹھیک کیا' ایک ہفتے میں اس نے سب ہی سنوار لیا تھا کچن تو چمک کر ایسا لگ رہا تھا کہ مسکرا رہا ہو۔ ہادی نے ایک دن بھی یہ نہ کہا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے' مگر اس نے سوچ لیا تھا اب باری ہادی کو سدھارنے کی ہے جو جانے اسے کیا سمجھ رہا تھا' ہر وقت طنز اور جھڑکنا' لگتا تھا اس کے مزاج میں شامل تھا' مگر یہ بھی اسے برداشت کرنا تھا گھر کی صفائی مکمل ہونے کے بعد اس نے ہادی سے بات کرنے کی ٹھان لی۔

"سنیے مجھے کچھ پیسے چاہیے۔" ڈرتے جھجکتے ہوئے لب کشائی کر ہی ڈالی کیونکہ پورا گھر پردوں کے بغیر عجیب ہی لگ رہا تھا۔

"کس لیے۔" وہ چینج کر کے واش روم سے نکلا تھا' وہ اس کے لیے چائے بھی لے آئی تھی۔ کپ لینے کے بعد اس نے سمرہ پر فہمائشی نگاہ ڈالی جو یلو کاٹن کے پلین نفیس سی کڑھائی جو کہ کنٹراسٹ میں پرپل دھاگوں سے کی گئی تھی لانبے دراز بالوں کو قرینے سے سمیٹ کے سادہ سی چوٹی بنائے ہوئے تھی ہونٹوں پر لائٹ پنک لپ اسٹک وہ عموماً اس کے آنے سے پہلے اسی طرح ملتی تھی وہ خود حیران بھی ہوتا تھا کہ گھر کے تمام کام وہ ماتھے پر بل لائے بغیر کر رہی تھی' ساری ہی ذمہ داری اس نے اٹھالی تھی گھر کی ہر چیز اب جگہ پر صاف ستھری نظر آتی تھی۔ بل کروہ پانی تک پینے نہیں دیتی تھی' وہ اس کی سلیقہ مندی کا دل سے قائل بھی ہو گیا تھا اس نے تو اس کی سوچ کے برعکس ہی کیا تھا۔ ابھی تک اس نے ستائشی کلمات ادا نہیں کیے تھے۔

"ڈرائنگ روم کے اور لاؤنج کے پردے لانے ہیں میں چاہتی ہوں کہ رمضان آنے سے پہلے پہلے گھر بھی صاف کر لوں۔"

"اور کتنا کرو گی اتنا کچھ تو کر لیا۔" چائے کا سپ لیتے دل میں سوچا' مگر بولا نہیں۔ بلکہ بغور اسے دیکھنے لگا جو اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھی تھی سائیڈ ٹیبل سے اپنا والٹ نکالا اور اس کے ہاتھ پر رکھ دیا سمرہ نے استعجابیہ نگاہوں سے چونک کر دیکھا۔

"جتنے چاہیے لے لو۔" نگاہ چرا کے گویا ہوا۔

گویا موصوف مجھے مان گئے ہیں لیکن انا کی وجہ سے مجھ سے نگاہ تک نہیں ملا رہے ہیں۔

"آپ خود ہی دے دیں بعد میں پھر مجھ پر یہ بھی الزام ہو گا کہ بیوی اپنے شوہر کے والٹ سے خود پیسے نکالتی ہے۔" طنز کرتی ہوئی وہ کھڑی ہو گئی' ہادی تو خفیف سا ہو گیا مگر وہ کچھ بولا نہیں بلکہ والٹ سے پانچ ہزار کے دو نوٹ نکال کر اس کی جانب بڑھائے۔

"جو کچھ بھی لینا ہو لے آنا۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا۔ سمرہ اپنی پہلی فتح پر مسکرائی' پیسے اس کے ہاتھ سے لیے اور کمرے سے نکل گئی' ہادی نے لمبا سانس کھینچا۔

"یار ہادی تم تو اس لڑکی کے آگے خود کو ہارنے لگے ہو۔" وہ دل ہی دل میں خود سے ہمکلام ہوا سمرہ اسے کچھ نہ کہتی تھی انس اور طلحہ سے اس کی خوب بن گئی تھی وہ حسرت بھری

نگاہوں سے اس کا ہر انداز دیکھتا رہتا تھا۔

اس نے پورے گھر کو نئے سرے سے ڈیکوریٹ کر دیا تھا۔ ہادی کو سب کچھ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ دل کرنے لگا کہ چند لمحے اس کی قربت میں بیٹھ کر اس کی تعریف ہی کر دے مگر ایک جھجک اور شرمندگی تھی' مائرہ سے کیسے کہا تھا اور پھر اس سے بھی تو کہا تھا کہ اس نے صرف گھر کی وجہ سے شادی کی ہے اپنے لیے نہیں' جبکہ اب تو دل اس کی جانب مائل ہو ہی چکا تھا۔ شادی کو بھی تین ماہ ہو گئے تھے اس دوران وہ اس کے دل میں اپنے لیے جگہ بنا چکی تھی۔ اور اب وہ کچھ دنوں کے لیے اپنے میکے گئی ہوئی تھی' کیونکہ شادی کے بعد پہلی بار اتنے لمبے عرصے کے لیے گئی تھی چار دن ہو گئے تھے' تینوں خاصے پریشان بھی تھے۔

"بھائی بھابی کو لے آئیے' مجھے صبح اسکول سے دیر ہوتی ہے اور اب یونیفارم مجھ سے نہیں دھلتا۔" انس کو زیادہ مشکل ہو رہی تھی کیونکہ سمرہ اس کا یونیفارم سے لے کر بیگ تک خود ٹھیک کرتی تھی۔

"میرا دو دن سے پوائنٹ مس ہو رہا ہے۔" طلحہ نے بھی دہائی دی۔

"آج تو سنڈے ہے نا تم سب اپنے کام خود کر کے رکھو آخر پہلے بھی تو کرتے تھے۔" وہ اخبار میں منہمک بول رہا تھا جبکہ مشکل تو اسے بھی پیش آ رہی تھی روز وارڈ روب سے کپڑے سلیکٹ کرنا پھر استری جبکہ وہ اس کے کپڑوں پر استری کر کے گئی تھی' مگر کل تو بلیک شرٹ ڈھونڈنے کے چکر میں ہینگر شدہ کپڑے وارڈ روب میں ہی گر گئے تھے کتنے سلیقے سے وہ اس کے سارے کپڑے وارڈ روب میں لٹکاتی تھی اور اس نے صرف ایک منٹ میں خراب کر دیا تھا۔

"دیکھا بھائی بدل گئے نا اپنی بیوی کا خیال آ رہا ہے وہ گھر کے سارے کام جو کرتی ہیں آرام کرنے وہ اپنی امی کے ہاں چلی گئی ہیں نا......"

"بکواس نہیں کرو۔" اخبار غصے میں ٹیبل پر پٹخا اور اسے گھورنے لگا۔ انس لب بھینچ کے رہ گیا' برا طلحہ کو بھی لگا وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے فون پر بھی اس سے صرف ایک دو بار ہی گھر کے حوالے سے بات ہوئی تھی کہ فریج میں وہ دو تین سالن بنا کے رکھ کر گئی ہے ساتھ کافی ہدایتیں بھی تھیں۔

"اسی وقت موبائل نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا جو اس کے ساتھ ہی ڈائننگ ٹیبل پر پڑا تھا' کال سمرہ کی ہی تھی' دل خوش ہو گیا فوراً بے تابی سے اٹھا لیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔" دوسری جانب وہ اسی پراعتماد انداز میں بولی تھی۔ "آج آپ تینوں رات کا کھانا یہیں کھایئے گا امی اور ابو نے کہا ہے۔"

"نہ خیریت پوچھی نہ کچھ اور پوچھا فوراً ہی آنے کا کہہ دیا۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک گیا۔

"وہاں آ کر پوچھوں گی یہاں سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" مسکرا کے گویا ہوئی۔

"کس انداز میں پوچھو گی؟" ہادی کا لہجہ معنی خیز اور خمار آلود ہو گیا۔

"یہ وہاں آ کر ہی بتاؤں گی اور ہاں طلحہ سے کہیے گا کہ اپنا قمیص شلوار جو وہ سلنے ٹیلر کو دے آیا تھا آج اسے لینے جانا ہے یاد سے لے آئے اور انس سے کہیے گا کہ چپس کے ریپر اگر مجھے ڈرائنگ روم کے صوفوں کے نیچے سے ملے تو میں اس کی ایسی خبر لوں گی کہ بس......" وہ اتنی ہدایتیں دے رہی تھی کہ ہادی کو اس کا اتنا مصروف انداز بہت پیارا لگ رہا تھا۔ کتنی اپنائیت تھی وہاں رہ کر بھی اسے یہاں کی فکر تھی' وہ واقعی اس کا قائل ہی ہو گیا تھا' شام مغرب کے بعد وہ تینوں چلے گئے تھے امی اور ابو نے تو داماد کی خاطر میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ایمن' ہادی سے مذاق اور چھیڑ چھاڑ بھی کر رہی تھی سمرہ نے یہاں بھی اس کا مکمل خیال رکھا تھا۔

"میں بھی ساتھ چل رہی ہوں بیٹھیے۔" سمرہ نے اسے کھڑے ہوتے دیکھا تو فوراً ہی کہا ہادی کو تو یقین ہی نہیں آیا دل خوش ہو گیا لائٹ پرپل سوٹ میں سجی سنوری نکھری سیدھی اس کے دل میں اتر گئی۔ شدت سے یہ خواہش ہو رہی تھی کہ اسے محسوس کرے اسے سراہے۔

....

شب برات آئی اور پھر رمضان شریف بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ چلے آئے اس بار رمضان سسرال میں گزر رہا تھا' سب کچھ نیا لگ رہا تھا۔ انس اور طلحہ کو تو اب جیسے کوئی فکر ہی نہ تھی' اس نے سارے کام اپنے ذمہ جو لے لیے تھے۔ وہ تینوں کو سحری بنانے کے بعد آدھا گھنٹے پہلے اٹھاتی

تھی تاکہ ٹھیک سے سب کھاسکیں ہادی تو آرام سے اٹھ جاتا تھا‘ مگر انس اور طلحہ اٹھنے میں تنگ کرتے تھے‘ ساری افطاری وہ خود بناتی تھی مگر وہ اپنے ساتھ لگوانے میں انس اور طلحہ کو لگا لیتی تھی‘ ہادی تو آفس سے آ کے سو جاتا تھا۔

”بھابی جلدی آیئے آپی کا فون ہے۔“ وہ افطار اور کھانے کے بعد کے برتن ایک ساتھ دھوتی تھی‘ کیونکہ نماز پڑھ کے تو اس کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ عشاء کی نماز کے بعد وہ آرام سے دھوتی تھی‘ ہادی فون پر بات کررہا تھا‘ وہ بھی اپنے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

”بھابی آپی عید سے تین دن پہلے یہاں آجائیں گی۔“ طلحہ نے خوش ہوکے بتایا۔

”لیجیے آپ کی بھابی آگئی ہیں بات کیجیے۔“ ہادی نے ریسیور اسے پکڑایا پھر وہ بات کرنے لگی‘ انس اور طلحہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے‘ لاؤنج میں وہ دونوں ہی تھے۔

”جی بھابی‘ ابھی اس کی ضرورت نہیں پڑی۔“ وہ شرم سے گلنار ہوگئی۔ ہادی سمجھ رہا تھا گفتگو کس نوعیت کی ہورہی ہے اسے سمرہ کے شرمائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مزا بھی آرہا تھا۔

”ہادی کو فون دو میں اس کی خبر لیتی ہوں۔“ مائرہ تو غصے میں ہی آگئیں۔

”بھابی اس میں ان کا تو قصور نہیں ہے۔“ جھٹ ہادی کی حمایت کی۔

”میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ خوش خبری تم نے تیار رکھی ہوگی۔“ مائرہ کی آواز اسپیکر سے نکلی تھی کیونکہ ہادی نے اسپیکر آن کردیا تھا۔

”یہ ہادی بھی عجیب گھامڑ ہے ارے چار ماہ بہت ہوتے ہیں‘ میں آؤں گی تو کچھ کرتی ہوں۔“ ان کی جھنجلائی ہوئی آواز فکرمندی سی نکلی۔

”بھابی آپ خوامخواہ پریشان نہ ہوں۔“ سمرہ کو تو اتنی حیا آرہی تھی کہ نگاہ تک نہیں اٹھ رہی تھی‘ ہادی کے لب مسکرا رہے تھے‘ سمرہ سے تو بات بھی نہیں ہورہی تھی۔ مشکل سے انہیں ٹالا تھا۔

”سچ کیوں نہیں بتایا۔“ وہ جھٹ بولا۔

”کیا سچ نہیں بتایا۔“ وہ انجان بنی۔

”مجھے اب بھی بتانے کی ضرورت ہے۔“ آنکھوں میں معنی خیزی اور شرارت تھی سمرہ نے جھینپ کر لب بھینچ لیے۔

”مجھے آپ کی طرح عادت نہیں ہے ہر بات بتانے کی۔“ گویا طنز کیا۔

”یار ہادی یہ لڑکی تو تمہاری سوچوں سے بھی مختلف ہے اس نے تو تمہیں یہاں بھی بچالیا ہے ورنہ شکایت کرسکتی تھی۔“ وہ سوچنے لگا۔

”کچھ باتیں اپنے تک بھی رکھنی چاہئیں یہ کیا سب میں اعلان کردو۔“ پھر طنز کا تیر اچھالا۔

”گھر کی اور میاں بیوی کی باتیں اگر ان تک ہی رہیں تو زیادہ بہتر ہیں۔“ سمرہ کا اشارہ اس کے دوستوں کی طرف بھی تھا جو ہر بات دوستوں میں کہہ دیتے تھے۔

”تمہارا کیا مطلب ہے میں سب میں بتاتا رہتا ہوں۔“ ہادی کے تو دماغ پر جا لگی۔

”پلیز آہستہ بولیے گھر میں دو بھائی بھی موجود ہیں۔“ وہ دبے دبے لہجے میں اسے جتا کر بولی اور اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

رمضان کا پہلا عشرہ گزرتے ہی ایسا لگ رہا تھا کہ دن بھاگ رہے ہوں‘ میکے وہ ایک بار بھی نہ جاسکی تھی‘ امی ابو نے افطار پر بلایا تھا تو جب ہی وہ سب کے ساتھ چلی گئی تھی‘ رہنے اس لیے نہیں گئی کہ یہاں مشکل ہوجاتی۔ اس نے مائرہ کا کمرا بھی سیٹ کردیا تھا تاکہ انہیں یہاں آکر پریشانی نہ ہو‘ اس دن تو وہ ایسی بخار میں پڑی کہ سب کچھ ہی الٹ ہوکر رہ گیا۔ ہادی بے چارہ بھی گھبرا گیا‘ بخار اس کا اتر ہی نہیں رہا تھا۔

”تم کہو تو تمہاری امی کے گھر تمہیں چھوڑ آتا ہوں‘ وہاں آرام کرلینا۔“ ہادی اس کے لیے گرم دودھ لایا تھا کیونکہ دوائی کے ساتھ اسے لینا تھا۔

”ارے ایسا تیز بھی نہیں ہے اتر جائے گا‘ پتہ ہے آپ کو عید بھی قریب ہے‘ اتنے کام باقی ہیں۔“ وہ بیڈ پر تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ ٹیبلٹ ہادی نے اس کے ہاتھ پر رکھی جو اس نے پانی کے ساتھ نگل لی۔

”تمہاری طبیعت بھی تو ٹھیک نہیں ہے‘ سحری میں روز اٹھ رہی ہو جبکہ تمہیں اتنا بخار ہے۔“ وہ اتنا فکرمند اس کے لیے کبھی نہیں ہوا آج تو ہادی کے انداز ہی جدا تھے‘ سمرہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا‘ وائٹ قمیص شلوار میں کچھ الجھا الجھا بکھرا الگ رہا تھا‘ ترس بھی آیا۔

”ارے میں اس گھر کے لیے ہی تو آئی ہوں۔“ وہ پھر طنز سے باز نہ آئی شادی کی رات کی باتیں وہ بھولی کب تھی۔ ہادی نے شرمندگی سے نگاہ اٹھائی اسے اس کی ہی نظروں نے گرادیا تھا۔

”بیوی کا کام تو گھر کے کام کرنا ہی ہوتا ہے اور پھر ویسے بھی نخرے دکھانے والی لڑکیاں آپ کو بری لگتی ہیں ناں۔“

”پلیز سمرہ اسٹاپ اٹ۔“ اس کا ضبط جواب دے گیا تو وہ تیز لہجے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر گویا ہوا۔

سمرہ نے لب بھینچ لیے اس وقت ہادی کے چہرے پر پریشانی اور جھنجلاہٹ وہ دیکھ رہی تھی کیونکہ ہادی کا وہ اپنی جانب جھکاؤ پہلے ہی محسوس کرچکی تھی۔

”سوری آپ کو زبان دراز بیوی بھی سخت ناپسند ہے۔“ وہ آہستگی سے بولتی ہوئی کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ ہادی نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھا دو دن سے وہ جس اذیت سے گزر رہا تھا وہی جانتا تھا‘ گھر میں ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ کھو گیا ہو۔ وہ رات بھر بخار سے کراہتی اور سحری میں پھر اٹھ جاتی تھی صرف اس وجہ سے کہ اسے شکایت کا موقع نہ دے‘ وہ مضمحل سا کمرے سے ہی چلا گیا۔ وہ خود پریشان تھا کہ سمرہ سے کیسے معافی مانگے۔

ہادی کی خدمتوں سے وہ ٹھیک ہو ہی گئی‘ میکے سے بھی ابو امی اور دونوں بہن بھائی اسے دیکھنے آئے تھے‘ ہادی ان کے سامنے بھی شرمندہ ہوتا رہا کہ وہ کیا سوچ رہے ہوں گے کہ ان کی بیٹی کو آرام تک کرنے نہیں دیا‘ اپنے کاموں میں لگائے رکھا۔

”انس...... انس۔“ وہ چیخ رہی تھی۔ ہادی خیالات سے چونک کر کمرے سے باہر نکل آیا کہ آخر اتنی چراغ پا کیوں ہو رہی تھی۔

”سچ سچ بتاؤ یہ ڈرائنگ روم کے کارپیٹ کے نیچے چپس کے ریپرز کس نے چھپائے تھے۔“ وہ بڑی غصہ میں تھی۔

”بھابی طلحہ نے میں نے...... میں نے کہا تھا کہ بھابی ڈانٹیں گی کمینے لگا کہ بعد میں اٹھالوں گا۔“ وہ منمناتے ہوئے بتانے لگا۔

طلحہ بھی دم سادھے لاؤنج میں ہی تھا‘ ہادی اس کا غصہ والا انداز مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا‘ صفائی کے معاملے میں تو وہ بہت ہی سخت تھی۔

”دو دن میں بیمار کیا پڑ گئی‘ تم سب نے پورا گھر تباہ کردیا۔“ وہ بولتی جارہی تھی اور لاؤنج کو بھی سمیٹتی جارہی تھی‘ اس نے شاید ابھی تک ہادی کو نہیں دیکھا تھا جو کھڑا سب سن رہا تھا۔

”کچن میں بھی اتنا کچھ پھیلایا ہوا ہے۔“

”وہ بھائی نے پھیلایا ہے ہم نے نہیں۔“ طلحہ نے فوراً کہا۔

”تمہارے بھائی کی بھی میں خبر لیتی ہوں۔“ جیسے ہی مڑی وہ سینے پر بازو لپیٹے دلچسپ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا‘ وہ گڑبڑا سی گئی جبکہ وہ دونوں دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔

”لیجیے خبر‘ بندہ حاضر ہے کہیے تو چمٹا ہاتھ میں دوں یا کفگیر۔“ وہ مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں طنز کرنے لگا‘ سمرہ جزبز سی ہوکر لب کچلنے لگی۔ ہادی نے جیسے ہی مڑ کے نگاہ انس اور طلحہ پر ڈالی دونوں کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔

”یہ اتنا کچھ آپ نے پھیلایا ہے؟“ وہ روہانسی ہونے لگی۔

”آئندہ بھی اگر بیمار پڑی نا اس سے بھی زیادہ پھیلاؤں گا‘ جانے کہاں کہاں چیزیں چھپا کے رکھی ہیں کہ دس کیبنٹ کھولنے کے بعد برآمد ہوتیں ہیں۔“

”یہ جو کچھ باہر نکالا ہے اسے واپس اندر بھی رکھا جاسکتا تھا۔“ غصہ دکھاتی ہوئی وہ ساری شیشیاں اور ڈبے کیبنٹ میں رکھنے لگی۔

”آپ کو کچھ خبر ہے آپی عید سے تین دن پہلے آرہی ہیں۔“ وہ مصروف انداز میں اسے یاد دلاتی ہوئی اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ خود پر اختیار نہ رکھ سکا اور اس کی پشت پر آکر کھڑا ہوگیا۔ سمرہ اس کی قربت سے گڑبڑا سی گئی کیونکہ ہادی کا ایسا بے باک انداز یہ حیران کن تبدیلی تھی۔

”بھابی آج افطاری میں پلیز دہی بڑے ضرور بنایئے گا‘ آپ نے ایک ہفتے سے نہیں بنائے۔“ طلحہ دہی بڑوں کا بہت شوقین تھا اکثر و بیشتر وہ فرمائش کرکے بنواتا بھی تھا‘ ہادی اسے دیکھ کر پیچھے ہوگیا تھا۔

”اس بیماری کی وجہ سے سب گڑبڑ ہوا ہے اتنے کام پڑے ہیں صرف یہ ایک ہفتہ ہے۔“ وہ افطاری کی تیاریوں میں لگ گئی‘ ہادی اسے اتنے مصروف انداز میں دیکھ کر کچھ کھسیا کر لاؤنج میں آبیٹھا۔ سمرہ نوٹ کررہی تھی کہ وہ اسے منانا چاہ رہا ہے مگر اس کی ہادی سے نہ پہلے لڑائی تھی اور نہ اب تھی‘ مگر

اس کا سرد رویہ اسے خاصا افسردہ کرتا تھا' مگر اب تو وہ بھی نہیں رہا تھا' بیماری میں اس نے اتنا خیال رکھا تھا کہ وہ اس کی شکل دیکھے جاتی تھی' ہر انداز میں اپنائیت اور محبت رچی ہوئی ہوتی' اسے چاہیے بھی کیا تھا ہادی نے اس کی اہمیت جان لی تھی وہ بھی پرسکون ہوگئی تھی' اس نے چار دنوں میں گھر کی ساری سیٹنگ دوبارہ کردی تھی' عید میں چار دن ہی تو باقی تھے۔

....

مائرہ چاند رات سے ایک دن پہلے ہی آگئی تھیں گھر میں ایک رونق سی لگ گئی تھی' مائرہ سمرہ اور ہادی کو خوش دیکھ کر مطمئن بھی ہوگئی تھیں' دونوں نے ان کے سامنے ایسا کچھ تاثر بھی نہیں دیا تھا کہ ان میں کچھ چل رہا ہے' سمرہ کے میکے سے بھی امی ابو اور دونوں بہن بھائی بھی آگئے تھے' ساتھ ہی سمرہ کی عیدی بھی لائے تھے' پہلی عید وہ اپنے جیون ساتھی کے سنگ گزارے گی اتنا اچھا لگ رہا تھا۔

"شکر ہے سمرہ تم نے اس گدھے کو سدھارا۔" مائرہ اس کے ساتھ مل کر فروٹ چارٹ بنا رہی تھیں سمرہ نے گھر کو اتنا اچھا ڈیکوریٹ کیا تھا کہ مائرہ اور جنید بھائی نے ستائشی کلمات کئی بار ادا کیے تھے۔

"بہت مشکل سے قابو کیا ہے۔" سرگوشی میں دبی ہنسی کے ساتھ گویا ہوئی۔ اسی وقت وہ چہرے پر دنیا جہاں کی بے زاری لیے ڈائننگ روم میں چلا آیا' مائرہ نے اسے اشارہ کردیا اور وہ چڑ ہی گیا۔

"کیا بات ہورہی تھی ہیں۔" وہ غصہ مائرہ کو تو نہیں سمرہ کو دکھانے لگا جو ڈائننگ چیئر کو کھسکاتے کھڑی ہوگئی' آج ہی اس کی کوشش تھی کہ وہ عید کے لیے لوازمات بھی تیار کرلے۔

"بے فکر رہو تمہاری بات نہیں ہورہی تھی۔" مائرہ نے مزید تپایا۔

"میں کل سے آپ کو دیکھ رہا ہوں میری بیوی سے کھسر پھسر کرتی رہتی ہیں۔"

"تمہیں اس سے مطلب میری بھی وہ کچھ لگتی ہے آیا بڑا بیوی والا۔" مائرہ نے دومنٹ نہ لگائے اس کی عزت افزائی کرنے میں' ایک تو پہلے ہی جھنجلایا ہوا تھا' کل سے سمرہ اسے ٹائم ہی نہیں دے رہی تھی' مسلسل مائرہ اور بچوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ ہادی کو اپنا اگنور کیے جانا مشتعل کررہا تھا۔ اسکائی بلیو قمیص شلوار میں ملبوس وہ کچن میں چلا آیا' جو جانے کیا کیا کررہی تھی' حیرانگی سے اسے دیکھے گیا' کیونکہ اس کے فارغ ہونے کے ارادے بھی نہیں لگ رہے تھے۔ ویسے بھی ایک دن ہی درمیان میں تھا لازمی پرسوں عید ہونی تھی اور وہ اس عید کو یادگار بنانا چاہ رہا تھا۔

"اور کتنے کام ہیں تمہیں۔" وہ ناگواری سے پوچھنے لگا۔

"گلاب جامن بنا رہی ہوں آپ کی ہی فرمائش تھی کہ یہ ضرور بناؤں۔" وہ میٹریل گوندھ رہی تھی ابھی شادی کے شروع دنوں میں اس نے مختلف چیزیں بنائی تھیں لیکن گلاب جامن بہت پسند آئی تھی تو پہلی بار اس نے اس کی تعریف کی تھی۔

"کچھ دیر کے لیے میری بات سن سکتی ہو؟" الجھا ہوا انداز سمرہ نے چونک کر دیکھا کتنا مضمحل اور بے چین سا لگ رہا تھا' ترس بھی آنے لگا۔

"جی بولیے میں یہیں سن لوں گی۔" اس نے پوٹ ڈھکن ڈھانپا اور پھر ہاتھ دھونے لگی' مگر توجہ مسلسل اس کچن کے کاموں میں ہی لگی ہوئی تھی۔

"اگر میری جانب کچھ دیر توجہ دے لو تو افتاد نہیں آ پڑے گی۔" صبر کا پیمانہ کب تک لبریز نہ ہوتا وہ چیخ ہی پڑا' سمرہ سہم گئی' کیونکہ اس کی آنکھوں میں غصہ چھلک رہا تھا۔

"پتہ ہے تم بیویوں کی کیا نفسیات ہے جہاں شوہر اہمیت دینی شروع کی فوراً نخروں پر اتر آتی ہو تمہارا میں نوکر نہیں ہوں کہ ہاتھ باندھ کے تم سے التجا میں کرتا رہوں کہ میری بات سن لو۔" وہ تیز لہجے میں چیختا ہوا کچن سے نکلا تو ان کی استفہامیہ نگاہوں نے تعاقب کیا وہ سن تو رہی تھیں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا گئیں۔

"یہ سب کیا ہے؟" انہیں کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"وہ بھابی دراصل میں زیادہ ہی مصروف ہوگئی ہوں نا اس لیے غصہ ہونے لگے۔" سمرہ نے شرمندگی میں مبتلا ہو کر بات بنائی اور وہ یہی نہیں چاہتی تھی کہ انہیں کچھ پتہ چلے کیونکہ اسے پسند بھی نہ تھا کہ میاں بیوی کے جھگڑے کا اور کو پتہ چلے۔

"یہ تو تم میرے بھائی کے ساتھ ظلم کررہی ہو کچھ تو ٹائم دو اتنا بھی خود کو مصروف نہ کرو۔" انہوں نے گویا احساس دلایا۔

"میں نے سوچا کہ آج رات کو ہی سارے کام نمٹا لوں۔" وہ سر جھکا کر گویا ہوئی۔

"ارے بھابی آپ نہیں چلیں گی شاپنگ پر۔" انس نے اس سے بھی پوچھا۔

"میری ساری تیاری ہوگئی ہے تم دونوں چلے جاؤ' آپی کے ساتھ۔" اس نے کہا۔

"ہاں مجھے تو کچھ شاپنگ کرنی ہے بچوں کی وہاں تو تمہارے بھائی نے کرنے ہی نہیں دی کہنے لگے پاکستان میں شاپنگ کرنا۔" وہ اٹھ گئیں۔

"ممایا ہر اتنا مزہ آرہا تھا۔" ربیع کو یہاں کی رونقیں بہت پسند تھیں۔ اکثر وہ انس اور طلحہ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔

"سنو ہم جارہے ہیں ذرا سا خیال کرلو اس کا بہت غصے میں گیا ہے۔" مائرہ کو ہادی کا بھی خیال تھا۔ سمرہ نے جھینپ کر سر ہلایا۔ وہ سب چلے گئے تو جلدی جلدی اس نے سب کام نمٹایا نو بجے تو وہ لوگ نکلے تھے' ایک دو سے پہلے ان کی واپسی ناممکن ہی تھی اس وقت وہ اور ہادی گھر میں اکیلے تھے۔

....

دوسرے دن تو ایسی مصروفیت ہوئی کہ سمرہ کو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا' افطار کے فوراً بعد چاند کا اعلان ہوگیا تھا' کام وغیرہ تو سب ہی ہوچکے تھے' ہادی کا کل سے موڈ آف تھا' وہ مخاطب تک نہیں کررہا تھا۔ سمرہ کو افسوس بھی ہوا کرتا تھا کہ کل اس کی بات سن لیتی۔ عشاء کی نماز سے وہ جیسے ہی فارغ ہوئی وہ اندر آیا تھا' چہرے پر ہنوز ناراضگی تھی۔ جائے نماز تہہ کرکے صوفے پر رکھی اور اسے دیکھنے لگی' جو وارڈروب کھول رہا تھا۔ سمرہ نے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا لب پہل کرنی ہی تھی۔

"سنیے کل آپ کچھ کہہ رہے تھے۔" نگاہ جھکی ہوئی تھی' گلابی لان کے کپڑوں میں اس کا ملیح اور سادگی سے بھرپور چہرہ بہت دلکش لگ رہا تھا۔ چتون تیکھے کیے وارڈروب دھڑ سے بند کی تو وہ اچھل ہی پڑی۔

"بڑی جلدی خیال آگیا۔" بھرپور طنز کیا۔

"آپ خود ہی کل رات کو جلدی سو گئے تھے آپ نے موقع ہی نہیں دیا۔" وہ منمنائی' اس لمحے اس کا ڈرا سہما انداز ہادی کو اچھا لگ رہا تھا۔

"مجھے جگایا بھی جاسکتا تھا۔" اس نے چند قدموں کا فاصلہ تمام کیا اور اس کے اتنے قریب آگیا کہ سمرہ نے لب

کھلنے شروع کردیے۔

"آپ سوتے ہوئے اتنے معصوم لگ رہے تھے کہ میری ہمت نہیں پڑی اٹھانے کی۔"

"کیا؟" حیرانگی کا دوسرا جھٹکا لگا کہ کتنا سادا انداز تھا اس کا بولنے کا۔

"اگر میں آپ کو کل رات جگا دیتی نا پھر میری خیر نہیں تھی۔" ذومعنی لہجہ تھا۔

"خیر تو تمہاری اب بھی نہیں ہے۔" ہاتھ بڑھا کر حصار باندھ لیا' سمرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہوگئی' آج وہ اپنا استحقاق استعمال کررہا تھا' اور وہ چھوئی موئی سی پگھل رہی تھی۔

"دیکھئے آپ کو جو بھی مجھ سے غلط فہمی ہے کہ میں ان بیویوں کی طرح ہوں جو فضول کے نخرے دکھاتی ہیں اور شوہر پر رعب رکھتی ہیں تو آپ سن لیں میں ایسی بالکل نہیں ہوں یہ گھر میرا ہے' آپ سے میری شادی ہوئی ہے' جو میں نے اپنی رضامندی سے کی ہے اس لیے نہ میں نخرے دکھاؤں گی اور نہ کبھی یہ سوچوں گی کہ اس گھر کی نوکرانی ہوں' ماں باپ نے شروع سے مجھے یہی سکھایا ہے کہ شوہر کا گھر ہی اصل گھر ہوتا ہے اس لیے میرے اصل گھر کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔" وہ بول رہی تھی' ہادی گنگ سا اسے دیکھے جارہا تھا۔ بلکہ وہ شرمندہ بھی ہورہا تھا کتنا کچھ غلط کہہ دیا تھا اس نے۔

"سوری کہنے میں مجھے کوئی جھجک نہیں ہے' سوری سمرہ میرے ذہن میں اپنے دوستوں کی لائف دیکھ کر ہی یہ سب کچھ آیا تھا بلکہ وہ خود ہی ٹھیک نہیں تھے جو اپنی ساری پرسنلو باتیں کرتے تھے۔"

"یہ بتائیے آپ نے تو کبھی نہیں کی۔" ایک دم ہی اس نے پوچھا۔

"یاد ہے تم نے کہا تھا کہ گھر کی اور میاں بیوی کی باتیں گھر تک رہیں تو زیادہ بہتر ہیں۔" ہادی نے اس کی کہی ہوئی بات یاد دلائی۔

"میں اپنی پرسنلو باتیں اپنے دوستوں سے نہ پہلے شیئر کرتا تھا اور نہ شادی کے بعد کی ہے۔"

"چلیے پھر میری بچت ہوگئی ورنہ وہ آپ کے دوست آپ کو میرے خلاف بھی بھڑکا سکتے تھے۔" وہ دھیمی سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہی تھی' ہادی کے انداز میں آنکھوں میں وارفتگی' والہانہ پن اور خمار سب ہی تھا۔ اس نے شرم سے مجوب ہوکر پلکوں کی چلمن گرالی۔

"مجھے شرماتی ہوئی بیوی وہ بھی اپنی بہت پسند ہے۔"

"جھوٹ' پہلی رات یاد ہے۔" سمرہ نے ٹوک دیا۔

"یار وہ تو بس آپی پر غصہ تھا کہ زبردستی شادی کروا د
مگر ان کا شکریہ اتنی اچھی لڑکی سے کروائی جس نے آ
ہی اپنی توجہ اپنائیت اور محبت سے ایسے سمیٹا کہ اب ا
کے گرد ہی ہمیشہ سمٹ کر رہوں گا۔" اس نے واڈروب
ایک مخملی ڈبیہ نکالی اور دو کنگن نکال کر اس کی نازک دودھ
کلائیوں میں پہنا دیے۔

"عید مبارک اور یہ اس دن کا تحفہ باقی تحفے تمہیں
رہیں گے مگر آزمائش شرط ہے۔" معنی خیز شرارت لیے
آگے بڑھا تو سمرہ نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔
نے اسے خود میں سمولیا' کل تک کتنا سر دمہر تھا اور آج اسے
کی توجہ مل گئی تھی اس کی ذات سمٹ گئی تھی۔

"یہ عید ہمارے ملن کی خوشیاں بھی لائی ہے اور د
اگلے سال وہ بھی ہماری خوشیوں میں شامل ہوگا۔"

"وہ کون......" سمرہ نے حیرانگی سے سر اٹھایا۔

"ارے وہی جو تمہیں اور مجھے مما بابا کہے گا۔" بے با
سے بولتا ہوا سمرہ کو حیرت زدہ ہی کررہا تھا' اس نے کب سو
تھا کہ ہادی کے ایسے انوکھے روپ ہوں گے' اس کی ان
پر اسے اتنا بڑا تحفہ ملا تھا کہ وہ اپنے مالک کا جتنا بھی شکر
کرتی کم تھا۔

سب کچھ اتنا اچھا اور نکھرا ہوا لگ رہا تھا کہ ہادی نے ا
کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔

"عید مبارک۔" اس نے ایک جذب میں ڈوب کے
اور وہ مسکرا دی۔

ساتواں حصہ

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

بہت حفاظت سے رکھا ہے ان چراغوں کو
بجھتے بجھتے بھی ہواؤں سے الجھ پڑتے ہیں
دیکھ فرعون کے لہجے میں بات نہ کر
ہم تو پاگل ہیں خداؤں سے الجھ پڑتے ہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرجیل کے گھر والوں کا رویہ ایمان کے ساتھ دن بدن خراب ہوتا جارہا تھا اور اس معاملے میں شرجیل بھی نہ صرف لاتعلقی برتتا ہے بلکہ اس کے اٹھائے گئے قدم پر اسے طعنے بھی دینے لگتا ہے۔ ایمان اس ساری صورت حال سے ششدر رہ جاتی ہے۔ نندنی ڈاکٹر زینب سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے وہاں جاکے اسے زینب کے پاکستان جانے کے پلان کے بارے میں پتا چلتا ہے اور اپنے ماورائی ایشین ہیرو کو ڈھونڈنے کی غرض سے وہ بھی پاکستان جانے کا تہیہ کرلیتی ہے اور اس معاملے میں دیوی کی مدد لیتی ہے۔ دوسری جانب لاریب وقاص کو کال کرکے تنبیہ کرتی ہے کہ وہ املہ سے شادی کرنے سے انکار کردے مگر وہ ضد پر اڑ جاتا ہے سکندر اس سے باز پرس کرتا ہے تو وہ اسے جھاڑ کے رکھ دیتی ہے نتیجتاً سکندر اپنی روش بدلتے ہوئے اسے دھمکی دینے لگتا ہے اور وہ سکندر کا یہ نیا روپ دیکھ کے حیران رہ جاتی ہے۔ عباس اور عریشہ کی خوب صورت زندگی میں ان کا بچہ ایک نئی تازگی پیدا کردیتے ہیں اور وہ دونوں خدا کی اس قدرت پر اپنی قسمت پر نازاں اپنی اپنی زندگی میں مگن ہوجاتے ہیں۔ نندنی کو پاکستان آکے اپنی منزل مل جاتی ہے ایک سی ڈی کور پر ساحر کی پکچر دیکھ کے وہ خوشی سے جھوم اٹھتی ہے اور اس سے متعلق تمام معلومات ویب سائٹ پر سرچ کرنے لگتی ہے۔ املہ لاریب کو پریشان دیکھ کے اس کے پاس چلی آتی ہے اور اس سے اقرار کرتی ہے کہ وہ وقاص اور اس کی شادی پر کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ وہ خود وقاص سے محبت کرتی ہے۔ لاریب وقاص کے کھیلے گئے داؤ میں اپنی معصوم بہن کو جکڑا دیکھ کے ششدر رہ جاتی ہے۔

......☆☆☆......

"تو اب یہ ہمارے صاحب زادے فلموں میں کام کریں گے۔ بھائی جان کتنے خفا ہیں بیگم صاحبہ آپ کو اندازہ نہیں ہے۔" سگار سلگاتے ہوئے پپا نے بھڑکے ہوئے انداز میں پہلے فراز کو گھورا پھر مما پر غصہ نکالا تو وہ جو پہلے ہی خار کھائے بیٹھی تھیں کچھ اور خفا نظر آنے لگیں۔

"ہاں تو مجھے کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کی اولادیں' شاید من مانی کرنے میں خاندان پر ہی گئی ہیں۔ یاد ہے ان کے چچا نے کتنا نام روشن کیا تھا خاندان کا۔ اب شرجیل نے وہی کارنامہ انجام دے کر تاریخ دہرادی' یہ کچھ انوکھا کررہا ہے تو اس میں میرا قصور کہاں سے نکل آیا؟" مما کا لہجہ زہر خند تھا۔ یہ ساری لعنت ملامت اس لیے شروع کی گئی تھی کہ فراز آڈیشن میں کامیاب رہا تھا اور ساحر کی بطور ڈائریکٹر آنے والی پہلی موی کا ہیرو وہی قرار پایا تھا۔ یہ بات کس درجہ اعزاز کی حامل تھی یہ اس کے گھر والے کہاں جانتے' جنہوں نے بجائے فخر محسوس کرنے کے الٹا اسی کو ڈانٹنا شروع کردیا تھا۔

"بس میں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا' برخوردار تم یہ گھٹیا اور فحش کام نہیں کروگے۔ یعنی کہ حد ہوگئی سرعام سڑکوں پر بیہودہ پوسٹر لگے ہوں گے تمہارے۔ جو فلمیں نہیں بھی دیکھتے' وہ ایسے پوسٹرز سے کیسے آنکھیں چرائیں؟" پپا نے بلاآخر فیصلہ سنایا تو کب سے ناگواری دبائے بیٹھا فراز تڑپ اٹھا۔ اس نے سخت احتجاجی نظروں سے پہلے پپا کو پھر مما کی جانب دیکھا اور جیسے روہانسا ہونے لگا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے پاپا' میں ہرگز یہ سنہری موقع نہیں ضائع کرسکتا پھر میں ایڈوانس لے چکا ہوں۔ فلم بھی سائن ہوگئی۔"

اب آگے پڑھیے

مجھے ہے حکم اذاں

ام مریم

اس نے دانستہ غلط بیانی کرتے ہوئے بہت آگے کا معاملہ ظاہر کیا مگر پاپا پر جیسے کوئی اثر دکھائی نہیں دیا۔

"ایڈوانس واپس کردو۔ پیسے کی یہاں کوئی کمی نہیں ہے جتنا وہاں سے لیا ہے اس سے دوگنا میں دے دوں گا تمہیں۔" ان کی بے نیازی اور شاہانہ پن قابل دید تھا۔ فراز پر البتہ جھلاہٹ غلبہ پانے لگا تھا۔

"واٹ...... واپس کردوں؟ پاپا آپ کو اندازہ نہیں ساحر اور اس کے نام کی ویلیو کا' لوگ رشک کررہے ہیں میری قسمت پر۔ لاکھوں امیدوار تھے اس چانس کے مگر کامیابی میرا نصیب بنی ہے اور آپ......"

"مجھے زیادہ باتیں نہ سناؤ فراز! اہمیت اس چیز کی ہوتی ہے جسے ہم خاص سمجھیں۔ میرے نزدیک اس کام کی کوئی اوقات نہیں۔ پہلی فرصت میں انکار کروا دو اسے۔" اب کے ان کا لہجہ سرد ہی نہیں تھا بلکہ تلخی و ترشی بھی لیے ہوئے تھا۔ فراز نے ہونٹ سختی سے بھینچ کر اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھا' پھر اسی ٹھہرے ہوئے مگر قطعی لہجے میں بولا۔

"آپ کے نزدیک میری خواہش سے زیادہ اہم تاؤ جی کی ناراضی ہے۔ کیوں ڈرتے ہیں آپ ان سے اتنا اور ان کی ہر جائز ناجائز مانتے ہیں' میں نہیں جانتا مگر پاپا میں بتادوں آپ کو' میں ان کی خاطر اپنے کیریئر کی قربانی نہیں دے سکتا۔ اب مرضی ہے آپ کی کہ آپ مجھے اس نافرمانی کے بعد گھر میں رکھتے ہیں یا نہیں۔" فراز نے اپنی بات مکمل کی اور کمرے سے نکل گیا۔ پاپا کے ساتھ مما بھی بھونچکی بیٹھی رہ گئیں تھیں۔ ان کی خائف ہوتی نظریں شوہر سے ٹکرائیں جو بے حد عجیب انداز میں انہیں دیکھ رہے تھے وہ کچھ اور گڑبڑائیں کہ پاپا اس صدماتی کیفیت سے نکل کر ان پر برس پڑے۔ ان کا خیال تھا یہ انہی کی کوتاہی ہے۔ حالانکہ ایسا کچھ غلط بھی نہیں تھا وہ خود بھی اس کوتاہی سے خارج نہیں تھے۔ بچوں کو صرف مہنگے اسکولوں میں پڑھانے سے ہی تربیت کا حق ادا نہیں ہوجاتا' بچوں کو ان کی بے ہودگیوں اور ہر صحیح غلط بات کو بے دھڑکی سے منہ پر کہہ دینے کی عادت پر یہ کہنا کہ ذہانت اور خود اعتمادی ہے ان کے ساتھ ہی نہیں معاشرے اور ملک کے ساتھ بھی بہت بڑی زیادتی ہے۔

"اس کے تیور دیکھ کر ہی بھائی صاحب سب سے زیادہ فکر مند ہیں۔ انہیں اس میں سرکشی کا احساس پوشیدہ نظر آتا ہے۔ اس روز شرجیل والے معاملے پر دیکھا کیسے بولا تھا۔ اسے کہنا کرلے اپنی مرضی' مگر ثابت یہ کرنا ہے جیسے تم نے مجھے بڑی مشکلوں سے منت سماجت کرکے منایا ہے۔" اگلی شب پاپا نے مما سے کہا تو وہ قدرے مطمئن ہوئی اور سگریٹ سلگا کر کش لیتے پاپا یہ سوچ رہے تھے' آخر بھائی صاحب کو فراز میں ایسے کیا جن بھوت نظر آتے ہیں جن سے وہ خائف ہوکر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں یہ سچ تھا اگر تاؤ جی نہ کہتے تو وہ کبھی فراز کو فلموں میں کام کرنے کی اجازت نہ دیتے۔

❁......❁......❁

اس نے اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کیا اور آگے بڑھ کر زینب کے کمرے کے دروازے کو آہستگی سے ناک کیا۔

"آجاؤ نندنی۔" زینب کی مدھم آواز سن کر اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔ زینب کہیں جانے کو تیار ہورہی تھی۔

"آپ کو کیسے پتہ میں ہی ہوں؟" نندنی اس کا صبیح چہرہ تکنے لگی۔ جس پر ایک مستقل حزن بسیرا کرچکا تھا۔ اس سوال پر وہ رواداری سے مسکرادی۔

"میں تمہاری دستک پہچانتی ہوں۔ بیٹھو نا۔" زینب کی مدھر مسکان اور مدھم آواز سب میں یاسیت کا رنگ آبسا تھا۔ عثمان خان نے اس سے بچھڑ کر شاید ہمیشہ کے لیے اسے ادھورا کردیا تھا۔

"شاید آپ کہیں جارہی ہیں زینب؟" نندنی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت وہ گلابی لمبی فراک میں ملبوس تھی۔ یہ لباس جو اس کے پیروں کو چھو رہا تھا' بہت اسٹائلش تھا۔ اس کے دامن پر گلابی دمکتا ہوا کام تھا' جس کی جگمگاہٹ اس کے صبیح اجلے چہرے کو انوکھی تابناکی عطا کررہی تھی۔

"ہاں' میں آج سے مدرسہ جوائن کررہی ہوں نندنی! یہ مدرسہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ وہاں میں آج سے قرآن پاک کی تعلیم دیا کروں گی۔ تمہیں مجھ سے کچھ کام تھا۔" اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے زینب کچھ خیال آنے پر جیسے چونک کر بولی۔ نندنی نے بے خیالی میں سر کو نفی میں ہلایا۔ حالانکہ حسن نے اسے بتایا تھا کہ آج وہ اسے ساحر سے ملوا سکتا ہے۔ ایک کنسرٹ میں عباس کو بھی انٹری دینی تھی۔ حسن وہیں اسے لے کر جارہا تھا اس کی ساحر کے متعلق دلچسپی دیکھتے ہوئے وہ تیار ہوا تھا' بلکہ نندنی نے اس سے ملنے کی فرمائش خود کی تھی' حسن سے مگر نندنی اکیلی حسن کے ساتھ جانے پر متامل تھی۔ اس کی خواہش تھی

زینب بھی ساتھ چلے اس کے۔
"آپ ڈاکٹر ہیں زینب کلینک جوائن کرنے کی بجائے آپ نے مدرسہ میں جوائننگ کرلی' کیوں؟ میرا نہیں خیال کہ یہاں سے اتنی سیلری ملے کہ آپ......" اس نے اچنبھے سے کہتے بات ادھوری چھوڑ دی۔ زینب رواداری سے مسکرائی۔
"بلاشبہ مسیحائی بھی بہترین شعبہ ہے نندنی اور اس میں پیسہ بھی بہت ہے مگر قرآن پاک کی تعلیم دینا اور علم کو سکھانا سب سے بہترین عمل ہے۔ میں اس کام کو فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہوں' اس کا اجر اللہ ہی بہتر دینے والا ہے۔ تم چلنا کبھی میرے ساتھ' میں دکھاؤں گی تمہیں وہ جگہ۔" نندنی نے کاندھے اچکائے پھر اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔
"مجھے آپ کی یہ باتیں کچھ اتنی سمجھ میں نہیں آتی' میں آپ کو یہ بتانے آئی تھی کہ ساحر سے ملنے کا چانس مل گیا ہے۔ پلیز پرے فارمی' ابھی میں حسن کے ساتھ جانے ہی والی ہوں۔" وہ ایکسائیٹڈ ہوتے زینب کے ایکدم گلے لگ گئی۔ زینب نے محسوس کیا وہ دھیرے دھیرے کانپ رہی ہے۔ جبھی اس نے نرمی و آہستگی سے اسے تھپکا تھا۔
"بیسٹ آف لک' اللہ کرے جو بھی ہو ہر لحاظ سے تمہارے حق میں بہترین ثابت ہو۔ مجھے بھی خوشی ہے کہ تمہیں تمہاری تلاش کا حاصل مل رہا ہے...... گڈ لک۔" نندنی کا دل گداز ہوتا چلا گیا۔ اس سے الگ ہو کر اس نے آہستگی سے آنکھیں پونچھیں اور سر جھکالیا۔ انداز میں اتنی دلگیری اس درجہ یاسیت تھی کہ زینب کا دل دھک سے رہ گیا۔
"زینب' میں اسے پاکر کھو دینے کے خوف سے ہراساں ہوں' اگر اس تلاش کا حاصل نارسائی پر ہوا تو......"
"تم اچھا بھی تو سوچ سکتی ہو نندنی۔" زینب نے اس کا گال تھپکا' وہ مضمحل سا مسکرائی۔ (اچھا سوچنے کی ساری ہمتیں ہی سلب ہوگئی ہیں زینب! میں بہت دیر کر چکی ہوں۔ وہ شادی شدہ ہی نہیں دو بچوں کا بھی باپ ہے۔ یہ ایسی حقیقت منکشف ہوئی ہے جس نے جسم میں ببول اگا دیئے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی قسمت آزمانا چاہتی ہوں تو اس کی وجہ وہ بے بسی ہی ہوسکتی ہے جو ہجر و نارسائی کی صورت مجھے سہنا پڑے گی۔ اسی سے خائف ہوں' سب سے زیادہ) دروازے پر ہونے والی دستک پر نندنی اپنی سوچوں سے چونکی' زینب کی پر تشویش نگاہیں اسی پر جمی ہوئی تھیں' البتہ کریدنے اور اصرار کرنے کی اسے عادت نہیں تھی' اتنی ہی رواداار اور باوقار تھی وہ۔ دروازہ کھول کر حسن اندر آیا اور دروازہ کھٹکایا' یہ بھی متوجہ کرنے کا ہی ایک انداز تھا۔ نندنی سنبھل کر کھڑی ہوئی' حسن کی جو محتاط نگاہ اس پر اٹھی وہ ٹھٹکی ہی نہیں مبہوت بھی رہ گئی۔ اتنی ہی دلکشی اور سحر انگیزی اتر آئی تھی اس پل اس کے سراپا میں۔
"آیئے ورنہ پھر ہمیں دیر ہو جائے گی۔" زینب نے بھائی کے تنبیہی انداز کا غیر محسوس ٹھوکا دیا تھا۔ وہ زور سے گڑبڑایا اور فی الفور خود کو سنبھالا' نندنی متوجہ نہیں تھی۔ اپنا بیگ لے کر اٹھی تھی۔ زینب نے حسن کو نظروں میں ہی شائستگی اور تہذیب کا پیغام پہنچایا تھا۔
"آئی وش آپ بھی چلتیں میرے ساتھ۔" نندنی بیگ کی زپ بند کرکے سیدھی ہوئی اور گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا۔ زینب نے اس کا گال نرمی سے تھپتھپایا اور کہا۔
"میں ایسی جگہوں پر نہیں جاتی نندنی! مائنڈ مت کرنا پلیز اوکے؟"
"جی میں سمجھ سکتی ہوں' اٹس اوکے۔" نندنی نے جیسے سمجھ کر سر کو اثبات میں ہلایا اور اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ منزل جس کا اختتام ایک ہی مقام پر ہونا تھا' لیکن یہ بات ان دونوں کو معلوم نہیں تھی کہ کس نے اپنا راستہ اور اپنا مقصد چھوڑنا تھا' تو ایک منزل ایک مقام پر اکھٹا ہونا تھا۔

❀......❀......❀

راہی رلاں ماہی ماہی کراں
تیرے ہجر دی میں سولی چڑھاں
دل نال غماں دے لا کے میں اپنی ہوش پلا کے
......وچ رب نوں وسا کے
میں رانجھن لبدی پھراں
میں رانجھن لبدی پھراں

اسٹیج پر گلیمرس کی بھرپور عکاس حدیقہ کیانی اپنے مخصوص انداز میں نغمہ سرا تھی' کنسرٹ میں کچھ بھی انوکھا یا نیا پن نہیں تھا نندنی کے لیے وہ ایسے شوز ٹی وی کے علاوہ لائیو بھی دیکھ چکی تھی لیکن یہاں کا اصل تھرل ساحر کی ذات تھی۔ رنگ برنگ تیز روشنیاں اور اسٹیج کا بے حد روشن ماحول' کیمروں کی فلش لائٹس میں نندنی اپنی بے چینی چھپائے بار بار رسٹ واچ کو دیکھتی پہلو بدل رہی تھی۔ اتنا انتظار کیا تھا اب یہ معمولی وقت کاٹنا بے حد دشوار لگ رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ جیسے اک صدی پر بھاری پڑنے لگا۔ تقریب کے اختتام پر ایوارڈ کی تقریب ہونا تھی۔ ساحر بھی ایوارڈ کی تقسیم کے سلسلے میں بلوایا گیا تھا۔ مہمان خصوصی کے طور پر پھر بالآخر یہ صبر آزما انتظار اپنے اختتام پر پہنچا اور اناؤنسر اس کی آمد کا اعلان خوب صورت الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اسٹیج پر آنے کی دعوت دینے لگی' پورے پنڈال میں یکلخت خوشگوار شور مچ گیا۔ سریلی چیخیں اور ویلکمنگ' نندنی کا دل اس کے سینے میں زور سے دھڑک رہا تھا کہ وہ با آسانی اس کی دھک دھک سن سکتی تھی۔ وہ جو دل میں بستا تھا' جو ہر جگہ محسوس ہوتا تھا مگر ایک گمان ایک جوگ' لیکن اب حقیقت کا روپ دھارے روبرو آیا تھا اس کی ساری صلاحیتیں ہی جیسے بے کار ہو چلی تھیں۔ اس کے اسٹیج پر آنے والا شور کچھ مزید بڑھ گیا۔ ہر ہاتھ میں موجود سیل فون کے کیمرے آن ہو چکے تھے اور ساحر کا ہر اینگل محفوظ کیا جا رہا تھا۔ مرد شان دار ہو' اس پر بے نیاز اور باوقار بھی تو کم عمر لڑکیوں کے لیے بڑا مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔ سیاہ رنگ جیسے بنا ہی اس کے لیے تھا۔ نندنی نے اس کلر کو اس سے قبل کسی پر اتنا جچتا ہوا نہیں دیکھا تھا' وہ دنگ ہی نہیں مبہوت بھی تھی۔ ساحر کی دلکش آنکھوں میں بے پناہ کشش تھی' جکڑتی ہوئی' سحر طاری کرتی ہوئی اور اس وقت اصل ستم ٹوٹا تھا جب وہ اناؤنسر کی کسی بات پر مسکرایا تھا' گویا بجلی کا کوئی کوندا تھا جو لپکا تھا اور ہر سمت روشنیاں بکھرتی چلی گئیں' نندنی ساکن تھی اور سحر زدہ' حسن نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر جیسے متوجہ کرنے کو کھنکارا۔
"ساحر کو دیکھ کر لوگ یونہی مبہوت ہو جاتے ہیں' یہ ان کا فلمی امیج نہیں بالکل ان کی شخصیت کے لحاظ سے پرفیکٹ' لیکن آپ ایسے مسمرائز ہو جائیں گی مجھے یقین نہیں تھا۔" وہ مسکرا رہا تھا' نندنی نے جیسے سنا نہیں' تب حسن کو کچھ اور کہنے کی خواہش ہوئی کہ بمشکل وہ اس کی توجہ چاہ رہا تھا۔
"آپ آٹوگراف تو لیں گی نا ان سے؟" بات ایسی تھی کہ نندنی کی توجہ اسے حاصل ہوگئی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اب تک کیا آٹوگراف لینے والے اس کے فینز نے اسے اس طرح گھیرا تھا کہ عباس کی ایک جھلک بھی دیکھنا ممکن نہیں رہی تھی' حسن کی بات پر وہ تذبذب کا شکار ہونے لگی۔
"مگر وہاں بہت رش ہے اور میرے پاس آٹوگراف بک بھی نہیں۔" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔ حسن کی اٹھتی مسکراہٹ بہت بے ساختہ اور شریر تھی۔
"آٹوگراف بک پر ہی آٹوگراف نہیں لیا جاتا اور رش سے آپ پریشان نہ ہوں' ہم ویٹ کرلیتے ہیں' آیئے پلیز۔" وہ اٹھا تو نندنی نے اس کی تقلید کی۔ کرسیوں کے بیچ میں سے جو اکثریت خالی ہو چکی تھیں' راستہ بناتے دونوں آگے پیچھے چلتے اسٹیج پر پہنچے تھے۔ جہاں دھکم پیل جاری تھی۔ نندنی گھبرا کر وہیں تھم گئی۔ عباس سے ملنے کی خواہش جتنی بھی شدید تھی مگر اس کا گریز اسے نوجوان لڑکوں کے بیچ گھس جانے پر آمادہ نہیں کرسکا۔
"ہم یہیں ویٹ کرلیتے ہیں۔" وہ ہچکچائی۔
اس سے قبل کہ حسن جواب میں کچھ کہتا' ساحر کو گھیرے کھڑے مجمع میں یکدم ہلچل سی مچ گئی۔ گھیرا ٹوٹا اور مجمع منتشر ہوتا چلا گیا۔ نندنی کی نظریں حیرانی کے عالم میں اٹھی تھیں مگر یکدم ہی ساری حسیات سمیٹ لائیں۔ وہ دور سے دیکھنے میں جتنا حسین اور خوبرو لگتا تھا نزدیک کی یہ جلوہ گری تو جیسے قیامت تھی۔ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکی۔ پلکیں نیم وا آنکھوں کے ساتھ سکتہ زدہ تھیں۔ عباس مجمع کو چیرتا تیزی سے باہر آرہا تھا۔ سیل فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا اور چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔
"ڈونٹ وری عریشہ' میں بس پہنچ رہا ہوں' اوکے۔" نندنی نے جاند وسا کن کھڑے اس کی بے حد بھاری اور دلکش مگر متعدل آواز سنی تھی۔ لوگ اس کے پیچھے لپکے رہے تھے مگر وہ نظر انداز کیے اسٹیج سے اترنے کو سیڑھیوں کی جانب آیا مگر اسٹیج سے نیچے قدم رکھتے ہی وہ یکدم ٹھٹکا تھا' نندنی اس سے کچھ فاصلے پر ہی سنگی مجسمے کی مانند ساکن مگر بلا کی دلربائی اٹریکشن اور طلسماتی کشش سمیٹے اپنے قیامت خیز حسن سے بے خبر کھڑی اس میں مگن محو تھی۔ عباس نگاہ نہیں ہٹا سکا' وہ چاندنی میں نہائی ہوئی کوئی اپسرا تھی' عباس کو اپنی نگاہوں کی بے اختیاری پر اختیار نہیں رہا تھا۔ عباس کا ٹھٹکنا اور پھر رکنا بھلا کس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا تھا۔ وہ ہر نگاہ کا مرکز تھا پھر اس کی نگاہ کا جو مرکز ٹھہری تھی' وہ کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ نندنی بھی اس مسمرائز کیفیت سے اگر نکلی تھی تو وہ عباس کی دل دھڑکا دینے والی توجہ اور پیش قدمی تھی۔ یہ صورت حال جتنی حیران کن تھی اس سے کہیں زیادہ گھبراہٹ و غیر یقینی میں مبتلا کر دینے والی۔
وہ اپنے طور پر ساحر کو مخاطب کرنے کے متوجہ کرنے کے لاکھوں طریقے سوچ چکی تھی۔ کہاں گمان تھا وہ بھی اسے دیکھ کر عام لوگوں جیسا ہی ری ایکشن دے گا۔ وہ غیر یقینی اور حیرانی کے باعث ہی اب گنگ ہو رہی تھی۔ ساحر نے نپے تلے چند قدم اٹھائے اور اس کے روبرو آکر از خود اسے مخاطب کیا اور مسکرایا' غیر

یقینی سی غیر یقینی تھی۔ نندنی اس کی بات کیا سمجھتی' اس پر تو جیسے مارے خوشی کے غشی طاری ہونے لگی تھی۔ اس درجہ عزت افزائی و پذیرائی کا اس نے خوابوں میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔

"ہائے...... آئی ایم ساحر...... ہاؤ آر یو؟" وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ نندنی کو اپنی خوش بختی کا یقین نہیں آسکا۔ اسے یقین ہوا یہ کوئی خواب ہے جو بس ٹوٹنے والا ہے' وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ ایسا بھلا کہاں ممکن تھا' وہ اتنی خوش بخت تھی بھلا؟ اس کے وجود میں ہر سو سنسناہٹ دوڑ رہی تھی۔

"اس وقت میں کچھ جلدی میں ہوں۔ یہ میرا کارڈ رکھ لیں' میں آپ سے کانٹیکٹ کرلوں گا...... اوکے؟" عباس اس کی کیفیت اور اندرونی خلفشار سے بے خبر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی جانب بڑھا چکا تھا۔ گرے خوب صورت چکنے کارڈ پر چمکیلے الفاظ میں ساحر کا نام اور فون نمبر درج تھا۔ آس پاس موجود کتنی نگاہوں میں نندنی کے لیے رشک و حسد تھا۔ جبکہ نندنی وہ تو جیسے ہنوز سکتہ زدہ تھی۔ اس خوش بختی کا ہی تو یقین نہیں آرہا تھا اسے کہ اک عمر وہ ہجر کے صحراؤں میں آبلہ پا بھٹکتی ہوئی صرف نامرادی و مایوسی سے نبرد آزما رہی تھی۔ عباس نے اس سے جواباً اس کا کانٹیکٹ نمبر مانگا۔ شاید وہ کسی بھی صورت اسے گنوانے کا تصور نہیں رکھتا تھا۔ نندنی کے دل میں کتنے دلکش خیال کا احساس ابھرا مگر آنکھوں میں ہنوز تحیر و استعجاب تھا۔ تب حسن نے بوکھلاتے ہوئے سہی مگر خود اسے نندنی کا نمبر نوٹ کرایا اور کارڈ بہت احترام آمیز انداز میں اس سے لیا۔ عباس نے مسکرا کر اسے وش کیا اور پلٹ کر چلا گیا۔ تب نندنی پر چھایا یہ غیر یقینی و حیرت کا سکوت بھی چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

"آپ ساحر صاحب کی مداح ہیں میں جانتا تھا' مگر آپ ان کے سامنے اتنی کنفیوژ ہوجائیں گی مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ لوگ تو باقاعدہ رشک کررہے تھے آپ پر۔" جس وقت حسن نے گاڑی اسٹارٹ کی اسے سر جھکائے اسی کیفیت میں پاکر مسکرا کر گفتگو کا آغاز کیا۔ نندنی کچھ نہیں بولی' اس کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری مگر مجھے سمجھ نہیں آرہی اگر آپ ساحر صاحب کو اتنا پسند کرتی تھیں تو ان سے آپ نے بات کیوں نہیں کی۔ بجائے خوش ہونے کے آپ مجھے اداس لگ رہی ہیں۔" حسن اپنی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ لانبی مگر جھکی پلکوں والی یہ لڑکی اتنی اٹریکشن رکھتی تھی اپنے اندر کہ وہ اسے نظر انداز کر ہی نہیں سکا تھا۔ نندنی کا دل بھر آیا' وہ خود اپنی کیفیات سمجھنے سے قاصر تھی۔ بجائے خوش ہونے کے وہ یاسیت کے سمندر میں کیوں ڈوبتی جارہی تھی۔ پھر ساحر کا رویہ یہ حوصلہ افزا بات تھی...

(وہ مجھ سے پہلے کسی اور کا ہوچکا' یہ ہار کوئی معمولی نہیں ہے' یہ خیال کہ وہ کسی اور کا ہے' جنون کی سرحدوں سے آگے کا مقام ہے' میں پاگل ہوتی رہی تھی اس رات جب یہ انکشاف ہوا اس خوشی پر یہی نقصان اپنا غلبہ جما رہا ہے' پوری طرح کیسے خوش ہوجاؤں۔)

اس کے آنسو دل پر گرنے لگے۔ معاً کسی نئی سوچ نے ملول ہوتا ذہن اجالے سے بھرنا شروع کیا۔ (مجھے لگتا ہے میرے غیر معمولی حسن سے انسپائر ہوچکا ہے۔ کیا وہ مجھے پہلی سے دوسری ملاقات میں شادی کی آفر کرے گا؟)

اس نے قیاس کیا اور دل اتنی تیزی سے دھڑک اٹھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔

"مجھے اسے یہ بتانا ہی نہیں چاہیے کہ میں نان مسلم... میں زینب سے کہتی ہوں' مجھے پہلی فرصت میں مسلمان بنادے۔" اس نے خوشگوار انداز میں دھڑکتے دل کے ساتھ خوش گمانی کی انتہا پر جاکر سوچا تھا۔ حسن نے حیرت بھرے انداز میں اس لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ کچھ لمحوں قبل سے مختلف کیفیات آشکار کررہا تھا۔ اب آنکھوں و چہرے پر بیک وقت اتنی رونق تھی کہ اس کی خوب صورتی دو آتشہ ہونے لگی تھی۔

"وہ...... کارڈ دے دیں مجھے حسن صاحب!" گاڑی کے سامنے آکر رکی تو نندنی نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مطالبہ کیا۔ حسن نے بنا کچھ کہے کوٹ کی جیب سے کارڈ نکال کر اسے دیا۔ نندنی نے کارڈ تھام لیا۔

"میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں زینب! مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہوگا؟" اس شام وہ بہت بے چینی سے زینب کی منتظر تھی۔ اسے روبرو پاتے ہی جس طرح چھوٹتے مدعا بیان کیا اس نے زینب کو تحیر میں مبتلا کرڈالا تھا۔

"اتنا اچانک اور عجلت میں فیصلہ کیوں کیا تم نے نندنی؟" زینب کی حیرت تمام نہیں ہوئی تھی۔

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے' شاید ہی اس سے قبل کسی نے اسلام قبول کیا ہو۔" نندنی نے بات اڑانا چاہی مگر زینب کی سنجیدگی ہنوز تھی۔

"اسلام ایسا مذہب نہیں ہے نندنی کہ اسے بنا سوچے سمجھے اختیار کرلیا جائے' اس سے متاثر ہوکر اسے سمجھ کر قبول کیا جائے اور سعادت ہے۔ یہ قبولیت ذہنی و قلبی یکسانی ہونی چاہیے۔"

معاً وہ چونکی پھر اسے بغور تکنے لگی۔

"کہیں تم اس لڑکے...... کیا نام ہے اس کا؟ اس کی وجہ سے تو ایسا نہیں کررہیں؟ مسلم ہے نا وہ' ملا تھا آج تمہیں؟" زینب کے سوالوں نے نندنی کو نظریں چرانے پر مجبور کرڈالا۔

"وہ ملا ہے زینب اور صرف ملا نہیں مجھے لگ رہا ہے وہ انٹرسٹڈ ہے مجھ میں' بے حد حیرت انگیز مگر حقیقتاً وہ مجھے دیکھ کر کیسے چونکا پھر خود میرے پاس آیا' مجھ سے بات کی زینب مجھے لگتا ہے محبت کی وہ آگ جو مجھے سالہا سال تک جھلساتی رہی ہے اس کا اثر کچھ نہ کچھ اس پر بھی ہوا ہے۔ ورنہ سوچو یہ ممکن تھا کہ وہ ایسا حیران کن رویہ اپناتا' میں بہت خوش ہوں زینب! بہت زیادہ۔ دیکھو اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ مجھے دیا ہے۔ صرف یہی نہیں' مجھ سے میرا کانٹیکٹ نمبر بھی لیا' یعنی وہ مجھے کسی طرح بھی کھونا نہیں چاہتا ہوگا۔ یونو اس کی آنکھوں میں میرے لیے کتنی ستائش تھی۔ میں حیران ہوں بلکہ اپنی خوش بختی پر جی بھر کے نازاں' وہ مجھ سے جلد ملنا چاہتا ہے' آئی ایم شیور وہ مجھے پرپوز کرے گا' شادی کے لیے میرا مسلم ہونا تو ضروری ہے نا۔" اس کی آواز میں ایک ترنگ ایک چہکار اتر آئی تھی۔ یہ وہ نندنی نہ تھی جس سے زینب شناسا تھی' یہ تو ایک خوش باش' خوش فہم اور زندگی کے تمام حسین رنگوں سے آگاہ کوئی لڑکی تھی۔ جسے اتنی خوشی ملی تھی کہ وہ اس خوشی کی خاطر سب کچھ قربان کردینے پر کمربستہ تھی۔ زینب نے گہرا سانس بھر کے خود کو کمپوز کیا پھر عبایا اتار کر رکھنے لگی۔ اس دوران عبداللہ بھی زینب کی امی کے ہمراہ وہاں آگیا تھا۔ زینب کی امی زینب سے کچھ دیر عبداللہ اور مدرسہ میں پہلے دن کی مصروفیات کے متعلق گفتگو کرتی رہی تھیں پھر زینب کے لیے کھانے کا انتظام کرنے اٹھ گئیں تب زینب عبداللہ کو گود میں لیے اس کے روبرو آبیٹھی جو اس کی توجہ کے لیے خاصی بے قرار نظر آتی تھی۔

"میں سمجھتی ہوں نندنی ایسے اہم اور بے حد خاص فیصلے جذبات اور عجلت کے مظہر نہیں ہونے چاہئیں۔ تم اس سے مل لو' دیکھو تو سہی اس کا مقصد کیا ہے' پھر کوئی اگلا فیصلہ کرنا۔ مذہب لباس نہیں ہوتا جسے بار بار بدلا جائے۔ یہ انسان کی جذباتی اور قلبی وابستگی کا نام ہے۔ پہچان کا ذریعہ ہی نہیں' جسم و روح کی تسلی آہنگ اور سکون کے ساتھ پاکیزگی کا باعث بھی ہوتا ہے۔ تمہیں اگر مسلمان ہونا ہے تو بہتر ہے پہلے تم اسلام کو جانو' مطالعہ کرو' اگر مطمئن ہو تو قبول کرلو۔ اسے محض کسی شے کے حصول کے لیے اختیار نہ کرنا۔" زینب کا ملائم لہجہ نندنی کو جھنجلاہٹ اور غصے سے دوچار کرنے لگا۔ اسے لگا زینب اس کی پہلی کامیابی کی راہ میں روڑے اٹکانے کا باعث بن رہی ہے۔

"آپ کو آخر اعتراض کیوں ہے زینب؟ عجیب بات ہے یہ' بجائے خوش ہونے کے آپ منع کررہی ہیں مجھے۔" زینب نے ایک نگاہ اس کے خفگی چھلکاتے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی اور نرمی سے مسکرائی۔

"اس لیے کہ تم اسلام کو اللہ کے لیے نہیں' اللہ کی محبت میں نہیں' ایک فانی انسان کے حصول' اس کی محبت کی خاطر اختیار کررہی ہو۔ نندنی میں نے کہا نا' اسلام کو اختیار کرنے اور اسے قبول کرنے میں بہت واضح اور بنیادی فرق ہے۔ اختیار کرنا کسی چیز کو اپنا لینے کا نام ہے۔ اپنانا تو زبردستی اور جبر میں بھی آجاتا ہے۔ جبکہ قبولیت جسمانی و ذہنی اور قلبی تسلیم و رضا کے احساس کا نام ہے۔ یہ کام خالصتاً اللہ کے لیے ہی کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کی محبت میں اور جب کوئی کام اللہ کی محبت کے بغیر ہو تو وہ بوجھ کی طرح ناگوار اور بے زار کن بھی لگنے لگتا ہے' بوجھ ہمیشہ نہیں سہا جاسکتا' میں نہیں چاہتی تم مذہب اسلام کو بوجھ سمجھو یا اس سے ناگواری محسوس کرو' جلدی کا ہے کی ہے؟ تم وقت کا انتظار تو کرو' اگر اللہ تمہیں اس راستے پر چلانا چاہتا ہے تو اس نے اپنا لائحہ عمل بھی ترتیب دیا ہوگا۔" زینب نے کہا۔

نندنی نے اب کے جواب نہیں دیا۔ اس کے خوب صورت چہرے میں ایک کھنچاؤ سا آگیا تھا' یہاں اس مقام پر ڈالی گئی رکاوٹ نے اسے بدگمان کرنے میں لحہ بھر کی تاخیر نہیں کی' اسے لگا زینب کو اس کا ساحر سے ملنا' ساحر کا اسے یوں اہمیت دینا اچھا نہیں لگا۔ یقیناً وہ اس کی خوشیوں سے جیلس ہوگئی تھی۔

"اوکے ایز یو وش' میں ساحر سے مل لوں پھر ہی کوئی فیصلہ کروں گی۔ شاید آپ ٹھیک کہتی ہیں۔" وہ یکدم کتنی روڈ ہوگئی تھی۔ اس نے بے تاثر لہجے میں کہا اور پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ زینب کچھ متحیر ہوکر ملتے پردے کو تکتی رہ گئی۔ نندنی کی بدگمانی کا تو اسے اندازہ نہیں ہوسکا تھا البتہ نندنی کی یہ دکھائی اسے محسوس ہوئی تھی مگر اس نے اس بات کو اعصاب پر سوار نہیں کیا۔ اس نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دے لی تھی کہ وہ نندنی کو پھر سے قائل کرے گی' بلکہ اسلام کے متعلق کچھ کتابیں دے گی شاید نہیں یقیناً اسے یہ فیصلہ دل سے کرنے کے ساتھ دماغ سے بھی قبول کرنے میں مدد ملے گی۔ اسے یقین تھا' سو وہ مطمئن تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁

"تم بھی ساتھ چلو نا امامہ! اپنی پسند سے لینا جو لینا ہوگا۔"
لاریب شکل سے ہی بےزار لگ رہی تھی' کتنے دن بیتے تھے شادی کی تاریخ طے ہوئے اس کے اندر سسکتی ہوئی زندگی کا احساس تھک کر نڈھال ہو رہا تھا' کوئی بھی غم کہاں تک منایا جا سکتا ہے' بہتے آنسو آنکھوں کو اور دل درد سہتے روح کو بلآخر ویران کر ہی دیا کرتا ہے۔ اس پر بھی عجیب سی ویرانی و سناٹے کا راج تھا۔ نہ ماں تھی' نہ بڑی بہن' اب ہر جگہ کو لاریب کے وجود نے پر کرنا تھا' سو اس نے چپ چاپ یہ ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھالی۔ پچھلے ایک ہفتے سے اس نے کالج سے چھٹیاں لی ہوئی تھیں اور روز کبھی بابا جان کے ساتھ تو کبھی امامہ کے ساتھ شاپنگ پر جا رہی تھی مگر آج بابا سائیں کے ساتھ امامہ نے بھی انکار کیا تو لاریب گڑبڑانے لگی' بابا سائیں کی تو طبیعت بہتر نہ تھی' البتہ امامہ کو قائل کیا جا سکتا تھا' سکندر کے آج کل جو تیور تھے' ان میں تنہائی بہت خطرناک ہو سکتی تھی۔ بابا سائیں یا پھر امامہ کی موجودگی میں وہ شرافت کے جامے میں تو رہتا تھا' کالج بھی وہ پچھلے ایک مہینے سے سکندر کی بجائے ڈرائیور کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس میں سکندر کی بے پناہ مصروفیات نہیں لاریب کی کوششوں کا عمل دخل تھا۔ وہ بے حد محتاط تھی اور سکندر کے سائے سے بھی بدکنے لگی تھی۔ اس رات کی سکندر کی باتیں اس کی حرکات و سکنات کچھ بھی تو نظر انداز کرنے والا نہیں تھا۔ وہ جب بھی سوچتی تفکر اور گھبراہٹ چھانے لگتی۔
"بہت تھک جاتی ہوں بجو! پلیز مجھے نہ لے کر جائیں' مجھے آپ کی پسند پر بھروسہ ہے۔" اس کے اصرار کے جواب میں امامہ کی معصومیت قابل دید تھی۔ لاریب دل ہی دل میں جز بز ہونے کے سوا کچھ نہیں کر پائی۔
"بابا جان حاکم چاچا چلے جائیں گے میرے ساتھ۔" اس نے پہلو تہی کا ایک اور حل نکالنا چاہا اور ڈرائیور کا نام لیا مگر بابا سائیں نے فی الفور تجویز رد کردی۔
"بیٹے کہاں اس بیچارے کو اس عمر میں بازاروں میں خوار کرو گی' سکندر ہی ٹھیک ہے۔ میں بھی سکندر کی تمہارے ساتھ موجودگی کے باعث مطمئن رہتا ہوں۔" انہوں نے گویا بات ہی ختم کردی اور لاریب پر فرار کے سارے راستے بند ہو گئے۔
(کھا نہیں جائے گا مجھے وہ اور میں اسے سر پر اتنا آخر سوار کیوں کر رہی ہوں؟ اونہہ...... اسے جرأت نہیں کہ مجھے آنکھیں دکھا سکے۔ وہ آج بھی میرا ادنیٰ ملازم ہے۔ میری کوئی لغزش بھی

اسے زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھانے میں ناکام رہی) اس نے خود کو حوصلہ دیا پھر جس وقت وہ تیز گلابی اور آف وائٹ صورت پرنٹ کے شلوار دوپٹہ پر آف وائٹ ٹراؤزر پہنے ہینڈ بیگ سنبھالے سیل فون پر کچھ نمبر پش کرتی بے نیازی و غفلت سمیت پورچ کی جانب آئی' گاڑی کا دروازہ کھولے اس کا منتظر سکندر جیسے اپنی آنکھوں کی تپش میں نہاتا محسوس کرنے لگا۔ دل فریب تو وہ ہمیشہ سے تھی مگر ہر گزرتے دن کے ساتھ جیسے کچھ اور نکھرتی جا رہی تھی۔
"سکھاں! بابا جان کو ٹائم پر کھانا دینا اور دوا کھلا دینا اور خیال رکھنا' میں شام سے پہلے لوٹ آؤں گی' میرے آنے سے پہلے رات کا کھانا تیار کر لینا اوکے۔" سکندر کا کھولا ہوا در نظر انداز کیے اس نے ملازمہ کو جو اس کے ہمراہ آئی تھی ہدایات دیتے کھٹاک سے پچھلا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر زور سے بند کر دیا۔ سکندر نظر اندازی کے اس اعلیٰ مظاہرے پر تلملا اٹھا تھا۔ جانے کس احساس کے تحت اس کی آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی۔ فرنٹ ڈور دھماکے سے بند کر کے اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور بے حد خراب موڈ کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ ایک دو جگہ تو ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا' سکندر کی اس ریش ڈرائیونگ کی وجہ سے اس کا سر دو مرتبہ شدت سے سامنے سیٹ پر جا لگا تھا۔
"تمہارا دماغ درست ہے سکندر! آہستہ چلاؤ گاڑی۔" اسے منہ نہ لگانے کا سوچ کر بیٹھی تھی اتنا بھڑکی کہ برداشت نہ کر سکی۔ وہ برہم نظروں سے اس کی پشت کو گھورنے لگی مگر جیسے اس پر کسی قسم کا اثر ہوا ہو۔ اسپیڈ رفتار اتنا بڑھی کہ گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ ایک گاڑی کو اس نے اتنے خطرناک انداز سے اوورٹیک کیا تھا کہ وہ ننھی سی گاڑی کچلتے رہ گئی۔ لاریب کے اوسان خطا ہونے لگے۔
"اگر تمہارا مرنے کا ارادہ ہے تو برائے مہربانی مجھے یہیں اتار دو۔" وہ قہر بھری کیفیت میں غرا اٹھی۔ جواب میں اس نے سکندر کا عجیب ہذیانی قہقہہ سنا تھا۔
"تمہارے ساتھ ہی تو مرنے کا ارادہ ہے جانِ من! اکیلے مر کے کیا کروں گا۔" اس کا لہجہ و انداز جنونی ہو رہا تھا۔ لاریب کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اسے واقعی ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنے ساتھ ساتھ اس کے بھی خون کا پیاسا ہو رہا ہو۔
"سکندر...... گاڑی روکو پلیز......" جب اس نے ایک

بہت خطرناک انداز میں موڑ کاٹا تو صرف ٹائروں کے زور سے چرچرانے کی آواز نہیں گونجی تھی لینڈ کروزر بھی فضا میں اچھل کر دوبارہ لہرا کر زمین پر آئی تو لاریب نے فق چہرے کے ساتھ تقریباً چیختے ہوئے کہا تھا۔ اس کی آواز میں واضح لرزش تھی۔ وہ جیسے رو دینے کو تیار تھی۔ موت کو سامنے پا کر ساری تلخیاں و نفرت اسے بھول چکی تھیں۔ جان کتنی پیاری ہوتی ہے بہ خوبی اسے اندازہ ہوا تھا، سکندر جو اس پل وحشی ہو رہا تھا مگر لاریب کی بھنچی اور سراسیمگی آواز نے اس پر ایسی کیفیت میں بھی حیران کن انداز میں اثر پذیری کی تھی اور اگلے لمحے گاڑی کو یکلخت بریک لگے تھے۔ ایک زوردار جھٹکا لگا اور جیسے کوئی قیامت آتے آتے رہ گئی۔ مگر لاریب کے حواس ابھی تک بکھرے بکھرے تھے۔ سکندر نے بیک ویو مرر سے اسے خمار آلود بہکی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"اتنی جلدی ڈر گئیں؟ کتنی ظالم ہو تم لاریب! جی تو سکتی نہیں میرے ساتھ، مرنے پر بھی آمادہ نہیں۔" اس نے بھینچا ہوا سانس کھینچا۔ لاریب کا ریشمی دوپٹہ ڈھلک کر گود میں آ گرا تھا۔ سیاہ مخملیں بال کیچر کی نرم گرفت سے پھسل کر لٹوں کی صورت میں کاندھے، گردن اور چہرے پر پریشان نظر آنے لگے۔ سکندر نے سرد آہ بھری۔

جدائی سے تو بہتر تھا تم زہر دے دیتے
تمہارا نام ہو جاتا، ہمارا کام ہو جاتا

بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے لاریب نے اس کی مخموری آواز سنی تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بیک ویو مرر سے کتنے اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔ بال اس کے ہاتھوں کی بے جان ہوتی گرفت سے چھوٹنے اور پھر سے چہرے و گردن پر لہرانے لگے۔ سکندر نے عاشقانہ سی آہ بھری تھی۔

تیرا خیال بھی تیری طرح مکمل ہے
وہی شباب، وہی دلکشی، وہی انداز

لاریب کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ سکندر کا یہ روپ تو اس نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے واقعی سکندر سے خوف آنے لگا۔ وہ یکدم کتنا بے باک ہو چکا تھا۔ اس کی گھبراہٹ سراسیمگی میں بدلنے لگی۔ اس نے دوپٹہ اٹھا کر سرعت سے اپنے گرد لپیٹا اور خائف ہوتے ہوئے نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔ عجیب سی بے بسی اس کا احاطہ کرنے لگی تھی۔

"سکندر......" اس سے پہلے کہ سکندر کچھ اور کہتا وہ پھٹ پڑی۔

"جی جان سکندر؟" وہ الٹا فدا ہوا۔ لاریب نے دھواں ہوتے چہرے اور جھلستی نظروں کے ساتھ بے حد تلخی سے اسے دیکھا۔

"کیا بکواس ہے یہ! گاڑی کیوں روکی ہوئی ہے؟" وہ ... میں بالکل آؤٹ ہونے لگی۔ لیکن سکندر کی نظریں اتنی ... تھیں۔ لاریب کے وجود میں ناگواریت کے ساتھ جھنجلاہٹ کا بھی احساس بکھرتا چلا گیا۔

"گاڑی چلاؤ۔" اس کے تحکمانہ لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔ سکندر نے اب کی مرتبہ گردن موڑ کر براہ راست اسے ... اور پھر ہنکارا سا بھر کے کاندھے اچکا دیئے۔

"یہ گاڑی اس وقت تک نہیں چلے گی، جب تک ... یہاں...... میرے پاس آ کر نہیں بیٹھ جاتیں۔" سکندر ... تقاضے اور فرمائش نے لاریب کا دماغ گھما کے رکھ دیا تھا ... کے خیال میں وہ حد سے بڑھ رہا تھا۔

"آر یو میڈ؟ تمہیں اندازہ ہے تم کہہ کیا رہے ہو؟" وہ ... ہوئے لہجے میں چلا اٹھی۔ جواباً سکندر نے اس کو طنزیہ نظروں ... حصار میں لیا تھا۔

"بالکل اندازہ ہے، شاید تم یہ بات بھول گئی ہو کہ تم ... میری، تو تمہاری جگہ یہی ہے۔" وہ بپھری تھی تو سکندر بھی ... نظر آنے لگا۔ شاید اس کا یوں ہتک آمیز انداز میں جھٹلایا جانا ... تاؤ دلانے کا باعث بنا تھا۔ لاریب کا چہرہ جانے کس کس جذ... اور احساس کے تحت سرخ ہوا۔ ہونٹ بھینچتی وہ بے حد سنجیدہ ... ملول نظر آنے لگی۔

"تم جو ثابت کرنا چاہتے ہو سکندر اس کا تمہیں کوئی بھی فا... حاصل ہونے والا نہیں سمجھے۔ میں کتنی مرتبہ تمہیں یہ باور کرا... ہوں کہ وہ محض میری ایک حماقت تھی۔ جسے میں کسی بھی لمحے ختم بھی کر دوں گی، فی الحال میرے مسائل اور مجبوریاں لیکن ... کہ میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ مگر تم......"

"مگر تم مجھے اتنی پسند ہو کہ میں اس مختصر عرصے میں تمہاری اس حماقت سے بھرپور خراج وصول کر لینا چاہتا ہوں ... نہ کچھ تو مجھے بھی حاصل ہونا چاہیے نا لاریب بیگم۔" سکندر اس کی بات کاٹ کر پھنکارتے ہوئے بولا۔ اس کا لہجہ شدید تند ... کے کاٹ دار احساس نے لاریب کا چہرہ ایسے سرخ کر ڈالا ... کسی نے وہاں آگ دہکا دی ہو۔

"مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ تم اس قدر گھٹیا اور ... سوچ رکھتے ہو گے ورنہ......"

"ورنہ تم لازماً مجھ سے نکاح نہ کرتیں۔ ہے نا؟" سکندر نے پھر اس کی بات کاٹ کر طنزیہ لقمہ دیا۔ لاریب نے جواب نہیں دیا۔ اس نے انتہائی برہم نظروں سے اسے گھورا۔ سکندر نے البتہ اس کے سراپے پر بھرپور اور معنی خیز نگاہ ڈالی تھی پھر مسکراہٹ دبا کر گویا ہوا تھا۔

"اب جبکہ تم ایسا کر چکی ہو تو موقع سے فائدہ نا اٹھانا میری سب سے بڑی حماقت ہو گی اور میں احمق نہیں ہوں، سمجھیں؟" وہ آخر میں پھر غرایا۔ دکھ، بے بسی اور لاچاری و تضحیک کا احساس لاریب کی آنکھیں چھلکا گیا تھا مگر جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں فطری طنطنہ اور نخوت قائم دائم تھا۔

"تم جو بھی بکواس کرو، مگر یہ طے ہے کہ میں تمہاری گھٹیا فرمائش پوری کرنے والی نہیں ہوں۔ میں واپس جا رہی ہوں۔ بیٹھے رہو یہاں۔" خود کو سنبھال کر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے کو تھی کہ سکندر نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آتے اس کی کوشش کو کچھ ایسے کلائی دبوچ کر ناکام بنایا کہ وہ پوری کی پوری اس کے بازوؤں میں آ کر پھڑپھڑانے لگی۔

"بہت غلط خیال ہے محترمہ کہ اب تم مجھے اور میری خواہشوں کو ٹھوکر مار کر چلی جاؤ گی۔ نکاح نامہ کی ایک کاپی ابھی بھی میرے پاس ہے۔ کہو تو پیش کروں؟" اس کا لہجہ جتنا بے حس اور سنگین تھا اس قدر تیزی سے لاریب پر اثر انداز ہوا تھا۔ سکندر کی گرفت میں مقید اس کا ہاتھ اپنی مزاحمت ترک کر گیا اور تن بدن میں ٹھنڈک اترتی چلی گئی۔ موت جیسی خطرناک اور سفاک ٹھنڈک۔ بے بسی و واضح شکست کے مظہر آنسو پھیل کر رواں ہو کر بائیں گرنے لگے۔

"ٹھیک ہے...... چھوڑو مجھے، آ رہی ہوں میں فرنٹ سیٹ پر۔" اس نے اپنی ہار تسلیم کرتے ہوئے شکستگی سے کہا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سکندر کے لبوں پر ایک شوخ مسکان ابھری تھی۔

❁......❁......❁

اس کی نظریں سیل فون میں سیو ہو جانے والے ساحر کے نمبر پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر ایک مستقل مسکان کا بسیرا تھا۔ کئی بار اس کا دل مچلا تھا کہ وہ خود ساحر سے رابطہ کرے۔ محبت میں بھلا کیسی انا، کیسا غرور، مگر ہر بار وہ چاہنے کے باوجود ایسا نہیں کر سکی۔ ہر بار اسے زینب کی آواز کی بازگشت روک لیا کرتی تھی۔

"تم اس کی جانب کا بہت طویل سفر اختیار کر چکیں نندنی! اب وہ ان چکا ہے تمہیں، اور وہ کچھ بھی جیسا کہ تم کہتی ہو کہ وہ تمہاری جانب خود بڑھا ہے، اور آ گے ... نے روا ہی میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے نندنی۔ وہ سپر اسٹار رہ چکا ہے بلکہ اس کی مقبولیت و نامداری میں ابھی بھی کوئی کمی نہیں، لاکھوں لڑکیاں اس کی تمنائی ہیں، وہ سب بھی کچھ کم حسین نہیں ہوں گی، مگر اس نے ان سب میں سے تمہیں اہمیت دی ہے، اس اہمیت کو اور بڑھنے دو، کم از کم اتنا کہ وہ تم سے خود رابطہ کرے۔"

"آپ کو اندازہ ہے زینب میں اس کی خاطر کتنا تڑپی ہوں؟ اب وہ میرے سامنے ہے تو میں پھر سے صبر کیسے کیے رکھوں؟ کیسے جبر کروں اور اس کی پیش رفت کی منتظر بنی رہوں۔" جواب میں نندنی کس قدر بے قراری سے سسک اٹھی تھی۔

"یہ ہر مرد کی سائیکی ہوتی ہے نندنی! کہ وہ اس عورت کو اپنی زندگی اپنے دل میں کبھی کوئی خاص مقام نہیں دیتا جو پکے ہوئے پھل کی طرح ہے اس کی جھولی میں گرنے کو بے تاب رہتی ہو۔ مرد کو دریافت کا پنچھی ایسے ہی نہیں کہا گیا۔ وہ ہمیشہ ناقابل رسائی شے کی جانب لپکتا ہے۔ اسے یہ احساس دلا کر اپنی قدر و قیمت اور نسوانیت کو زیرنہ کرو نندنی کہ تم خود اس پر جان دینے کو تیار ہو۔ میں جانتی ہوں تمہارے جذبوں کی بے قراری کا عالم چاہے جانے کی خواہش، مگر نندنی جذبات کو خاص طور پر ایک عورت کے جذبات کو بپھرے سمندر کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ساحل پر سر پٹخ کر اپنا وجود بے مایا کر لے۔ عورت کی مثال فضا میں لہراتی پتنگ کی طرح ہوتی ہے، جو کردار کی ڈور کے سہارے آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرتی ہے مگر تب تک جب تک یہ کردار کی ڈور مضبوط رہتی ہے وہ رفعتوں پر بسیرا کرتی ہے مگر جیسے ہی ڈور کمزور پڑی یا ٹوٹی تو وہ ہوا کے دوش پر پستی کی طرف رخ کر لیا کرتی ہے۔" زینب نے اسے سمجھاتے ہوئے کچھ لمحوں کا توقف کیا پھر گہرا سانس بھر کے اسے بغور دیکھا اور نرمی و محبت بھرے انداز میں اس کا گال تھپک کر رسانیت سے بولی۔

"اور میں نہیں چاہتی کہ میری اتنی پیاری دوست کو کبھی کسی کی نظروں سے گرنے کی اذیت سہنی پڑے۔ خاص طور پر اس شخص کی نظروں میں جو اس کے لیے پوری دنیا سے زیادہ اہم اور خاص ہے۔" بات جتنے خوب صورت انداز اور پیرائے میں کی گئی تھی اتنی ہی آسانی اور سہولت سے نندنی کو سمجھ آ گئی تھی۔ اس نے لمحہ بھر میں جان لیا کہ وہ اس نقصان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ اگر مغربی ذہن و دل رکھتی بھی تو ساحر ضرور مشرقی مرد تھا اور مشرقی مرد بہت ٹپیکل ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ بھی جانتی تھی۔

"میں اس وقت کا ہی انتظار کروں گی ساحر جب آپ خود

میری جانب آئیں گے۔ اس انتظار کے انعام میں مجھے جو جگہ چاہیے اس کا مرکز آپ کا دل ہے۔ میں زینب کے لیے اللہ سے دعا کروں گی وہ اس ناممکن نظر آنے والی بات کو ممکن بنادے۔" سیل فون واپس رکھتے وہ پرامید اور خوش گمان تھی۔ ایک امید ایک امنگ اسے توانائی بخش رہی تھی۔

❀......❀......❀

"کنیزاں نے جہیز کے تمام جوڑے پیک کر کے سوٹ کیس میں رکھ دیے؟" سکندر بابا سائیں کے کمرے سے باہر آیا تو لاریب کو راہداری کے سرے پر کھڑے ملازمہ سے محوِ کلام پاکر اس کے قدموں کی رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔ آج مایوں کی رسم کی ادائیگی ہونا تھی' حویلی کی آرائش کا تقریباً سارا کام مکمل تھا۔ مہمانوں کی آمد بھی سہ پہر سے شروع ہوچکی تھی۔ خود لاریب اس وقت گہرے سبز رنگ کے لباس میں اپنی بے حد روشن اور اجلی رنگت کے ساتھ بے حد پیاری لگ رہی تھی مگر اس سے ہمیشہ کی طرح غافل' بے نیاز اور لاتعلق...... سکندر تر کے دل نے ایک سرد آہ بھری۔

"لاریب......!!!" جس پل وہ ملازمہ کو جانے کا اشارہ کرتی اپنے کمرے کی جانب مڑی سکندر بے اختیاری کی کیفیت میں اسے پکار اٹھا' لاریب کے قدم ٹھٹکے مگر اسے اہمیت دیئے بغیر سرے سے نظر انداز کیے وہ اپنے کمرے میں جا گھسی۔ سکندر چند ثانیوں کو ساکن کھڑا رہ گیا تھا پھر جانے کیا دماغ میں سمائی تھی کہ کسی بھی نزاکت کا خیال کیے بغیر اس کے پیچھے دندناتا ہوا کمرے میں چلا آیا۔

"تم......؟" لاریب جو آئینے کے آگے کھڑی بال سلجھا رہی تھی اسے روبرو پاکے اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا۔

"تمہیں بلایا تھا میں نے' بات کیوں نہیں سنی؟" لاریب جتنی بھی جز بز اور خائف تھی مگر صورت حال کی گھمبیرتا سے بے خبر نہیں تھی' جبھی اسے بھڑ انے کی بجائے' جبراً نرمی اختیار کی اور تحمل و رسان کا دامن بڑی دقت سے تھاما۔ اس کا دماغ درست کرنے یا پھر اس کے متعلق انتہائی فیصلہ کرنے کے کام کو اس نے لامہ کی شادی کے بعد پر ڈال دیا تھا۔ یہاں اس نازک موقع پر وہ کسی قسم کا کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی تھی' جبھی سکندر کی بدمعاشی اور بدتمیزی کو برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سکندر چونکہ اس کے خیالات سے آگاہ نہیں تھا جبھی اس فرمانبرداری و تحمل پر کسی قدر حیران ہوکر یوں اسے تکنے لگا جیسے اندر کا بھید پانے کا متمنی ہو۔

"تمہیں کچھ کام تھا مجھ سے؟" لاریب کے لیے ... کٹھن مر... موجودگی کو برداشت کرنا اس کی نظروں کو سہنا بلاشبہ ... سکندر چونک سا گیا' پھر سر کو اثبات میں ہلا کر کرتے کی جیب ... ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز باہر نکالی' پھر اس کی جانب بڑھادی۔ لا... کی حیرانی سے پھیلی نگاہوں نے استعجاب کی کیفیت میں ... کیس کو دیکھا جو اس کی چوڑی ہتھیلی پر دھرا ہوا تھا۔

"تمہارے لیے ہے یہ لاریب...... مجھے اندازہ ہے تمہارے شایانِ شان نہیں مگر میں اس سے زیادہ افورڈ نہیں ... تھا۔" لاریب کی الجھن زدہ سوالیہ نگاہوں کے جواب میں ... نے جھجک کر وضاحت پیش کی۔ لاریب کا چہرا متغیر ہوا اور ... میں کئی رنگ بدل گیا۔ البتہ کچھ کہے بغیر اس نے ہونٹ ... ہوئے ہاتھ بڑھا کر وہ کیس اٹھالیا۔ فرمانبرداری کے ... مظاہرے نے سکندر کو سرشار کر ڈالا۔ اسے لاریب سے ... توقع نہیں تھی۔

"اب جاؤ' کوئی آجائے گا۔" لاریب کے انداز میں ... بھی ناگواری ہو مگر مصلحتاً لہجہ و انداز متوازن تھا مگر یہی ... سکندر کے اندر کی دنیا زیروزبر کرنے لگا۔ وہ اسے بغور ... ہوئے مدھم سا مسکرایا۔

"کھول کر دیکھو نالاریب' بلکہ مجھے پہن کر دکھاؤ گی تو ... زیادہ اچھا لگے گا۔" اس نئی فرمائش نے لاریب کا دماغ سلگا ... رکھ دیا۔ اس کا دل چاہا سکندر کا تحفہ اس کے منہ پر دے مار... اسے دھکا دے کر یہاں سے نکال دے مگر اسے خود کو قابو میں ... پڑا' سکندر کو طیش دلا کر وہ اپنا ہی نقصان کرتی آئی تھی اب ... پھر اس وقت تو صورت حال اور بھی نازک تھی۔ سکندر کو پروا نہ ... رہی تھی تو کیا وہ بھی فراموش کردیتی' نقصان تو طے تھا اسی ... حصے میں آتا تھا۔

"دیکھو سکندر...... اس وقت یہاں مہمانوں کی آمد ... ہے' کوئی بھی کسی وقت......"

"یہ تاخیر آپ کی جانب سے ہے لاریب صاحبہ' ایک ... کا کام ہے' اتنی بے ضرر خواہش ہے میری۔" وہ اک دم ... جتلانے سے باز نہیں آیا کہ وہ اپنی منوائے بغیر وہاں سے ... جائے گا۔ لاریب نے ہونٹ بھینچے' اس کی اندرونی کیفیت ... کی سرخ ہوتی رنگت سے عیاں ہونے لگی' کچھ کہے بغیر ... دباتے اس نے چھوٹا سا نفیس کیس کھولا اور بے حد خراب ... ساتھ سفید پرل کے موتیوں سے سجے گولڈ کے بندے ہاتھ پر اٹھا لیے۔ اس کا ذہن منتشر تھا اور دل میں بغاوت و جھنجلاہٹ کا احساس دوہانسا کرنے کو کافی تھا۔ جبھی اس عدم توجہی کے باعث کیس کھلنے پر معمولی بے احتیاطی کی بدولت ایئر رنگ اس کی گرفت سے چھوٹا اور پھسل کر اس کے اور سکندر کی درمیان کارپٹ پر جا گرا۔ اس نے ساکن نظروں سے سرخ کارپٹ پر دمکتے سنہرے بندے کو دیکھا اور بغیر کسی تاثر کے اٹھانے کو جھکی۔ اس طرح جھکنے پر اس کی پشت پر ترتیب سے پڑے سیاہ مخملیں بالوں کا آبشار یوں ادھر ادھر پھیل کر بکھر گیا جیسے کسی نے ریشم کے تھان کو ہولے سے چھو کر اس کی گرہ کو کھول دیا ہو اور وہ ہولے سے بکھرتا چلا گیا۔ سکندر مبہوت اور سحر زدہ سا کھڑا تھا۔ پہلے کیا کم قیامت خیز منظر تھا جواب یہ افتاد ٹوٹی تھی۔ وہ تو پہلے ہی اسیر تھا اس کا ایک عام سا سادہ سا انداز ہی رات کو اس کی نیندیں حرام کیے رکھتا تھا۔ لاریب اس کی کیفیات سے بے خبر اپنے کام میں مگن تھی اس نے اپنے کانوں میں پہلے سے پڑے ڈائمنڈ ٹاپس اتارے' پھر سکندر کے لائے ہوئے ایئر رنگ پہن لیے۔ دیکھا جاتا تو یہ بڑا مشینی سا عمل تھا۔ جس میں جذبات و احساسات کی ہلکی سی بھی آمیزش نہیں تھی مگر سکندر کی مردانہ انا کو اسے اپنے آگے زیر کرکے ہی بڑی تقویت کا احساس مل رہا تھا۔

"ہوگئی نا تمہاری خواہش پوری؟ اب جاؤ۔" لاریب کا لہجہ پہلے سے کہیں بڑھ کر سرد تھا۔ سکندر جو دم بخود سا کھڑا تھا' خفیف انداز میں چونکا اور جھینپ کر مسکراتا ہوا بولا تھا۔

"تم کتنی سادہ ہو لاریب' کسی مرد کی خواہشات کا دائرہ اتنا محدود نہیں ہوا کرتا۔ وہ بھی اس مرد کا جو اتفاق سے شوہر بھی ہو' کیا سمجھیں؟" اس کا لہجہ معنی خیز ذومعنیت لیے ہوئے تھا' لاریب کی ساری بے حسی ساری لاتعلقی اس ایک لمحے میں غارت ہوکر رہ گئی۔ اس نے بے حد ہراساں ہوکر اسے دیکھا۔

"ک...... کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس کی گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کا عالم بھی قابل دید تھا۔ جس نے اسے مزید حسین جبکہ سکندر کو اسی قدر بے بس کر ڈالا۔

"اگر مطلب کی تفصیلات سے آگاہ کردیا بیگم صاحبہ تو فوری امید ہے آپ تاب نہیں لا پائیں گی۔ اس کام کو کسی مناسب وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں فی الحال تو بس اتنا جان لیں کہ آپ کی یہ سر دمہری میرے لیے قیامت سے کیا کم ہوگی چلتا ہوں۔" وہ جھکتا ہوا دبے لہجے میں جتلا کر کہتا اس کا گال تھپک کر تیزی سے پلٹ گیا۔ لاریب سکتہ زدہ سی کھڑی رہ گئی۔ پھر دھیرے دھیرے اس کے چہرے پر تغیر لٹنے لگا' وہ گرنے کے انداز میں وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

❀......❀......❀

عباس نے گہرا کش لیتے ہوئے نگاہ بھر کے بچوں میں مصروف عریشہ کو دیکھا۔ اسامہ کو گود میں لٹائے دیا کی جانب دیکھتی وہ جانے کس بات پر مسکرا رہی تھی۔ عباس کتنا چاہتا تھا کہ بچوں کو گورنس سنبھالے مگر عریشہ کو یہ بات پسند ہی نہیں تھی۔

"ہرگز نہیں عباس میں اپنے بچوں کو اپنی توجہ اور محبت سے محروم نہیں کرسکتی۔"

"لیکن اس طرح ہر وقت ان کے ساتھ دن رات جاگ کر تمہاری صحت بہت تیزی سے متاثر ہورہی ہے۔" عباس کے ٹوکنے پر وہ مسکرانے لگی۔

"اچھا ہے' جو اتنی موٹی اور بھدی ہورہی ہوں' تو پھر سے اسمارٹ ہوجاؤں گی۔" اور عباس اسے خفا نظروں سے گھورنے لگا تھا۔ پھر اس کے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی عریشہ نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا تھا۔

"آپ نے اپنی اماں سے بات کی عباس!" اسامہ بھی سوگیا تو عریشہ نے اٹھ کر اسے کاٹ میں لٹانے کے بعد عباس کو دیکھا۔ عباس چونکا تھا۔ وہ عریشہ کے اس معاملے میں شدید اصرار کے آگے بے بس اور لاچار ہونے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا عریشہ کی یہ خواہش کتنی بڑی ہے۔ بہو کی حیثیت سے اس کی فیملی سے اپنا آپ منوانے کی' شادی کے شروع دنوں کے اصرار کے بعد جب عباس نے اسے اپنی مجبوری بتلائی تھی تو وقتی طور پر عریشہ خاموش ضرور ہوگئی تھی مگر اب بچوں کی پیدائش کے بعد وہ پھر سے عباس پر دباؤ ڈالنے لگی تھی۔ حویلی رابطہ کرکے بچوں کے متعلق بتا کر صلح کرنے پر زور دے رہی تھی۔ اس کا خیال تھا یہ جھگڑا ابھی روایتی جھگڑا ہوگا' جو بیٹے کی نسل کی امین بننے والی عورت کو بالآخر قبول کرلے گا۔ مگر عباس صرف خاندانی روایات سے بغاوت ہی نہیں کرچکا تھا بابا جان کی حکم عدولی کرکے ان کی منتخب کردہ لڑکی کو ٹھکرانے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حویلی کے دروازے خود پر بند کرواچکا تھا۔

"کس سوچ میں ہیں عباس...... میں پوچھ رہی ہوں کچھ؟" عریشہ اس کے برابر آ بیٹھی۔ وہ ہمیشہ سے من مانی کرتی آئی تھی' اسے عباس پر مکمل کنٹرول تھا۔ وہ ماتھے پر شکن بھی نہیں

لاپاتی تھی کہ عباس اس کی منشا کے مطابق کام کرنے پر آمادہ ہوجایا کرتا تھا' مگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ اسے عباس کی خاموشی گراں گزرنے لگی تھی۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یار' بتایا تو تھا تمہیں۔" عباس کا لہجہ مدھم تھا۔ کسی حد تک شکستہ' یہ شکستگی رشتوں کے چھوٹنے کی نہیں تھی' وہ اس خیال سے مضمحل ہوتا تھا کہ عریشہ کی خواہش وہ پوری کرنے سے قاصر تھا۔

"تم آنٹی کو بلوا لو ناں کچھ دنوں کو' تمہارا دل بہل جائے گا۔" عباس نے دانستہ اس کا دھیان بٹانا چاہا' عریشہ اپنے کسی خیال سے چونکی پھر سر جھٹک کر رہ گئی۔

"آپ کیوں نہیں سمجھتے ہیں عباس' ہر رشتے کی اپنی اہمیت ہوا کرتی ہے' میری ماں' کبھی بھی آپ کی ماں کی جگہ نہیں لے سکتی' آپ لوگ دو ہی بھائی تھے' اس طرح جاگیروں میں آپ کا حصہ بھی گیا' آپ کو یہ قدم اٹھاتے ہوئے کم از کم سوچنا تو چاہیے تھا۔ ہمارے بچوں کا بھی حق غصب ہوا ہے آپ کے ساتھ ساتھ۔" عریشہ کے انداز میں صرف ناگواری نہیں تھی' برہمی و تلخی کا تاثر بھی تھا۔ عباس تو حیران رہ گیا تھا گویا۔

"تمہیں بچوں کی فکر کیوں ہے عریشہ؟ میرے پاس تمہیں کس چیز کی کمی محسوس ہوئی بھلا؟ الحمدللہ میں اپنے بچوں کو بہترین معیار زندگی فراہم کرسکتا ہوں' تم بتاؤ تمہیں اپنی زندگی میں کمی لگتی ہے کوئی؟" عباس نے نرمی و محبت سے کہتے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ عریشہ کو خود کو سنبھالنا پڑا تھا۔ اس نے تلخی و غصے پر یاسیت کا لبادہ ڈال دیا۔

"اس سے بڑی کمی کیا ہوگی عباس' کہ آپ کے خاندان میں مجھے بہو کی حیثیت نہیں ملی۔ سسرال کے چاؤ' عورت کا کتنا مان بڑھاتے ہیں' آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہوگا۔" عباس اس کی چالاکی کو سمجھے بغیر اس کی ظاہری یاسیت کو محسوس کرتا بے چین ہونے لگا۔ عریشہ صرف اس کی محبت نہیں تھی' وہ اس کے لیے رگ جاں کی حیثیت رکھتی تھی' اس کی ذرا سی تکلیف کا احساس بھی سانسیں روکنے لگتا تھا۔ جبھی وہ ایکدم فیصلہ کر گیا تھا۔

"ٹھیک ہے' تم پریشان نہیں ہو' میں اماں جان اور بابا جان سے رابطہ کرنے اور انہیں منانے کی کوشش کروں گا۔"

"سچ......؟" عریشہ نے غیر یقینی میں گھر کر اسے دیکھا پھر بے ساختہ خوشی اس کے چہرے پر چھلکنے لگی۔

"ہوں...... مجھے تم سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہے عریشہ' اپنی انا' نہ ہی اپنی ضد' حالانکہ تب میں نے سوچ لیا تھا پلٹ کر نہیں دیکھوں گا' بلکہ اگر زندگی میں کبھی ایسا موقع آیا کہ مجھے گیا تو بھی اس پکار پر کان نہیں دھروں گا۔ لیکن تمہاری خوشی کی خاطر میں خود جھک جاؤں گا۔" عریشہ نے جواباً مسکراتے ہوئے اس کے گلے میں بازو حمائل کیے اور اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اسے مقصد نکالنا آتا تھا' جبھی وہ آج عباس حیدر کی بیوی بنی تھی۔ ورنہ اس میں ایسا کچھ بھی غیر معمولی نہیں تھا کہ وہ اپنی حسین ترین منگیتر کو چھوڑ کر اسے اپنا لیتا۔ اصل بات یاور کی ہوتی۔ یاور اس کی اداؤں میں تھی' اس کی قسمت میں تھی اور انداز میں تھی جو جکڑ لیتا تھا اور ملنے نہیں دیتا تھا۔

عباس حیدر کا فون تسلسل سے وائبریٹ کرنے لگا تو عباس نے چونک کر سیل فون کی جانب نگاہ کی۔ اس کے سیکریٹری کا فون تھا اور وہ بلا ضرورت کبھی کال نہیں کرتا تھا۔

"السلام علیکم سر! آپ نے اس سے بات کی جسے آپ نے بطور ہیروئن پسند کیا ہے؟ یو نو سر ہمارا کام اسی وجہ سے رکا ہے۔ جیسے ہی یہ اوکے ہوتا ہے ہم ریہرسل کا آغاز کردیں۔ یہ تاخیر مزید مناسب نہیں ہے۔ یو نو سر زیادہ شارٹس سنو فال کے ہیں اور موسم سرما اختتام پذیر ہونے کو ہے۔" عاصم صاحب کی یہی خراب عادت تھی کہ وہ بہت تفصیلی بات کرتے تھے۔ اس ساری تفصیل کا خود عباس کو بھی علم تھا مگر عاصم نے از راہ کرم شاید اس پر اس کی کوتاہی واضح کرنا چاہی تھی۔

"اچھا کیا عاصم آپ نے یاد دلا دیا' یہ واقعی بہت اہم ہے۔ میں ابھی بات کرتا ہوں ان محترمہ سے۔ مگر...... میرے ذہن سے ان کا نام محو ہوچکا ہے۔" وہ یوں خاموش ہوا جیسے ذہن پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کررہا ہو۔

"تندنی...... تندنی گریوال سر۔ وہ انڈین ہیں اور آپ نے کہا تھا آپ ان کا نمبر بھی لے چکے ہیں۔" عاصم صاحب نے سرعت سے پھر اس کی رہنمائی کی' عباس بے ساختہ ان کا ممنون ہوا تھا اور الوداعی کلمات ادا کرنے کے بعد کال ڈراپ کردی۔ سرچ کرکے اس نے تندنی کا نمبر ڈائل کیا' دوسری سمت بیل جارہی تھی۔ پہلی سے دوسری بیل پھر تیسری' اس کے بعد کال ریسیو کرلی گئی۔ دوسری جانب ہنوز سناٹا تھا سوائے سانسوں کی سرسراہٹ کے۔

"تندنی گریوال اسپیکنگ؟" عباس کا لہجہ سوالیہ تھا۔ عریشہ اسے بہت دھیان سے دیکھ رہی تھی۔ عباس اس کی شرارت سے دبا کر مسکرایا۔

"جی...... جی......" عباس نے ایک بوکھلائی ہوئی مگر بے حد کھنک دار آواز سنی تو اسے وہ چاندنی میں نہایا دلکش پیکر رکھنے والی غیر معمولی حسن کی مالک لڑکی کا سٹپٹایا ہوا انداز یاد آنے لگا۔

"میں ساحر ہوں' کنسرٹ میں ملاقات ہوئی تھی آپ سے۔" عباس نے یوں توقف کیا جیسے دوسری جانب سے رد عمل کا منتظر ہو۔

"جی بالکل' مجھے یاد ہے اور آپ نے کہا تھا میں پھر رابطہ کروں گا' سچ تو یہ ہے کہ میں منتظر تھی۔" اب کی مرتبہ اس کے لہجے میں جوشیلی کھنک بھی تھی اور اعتماد بھی۔ عباس کو اس درجہ حوصلہ افزا رسپانس نے یک گونہ سکون دیا تھا۔

"تھینکس آلاٹ کہ آپ کو یاد تھا' ورنہ میں تو بالکل بھول بیٹھا تھا۔ خیر مجھے آپ سے ایک بہت اہم اور ضروری بات کرنی ہے۔ جو فون پر تو بالکل مناسب نہیں' آپ بتائیے کیا کرنا چاہیے؟" اس کے جواب پر بہت سہولت سے ملاقات کا وقت اور جگہ کے متعلق ڈسکس کررہا تھا۔ جب اس نے سیل فون کو کان سے ہٹا کر کال منقطع کی تو عریشہ اس کے کاندھے سے سر اٹھائے اسے گھورنے میں مصروف تھی۔ نظریں بے حد تیکھی اور خونخوار تھیں۔ عباس اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر ہی ہنس پڑا تھا۔

"کیا بات ہے اس طرح دیکھنے کا مطلب جانتی ہیں؟" اس کا انداز بے حد شریر تھا۔

"یہ تندنی گریوال کون ہے' جس سے ڈیٹ طے ہورہی ہے وہ بھی میرے سامنے۔" عریشہ نے اس کا سوال نظر انداز کرکے اپنی تپ باہر نکالی۔ عباس ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

"ڈیٹ نہیں لگا رہا' قسم سے ایسا کبھی سوچنا بھی مت۔ میں وہ شوہر نہیں ہوں جو بیوی کی موجودگی کے باوجود گرل فرینڈ کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔"

"پھر کون ہے یہ؟ بتائیں......" اس کے چتون ہنوز تیکھے تھے۔

"یہ لڑکی ہے ایک اتفاقاً مل گئی تھی مجھے...... مجھے ویسی ہی لڑکی جو میں اپنی فلم کے لیے ہیروئن چاہتا تھا۔" عباس نے سرسری انداز میں بتاتے ہوئے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا مگر عریشہ پھر بھی مطمئن نہیں تھی اور اسے بغور تکتے جیسے اس کے چہرے پر کچھ کھوج رہی تھی۔

"کیا وہ اتنی حسین و جمیل ہے کہ آپ پہلی نظر میں ہی گھائل ہوگئے۔" عباس یکدم ٹھٹکا۔ اسے عریشہ کے الفاظ بے حد عامیانہ اور سطحی لگے تھے۔ انداز اس سے بھی زیادہ ناگوار محسوس ہوا۔ مگر وہ عریشہ تھی' جس کی بڑی سے بڑی بات بھی وہ سہنے کا حوصلہ رکھتا تھا کہ کسی حد تک اس کی فطرت سے آگاہ ہوچکا تھا' مگر محبت کے آگے اس کی خامیوں کو نظر انداز کرنا آسان تھا' عریشہ کی انتہا درجے کی محبت نے اسے اعلیٰ ظرفی عطا کی تھی۔

"حسین تو وہ بہت ہے' نو ڈاؤٹ...... بٹ عریشہ میں نے اسے اپنی فلم کے لیے سلیکٹ کیا ہے۔ گھائل تو میں تمہارے حسن سے ہوا ہوں۔" وہ رومینٹک ہونے لگا مگر عریشہ کا موڈ بگڑا ہی رہا تھا۔

"کب ملیں گے اس سے آپ؟ میں بھی تب آپ کے ساتھ چلوں گی' عباس آپ کو پتہ ہے ناں مجھے کتنا برا لگتا ہے آپ کا کسی اور لڑکی سے ملنا۔" عریشہ روہانسی ہونے لگی۔ عباس بے بسی سے اسے تکنے لگا۔

"یہ میری فیلڈ کا حصہ ہے عریشہ' میں ہرگز کسی سے متاثر نہیں ہوا کرتا۔ محبت ہمیں زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے اور وہ تم سے کرچکا ہوں۔ اگر میں حسن پرست ہوتا تو لاریب کو چھوڑ کر کبھی تمہارے پاس نہیں آتا' اتنی ہی حسین تھی وہ۔" عباس کے لہجے میں خفیف سی سہی مگر جھنجلاہٹ اتر آئی تھی۔ عریشہ ساکن ہوکر رہ گئی۔

"کون لاریب...... آپ کے چچا کی بیٹی؟" اس نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ اس کے انداز میں حد درجہ حقارت تھی۔

"ہاں اور میری فیانسی بھی تھی وہ۔ عریشہ تم اس قسم کی پریشانیاں کیوں پالتی ہو؟ میں صرف تمہارا ہوں اور یقین رکھو صرف تمہارا رہوں گا ہمیشہ۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر عباس نے اتنے جذب سے کہا تھا کہ عریشہ کی بدگمانی ختم ہونے لگی۔

"چاہے بھی آپ کے ساتھ نہ رہوں تب بھی؟" وہ جھینپ کر مسکرانے لگی۔ عباس آہستگی سے ہنس دیا۔

"ہاں تب بھی' جب میں شوٹ پر ہوتا ہوں تب تو خاص طور پر اتنی حسین طرح دار لڑکیاں ہوتی ہیں میرے اردگرد اور تم میرے سامنے بھی نہیں ہوتیں' عریشہ میں پھر بھی تمہیں سوچتا ہوں۔"

"بددیانتی کی میرے نزدیک محبت میں گنجائش نہیں نکلتی اوکے۔" اس نے بے حد خوب صورت انداز میں کہتے اپنا کاندھا اس کے کاندھے سے ٹکرایا تو عریشہ ہلکی پھلکی ہوکر ہنس پڑی۔

❁......❁......❁

اس نے خود پر پرفیوم کی پھوار برسائی اور آئینے میں دکھائی

دیتے اپنے عکس کو دیکھ کر تفاخر بھرے انداز میں مسکرادی۔

(مجھے تو کبھی اپنی خوب صورتی اور دلکشی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ جبھی اسے اہمیت دینے اسے سنوارنے اور نکھارنے کا خیال ہی نہ آسکا۔ تمہاری نگاہوں نے مجھے سراہا تو مجھے اندازہ ہوا یہ میرے لیے کتنا اہم اور کس درجہ ضروری ہے۔ اگر میں اتنی حسین نہ ہوتی تو تمہاری نظر اس انداز میں مجھ پر اٹھتی نہ تم از خود چل کر میرے پاس آتے)

اس نے بلیک پیروں تک آتا لباس پہنا تھا۔ جس کے گلے پر بہت اسٹائلش کام بنا ہوا تھا۔ دوپٹے کا بس ایک تکلف برتا گیا تھا۔ اس نے جی جان سے تیاری کی تھی' ایسے کہ ساحر اسے دیکھتا تو بس اس کے وجود کی سحر انگیزوں میں گم ہو جاتا۔ اس کے دودھیا جگمگاتے بازو اس لباس میں ایسے دمک رہے تھے جیسے سیاہ رات میں موم شمعیں روشن ہو کر روشنی بکھیرتی ہیں۔ راج ہنس جیسی لمبی گردن میں بیش قیمت نیکلس تھا جس نے اس کی صراحی دار گردن کی خوب صورتی کو اور بھی اجاگر کر دیا تھا۔ کانوں میں پرل کے ٹاپس تھے۔ پیروں میں اتنی نازک پازیب تھی کہ جس کی جھنکار نہ ہونے کے برابر تھی۔ غرض اس نے سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخنوں تک خود کو سنوارا اور اجاگر کیا تھا۔

زینب جو اپنے دھیان میں اندر آئی تھی' اس کی یہ تیاری دیکھ کر ٹھٹکتے ہوئے اس کے حسین جلوے کی تجلیوں کے آگے دم بخود رہ گئی۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں زینب؟" وہ بہت ترنگ میں اس کے سامنے ایڑیوں کے بل گھومی اور بے حد زعم سے مسکرائی۔ گویا اپنی سحر انگیزی دلکشی پر فخر کررہی ہو۔ جیسے جو اسے دیکھے گا تاب نہیں لائے گا۔ خاص طور پر ساحر' اتنا ہی اعتماد اتر آیا تھا اس کے اندر۔ ساحر کی پیش رفت پر اس کی اہمیت پر۔

"بہت پیاری' ماشاء اللہ تم ویسے ہی اتنی حسین ہو کہ تمہیں اس آرائش کی ضرورت نہیں۔ اس وقت تو میرے پاس الفاظ نہیں' کہیں جارہی ہو کیا؟" زینب کے لہجے میں محبت بھی تھی اور خلوص بھی۔ نندنی سرشار سے انداز میں ہنسنے لگی۔

"جی ساحر سے ملنے' انہوں نے خود بلوایا ہے مجھے بات کرنے کے لیے۔" زینب کے چہرے پر اُمڈتے تذبذب کے آثار کو دیکھتے اس نے بالخصوص جتلایا اور یہ جتلاتے اس کا سر اس کی گردن بہت تفاخر بھرے انداز میں اٹھ گئی تھی۔

"اکیلی جاؤ گی؟ یہ......"

"جی اکیلی...... مجھے ساحر سے ملنے تو اس وقت اکیلے [...] چاہیے۔" زینب کو قدرے گم صم اور خاموش محسوس کرکے نندنی نے نخوت بھرے انداز میں جتلایا۔ جب سے ساحر والا معاملہ شروع ہوا تھا زینب اور نندنی کے بیچ ایک ان دیکھا فاصلہ [...] بھی خود بخود جگہ پانے لگی تھی اور یہ نندنی کی وجہ سے ہی [...] زینب کے پڑھائے اسباق نہیں یاد کرنا چاہتی تھی۔ وہ اب [...] گریز اور احتیاط کا دامن نہیں تھامنا چاہتی تھی۔ زینب [...] تھی' وہ نہیں تھی' سب سے بڑھ کر یہ کہ قسمت نے اس کا در کھٹ[کھٹایا] تھا وہ کیوں خود کو محتاط اور محدود کر کے اس دستک پر دروازہ نہ کھولتی۔ زینب اس کی اس درجہ آرائش کے بعد تنہا ساحر سے ملنے کی بابت [...] پر بے چین تھی مگر نندنی اس احتیاط کو سمجھے بغیر من مانی پر اتر [آئی] تھی۔ نندنی کے انداز کو دیکھتے زینب نے بھی خاموشی اختیار کرلی تھی۔

"جلدی آجانا نندنی' آج میرا ارادہ تھا تمہیں جامعہ [...] جانے کا اپنے ساتھ' تم کہہ رہی تھیں نا مسلم ہونا چاہتی ہو تو [...] خیر پھر سہی۔ بیسٹ آف لک' فی امان اللہ۔" زینب نے رسان سے نرمی سے کہا اور بات ختم کردی۔ نندنی نے بھی کاندھے جھٹک دیئے۔ وہ دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔ بظاہر مخالف اور مختلف راستوں پر چلنے کے لیے مگر یہ مختلف را[ستے] کسی ایک منزل کی جانب لے جانے والے تھے۔ کون جانتا [...] کس کے حصے میں ہدایت آئی تھی یا پھر کس نے ہدایت سے [منہ] موڑ لیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلی اور اوپری منزل پر جانے [کی] غرض سے سیڑھیوں کی جانب آگئی۔ ایک ایک سیڑھی اح[تیاط] سے چڑھتے بھی اس کا لہنگا بار بار اس کے پیروں تلے آجاتا تو وہ جھنجلا سی گئی۔ یہ لباس اسے ہرگز پسند نہیں تھا نہ وہ پہننا چاہتی تھی مگر صرف امامہ کا دل رکھنے کی خاطر اسے پہننا پڑا تھا۔ امامہ کی فرمائش پر اس نے منع کیا کیسے لمحوں میں اس کا چہرہ [...] گیا تھا۔

"آپ پر بہت سوٹ کرتا ہے بجو! میری شادی پر آپ میری ایک بات تو ماننی چاہیے۔ پھر پتہ نہیں نصیب میں کیا ہو۔" ان دنوں وہ بات بات پر جذباتی ہورہی تھی۔ وہ اسے [...] دکھانے کا گناہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جبھی مزاج اور پسند کے [برعکس] یہ لباس پہن لیا تھا۔ جھلملاتا ہوا شوخ پیلے زرد کلر کا لہنگا جس [...]

[...]ون پٹی کا کام تھا' ساتھ میں مہرون چولی جس کے گلے کے [...] گھاٹ کو چھپانے کی خاطر لاریب نے دوپٹے کو بڑے [...] سے پھیلا کر شانوں پر سیٹ کر لیا تھا۔ مگر اس طرح لہنگے [کے] ساتھ دوپٹے کے پلو بھی زمین پر آرہے تھے اور اس کے [...] میں الجھ کر کئی بار اسے لڑکھڑانے اور گرنے کی حد تک لے [...] جبھی اس کی جھنجلاہٹ بڑھتی جارہی تھی۔ اس پل بھی اس کا [...] تھا ورنہ وہ بری طرح ڈگمگائی۔

"ارے...... رے دھیان سے جناب۔" وہ اپنے خیالوں میں اتنی گم تھی یا پھر دوپٹے کا ہی کوئی دوش تھا کہ سیڑھیوں کے موڑ [پر] گرتے گرتے بچی' اس سمت آتے سکندر نے بروقت سنبھال [لیا' وہ] لگتا تھا جیسے ایسے ہی کسی موقع کا منتظر تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟ تم اپنی حد سے نکلتے نہیں جارہے ہو؟ بہت پچھتاؤ گے سکندر بہتر ہے سنبھل جاؤ۔" وہ گرجی تھی پھر اس کا حصار توڑ کر تملاتی ہوئی فاصلے پر جا کھڑی ہوئی۔ اس کی گلابی رنگت غصے کی شدت کے باعث دہک اٹھی تھی۔ سکندر پر مجال ہے اثر ہوا ہو۔ اس کی ڈھٹائی بھی کمال تھی اور اعتماد بھی' جبھی اس کی لعنت ملامت پر دھیان لگائے بغیر اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کے کانوں کی لوؤں کو چھوا۔

"تم نے میرے دیئے ہوئے جھمکے کیوں اتار دیئے؟ کیا [...] نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی؟" عجیب انداز تھا' استحقاق کی بھرپور آمیزش لیے۔ لاریب تو اس انداز پر بھونچکی رہ گئی۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ سکندر میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتی۔ یہ میری غلطی تھی کہ تم میرے ساتھ یہ سلوک کررہے ہو' یہی سزا ہونی چاہیے تھی میری اس غلطی کی' لیکن سنو اس بگاڑ کو میں [...] سدھاروں گی بھی خود ہی۔ مگر سکندر مجھے تھوڑا سا وقت دے دو' بہت مجبور اور بے بس ہوں میں اپنے رشتوں کے سامنے۔ شاید تم مجھ سے محبت کرتے ہو' اسی محبت کے صدقے۔" وہ یکدم [...] اس کا چہرا ڈھانپے بلک پڑی تھی۔ بے بسی' لاچاری اور [...] کتنا بھاری ہوتی لگ رہی تھی وہ اس لمحے۔ سکندر کو جی [...] ترس آیا تھا اس پر۔

"ہاں محبت کرتا ہوں بے حد...... مگر تم بتاؤ کیا کروگی پھر تم' اگر تمہارا مطلوبہ وقت دے دوں تمہیں تو......؟" سکندر کے ہونٹوں کی تراش میں فتح مندانہ مسکان در آئی تھی۔

"[...] اس وقت میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا مجھ سے نکاح کرو ورنہ [...] شوٹ کر دوں گی' کیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بابا سائیں کے سامنے جا کھڑی ہوگی اور کہوگی اسے قبول کرلیں بطور داماد۔" وہ ہنس رہا تھا۔ مگر لاریب تضحیک اور سبکی کے احساس سے بھی پارہ پارہ ہوتی چلی گئی۔

"مزا رہے گا تمہاری ساری واہیات حسرتوں کا سن لو تم' میں تمہیں کبھی کسی مجبوری میں بھی قبول نہیں کروں گی' یہ طے شدہ امر ہے نہ تم کبھی میرے قابل تھے نہ بن سکتے ہو۔ وقت مانگنے کا مطلب عزت اور سکون سے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا ہے۔ جو نا چاہتے ہوئے بھی آپڑی ہیں' مجھ پر اس کے بعد میں خود کو تمہارے حوالے کرنے کی بجائے خودکشی کرلوں گی۔" کتنا تنفر اور اشتعال تھا اس کے لہجے میں کہ سکندر کا ہنستا مسکراتا خوش باش چہرا پتھرا سا گیا۔ جبکہ لاریب اسی نفرت اسی طیش زدگی کے عالم میں اسے سامنے سے دھکیلتی باقی ماندہ سیڑھیاں پھلانگ گئی۔ اوپر آئی تو اس کا سانس پھول رہا تھا۔ امامہ اسے سیڑھیوں کے اختتام پر ریلنگ کے ساتھ لگی کھڑی نظر آئی۔

"تیار ہو گئیں تم؟ اچھا کیا' ٹائم بھی بہت ہو گیا ہے۔ آؤ نیچے سب رسم کے لیے تمہارے منتظر ہیں۔" گو کہ وہ خود کو کسی حد تک سنبھال چکی تھی۔ اس کے باوجود اس کی آواز بے حد بوجھل ہو رہی تھی۔ رسم کا انتظام لان میں تھا' اس وقت سبھی مہمان وہیں جمع تھے۔ جبھی سکندر کو بھی کھل کر اس پر حق جتلانے کا موقع میسر آگیا تھا۔

"بجو آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" امامہ نے مسکرا کر اس کا یہ انوکھا اور دلربا روپ دیکھا تھا۔

"پیاری تو تم لگ رہی ہو گڑیا! بالکل انار کلی کی طرح۔" لاریب کا دل پھر سے بھر آیا تو اسے گلے لگا لیا۔

"بجو آج صرف ہم دونوں ہیں' باجو پتہ نہیں......" لاریب نے کچھ کہے بنا اس کی جانب دکھی نظروں سے دیکھا تھا۔ امامہ کی آنکھیں چھلملانے لگیں۔

"بابا جان کو چاہیے تھا وہ باجو کی بات مان لیتے۔ انہیں دلہن بنا کر خود رخصت کر دیتے۔ اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے نہ چھینتیں...... ہے نا بجو؟" امامہ کو تو جیسے رونے کا بہانہ چاہیے تھا۔ لاریب کا جیسے دل پھٹنے کے قریب جا پہنچا۔ کچھ کہے بنا اس نے امامہ کو گلے لگا کر تھپکا تھا۔

"سوری' میں نے تو آپ کو بھی افسردہ کر ڈالا بجو! کیا آپ سیڑھیوں سے آتے ہوئے گر گئی تھیں؟" امامہ نے اس کی یاسیت کو محسوس کیا تو خود کو سنبھالتے ہوئے بات بدل دی۔

"نہیں بچ گئی گرتے گرتے۔ اسی لیے تو یہ لباس نہیں پہننا

چاہ رہی تھی۔" لاریب کے منہ بنانے پر اس نے شرارت چھلکاتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اب پہن لیا ہے تو میں سکندر بھائی کو آپ کا گارڈ مقرر کیے دیتی ہوں۔ ٹھیک ہے؟" لاریب نے بری طرح چونکتے ہوئے امامہ کے شریر چہرے اور شوخ آنکھوں کو دیکھا اور جیسے اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا مطلب...... میں سمجھی نہیں؟" اس کی تیوری چڑھی۔ دل میں عجیب سے انداز میں پکڑ دھکڑ ہونے لگی۔ اگر دل میں چور ہو تو انسان معمولی اور بے حد عام باتوں پر بھی ٹھٹک کر ان کی معنی خیزیت کو جانچنا پرکھنا شروع کر دیتا ہے۔

"افوہ بھئی! آپ گرنے لگی تھیں تو آپ کو پکڑا تو سکندر بھائی نے ہی تھا ناں؟ ویسے بجو ایک بات ہے۔ سکندر بھائی آپ کے اتنے نزدیک کھڑے ہو کر مجھے اور بھی زیادہ اچھے لگے۔ آپ جتنی فیئر نازک اور دلکش ہیں نا' وہ اسی قدر وجیہہ اسٹرانگ اور شاندار ہیں۔ آپ کا کپل بہت پرفیکٹ ہوگا اگر بابا جان آپ کی شادی سکندر بھا......"

"امامہ...... جسٹ شٹ اپ اوکے...... خبردار' جو تم نے یہ فضول بات سوچی بھی۔" وہ اتنی مشتعل ہو گئی تھی کہ کسی طرح بھی خود کو امامہ پر چیخنے سے نہیں روک سکی۔ امامہ کا رنگ اڑ سا گیا۔ وہ یوں ہونٹ بھینچے کھڑی تھی جیسے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو۔ اس کے باوجود بھی ٹپ ٹپ آنسو برس پڑے تھے۔

"آئی ایم ساری امامہ! مگر تم نے بات ہی ایسی کی کہ...... مجھے بتاؤ تمہیں ایک یہی فضول آدمی ملا تھا میرے متعلق سوچنے کے لیے۔ عباس حیدر کا اور اس کا کیا مقابلہ بھلا؟" ہزار ہا ضبط کے باوجود لاریب کے چہرے پر انداز میں حقارت سمٹ آئی۔ امامہ بھی نظر آنے لگی۔

"آپ کو پتہ نہیں وہ بیچارے کبھی کیوں اچھے نہیں لگے۔ حالانکہ جب باجو یہاں تھیں تب بھی اور ان کے جانے کے بعد بھی سکندر بھائی نے ہمیشہ مجھے اور باجو کو چھوٹی بہنوں کی طرح سے چاہا۔ محبت اور اہمیت دی۔ وہ اتنے ہینڈسم تو ہیں بجو ٹال اینڈ ڈشنگ۔ بس ذرا سے سانولے ہیں۔ تو کیا ہوا مردوں پر تو یہ رنگ بھی جچتا ہے۔ اس وقت پتہ ہے آپ کو وہ مجھ سے ملنے آئے تھے اور حوصلہ دے رہے تھے اس لیے کہ میں باجو کو مس کرتے ہوئے رو رہی تھی۔ پھر جب وہ گئے تو میں بھی باہر آ گئی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ یہاں سے میں نے آپ کو اس طرح دیکھ لیا' اگر آپ کو میری بات اچھی نہیں لگی تو......"

"افوہ...... بس اوکے امامہ مان لیا تمہارے بھائی ... ہیں۔" لاریب نے جھلاتے ہوئے کہا۔ امامہ بے ... مسکرانے لگی۔

"صرف نائس نہیں' ہینڈسم بھی اچھے خاصے ہیں۔ ... بھائی کے بھلے پاسنگ بھی نہ ہوں مگر ہمیں عباس صاحب ... لینا دینا کیا ہے اب' ہمیں تو سکندر بھائی اچھے لگتے ہیں اور ... کے ساتھ تو......"

"اچھا بس' زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب نیچے انتظار کر رہے ہیں۔" لاریب نے اسے ٹوک ... اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ امامہ مسکرانے لگی تھی۔ ... لاریب کے دل میں تیر سا پیوست ہو چکا تھا۔ اس کا عباس ... سکندر کو ترجیح دینا اچھا نہیں لگا تھا۔

(ساری دنیا بھی تم پر سکندر کو ترجیح دے دے گی عباس ... تب بھی اسے قبول نہیں کر سکتی' وہ کبھی تمہارا نعم البدل نہیں ہو ... کبھی نہیں) اس کی سوچیں شدت لیے ہوئے تھیں۔

❀......❀......❀
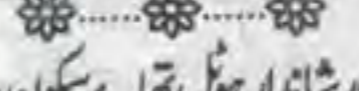
وہ بہت مہنگا اور شاندار ہوٹل تھا۔ پرسکون رومینٹک ... مہکی ہوئی فضا' سب کچھ قابل ستائش تھا مگر نندنی کا ... ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بھاری ہوتا جا رہا تھا۔ اسے ٹائم دے ... بلانے کے باوجود ساحر خود ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ حالانکہ ... یہاں انتظار کرتے ایک گھنٹے سے زیادہ ٹائم ہونے کو آیا تھا۔ ... کا دل بھر آنے لگا۔ ساری امنگیں سارے خواب جیسے ... یاسیت کے ساتھ مایوسی کا پیراہن اوڑھ رہے تھے۔

اس نے ٹیبل پر رکھی اپنی کلائی پر کہنی کے مقام پر جس ... تھک کر سر رکھا اسی پل عباس حیدر نے گلاس ڈور کے باہر کھڑے ... باوردی گارڈ کے دروازہ کھولنے پر قدم اندر رکھا۔ نندنی کو اس ... اندر داخل ہونے کے بعد ہی مخصوص ٹیبل پر بیٹھے دیکھ لیا تھا ... وہ سیدھا اسی جانب آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھنے سے قبل دانستہ ... نندنی پر دانستہ نگاہ ڈالے بنا وہ اپنی سمت آ جانے والے ... جانب متوجہ ہو گیا۔ اپنے لیے فریش ایپل جوس آرڈر کر ... نے بہت پرسکون مگر سوالیہ انداز میں اپنی پرکشش آنکھیں ... کی سمت اٹھایا جو اسے روبرو پا کے اتنی کنفیوزڈ ہو چکی تھی ... نظروں کا مفہوم سمجھ لینے کے باوجود کچھ کہنے سے قاصر رہی ...

"چلیے آپ ان کے لیے بھی ایپل جوس لے آ... جانا ہوگا آپ کو زحمت دے لیں گے۔" عباس نے شائستگی سے ... ویٹر کو فارغ کیا۔ پھر کرسی سنبھال کر بیٹھنے کے بعد بھی اس کی ... طرف دانستہ تاخیر سے متوجہ ہوا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اسے ... بحال کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ اچھی طرح آگاہ ... تھا کہ لوگ اس کے روبرو آ کے اسی رعب حسن کی بدولت اپنا فطری ... اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان لڑکیاں۔

"سوری مس! آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ اکچولی نکلا تو ٹائم پر ہی تھا مگر راستے میں ٹریفک جام ہونے کے باعث تاخیر ہو گئی۔ بٹ اینی ہاؤ' کیسی ہیں آپ؟" اس نے اپنے مخصوص بے نیاز مگر متاثر کن انداز میں کہا۔

"ج...... جی...... میں ٹھیک ہوں۔" اس نے ہاتھ مسلے اور اپنی آنکھیں عادت کے مطابق جھکا لیں۔ شاید اس طرح اس کا کھویا ہوا اعتماد بحال ہو جاتا۔

"آپ نے مجھے کیوں بلوایا ہے؟ میں یہی سوچ رہی تھی۔" نندنی کے اس سوال پر عباس نے جوس کا گلاس اٹھا کر بہت سلیقے سے ایک گھونٹ لینے کے بعد اسے دیکھا۔ میز پر جلتی ہوئی کینڈل کی تھرتھراتی لو کے پار اس نیم تاریک خوابناک ماحول میں وہ لڑکی جیسے کوئی پرستان کی پری لگ رہی تھی۔

"آپ جانتی تو ہوں گی میرا تعارف' میں آج کل ایک نئی فلم بنانے والا ہوں اس کی کاسٹ کے لیے مجھے نئے چہروں کی تلاش تھی۔ ہیرو ہم سلیکٹ کر چکے تھے' ہیروئن کے لیے مجھے آپ پرفیکٹ لگیں۔ آئی ایم شیور کہ آپ کام کرنا پسند کریں گی ہمارے ساتھ۔" نندنی حواس باختہ سی بیٹھی رہ گئی' عباس نے جتنی آسانی اور سہولت سے اپنی بات کہی تھی' اسے اتنی ہی دشواری سے سمجھ آئی۔ عباس کے لیے جتنا آسان تھا یہ کہنا اس کے لیے اس بات کو قبول کرنا اسی قدر تکلیف دہ اور اذیت انگیز۔ اسے یونہی لگا تھا اسے کسی نے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا ہو۔ اس شخص کے نزدیک یہ تھا اس کی حیثیت' اس کی اہمیت' اس نے کتنے زعم سے سارا کریڈٹ اپنے حسن کو دے دیا تھا۔ ہاں کریڈٹ تو اب بھی حسن کو مل گیا تھا سب سے زیادہ انسان محبت میں ہی دھوکے کھاتا ہے۔ سب سے زیادہ حماقتیں بھی محبت کے ہاتھوں سرزد ہوتی ہیں۔

کتنی بری طرح سے مجروح ہوا تھا اس کا پندار' حالانکہ اس رات جب نندنی نے ساحر کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں تو عباس کی فلمی زندگی کے ساتھ اس کی ذاتی زندگی کے متعلق بھی معلومات اسے وہاں سے مل گئی تھیں۔ وہ شادی شدہ تھا اس کے حال ہی میں جڑواں بچے ہوئے تھے۔ بیٹا اسامہ بیٹی دیا۔ اس کی بیوی کا نام عریشہ تھا اور وہ اپنی بیوی کو کبھی میڈیا کے سامنے نہیں لایا تھا۔ وہ جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اندر سے وڈیرا ہی تھا۔ غیرت مند اور پوزیسو' ایسا مشرقی مرد جو اپنی بیویوں اپنی عورتوں کے لیے بے حد کٹر ہوتے ہیں۔ وہ جانتی تھی مگر وہ پھر بھی جانے کس خوش فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔

اتنا سب کچھ جان لینے کے باوجود محض اپنے حسن کے زعم میں مبتلا ہو کر چلی آئی تھی۔ اس خیال کے ساتھ کہ وہ اسے جیت لے گی۔ عباس اس سے شادی کر لے گا۔ تف ہی تو ہوا تھا اسے اپنی سوچ پر۔ کیا ہر مرد ہر ایری غیری عورت کو بنا سوچے سمجھے اپنے دل میں اپنے گھر میں جگہ دے دیا کرتا ہے۔ ہر گز نہیں......

اس کے چہرے پر کچھ ایسا اجاڑ پن اور وحشت تھی کہ عباس حیران پریشان سا رہ گیا۔ جبھی اس نے اپنے انداز میں اسے تسلی دینی چاہی تھی۔ اس خیال کے مطابق جو وہ قیاس کر پایا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں' ہمارا کام بہت صاف ستھرا ہوتا بس آپ کا چہرا غیر معمولی طور پر حسین اور سحر انگیزی کی حد تک معصوم اور نوخیز ہے' ہماری ہیروئن کی یہی ڈیمانڈ ہیں جن پر کم از کم انڈسٹری کی کوئی ایکٹریس پوری نہیں اترتی تھی۔ آپ کو دیکھ کر میں آپ سے ریکویسٹ کیے بغیر نہیں رہ سکا' لیکن اگر آپ نے مائنڈ کیا ہے تو پھر بھول جائیں کہ میں نے ایسا کچھ کہا بھی ہے آپ سے۔" وہ اسے ہرٹ ہوتا محسوس کر چکا تھا' جبھی بے حد نرمی سے کہہ رہا تھا' نندنی نے نمناک آنکھوں کو اٹھا کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا اور پھر سے پلکیں جھکاتے ہوئے ہونٹ بھینچ کے تمام آنسو اندر اتار لیے۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہیے۔" کرسی دھکیل کر اٹھتے ہوئے اس نے مدھم آواز میں کہا۔ عباس جو بے حد الجھن و حیرت میں مبتلا اسے دیکھ رہا تھا' پہلی بار کچھ پریشان نظر آنے لگا۔ شاید یہ ہمدردی کا ایک احساس تھا کہ وہ خود بھی اس کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اوکے...... ایز یو وش' آیئے میں ڈراپ کر دوں آپ کو۔" نندنی کو بھلا کہاں یہ توقع تھی' اس نے یکدم چونکتے ہوئے اسے دیکھا مگر آنکھوں میں دھند اتنی اتری ہوئی تھی کہ اس کا وجیہہ سراپا اس کی نظروں میں دھندلایا ہوا نظر آنے لگا۔

"نو تھینکس' میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے بامشکل جواب دیا اور قدم بڑھا دیے۔

"تکلف مت کریں، مس نندنی! آپ کی طبیعت مجھے بالکل ٹھیک نہیں لگتی، اگر آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ آپ کے اس معمولی سے کام سے مجھے زحمت ہوگی تو یہ خیال بہت غلط ہے آپ کا۔" عباس حیدر لمبے ڈگ بھرتا اس کے مقابل آ کر اتنے رسان اتنے وقار سے بولا تھا کہ نندنی انکار کرنے کی ہمت نہیں کرسکی۔ اس نے اسی پل جانا تھا، وہ شخص اتنا پاورفل ہے کہ نندنی جیسی اس کی محبت میں پوری طرح سے غرق لڑکی اس کے آگے تردید کی تاب رکھتی ہی نہیں ہے۔ چاہے وہ معاملہ کتنا ہی معمولی ہو یا کسی بڑی نوعیت کا۔ وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے باہر آئے اور اس حسین جوڑے کو کتنی نگاہوں نے توصیفی و ستائشی انداز میں دیکھا اور سراہا تھا۔

"آپ کا شکریہ مس نندنی کہ آپ نے اعتماد کیا مجھ پر۔" عباس نے اس کے لیے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولا تھا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد عباس نے سحر انگیز مسکان کے ساتھ نہایت شائستگی سے تشکر کا اظہار کیا۔ نندنی مسحور سی بیٹھی رہ گئی، اس کا دل بیک وقت غم و انبساط کے درمیان ڈولتا رہا تھا۔ اک لہر شدید غم کی تھی تو دوسری فخر و ناز کی کہ عباس نے کسی طور بھی سہی اسے اہمیت سے تو نوازا تھا۔ اس طرح نہ سہی اس طرح سہی۔ یہ اب اس کی قسمت تھی کہ اس کی زندگی میں اس کی حیثیت اس کی جگہ اس درجہ معمولی نوعیت کی قرار پائی تھی۔ مگر پائی تو تھی نا، یہی بہت تھا، کس درجہ وحشت اور بے قراری تھی اس وقت جب اس کی زندگی میں وہ کہیں نہیں تھا، اب کیا اس تلاش کا حاصل یہ فیصلہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اسے خود کھو دیتی۔ پھر اس کے سامنے رہتے ہوئے اس سے کٹ کر رہنا آسان نہیں تھا۔ وہ کسی طرح بھی اب خود کو اس سے الگ اور لاتعلق نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس وقت جتنا بھی دکھ اور ملال تھا مگر یہ حقیقت اٹل تھی کہ وہ اس کی زندگی میں ٹانک کا کام کرتا تھا۔ اس نے جانا وہ خود کو اس کے دائرے سے نکالنے پر قادر نہیں ہے تو اس نے باخوشی اپنی ساری ڈوریاں اسے تھمانے کا فیصلہ کرلیا۔

ہوٹل سے گھر تک کا فاصلہ طے نہیں ہوا تھا۔ اس کی آئندہ زندگی کا لائحہ عمل ترتیب پایا تھا۔ اس کی زندگی کے اہم ترین فیصلے ہوئے تھے۔ عباس نے جس پل اس کے بتائے گئے ایڈریس کے مطابق زینب کے گھر کے سامنے گاڑی روکی نندنی پوری طرح خود کو سنبھال کر اس اذیت کے سمندر سے باہر نکل آئی تھی۔ جبھی اترنے سے قبل اس نے جھکی نظروں کے ساتھ عباس کو اندر آنے اور چائے پینے کی آفر بہت اپنائیت سے دی تھی۔ ... نے تب اسے قدرے دھیان سے دیکھا اور سر کو نفی میں ... دے دی۔

"سوری، مجھے کسی کام سے جانا ہے، اس لیے رک نہیں ... کیا اب آپ خود کو بہتر محسوس کررہی ہیں؟" دوسرا اور آخری ... اس نے جیسے رسماً مروت نبھانے کو کیا تھا۔ مروت کا سہی ... سہی مگر تعلق تو تھا۔ نندنی بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکرادی۔

"جی اب میں بہتر ہوں۔ آپ کا شکریہ، اور اب نہیں تو ... پھر جب مجھ سے ملیں گے تو لازمی چائے پئیں گے۔" اور ... اس بات پر چونک اٹھا تھا۔

"پھر......؟" اس کا انداز سوالیہ و استفہامی تھا۔

"آف کورس پھر...... اگر میں آپ کی آفر کو رد نہیں کر ... لازماً ہم دوبارہ ملیں گے۔" نندنی کے مسکرا کر دیئے جواب ... عباس کے سر سے جیسے کوئی بوجھ اتار دیا۔ یہ حقیقت تھی کہ ... کی خاموشی کو اس کا انکار سمجھتے ہوئے وہ خاصا پریشان ہو چکا ...

"اوہ...... ریئلی امیزنگ۔ میں تو سمجھا آپ واقعی انکار کر ... گی مجھے، تھینکس آلاٹ۔" وہ بہت صاف گوئی سے کہہ ... نندنی سر جھکائے کھڑی رہی۔ اداس ملول اور بے کل سی۔ (... انکار کرتی میں ساحر صاحب؟ ہماری تمنا ہماری آقا ہوتی ہے ... جتنا زورآور ہو غلام کو اتنا ہی تابعدار ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ میں ... اتنی بے بس لاچار نہ ہوتی۔ نہ اس تھوڑے پر راضی بارضا ہوتی ... اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ محبت میں دل تو بڑا کرنا پڑتا ہے)

(جاری ہے)

سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے
ورنہ اتنے تو مراسم تھے کہ آتے جاتے
شکوہ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

"پلیز امی! مان جائیں نا۔" وہ ماں کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولا۔

"یہاں کس چیز کی کمی ہے جو یورپ جانے کا بھوت تمہارے سر پر سوار ہوگیا ہے؟" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولیں۔

"کسی چیز کی زیادتی ہے یہاں...... اور تو اور زندگیاں بھی کم ہوگئی ہیں یہاں۔" وہ کسی ایک ہی نقطے پر نظریں جمائے بولا۔

"تمہیں ضرورت کی ہر چیز تو مل رہی ہے نا یہاں اگر مزید پڑھنا چاہتے ہو تو یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو۔"

"نہیں پڑھنا ہے مجھے یہاں اور نہ ہی رہنا ہے اس سڑے ہوئے ماحول میں جہاں زندگی کا بھی بھروسہ نہیں۔" وہ درشتی سے ان کی بات کاٹتے ہوئے بولا تو وہ بھی غصے سے دھاڑیں۔

"آ جائیں تمہارے ابو تو بات کرتی ہوں میں ان سے۔ پتا نہیں کیا ہوگیا ہے بیٹھے بٹھائے تم اس ماحول سے اتنے بے زار کیوں ہوگئے ہو۔ تم ایسے تو نہیں تھے تابش! میری پرورش میں کہاں کمی رہ گئی۔" وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر مایوسانہ انداز میں بولیں۔

"نہیں رہنا مجھے اس ماحول میں جہاں ہر طرف گندگی کے ڈھیر لگے ہیں ایسا ملک کیا ترقی کرے گا امی! جہاں کے حکمرانوں کے اجتماعی انتخابی نشان ہی کشکول اور کاسہ ہوں۔" اس نے نہایت درشتی سے ان کی بات کاٹی اور باہر نکل گیا۔

"یا اللہ میں کیا کروں میں نے اپنے وطن سے محبت اسے گھٹی میں پلائی تھی پھر آج مجھ پر یہ کیسا امتحان آ گیا ہے میرے مولا! مجھے سرخرو کرنا میرے مالک۔" وہ دل ہی دل میں اپنے رب کے حضور گڑگڑائیں۔

❁......❁......❁

اس کی بات سن کر سعد کے قدم ٹھٹک گئے سماعتیں جامد ہوگئیں اس کے اردگرد ایک سناٹا سا چھا گیا وہ پیچھے کی طرف مڑا اور نظریں اس کے چہرے پر گاڑھ دیں تو اس نے بے ساختہ نظریں چرالیں۔

"تم نے جو کہا ہے وہ دوبارہ کہو۔" اس نے اپنی غضب ہوتی آنکھوں کو مہر کے چہرے پر ٹکاتے ہوئے سرد مہری سے کہا لیکن وہ خاموش ہی رہی شاید اس کے بولنے کی ہمت اسے دیکھتے ہی ختم ہوچکی تھی۔

"میں نے کہا مہر! جو تم نے کہا ہے دوبارہ کہو۔" اس کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کرسکتی کیونکہ میں کسی اور......"

"بس......" سعد نے کڑکتے لہجے میں کہا۔

"تم نے شادی کو گڑیا گڈے کا کھیل سمجھ رکھا ہے کہ آج تمہاری میرے ساتھ منگنی ہوئی تو کل تم کسی اور سے...... نیور......" وہ اپنے غصے کو کم کرنے کے لیے مسلسل کمرے میں دائیں سے بائیں چکر لگا رہا تھا۔ "میں نے تمہیں منع کیا تھا تم تمہارے ذہن میں جو الٹی سیدھی چل رہی ہے اسے ختم کرو لیکن تم......" اس نے انگلی اٹھاتے ہوئے اسے وارن کیا۔

"ہاں کہا تھا تم نے لیکن یہ میری زندگی ہے جسے میں اپنی مرضی سے گزاروں گی میں تمہاری یا کسی کی پابند نہیں ہوں کہ لوگ جو کہہ دو میں اسے پتھر پر لکیر سمجھ کے قبول کرلوں۔" مہر نے اپنے اعتماد کو بحال کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا تو سعد کی آنکھوں میں تعجب و بے یقینی کا دھواں پھیل گیا۔

"مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔" اس نے بھڑک کر کہا۔

"نہیں سعد رفیق! اب کی بار وہی ہوگا جو میں چاہوں گی میں یعنی مہر رسول۔" وہ اس کے دوبدو بولی۔

"جسٹ شٹ اپ۔" سعد نے تڑخ کر کہا۔ "تمہیں ہمارے بے جا لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے ہم نے تمہاری ہر جائز خواہش پوری کی تم پر کبھی بے جا روک ٹوک نہیں کی اور تم...... تم صلہ دے رہی ہو ہماری محبتوں کا۔"

"مہر ٹھیک کہہ رہی ہے سعد۔" معاً سمیع کی آواز سنائی دی تو دونوں نے بیک وقت چونک کر اسے دیکھا، پتا نہیں وہ کس وقت ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا۔

"یہ اس کی زندگی ہے اور بہرحال فیصلہ کرنے کا اختیار بھی اسے ہی حاصل ہے۔"

"تم بیچ میں مت بولو۔" سعد غصے میں بولا۔

"کیوں نہ بولوں، یہ ہمارے گھر کا مسئلہ ہے اور گھر کے مسائل گھر کے مکین مل جل کر ہی حل کرتے ہیں۔" وہ سعد کے غصے سے مرعوب ہوئے بغیر بولا۔

"نہیں یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" اس نے لاتعلقی سے کہا۔

"میرا مسئلہ ہے سعد کیونکہ مہر کی کسی اور سے کمٹمنٹ میں میرا بھی ہاتھ ہے۔"

"تم......" سعد نے شعلہ بار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں میں...... تم مہر کو اکیلا سمجھ کر اس پر حاوی ہونے کی کوشش مت کرو۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

"سمیع تم جاؤ یہاں سے میں خود بات کررہی ہوں نا ان سے۔" مہر نے اسے دھکیل کر وہاں سے ہٹانا چاہا۔

"نہیں مہر! یہ سمجھتا کیا ہے خود کو جو اس کی مرضی ہو یہ کرے اور کوئی کچھ نہ بولے، غریب رعایا پر حکم چلاتے چلاتے یہ اپنے رشتوں کو اور ان سے جڑی اہمیت کو بھولتا جارہا ہے۔"

"پلیز سمیع......" مہر بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو سعد نے لیکن...... دونوں پڑالی۔

"دیکھ لوں گا میں تم دونوں کو۔" وہ انہیں وارن کرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"اب کیا ہوگا سمیع؟" اس کے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پر پھسلتے چلے گئے۔

"کچھ نہیں ہوگا میں ہوں نا تمہارے ساتھ تم اپنی پیکنگ کرو ہمیں کل شام کو نکلنا ہے ہر حال میں۔" وہ اسے دلاسا دیتا باہر نکل گیا اور وہ وہیں صوفے پر بیٹھنے کے انداز میں گر گئی۔

❁......❁......❁

"میں جارہا ہوں۔" اس نے کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے دھماکہ کیا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟" سمیع سے چھوٹی مناہل بولی تھی۔

"کہیں بھی لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتا۔" اس نے نظریں دور آسمان پر اڑتے پرندوں پر گاڑ دیں تھیں جو لوٹ کر اپنے گھروں کو جارہے تھے۔

"اور تم یہ بات کرتے ہوئے ایک بات بھول گئے ہو۔" سمیع نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے کہا تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کک...... کیا بات؟"

"یہی کہ کوئی کتنی بھی اونچی پرواز کرے اسے لوٹ کر اپنے اصل کی طرف ہی آنا ہوتا ہے مسٹر تابش بشیر۔" مناہل نے بھائی کی سوچ کو الفاظ کی صورت دی تھی۔

"نہیں میں وہ پرندہ ہوں جس کا کوئی اصل نہیں، میں آزاد پنچھی ہوں حدود قیود سے ماورا پنچھی جسے ایک جگہ نہیں رکنا، میرے نزدیک ملک کی کوئی اہمیت نہیں۔" وہ گم صم لہجے میں دھیرے دھیرے بولتا چلا گیا۔

"تم کیوں بھول رہے ہو تابش کہ ہر انسان کو ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک گھر سے ہی ایک خاندان اور پھر ایک معاشرہ جنم لیتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں بھولا ترقی کا خواب دیکھنا ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور میں اپنا وہی حق استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔"

"ہوں حق...... جو حقوق دینا نہ جانتے ہوں وہ اپنے حق کا دعویٰ نہیں کرتے مسٹر۔" مناہل استہزائیہ انداز میں بولی۔

"میں اپنے حقوق و فرائض سے بخوبی آگاہ ہوں تم اپنے ننھے سے دماغ پر زیادہ زور نہ دو۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تو پاس بیٹھا سمیع مسکرا دیا۔

"تو کیا یہ آخری فیصلہ ہے تمہارا؟" کب سے خاموش بیٹھی مہر بولی۔

"آخر ہو کیا گیا ہے تم سب لوگوں کو میں اس ملک کا پہلا

باشندہ تو نہیں ہوں جو بیرون ملک جا رہا ہوں کیا تم نہیں گئے تھے اور تم......" اس نے اپنا روئے سخن مہر کی طرف موڑا۔ "تمہارا تو بچپن ہی وہاں گزرا ہے پھر یہ نصیحتوں کی پٹاری کھولنے کا مقصد......"

"تم ضرور جاؤ وہاں بٹ جسٹ فار چینج...... وہاں مستقل سیٹل ہونے کا مت سوچو۔" سمیع نے محبت بھرے انداز سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے درشتگی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"دیکھو تابش! ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ......"

"جانتا ہوں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو یہی نا کہ میں بھی کسی دن کسی خودکش حملے میں مارا جاؤں پھر تم لوگ چیخو چلاؤ، احتجاج کرو۔" وہ غصے سے چیخا۔

"بس کرو تابش یہ خیالات رکھتے ہو تم ہمارے بارے میں۔" سمیع نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔

"چھوڑیں بھائی، تم ضرور جاؤ تابش ہم تمہیں منع نہیں کریں گے جس دن تمہاری فلائٹ ہو ہمیں فون کر دینا ہم تمہیں سی آف کرنے آجائیں گے۔" مناہل بات کر کے رکی نہیں بلکہ اندر چلی گئی۔ تابش نے ایک نظر سمیع کی طرف دیکھا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

❀......❀......❀

"پلیز سحر آپی! جب میں نہ کر چکی ہوں تو میری "نہ" ہاں میں نہیں بدل سکتی۔" وہ سحر سے بولی جو کب سے اسے رشتوں کی نزاکت کا احساس دلا رہی تھیں۔

"کیا سچ مچ تمہارے دل میں سعد کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔" مہر اپنی پیکنگ میں لگی رہی۔

"مہر میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔" سحر آپی نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف موڑا تھا۔

"نہیں...... نہیں......" وہ ایک دم چلائی۔ "کتنی دفعہ بتاؤں کہ میرا دل میرے اختیار میں نہیں رہا، میں نفرت کرنے لگی ہوں سعد سے۔"

"کون ہے وہ جس نے تمہیں مجھ سے نفرت کرنے پر مجبور کیا ہے؟" کمرے میں داخل ہوتا سعد بولا۔

"میں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔" وہ اپنے بیگ کی زپ بند کرتی بولی۔

"میں جاننا چاہتا ہوں، ملنا چاہتا ہوں، دیکھنا چاہتا ہوں اسے کہ وہ مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے، پُر اعتماد ہے، فنانشل مضبوط ہے۔" وہ قہر آلود آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں وہ بہت خوب صورت ہے اس کی خوب صورتی کے سامنے یہ ساری دنیا ہیچ لگتی ہے مجھے، پُر اعتماد وہ اتنا ہے کہ پُر امید امنگوں سے میرا رابطہ ٹوٹنے نہیں دیتا۔" وہ خاموش ہوگئی۔

"خاموش کیوں ہوگئی ہو بولو نا۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"اس لیے کہ میرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے آپ کے حق میں بھی اور گھر کے مکینوں کے حق میں بھی۔ اگر میں نے سچ بولنا شروع کر دیا مسٹر سعد رفیق تو آپ کو منہ چھپانا مشکل ہو جائے گا۔" اس نے بھی اسی کا انداز اپنایا۔

"آپ اگر سمجھا سکتی ہیں تو سمجھا لیں ورنہ مجھے کوئی او طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔" وہ سحر آپی کو وارن کرتا باہر نکل گیا۔

"دیکھو مہر......!" اس نے درشتگی سے سحر آپی کی بات کاٹ دی۔

"پلیز آپ اپنے بھائی کو سپورٹ نہ ہی کریں تو بہتر ہوگا کیونکہ آپ حقیقت سے بے خبر ہیں مجھے شام کو اپنی ڈیوٹی جوائن کرنی ہے اس لیے پلیز اب میں آرام کرنا چاہوں گی۔" دوسرے لفظوں میں اس نے سحر آپی کو کمرے سے نکلنے کا کہا وہ نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی باہر نکل گئیں۔

❀......❀......❀

"دائمی وفا کا رشتہ تو مستقل ایثار سے جنم لیتا ہے۔" تابش کے کرخت لہجے میں مہر کی بات ادھوری رہ گئی۔

"جن ہاتھوں میں کتاب کے بجائے کشکول اور کاسے ہوں وہاں ایثار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہمارے حکمران یہ نہیں جانتے کہ ڈالر مانگیں یا ٹیکنالوجی، مانگنے والا تو منگتا ہی ہوتا ہے نا۔"

"اطالوی کہتے ہیں کہ نالائق اولاد چھٹی انگلی کی مانند ہے اسے کاٹا جائے تو درد ہو اور اگر رکھا جائے تو عیب دار ہو۔" خاموشی سے ان کی گفتگو سنتا فیضان بولا تو مناہل ہنس پڑی۔

"یہاں تو ساری عوام ہی چھٹی انگلی کی مانند ہوئی پڑی ہے کس کو رکھا جائے اور کس کو کاٹا جائے۔" اس نے اپنی نظریں تابش پر جمائی تھیں۔

"تو پھر......" سمیع نے بھی تابش کی طرف ہی سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تو پھر یہ کہ قوموں کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں لیکن شکست و ریخت سے تعمیر کا راستہ نہیں روکا جاسکتا اس امید کے ساتھ کہ ہم ایک جفاکش قوم ہیں۔" فیضان نے بھی تابش کی طرف دیکھ کر ہی ساری بات مکمل کی تھی۔

"تم سب لوگ چاہتے کیا ہو آخر؟" وہ بھڑک اٹھا تھا۔

"ہم صرف تمہیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں تابش کہ وطن ہمارا ہے ہم اس سے جتنی محبت کریں اس پر جتنا مان کریں وہ کم ہے...... بہت کم۔" مہر بھرائی آواز میں بولی تو تابش نے حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ناسمجھ ہوں۔ پاکستان سے اپنے رشتے کو نہیں جانتا اس کی قدر نہیں کرتا، اس کی کشادہ آغوش میں اپنے لیے سکون محسوس نہیں کرتا۔" وہ تھوڑا [illegible] ہوا تھا۔

"ہم تمہیں صرف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ آزادی بہت بڑی نعمت ہوا کرتی ہے تابش اور جو قدرت کے اس تحفے کی قدر نہ کرے وہ بہت بڑا بدبخت ہوا کرتا ہے، نادان اور احسان فراموش۔" وہ اس کے غصے سے مرعوب ہوئے بغیر بولی۔

"میں احسان فراموش نہیں ہوں مہر لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتا دم گھٹنے لگا ہے میرا یہاں۔ اس کی حبس زدہ فضا میں میری سانس...... میں تم سب کو کیسے بتاؤں؟" وہ بے بسی کی انتہا تک پہنچا تھا۔

"تابش تم...... تم اس وطن سے محبت ہی نہیں کرتے۔" وہ روہانسی ہوگئی تھی۔

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے مس مہر رسول! تم کیوں بھاگی تھیں یہاں سے، ایسا کیا ہوگیا تھا جس نے تمہیں اس وطن، اس مٹی کو چھوڑنے پر مجبور کیا؟" وہ اسے ہی کٹہرے میں لے آیا تھا۔

"میری مجبوریوں کو تم نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تابش حالانکہ میں تو خود سے دعویٰ کیا کرتی تھی کہ تم میرے دوست ہو، بھائیوں سے بڑھ کر ہو، اس گھر میں سب سے زیادہ مجھے سمجھتے ہو، جانتے ہو اور آج...... آج تم نے ہی مجھے کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔" اس نے بات مکمل کرنے کے بعد ایک لمبی سانس کھینچی تھی۔

"شاید ایسا کبھی نہ کرتا اگر تم میری حب الوطنی کو چیلنج نہ کرتی تو...... وطن سے محبت کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ کبھی اسے چھوڑ کر نہیں جاسکتے، محبت تو ماں باپ سے بھی ہوتی ہے تو کیا اولاد اچھے مستقبل کے لیے والدین کو چھوڑا نہیں کرتی۔" اس نے ایک بودی دلیل دی۔

"ٹھیک کہا تم نے لیکن کیا کبھی تم نے دیکھا کہ کوئی اولاد پریشان حال والدین کو چھوڑ کر اپنا مستقبل تلاشتی پھرے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جب تک تمہیں ضرورت تھی تم یہاں رہے موج مستیاں کیں، اس وطن نے تمہیں اچھا کھانے کو دیا، پہننے کو دیا اور آج جب اسے تمہاری ضرورت ہے تو تم اسے چھوڑ کر جا رہے ہو کیوں آخر کیوں؟"

"کچھ کام کرنے کے لیے کسی وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہوتا مہر اور میں کسی کے کہنے سے نہیں رکوں گا۔" وہ اٹھ کر باہر نکل گیا مہر نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔

"کیا ہوگیا ہے مہر وہ بس حالات کی وجہ سے فرسٹریشن کا شکار ہوگیا ہے اور پھر سعد کی شہادت کے بعد خود کو زیادہ غیر محفوظ سمجھنے لگا ہے، ٹھیک ہو جائے گا کچھ دنوں تک۔" سمیع نے پیار سے اس کے سر پر تھپکی دی۔

"نہ جانے وہ ایک دم اتنا کیسے بدل گیا ہے وہ تو اس وطن سے بہت محبت کرتا تھا اس کے روشن مستقبل کی نوید سنانے والا ہر حال میں پُرامید رہنے والا یوں اچانک......" فیضان دھیمے سے بولا۔

"سب کچھ ٹھیک ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا نا۔" مناہل نظریں جھکائے جھکائے بولی۔

"جب غیروں کے محل اپنی جھونپڑی سے زیادہ اٹریکٹ کرنے لگے تو ایسا ہی ہوتا ہے شاید کہ اسے کوئی ٹھوکر لگے تو وہ سنبھل جائے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" مہر نے مناہل کے جھکے چہرے کو دیکھ کر دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

❀......❀......❀

"ہٹیں میرے راستے سے۔" وہ دروازے میں ایستادہ سعد کو دیکھ کر بولی۔

"آج تمہیں سب کچھ کلیئر کرنا ہوگا مہر نہیں تو میں کچھ کر گزروں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں جمائے بولا۔

"پلیز سعد مجھے ڈسٹرب مت کرو، میں آل ریڈی بہت ڈسٹرب ہوں۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"مجھے بتاؤ مہر آخر ایسا کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے رشتے کے

درمیان اتنی دوریاں پیدا ہوتی جارہی ہیں؟ اچھا اس رشتے کو ایک طرف رکھ کر دوست سمجھ کر ہی سب کچھ شیئر کرلو مجھ سے۔" وہ نرم انداز میں بولا تو مہر نے اپنی نم آنکھیں اس پر ٹکادیں۔

"وہ دوستی تو ریت کے گھروندے کی طرح زمین بوس ہوگئی' سعد! مجھے تم پر بہت مان تھا' بہت اعتماد تھا لیکن تم نے تو سب کچھ ہی کرچی کرچی کرڈالا۔"

"کیا کہہ رہی ہو تم' کھل کے بات کرو مہر کیا کہنا چاہتی ہو تم؟ کس نے تمہیں اس طرح بدظن کیا ہے' مجھ سے؟" وہ کچھ بھی نہ سمجھ پایا تھا۔

"مجھے تم سے کوئی بدظن نہیں کرسکتا سعد کیونکہ میں حقیقت جان چکی ہوں صرف چند ثبوتوں کی ضرورت ہے' جس دن میرے ہاتھ لگ گئے تا اس دن...... دیکھوں گی یہ تمہارے سیاسی حلیف تمہارا کتنا ساتھ دیتے ہیں۔" وہ اس کے روبرو بولی تو وہ مسکرادیا گویا سارا معاملہ سمجھ چکا ہو۔

"تم...... تم تو ساتھ دو گی نا میرا آفٹر آل ہم دونوں ایک دوسرے میں انوالو رہ چکے ہیں۔" ایک شریری مسکراہٹ سعد کے لب ورخسار پر ابھری تھی۔

"نہیں......"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں جانتی ہوں کہ جو قومیں اپنی روایات' تہذیب اور اپنی اقدار کو بھلا دیتی ہیں' تاریخ کے بے رحم صفحات انہیں حرفِ غلط کی طرح مٹادیتے ہیں' جن قوموں کے پیروں تلے زمین نہیں رہتی ان کے سروں پر تا دیر آسمان بھی قائم نہیں رہتا اور جلد ہی وہ ننگے سر رہ جاتے ہیں اور آج تم جیسے لوگوں کی وجہ سے ہم وقت کی جس گردش اور بھنور میں کھنچے جارہے ہیں تو اس بات کے محرکات صاف اور واضح ہیں کہ......" وہ رک گئی۔

"کہ...... کیا......؟"

"کہ تمہاری جگہ میرا سگا باپ بھی ہوتا تو میں اس کی عزت بھی نہ کرتی تم تو صرف ایک کزن ہو جس سے کبھی دل کا رشتہ تھا۔" وہ کہتے تو زنظروں سے اس کی طرف دیکھتی اپنا ہی دل اپنے پاؤں تلے کچلتی آفس سے باہر نکل گئی یہ دیکھے بغیر کہ سعد ایک دم پرسکون ہوگیا تھا۔

❁...... ❁...... ❁

"بہت خوب صورت ہے میرا وطن...... بے مثل بے نظیر اس کے کھیت سونا اگاتے ہیں اور پانیوں میں چاندی بہتی ہے۔ اس کے پہاڑوں پر برف کی پریاں اترتی ہیں اور اس کے دامن میں معدنی خزانوں کے ڈھیر اور...... اور......"

"بس کرو مہر! ختم ہوگیا ہے سب کچھ' پانیوں میں خون کی آمیزش شامل ہوگئی ہے اور پہاڑوں پر لاشوں کے انبار لگے ہیں اس کے دامن میں قبروں کے ڈھیروں اور ماتھے پر سفید پٹیاں بندھی ہیں' اتنے خوفناک ماحول کو اتنی خوب صورتی چیزوں سے تشبیہہ مت دو۔" وہ ایک دم ہی چلایا تو اس نے خاموش نظروں سے اس کی طرف چند لمحے دیکھا۔

"تو کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" مہر نے چائے پر نظریں جمائے اس سے پوچھا۔

"کبھی تم سے بھی کسی نے یہ سوال کیا تھا مہر۔" تابش نے ایک اور چوٹ کی۔

"ہوں......" مہر نے جھکا سر اٹھا کر جواب دیا تھا۔

"کیا آج بھی تم اسے قصوروار سمجھتی ہو۔"

"یہ سوال کرنے کا مقصد؟"

"ہمارا ساتھ قدرت کو منظور ہی نہیں تھا تابش!" وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"سعد نے اپنی شہادت سے قبل مجھ سے جو آخری گفتگو کی تھی صرف اور صرف تمہارے متعلق تھی۔"

"سیٹ ہوگئی تمہاری؟" لاؤنج میں داخل ہوتے غلام شبیر بولے۔

"کل کنفرم ہوگی۔" وہ چائے کا کپ لبوں سے ہٹا کر بولا۔

"مہر تم تیار ہو بیٹا تو پھر میں تمہیں صبا کی طرف چھوڑ دوں' مجھے شام کو اسلام آباد جانا ہے۔"

"جی چاچو میری پیکنگ مکمل ہے۔" تابش نے مہر کی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"پیکنگ...... کیا تم کہیں جارہی ہو۔" اس کا انداز طنزیہ تھا۔

"ہوں لیکن تمہاری طرح اپنے لوگوں کے دکھوں سے منہ موڑ کر نہیں جارہی بلکہ اپنے لفظوں میں ان کے زخموں پر مرہم رکھنے جارہی ہوں کیونکہ میرے اختیار میں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" اس سے قبل کہ تابش کچھ بولتا کوثر بانو ان کی طرف آگئیں۔

"مہر کھانا کھا کر جانا۔"

"نہیں چچی امی کھانا صبا کی طرف ہی کھاؤں گی' آپ دعا کیجیے گا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں۔" اس نے اپنی نظریں تابش پر جما کر بات مکمل کی تھی' تابش وہاں رکا نہیں۔

"ان شاء اللہ میرا خیال تھا تم اسے سمجھاؤ گی تو یہ سمجھ جائے گا لیکن......" وہ خاموش ہوگئیں۔

"میں نہیں جانتی اس کے جانے کی وجہ کیا ہے لیکن وہ نہ تو اپنے ساتھ اچھا کررہا ہے اور نہ ہی ہمارے ساتھ۔"

"بس بیٹا کیا کہوں میں اسے......" کوثر بانو کے لب سل گئے تھے کہ ایک ہی بیٹا اور وہ بھی اپنی ضد کا پکا۔

"واپس کب آؤ گی۔" غلام شبیر نے ان کا دھیان اس سے ہٹانا چاہا۔

"روزے ان شاء اللہ گھر ہی آ کر رکھوں گی۔"

"مطلب ایک ہفتے تک واپسی ہوجائے گی۔"

"میں جاؤں اب......"

"جاؤ بیٹا! اللہ تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے آمین۔" وہ ان کی دعائیں لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

❁...... ❁...... ❁

میجر (ریٹائرڈ) محمد حفیظ کے تین بیٹے تھے بڑا بیٹا غلام شبیر' چھوٹا غلام رفیق اور سب سے چھوٹا غلام رسول...... غلام شبیر فوج میں ہی کمشنڈ بھرتی ہوا تھا لیکن ایک حادثے میں دایاں بازو مفلوج ہونے کی وجہ سے انہیں جلد ہی آرمی کو چھوڑنا پڑا' ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا لخت جگر تابش بھی آرمڈ فورسز جوائن کرے' تابش نے ان کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے آرمی جوائن کرنے کا فیصلہ کیا اس نے امتحان بھی پاس کیا اور کال لیٹر بھی وصول کیا لیکن پھر خود ہی اپنے فیصلے سے منحرف ہوگیا۔ غلام رفیق کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں' بڑا بیٹا سعد رفیق پھر سمیع رفیق اور پھر سب سے چھوٹا سفیان رفیق جب کہ بیٹی مناہل سمیع سے صرف ایک سال چھوٹی تھی اور سحر سب بہن بھائیوں سے بڑی۔ میجر محمد حفیظ نے اپنی زندگی میں ہی تینوں بیٹوں کو جائیداد سے ان کا حصہ الگ الگ دے دیا جب کہ وہ تینوں ایک ہی گھر کے مختلف پورشنز میں مقیم تھے غلام رسول کی وفات کے بعد ان کی بیگم اور دو سالہ بیٹی کی ذمہ داری از خود ہی غلام شبیر نے اٹھالی تھی مہر ابھی چار سال کی تھی کہ اس کی والدہ بھی ہارٹ اٹیک سے اگلی دنیا سدھار گئیں' جس سے مہر کی تمام تر ذمہ داری شبیر صاحب نے لے لی۔

سحر کی شادی اپنے خالہ زاد فیضان سے ہوئی تھی جبکہ سعد اور مہر کی منگنی دونوں کی مرضی سے ہوئی۔ مناہل تابش کو پسند کرتی تھی جب کہ تابش اس پسندیدگی سے یکسر لاعلم تھا سعد سی ایس ایس کا امتحان پاس کرکے ایک اچھی پوسٹ پر فائز تھا' سمیع اور تابش دونوں کا کال لیٹر پاک آرمی کی طرف سے مل چکے تھے۔ سفیان ابھی انٹر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ مناہل ایم بی اے کے فائنل ائیر میں جب کہ مہر آئی ایس آئی کی ایک برانچ سے کمیٹڈ تھی۔ سعد اور مہر کے درمیان چند وجوہات کی وجہ سے دوریاں بڑھتی جارہی تھیں۔

❁...... ❁...... ❁

"دیکھو مہر۔"

"نہیں سعد آج تم کچھ نہیں بولو گے صرف میری سنو گے کیونکہ کل تمہیں اپنی جاب پر واپس چلے جانا ہے اور اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ ہماری ملاقات ہو یا نہ ہو۔" مہر نے درشتگی سے اس کی بات کاٹی تو سعد نے دکھ بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو...... تو کیا تم...... علیحدگی کا فیصلہ کرچکی ہو مہر؟"

"یہ فیصلہ میں نے نہیں کیا ہے سعد! تم جانتے ہو میں نے تمہیں دل کی مسند پر کسی راجہ کی طرح بٹھائے رکھا ہے لیکن تمہارے متعلق انویسٹی گیشن کے دوران میرے محکمے کو جو معلومات ملی ہیں انہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے مسٹر سعد رفیق تمہاری محبت کا بت گر کر پاش پاش ہوگیا ہے' مجھے ایسے کسی شخص کو اپنا ہم سفر نہیں چننا سعد جو اپنی مٹی اپنے وطن سے غداری کا مرتکب ہو تم......" اس کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹک گیا تھا وہ خاموش ہوگئی۔

"تم سے میرا جو بھی تعلق ہے مہر وہ اپنی جگہ پر لیکن یقین مانو اس مٹی سے میرا رشتہ نہ تو کبھی کمزور ہوسکتا ہے اور نہ ہی میں کبھی اس سے غداری کا سوچ سکتا ہوں۔" وہ مضبوط اور اٹل لہجے میں بولا تو مہر استہزائیہ انداز سے بولی۔

"تو پھر یہ سب کچھ کیا ہے سعد۔" اس نے ایک فائل الماری سے نکال کر اس کے سامنے پٹخی وہ مسکرادیا۔

"جانتا تھا تم ایسا ہی کوئی ثبوت میرے سامنے لاؤ گی۔ تم جانتی ہو مہر مجھے اپنی ذات کبھی بھی اس دھرتی سے مقدم نہیں

رہی میں نے ہمیشہ ہر بات میں اس کی محبت کے پہلو کو مدنظر رکھا ہے...... اور یہ فائل" اس نے فائل ہاتھ میں پکڑ کر لہرائی۔

"یہ فائل جو کہہ رہی ہے وہ غلط بھی نہیں ہے مگر یہ سب ایک کھیل ہے چند ہفتوں یا چند لمحوں کا کھیل کہ میں اپنے لوگوں کا کچھ بھلا کرسکوں۔"

"جانتی تھی تم یہی کہو گے کسی کہانی کی طرح آخر میں تم محب وطن نکلو گے ایسا محب وطن جو نقاب پہن کر کالی بھیڑوں کو بے نقاب کرنے ان میں گھسا ہوتا ہے لیکن میں کیا کروں مجھے کسی طرح تسلی نہیں ہوتی۔" وہ سر پکڑ کر وہیں بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

"تم اندھیرے میں تیر چلا رہی ہو مہر تمہارے ڈیپارٹمنٹ تک پہنچنے والے ثبوتوں کو میں جھٹلا نہیں سکتا لیکن حقیقت وہی ہے جو میں بیان کررہا ہوں پھر بھی تمہیں یقین نہ آئے تو چند دن صبر کرلو۔" وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو سعد جو تم کہہ رہے ہو وہی سچ ہو۔" اس نے دل میں بڑھتے اندھیرے سے گھبرا کر امید کا ایک دیا روشن رکھنا چاہا۔ سعد نے چند لمحے اس کی طرف دیکھا پھر فائل اس کے پاس رکھی اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔

❀......❀......❀
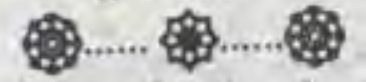
"ہوگئی تمہاری واپسی۔" تابش نے مہر کو لاؤنج میں داخل ہوتا دیکھ کر سوال داغا۔

"جی بالکل تم یہیں ہو ابھی تک۔" وہ اپنا بیگ صوفے پر رکھتے ہوئے بولی۔

"کتنے لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھ کر آئی ہو۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"یہ میرا اور میرے لوگوں کا معاملہ ہے تم گئے کیوں نہیں۔" اس نے اس کے سوال کو نظر انداز کرکے اپنا سوال داغا۔

"رمضان کے وسط میں جاؤں گا ان شاء اللہ روزہ رکھا ہے تم نے یا تمہارے ابلتے دماغ کے لیے کچھ لاؤں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"روزہ ہے میرا الحمدللہ۔" وہ غصے سے بولی۔

"وہ مجھے تم سے ایک کام تھا بس تمہارا انتظار ہی کررہا تھا۔" وہ خوشامد پر اترا تھا۔

"بولو......" اس نے ناک پر بیٹھی مکھی کی طرح اس کی خوشامد کو نظر انداز کیا۔

"مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ یہاں کوئی ہے جو میری محبت میں پور پور ڈوبا ہوا ہے تو سوچا تم سے شیئر کرلوں۔" اس نے لاؤنج میں داخل ہوتی مناہل کو دیکھ کر آواز دھیمی کی۔

"تم کب آئیں......؟" مناہل اسے گلے لگاتے ہوئے بولی۔

"بس ابھی ابھی' چچی امی کہاں ہیں؟"

"کچن میں افطاری کی تیاری کررہی ہیں۔" مناہل اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"ہوں چلو پھر ہم دونوں بھی وہیں چلتی ہیں۔" مہر نے تابش کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے مناہل سے کہا۔

"نہیں تم آرام کرو میں ہوں کچن میں چچی امی کے ساتھ۔ تم اتنا لمبا سفر کرکے آئی ہو روزے کے ساتھ تو......" مناہل نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر واپس بٹھا دیا اور خود دوبارہ کچن کی طرف چلی گئی۔

"اب بکواس کرو جو تم کررہے تھے۔" مہر نے تابش کی چھوڑی ہوئی بات کو دوبارہ پکڑا۔

"آئی لو یو مہر۔" تیر کمان سے نکل چکا تھا مہر نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ...... یہ کیا...... یہ کیا کہہ رہے ہو تابش۔" وہ ہکلائی۔

"وہی جو تم نے سنا ہے میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور جانے سے پہلے یہ تسلی لے کر جانا چاہتا ہوں کہ تم صرف میری ہو جب میں لوٹوں گا تو تم میرا انتظار کررہی ہوگی۔"

"یہ ناممکن ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ناممکن سے نا کا لفظ ہٹا کر تو دیکھو مہر!"

"اور اگر میں کہوں کہ یہی جملہ تم اپنی ذات پر لاگو کرو تو......" مہر نے دوسرے لفظوں میں اسی کا کہا جملہ اسی کو لوٹایا تھا۔

"تم ایسا مت کہو مہر! مجھے چند ماہ یا چند سال اس مٹی سے دور جانے دو پھر میں لوٹ آؤں گا۔" اس نے ایک بودی سی دلیل دی تو مہر کو بھی تپ چڑھی۔

"تم مجھ سے ایک نیا رشتہ جوڑ کر جانا چاہتے ہو یہ جانتے ہوئے کہ تم واپس نہیں لوٹو گے میں ساری زندگی انتظار کی سولی پر لٹکی رہوں اور کسی کی بددعاؤں کا مرکز الگ ٹھہروں۔" مہر نے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

"کس کی بددعاؤں کا......؟" وہ اچنبھے کا شکار ہوا۔

"مناہل کی بددعاؤں کا...... کیا تم نہیں جانتے کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے آج سے نہیں بچپن سے۔" اس کی بات سن کر بھی تابش پرسکون رہا۔

"جانتا ہوں' آج سے نہیں کئی سالوں سے جانتا ہوں۔" اب کی بار حیران ہونے کی باری مہر کی تھی۔

"کیا...... کیا کہا تم نے تابش! تم جانتے ہو تو پھر...... تو آخر یہ سب کیوں کررہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں آج سے نہیں کئی سالوں سے کرتا ہوں اگر چپ تھا تو سعد کی وجہ سے اور اب جب کہ سعد ہی نہیں رہا اور مجھے بھی یہاں سے دور چلے جانا ہے تو سوچا قسمت آزمانے میں کیا حرج ہے ہوسکتا ہے تمہیں خدا نے میرے لیے ہی بنایا ہو۔"

"اور مناہل......" مہر کے لبوں سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔

"مناہل کا رشتہ خالہ سعدیہ کے فاران کے ساتھ طے ہوچکا ہے اور عنقریب وہ لوگ رسم کے لیے آرہے ہیں۔" اس نے بم کا دھماکہ کیا۔

"یہ...... یہ کیسے ممکن ہے وہ تو تمہارے بغیر......" وہ چپ ہوئی گویا لب سل سے گئے تھے۔

"مہر آپا! چچی امی کہہ رہی ہیں فریش ہوجائیں افطاری میں تھوڑا وقت ہی رہتا ہے۔" سفیان نے اندر آکر مہر سے کہا۔

"ہوں......" اس نے صرف ہوں کہنے پر اکتفا کیا۔

"اور آپ کو بھی سمیع بھائی اپنے روم میں بلا رہے ہیں۔" اس نے تابش کو سمیع کا پیغام دیا تو تابش اس کے ساتھ چل دیا جب کہ مہر اب تک کشمکش و شش و پنج کی کیفیت میں تھی کہ اس کے دو ہفتے باہر گزارنے کے دوران اتنا کچھ ہوگیا اور اسے کچھ خبر ہی نہ تھی۔

❀......❀......❀

خون جمہور میں بھیگے ہوئے پرچم لے کر
مجھ سے افراد کی شاہی نے وفا مانگی ہے
صبح کے نور پر تعزیر لگانے کے لیے
شب کی سنگین سیاہی نے وفا مانگی ہے
اور یہ چاہا ہے کہ میں قافلہ آدم کو
ٹوکنے والی نگاہوں کا مددگار بنوں
جس تصور سے چراغاں ہے سحر جادۂ زیست
اس تصور کی ہزیمت کا گناہ گار بنوں
ظلم پرورد قوانین کے ایوانوں سے
بیڑیاں تکتی ہیں زنجیر صدا دیتی ہے
طاق تادیب سے انصاف کے بت گھورتے ہیں
مسند عدل سے شمشیر صدا دیتی ہے
لیکن اے عظمتِ انسان کے سنہرے خوابو
میں کسی تاج کی سطوت کا پرستار نہیں
میرے افکار کا عنوانِ ارادت تم ہو
میں تمہارا ہوں لٹیروں کا وفادار نہیں......!
میں تمہارا ہوں لٹیروں کا وفادار نہیں......!
میں تمہارا ہوں لٹیروں کا وفادار نہیں......!

ایک ہی جملے پر اتنا زور اس نے پیغام پڑھا اور موبائل سائیڈ پر رکھ دیا' پیغام کی مخصوص ٹون دوبارہ بجی تھی اس نے موبائل اٹھایا۔

"دعا کرنا کہ تمہاری اور اس وطن کی نظروں میں سرخرو ہوجاؤں۔" صرف ایک جملہ اس کے دل کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کرگیا تھا۔ اس نے جلدی سے چند اہم امور نمٹائے اور گھر کا رخ کیا' دروازے پر اس کا پہلا سامنا سحر آپی سے ہوا تھا۔

"کیا ہوا مہر! خیریت تو ہے؟" اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں کسی انہونی کا پتا دے رہی تھیں۔

"جج...... جی...... وہ سعد......؟"

"کیا ہوا سعد کو...... کہاں ہے وہ؟" انہوں نے اسے دونوں کاندھوں سے تھام کر پوچھا تو اس نے ساری بات دھیمی آواز میں بتادی' سحر آپی بھی سارا معاملہ جان کر ازحد پریشان ہوگئی تھیں۔

"آپ دعا کریں کہ سعد سرخرو لوٹے۔" وہ ایک جملہ دلاسے کی صورت ان کے حوالے کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ جلدی جلدی چند اہم فائلز کو کمپیوٹر سے ری اوپن کیا سارا ڈیٹا چیک کیا اور اپنے ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیا' تھوڑی دیر میں اسے ڈرائیور مع گاڑی لینے آچکا تھا اس نے اپنی تیاری مکمل کرلی تھی۔

❀......❀......❀

رمضان اپنی برکتوں کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے اختتام کی طرف جارہا تھا گھر میں تابش کے باہر جانے کی وجہ سے سب پریشان تھے۔ غلام شبیر صاحب کو چپ سی لگ گئی تھی کوثر بانو بھی بہت کم بچوں کے پاس بیٹھتیں زیادہ وقت کچن میں ہی لگی رہتیں

اور منا ہل بھی اپنا سارا وقت کوثر بانو کے ساتھ گزار دیتی۔ مہر اور تابش میں بات نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی سفیان اپنی پڑھائی میں مصروف تھا جب کہ سمیع نے چند کورسز کے لیے ایک اچھی لوکل یونیورسٹی جوائن کرلی تھی سب کی چپ اس دن ٹوٹی جب تابش نے آ کر بتایا کہ اس کا ویزہ ایکسیپٹ ہوگیا ہے اسے صرف اب سیٹ بک کروانی تھی۔ اس دن مہر عشاء کی نماز اور تراویح پڑھ کر فارغ ہوئی تو سب مرد مسجد سے واپس آ گئے‘ سب نے چائے کی فرمائش کی اور وہ چائے بنانے کچن میں چل دی‘ تابش بھی اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا۔

"میں نے تم سے کچھ کہا تھا مہر......!"

"میں تمہیں جواب دے چکی ہوں تابش!" اس نے چائے کے لیے پانی چولہے پر رکھا اور خود فریج کی طرف بڑھی۔

"تمہیں کسی نہ کسی کے ساتھ شادی کرنی ہے نا مہر!"

"بالکل...... لیکن وہ کسی تم نہیں ہوسکتے۔" اس نے اسی کے انداز میں جواب لوٹایا۔

"کیوں......؟" وہ چلایا۔

"آہستہ مسٹر تابش! میں تمہیں کسی قسم کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"

"لیکن میں جواب لینا چاہوں گا مہر اور وہ بھی ہاں میں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"اچھی زبردستی ہے......"

"زبردستی نہیں ایک چھوٹی سی خواہش ہے اگر تم پوری کرسکو تو......" اس کو جلد ہی اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

"تم جو سب کی خواہشات کو ملیامیٹ کرکے اپنی ایک خواہش کے پیچھے بھاگ رہے ہو‘ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تمہاری کوئی خواہش پوری کروں گی۔" مہر نے ابلتے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے اسے ایک بار پھر احساس دلانا چاہا۔

"کہا تو ہے کہ لوٹ آؤں گا‘ صرف تم حامی تو بھرو۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"تم ایک بار چلے گئے تو کبھی نہیں لوٹو گے تابش کیونکہ تم امید سے رشتہ توڑ کے جا رہے ہو‘ یہ سمجھے بغیر کہ یہ دھرتی‘ یہ مٹی تمہاری اپنی ہے اس نے تمہیں شعور دیا ہے‘ آگہی دی ہے۔ ہم سب نے تمہاری ذات سے متعلق چند خواب دیکھے تھے۔ چچی امی نے‘ چچا ابا نے‘ لیکن تم تو سب سے ہی رخ موڑ کے جا رہے ہو۔ اس دھرتی اس مٹی کا مت سوچو تابش شبیر اس باپ کا ہی سوچ لو جس نے تمہیں انگلی پکڑ کے چلنا سکھایا جس نے اپنے بوسیدہ ہوتے خوابوں کو تمہاری آنکھوں میں سجایا کہ تم انہیں پورا کرو گے لیکن تم...... تم کیا کر رہے ہو‘ اتنی اچھی جاب قسمت والوں کو ملا کرتی ہے ابھی بھی سوچ لو تابش وقت ہے۔ ان خوابوں کو زندہ درگور مت کرو انہیں جلا بخش دو۔"

"وہ خواب زندہ درگور ہوگئے مہر! بوسیدہ ہوگئے سارے۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"نہیں تابش......!" اس نے چائے کے نیچے برنر کم کیا اور کرسی پر بیٹھے تابش کی طرف بڑھی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اپنا ہاتھ نرمی سے اس کے ہاتھ پر رکھا پھر دھیرے سے بولی۔

"ہمیں ان خوابوں کو بوسیدہ نہیں ہونے دینا تابش! ہم اتنے برے حالات کے باوجود بھی اس وطن کی سلامتی‘ اس کی ترقی کے خواب چھن چھن کراپنی آنکھوں میں بسائے پھر رہے ہیں۔ ہم نے کوئی ناقابل تعبیر خواب نہیں دیکھا‘ ہم تو صرف اس وطن عزیز کی سلامتی کی خیر چاہتے ہیں۔ ہلالی پرچم کی کی سلامتی کہ قوم...... قوم بن کر ابھرے نہ کہ ہجوم بن کر کوئی رہزن‘ کوئی لٹیرا میلی آنکھ سے اس کی طرف نہ دیکھے۔"

"ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی مہر! یہ وطن جو کبھی امن کا گہوارا تھا اب اپنوں کے لیے مقتل گاہ بن چکا ہے یہاں لوگ اپنوں سے بچھڑ کر انتظار کی سولی پر لٹک جاتے ہیں۔ یہاں کی راتیں اندھیری اور صبحیں بے نور ہوگئی ہیں‘ ظلم و بربریت کا بازار گرم ہے تو عدل و انصاف کی کمی......" آنسو ٹپ ٹپ مہر کے ہاتھ پر گرے تھے۔

"میں اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا‘ نہ ہی ابا کے خوابوں کو تہہ تیغ کرنا چاہتا ہوں لیکن میں کیا کروں مہر! سعد بھی تو اسے چھوڑ کر چلا گیا نا......" بالآخر اس نے اپنے جانے کی وجہ بیان کردی‘ مہر نے ایک لمبی سانس کھینچی۔

"سعد نے تو جانے میں بہت جلدی کی تابش! مجھے معافی مانگنے کا موقع بھی نہ دیا۔" وہ سرخ آنکھوں سے بولی۔

"تم چائے لے آؤ ابل ابل کر کم ہوجائے گی‘ ہم صبح بات کریں گے۔" وہ اپنی لہو ہوتی آنکھوں کو رگڑتا کچن سے باہر نکل گیا تو مہر بھی ایک لمبی سانس کھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی وہ ایک نئی فیصلہ کرکے پرسکون ہوچکی تھی۔

❀......❀......❀

وہ جب وہاں پہنچی تو میجر جمیل اور انسپکٹر سعد ایک دوسرے کے مدمقابل ایک دوسرے پر پسٹل تانے کھڑے تھے۔ مہر کو وہاں دیکھ کر سعد بے یقین ہوا تھا۔

"تم...... تم یہاں کیوں آئی ہو مہر؟" سعد چیخا تھا۔

"اسے میں نے بلایا ہے انسپکٹر سعد تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ تم بولو انسپکٹر کہ فارن ڈیپارٹمنٹ کی ٹیکنیکل فائل کس نے غائب کروائی تھی۔" میجر جمیل خبیثانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو مہر کا دل چاہا اس کا منہ نوچ لے۔

"مہر یہ جھوٹ بول رہا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ مجھے پھانس رہا ہے۔" سعد آہستہ لیکن مدلل انداز میں چلایا۔

"میں جانتی ہوں سعد کیونکہ وہ فائل میجر جمیل اپنے لاک اپ میں رکھتے ہوئے یہ بھول گیا تھا کہ اس کے لاک اپ کی چابی اس کے بیڈ روم کی سائیڈ ٹیبل میں پڑی ہوتی ہے۔" میجر جمیل نے پھٹی نگاہوں سے مہر کی طرف دیکھا۔

"تو تم سب کچھ جانتی ہو۔"

"نہیں سب کچھ نہیں صرف اتنا کہ تمہارے پیچھے کھڑے تمہارے تینوں گارڈز تم پر ہی بندوقیں تانے کھڑے ہیں۔" میجر جمیل نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا اور یہی اس کی غلطی تھی کیپٹن مہر نے ایک ہی جست میں فلائنگ کک اس کے پستول تانے ہاتھ پر لگائی تھی پستول ہوا میں اچھلی جب تک مہر خود کو سنبھالتی پسٹل میجر جمیل کے ہاتھوں میں دوبارہ آچکی تھی اور اس کے ہاتھ میں دبی پسٹل نے آگ کے شعلے اگلنے میں ذرا دیر نہ لگائی تھی‘ سعد اپنے مشن میں سرخرو ٹھہرا تھا کیونکہ اس نے مہر کو جو میسج بھیجا تھا کوڈ ورڈ میں اس جگہ کی نشاندہی تھی جہاں وہ سب اس وقت موجود تھے۔ جمیل کو گرفتار کرلیا گیا تھا جب کہ انسپکٹر سعد کو پورے اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا تھا۔

❀......❀......❀

"مہر بیٹا اگر آپ فارغ ہو تو ایک کپ چائے مل سکتی ہے۔" رات کے گیارہ بجے وہ اپنے کام میں مصروف کمپیوٹر پر نظریں جمائے بیٹھی تھی جب غلام شبیر صاحب کی آواز سے آئی۔

"جی چچا ابو میں ابھی لائی‘ آپ چلیں۔" اس نے ایک کلک سے کمپیوٹر کا پاس ورڈ لگایا۔

"تم لے کر آؤ میں یہیں تمہارے اسٹڈی روم میں بیٹھا ہوں۔" وہ جی اچھا کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئی جب تک وہ چائے بنا کر لائی وہ وہیں بانو قدسیہ کی راجا گدھ پکڑے بیٹھے تھے۔

"چچا ابو آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں۔" وہ چائے کا کپ انہیں پکڑانے کے بعد ان کے قدموں میں فلور کشن پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"بیٹا سمجھے ہوئے کو کیا سمجھانا۔" وہ چائے کی پیالی پرچ سے اٹھانے کے بعد بولے تو چند لمحوں تک وہ بس دیکھتی رہ گئی۔

"اسے صرف تم روک سکتی ہو مہر۔"

"مم...... میں......" اس کے لب کپکپائے۔

"ہاں تم...... جانتی ہو کیوں؟" اس نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ چائے کی ہلکی سی چسکی لینے کے بعد بولے۔

"چائے مزے کی ہے۔" وہ مسکرا دی۔ "وہ ہم سب کی بجائے تمہاری اور سعد کی زیادہ مانتا ہے شروع سے اور اب جب کہ سعد نہیں رہا تو اسے سب سے زیادہ تمہارے ریزائن نے ناامید کیا ہے۔"

"جج...... جی۔" وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتی رہ گئی۔

"ہاں! میں اس کے باہر جانے کی سب وجوہات سے واقف ہوں اس سے بحث کرکے اسے ڈانٹ کے روک بھی سکتا ہوں لیکن خاموش اس لیے ہوں کہ اگر وہ پُرامید امنگوں سے رابطہ رکھنا ہی نہیں چاہتا‘ میری آنکھوں میں بسے خوابوں کو جلا نہیں بخش سکتا تو پھر میں خود کو اس کی نظروں میں معتوب کیوں ٹھہراؤں۔" اس کا جوائننگ لیٹر مجھے کس طرح خون کے آنسو رلاتا ہے یہ میرے دل سے کوئی نہیں پوچھتا۔ چودہ اگست کو اسے کاکول اکیڈمی جوائن کرنی ہے جب کہ بارہ اگست کی سیٹ وہ کنفرم کروا چکا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میرے احساس کے تمام جذبے دل کے اس شور میں‘ ذات کی اس گھٹن میں صرف تابش کے لیے ہیں۔" ان کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔

"چچا ابو آپ...... آپ روک لیں اسے اگر پیار سے نہ سمجھے تو زبردستی کریں آپ حق رکھتے ہیں اس پر۔"

"خزاؤں کے مارے بہاروں کے پیامبر کب بن سکتے ہیں مہر وہ سب جانتا ہے ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے وہ۔ تو بھلا اس سے جدائی کیونکر ممکن ہے‘ تم تو جانتی ہو کہ بچھڑنے کا عمل کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن بھلا مجھ سے زیادہ کس طرح جان سکتی ہو کہ دو جوان بھائیوں سے جدائی پھر بیٹوں سے

عزیز تر بھتیجا...... بس تقدیر کے فیصلوں سے انحراف کسی طور ممکن ہی نہیں۔" مہر نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ دیئے۔

"ہم ایک آخری کوشش ضرور کریں گے چچا ابو......"

"ہوں......" وہ ایک لمبی سانس لینے کے بعد بولے۔

❀...... ❀...... ❀

"یہ سب کیا ہے مہر!" وہ کچن میں افطاری کے لیے سموسے فرائی کر رہی تھی جب تابش نے اسے پیچھے سے آ کر پکارا تھا۔

"کیا......؟" وہ جانتے بوجھتے بھی انجان بنی۔

"یہی کہ تم نے ابا سے میرے بجائے سمیع کا نام لیا ہے؟" وہ دانتوں کو کچکچاتے ہوئے بولا۔

"تو اس میں حرج کیا ہے تابش! تم تو باہر جا رہے ہو جب کہ میں کسی صورت چچا ابا اور چچی امی کو اکیلا چھوڑ کر کہیں اور جانا نہیں چاہتی اس لیے سمیع کا نام لے دیا تا کہ سدا اس پاک سر زمین اور اپنے پیارے رشتوں کی کشادہ آغوش میں رہوں۔" وہ تیل سے سموسے باہر نکال کر پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی۔

"اور جو تم نے کہا تھا کہ تم سعد کے بجائے کسی اور کا ساتھ کبھی نہیں...... وہ سب کیا تھا مہر۔" وہ آہستہ سے دھاڑا۔

"تم دل کی باتیں کیسے جان سکتے ہو کہ تمہارے پاس تو یہ احساس ہی نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں کہہ دو کہ میں ہر احساس سے عاری ہوں۔" وہ چیخا۔

"ہاں ہو تم ہر احساس سے عاری...... تمہیں اپنی محبت اور اپنی محبت کا احساس دکھائی دیتا ہے اور کسی کی آنکھوں میں جھلملاتے خواب نظر نہیں آتے مسٹر تابش تمہیں ہاتھوں کی پوروں پر چمکتے وہ آنسو دکھائی کیوں نہیں دیتے تابش شبیر جو پلکوں کی دہلیز سے ٹھوکر کھا کر کسی نے تنہائی کے لمحوں میں چنے ہوں۔ کیا تم خود سے جڑے رشتوں سے اتنے ہی بیگانہ ہو گئے ہو۔" کچن میں داخل ہوتی مناہل اس کی بات سن کر ٹھٹکی تھی۔

"تم مت بولو درمیان میں؟" وہ اسی کے انداز میں بولا۔

"کیوں...... کیوں نہ بولوں میں، تم بے حس ہو گے میں نہیں ہوں، نہیں دیکھ سکتی میں چچا ابا کی آنکھوں میں آنسو۔" وہ رو پڑی تھی۔

"زندہ ہوں ابھی میں مر نہیں گیا جو ہر شخص میرے لیے آنسو بہا رہا ہے۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخا تو مہر کو درمیان میں بولنا پڑا۔

"بس کرو تم دونوں، مناہل تم چل کے ٹیبل سیٹ کرو مہمان آنے والے ہوں گے۔" اس نے مناہل کو بہلا کر وہاں سے بھیجا۔

"تم اسے تنگ مت کرو، جانتے نہیں ہو کیا کہ وہ آج کتنی ڈسٹرب ہے۔" وہ دانت چبا کر بولی تو وہ دروازے کو ٹھوکر مار کر باہر نکل گیا۔

"یا اللہ کیا ہوگا، اب تو ان سب کو نیک ہدایت دے۔" وہ دل ہی دل میں دعا مانگتے ہوئے بولی پھر جلدی جلدی برتن نکالنے لگی کہ مناہل کے سسرال والے افطاری پر پہنچنے ہی والے تھے۔

❀...... ❀...... ❀

نہ سہہ سکے جب مسافتوں کے عذاب سارے
تو میری آنکھوں سے کوچ کر گئے خواب سارے

وہ کب سے چھت پر اکیلا کھڑا چاند تلاش کر رہا تھا۔ نہ جانے چاند تلاش کر بھی رہا تھا یا آسمان کی وسعتوں میں کچھ اور...... وہ اس وقت چونکا جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا تھا۔

"چاند رات مبارک ہو تابش۔" سمیع کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی تھی، کتنے دنوں سے اس نے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔

"تمہیں بھی......" اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنس گیا تھا وہ بے اختیار سمیع کے گلے لگا تھا۔

"یہ سب لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں سمیع......" وہ بمشکل چند لفظ ہی ادا کر پایا۔

"تم فکر مند مت ہو آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جب تم لوٹو گے تو حالات یکسر مختلف ہوں گے۔" سمیع نے اسے محبت بھری تسلی دی تو وہ مسکرا دیا۔

"ہوں! میں جانتا ہوں واقعی ایسا ہی ہوگا اور اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

"تو پھر نیچے چلیں سب لوگ گاڑی میں بیٹھے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میرا انتظار......" وہ حیران ہوا۔

"بھول گئے کیا کہ سب کی شاپنگ ادھوری ہے۔" سمیع

نے اسے اطلاع دی تو وہ ہنس دیا اور اس کے ساتھ سیڑھیاں اترنے لگا۔

بازار میں چاند رات کی رونق عروج پر تھی ہر شخص کو شاپنگ کرنے کی جلدی تھی اس دفعہ ہلالی پرچم کے اسٹال بازار کی رونق کو چار چاند لگا رہے تھے کہ عید کے دو دن بعد جشن آزادی کا جوش بھی عروج پر تھا۔

"ہم میں کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے بھائی پھر بھی ہم اتنے پیچھے کیوں رہ گئے ہیں؟" شاپنگ بیگ گاڑی میں رکھتی مناہل سمیع سے بولی تھی۔

"ہم میں کسی چیز کی کمی نہیں بہنا بس ہر چیز کی فراوانی ہو گئی ہے، ہم نے رشک کے بجائے حسد کرنا شروع کر دیا ہم احسان کو نیکی سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ بدلے میں کچھ پا لینے کی تمنا کرتے ہیں اور سب سے بڑی بات ہم لوگوں نے بحیثیت قوم کے بجائے بحیثیت فرد سوچنا شروع کر دیا ہے۔" سمیع کی آواز ارض وطن کی محبت میں پور پور ڈوبی ہوئی تھی۔

"نہیں بھیا ابھی اس دھرتی پر سعد بھائی جیسے لوگ موجود ہیں جنہیں خود سے زیادہ اس مٹی سے محبت ہے جو اپنی ذات سے پہلے اس کو مقدم جانتے ہیں جن کا جینا مرنا صرف اس ماں کے لیے ہے کیونکہ ہم نے اس دھرتی کو کسی قیمتی متاع کی طرح سنبھال رکھنے کا عہد دیا تھا اور ہم اس عہد پر قائم ہیں۔" سفیان ایک ولولے سے بولا تو سمیع نے بے اختیار اسے گلے لگایا تھا مہر کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکے تھے جب کہ تابش کو نظریں چرانا مشکل ہو گیا تھا۔

"اس محبت کے دیئے کو کبھی بجھنے نہ دینا سفیان کہ اسی طرح چراغ سے چراغ جلا کر ہم آنے والی نسل کو روشن کل کی نوید دے سکیں گے۔"

"جی بھائی ان شاء اللہ!" وہ مضبوط ایقان سے بولا۔

"ان شاء اللہ!" وہ سب ایک ہی یقین سے بولے۔

"جوس چلے گا یا آئس کریم؟" سمیع نے سب کی طرف ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔

"میرا خیال ہے گھر چلیں کیونکہ کل تو عید ہے بالکل ٹائم نہیں ملے گا مجھے آج اپنی پیکنگ بھی کرنی ہے۔" تابش کی بات نے ان کے چہروں پر کھلتی مسکراہٹ کو ایک دم نوچا تھا وہ کچھ نہ بولے اور ایک ایک کر کے گاڑی میں بیٹھ گئے بہر حال وہ سب اتنا تو جان گئے تھے کہ تابش آج بھی اپنے فیصلے پر قائم تھا۔

❀...... ❀...... ❀

عید آئی اور گزر بھی گئی ایک تو سعد کی جدائی کا دکھ سب کو رلا رہا تھا پھر تابش کی ضد کہ وہ کسی کے کہنے سے نہ رکا تھا اسے جانا تھا اس لیے خاموشی سے سب کو ملے بغیر ہی چلا گیا۔

"کتنی خاموشی ہے نا گھر میں؟" مہر دونوں پاؤں صوفے پر رکھتے ہوئے بولی تو مناہل نے اس کی طرف دیکھا۔

"اندر سناٹے ہوں تو باہر کا شور اسے توڑ بھی نہیں پاتا مہر!"

"کک...... کیا مطلب؟" وہ ہکلائی۔

"تم نہیں بتاؤ گی تو کیا میں جان نہیں پاؤں گی۔" مناہل نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا تو اس نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"مم...... میں بھلا کیا چھپاؤں گی تم سے۔" اس کی آنکھیں اس کی آواز کا ساتھ نہ دے سکیں اور چھلک پڑیں۔

"آنکھیں بلاوجہ نم نہیں ہوا کرتیں مہر کوئی وجہ تو ان آنکھوں میں ساون بن کر اتری ہے نا۔"

"وہ جانے سے قبل بتا کر تو جاتا، مل کر تو جاتا۔ ہمارے روکنے کی تمام کوششیں بے سود تھیں مناہل لیکن یوں ہمارے یقین کی دھجیاں تو نہ بکھیرتا ایک الوداعی مسکراہٹ ہی دے جاتا، جاتے جاتے۔"

"ہم کون ہوتے ہیں مہر اس طرح اس سے شکوہ کرنے والے چچا ابا کو دیکھو سب سے مل رہے ہیں خوش ہیں۔" مہر نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"ان کے چہرے پر بکھرتی خوشی کے پیچھے دکھوں کا جو طوفان چھپا ہے تم سب اس سے واقف ہی نہیں ہو مناہل جوں جوں شام ڈھلے گی ان کی آنکھیں انتظار کریں گی، صدا انتظار کرتے کرتے ہی پتھرا جائیں گی۔"

"تم اتنی نا امیدی کی باتیں کیوں کر رہی ہو مہر تم تو پاک وطن کے رکھوالوں میں سے ہو اور جانتی ہو نا کہ تم لوگوں کو پہلا سبق ہی "امید زندہ ہے" کا ملتا ہے۔" مناہل نے اس کے مرے جذبوں کو زندہ رکھنا چاہا تھا۔

"امید زندہ رہتی مناہل جب تک احساس یاس کی شکل اختیار نہ کر لیتا۔ سعد کی جدائی ازل سے قدرت نے میری قسمت میں لکھی تھی کہ ہمیں دو اچھے دوستوں کی طرح رہنا تھا لیکن موت نے ہمارے درمیان قیامت تک کی جدائی

کی فصیل کھڑی کردی تو کیا اب تابش بھی......" وہ ہمت ہار بیٹھی تھی۔

"زندگی کے رنگوں سے پرامید بھی رہو اور ان سے محبت بھی کرو مہر کہ زندگی کے رنگ بہت پیارے ہیں۔" منااہل نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے محبت سے سمجھایا تو اس نے ایک لمبی سانس کھینچی۔

"ان رنگوں سے پرامید نہ ہوتی تو اپنا ریزائن واپس نہ لیتی منااہل۔"

"کیا...... کیا کہا تم نے، پھر سے کہو۔" منااہل زور سے چیخی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں کل کرنل یوسف صاحب کی کال آئی تھی تو مجھے یہی بہتر لگا۔ میں پرسوں سے جوائن کررہی ہوں دوبارہ۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی بولی تو منااہل بھی مسکرادی۔

"میں ابھی چچا ابا کو بتا کر آتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی تو مہر ہنس دی۔

"ہوں پھر جلدی آنا' پیکنگ بھی کرنی ہے۔" اٹھتی ہوئی منااہل کو مہر نے چٹکی کاٹتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

❀......❀......❀

جدائی بھری شام میں دل میں کیا حسرتیں پیدا کرتی ہیں کوئی نہیں جانتا کہ کس طرح کسی درد کی صورت فلک کی چوٹی پر جم جاتی ہیں' لیکن یہ تنہائی بھری راتیں اسی امید کے سہارے کاٹنا پڑتی ہیں کہ شاید صبح کی دہلیز شروع ہوجائے اسی امید کے سہارے وہ دوبارہ جارہی تھی چودہ اگست سے اسے دوبارہ سے جوائن کرنا تھا اس ادارے کو کہ جہاں جذبہ انسان کی امنگوں کے ترجمان ہوا کرتے ہیں جہاں تو...... میں سب کا فرق مٹ جاتا ہے جہاں صرف ہم کا لفظ لاگو ہوتا ہے' زندہ قوم کا قانون لاگو ہوتا ہے۔

وہ اس وقت کاکول اکیڈمی میں تھی کہ اسے ری جوائننگ کے لیے چند دن وہاں کورس کرنا تھا نئے کیڈٹس کی پاسنگ آؤٹ تھی' سب آگے پیچھے قدم سے قدم ملائے پرامید امنگوں سے رابطہ جوڑے چل رہے تھے کہ پاک فوج جاوداں ہے تو فوج بحر بیکراں ہے چیف آف آرمی اسٹاف نے سب نئے کیڈٹس کو پاک آرمی کا حصہ بننے پر مبارک باد دی تھی اس امید کے ساتھ کہ وہ پاک فوج کا اور پاکستان کا فخر ثابت ہوں گے اس نے نم آنکھوں سے ان کی تقریر سنی تھی وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی جب کسی نے اسے پیچھے سے پکارا تھا اسے وہم سا ہوا۔

"جشن آزادی مبارک میم۔" اس نے پیچھے مڑ کر جو منظر دیکھا تھا اسے وہم ہوا وہ پتھر کی نہ ہوجائے۔

"پاک فوج کی وردی میں ملبوس یہ شخص تابش شبیر ہی ہے مس مہر رسول!" وہ فوجی سلیوٹ پیش کرتے ہوئے بولا تو اس نے آنکھوں کو ہاتھوں سے رگڑ کر یقین کرنا چاہا۔

"یقین کرلو بیٹا!" چچا ابا نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بے اختیار ان سے لپٹ گئی۔

"مجھے یقین آگیا چچا ابا!" وہ ہنس دی۔

"گڈ! تو پھر اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔" خوب صورت فوجی ہیئر کٹنگ میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا اس کی خواہش پر مسکراتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور اپنی ہتھیلی کھول کر اس کے سامنے رکھ دی۔ تابش نے مسکرا کر اپنی پاکٹ سے نکالا ہوا چھلا اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں ڈال دیا تو وہ حیران نظروں اسے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ...... یہ کیا ہے؟"

"میرا ایمان...... میری محبت کہ شاید ہی اس دن سے بڑھ کر کوئی اور دن ہو۔" وہ مسکرایا تو اس نے حیران نظروں سے چچا ابا کی طرف دیکھا وہ بھی مسکرا رہے تھے انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تو وہ بے اختیار سر کو جھکا گئی۔

"خدا کرے یہ دن سدا تم لوگوں کی امنگوں کا ترجمان رہے' میرے بچوں خدا نہ کرے کہ جو خزاں ہمارے موسموں پر چھائی ہے' تمہارے مزاجوں پر چھائے تم لوگوں کے ہونٹوں کی کونپلیں سدا کھلتی رہیں اور ان پر سدا بہار کا موسم رہے آمین۔" چچا ابا نے دل ہی دل میں دعا مانگی تھی دور چند نوجوان کھڑے زور زور سے ملی نغمہ گارہے تھے۔

چاند روشن چمکتا ستارہ رہے
سب سے اونچا یہ جھنڈا ہمارا رہے

ان دونوں نے مل کر سبز ہلالی پرچم کو دیکھا اور ایک ساتھ سلیوٹ پیش کیا کہ زندگی کی راہیں سانجھی تھیں اور مقصد بھی ایک ہی تھا۔

عیدی

نزہت جبیں ضیاء

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

چاند دیکھا تری آنکھوں میں نہ ہونٹوں پہ شفق
ملتی جلتی ہے شب غم سے تیری دید اب کے
دل دکھا ہے نہ پہلا سا' نہ جاں تڑپی ہے
ہم ہی غافل تھے کہ آئی ہی نہیں عید اب کے

"اماں! سحری کا ٹائم نکلا جارہا ہے پلیز آجائیں' سب چیزیں ٹھنڈی ہورہی ہیں۔" عروہ تیسری بار اماں کو بلانے آئی تھی اور اماں کا وہی جواب تھا کہ مجھے سحری نہیں کرنی ایسے ہی روزہ رکھ لوں گی۔

"اماں! آخری روزہ ہے خدانخواستہ آپ کی طبیعت خراب نہ ہوجائے۔ پلیز مان جائیں میں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گی۔" وہ باقاعدہ رو پڑی تھی۔

"کیوں دماغ کھارہی ہو میرا ایک گھنٹے سے' جاؤ تم کرلو آرام سے سحری' مجھے نہیں اٹھنا اور اب مجھے تنگ کیا ناں تو اندر سے دروازہ بھی بند کرلوں گی سمجھیں؟" لہجے میں کرختگی اور دھمکی نمایاں تھی۔

"اماں...... اماں...... خدا کے لیے۔" وہ پیر پکڑنے لگی تب ہی احزاب جو دروازے پر کھڑا تھا اندر آگیا۔

"احزاب! آپ سمجھائیں ناں اماں کو۔" وہ

احزاب کی جانب بڑھی لہجے میں آنسوؤں کی لرزش تھی۔

"اماں! کیا بچوں کی طرح ضد لگا رکھی ہے آپ نے؟ چلیں اٹھیں' ٹائم نکلا جا رہا ہے جب کہہ رہے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا تو پھر؟ اور یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے' جس کا آپ اس قدر برا منا رہی ہیں کہ کھانے پینے کا بھی بائیکاٹ کر رہی ہیں۔" احزاب کے لہجے میں تلخی تھی۔

"واہ بیٹا واہ! تم کو خرابی ماں میں ہی نظر آئی' اماں ناٹک کر رہی ہے' ہے ناں؟" اماں نے طنز کا تیر احزاب کی طرف پھینکا۔ احزاب نے عروہ کی جانب دیکھا ڈر کی وجہ سے وہ کانپنے لگی تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے احزاب نے لہجے میں قدرے نرمی پیدا کی اور اماں کے قریب چلا آیا۔

"نہیں اماں! ایسی بات نہیں ہے میرا مطلب یہ ہے کہ آپ غصہ کھانے پر کیوں نکال رہی ہیں؟ چلیں اٹھیں۔" احزاب نے آگے بڑھ کر انہیں بازو سے پکڑ کر اٹھایا تو انہوں نے قہر آلود نگاہ عروہ پر ڈالی اور بنا کچھ کہے اٹھ بیٹھیں' بھلا اس عمر میں بنا سحری کے روزہ رکھ سکتی تھیں وہ؟ وہ تو بیٹا اور بہو کو بھرم بھی تو دکھانے تھے ناں۔ عروہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور جلدی سے کچن کی جانب دوڑی تاکہ اماں کے لیے جلدی سے دوبارہ سالن وغیرہ گرم کر سکے۔ اماں جب تک منہ دھو کر آئیں عروہ تمام چیزیں ریڈی کر چکی تھی۔

احزاب وقتی طور پر چپ تو ہو گیا تھا مگر اماں کا آج کا جارحانہ رویہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا انہوں نے حد کر دی تھی یوں تو جب سے عروہ شادی ہو کر آئی تھی گزشتہ چند ماہ سے اماں کا رویہ عروہ کے ساتھ قطعی اچھا نہ تھا مگر آج...... آج تو انہوں نے جس قدر تلخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھانے کا بائیکاٹ کیا۔ وہ تو عروہ تھی جو برداشت کیے جا رہی تھی اگر عروہ کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اماں کے دماغ ٹھکانے لگا دیتی۔

سحری سے فارغ ہو کر احزاب نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد چلا گیا۔ اماں اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ عروہ نے برتن دھو کر رکھے' کچن کی صفائی کی اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی احزاب کو آفس جلدی جانا ہوتا تھا' اس لیے وہ دونوں نہیں سوتے تھے' احزاب نماز سے آ کر لیٹ جاتا اور عروہ نماز سے فارغ ہو کر قرآن پاک پڑھتی۔ احزاب مسجد سے آیا تو لیٹنے کی بجائے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟" عروہ نے اس کے پُرسوچ اور پریشان چہرے کو دیکھ کر استفسار کیا۔

"ادھر آؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" احزاب نے سنجیدگی سے کہا تو عروہ نے قرآن پاک جزدان میں رکھا اور اسے شیلف پر رکھ کر اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"جی کیا ہوا؟"

"عروہ! تم آخر کس مٹی کی بنی ہو؟" احزاب نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے معصومیت سے الٹا سوال کر ڈالا۔

"عروہ! تم اماں کی کتنی زیادتیاں برداشت کرو گی...... آخر کیوں؟ کیوں کرتی ہو برداشت' احتجاج کیوں نہیں کرتی کبھی۔ جواب کیوں نہیں دیتی ہو ان کو؟ ان کی غلط بات سن کر بھی تم پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ غلط کو غلط کیوں نہیں کہتی؟ اپنے جائز حق کے لیے کیوں لب نہیں کھولتی ہو تم؟" احزاب جذباتی ہونے لگا تو اس نے نہایت نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔

"احزاب! وہ اماں ہیں ہماری' ہم نہیں سنیں گے تو کون سنے گا ان کی باتیں اور پھر بول کر وہ دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہیں' اپنا غبار دل میں نہیں رکھتیں۔ وہ دل کی بری نہیں ہیں احزاب!" اس کی مستقل مزاجی پر احزاب جھنجلا گیا۔

"حد ہوتی ہے یار! اماں پہلے تو ایسی نہ تھیں اب تو بالکل عجیب برتاؤ کرتی ہیں تمہارے ساتھ' جب سے تم اس گھر میں آئی ہو وہ بدل گئی ہیں۔ گزشتہ تین ماہ میں ایک دن بھی میں نے انہیں تمہارے ساتھ ہنس کر بات کرتے نہیں دیکھا' انہوں نے کوئی پیار کا لمحہ تمہیں نہیں

دیا' کبھی دعا' کوئی محبت کا اظہار' شفقت کچھ بھی تو نہیں دی انہوں نے تم کو۔ بھیا اور بھابی کی وجہ سے اور ان کی بیماریوں کی وجہ سے میں بھی برداشت کرتا رہا مگر آج...... آج تو انہوں نے ساری حدیں پار کر دی۔" احزاب کو آج شدید غصہ آ رہا تھا۔

"میں دیکھتا نہیں کیا؟ تم ان کی ہر بات مانتی ہو' خیال رکھتی ہو ان کا' کھانے پینے' اٹھنے' سونے' دوا' چیک اپ کروانا' کسی چیز میں کسی بات میں رتی برابر بے پروائی نہیں دکھائی ہو' ان کے کہنے سے پہلے ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتی ہو مگر...... مگر وہ ہمیشہ تم سے نالاں رہتی ہیں۔ اب اتنی سی بات کا انہوں نے ہوّا بنا دیا یہ کوئی ایسی بڑی بات کوئی قابل سزا جرم تو نہیں کیا ہم نے؟ اس گھر پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اماں کا' کیا تم اپنی مرضی سے گھر کے لیے کچھ فرمائش نہیں کر سکتیں؟ گھر کے بارے میں اچھا سوچنے کا اچھا کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں؟ بہرحال اماں کے آج کے رویے نے مجھے سچ میں بہت زیادہ ہرٹ کیا ہے' بہت دکھ ہوا ہے مجھے اور میں نے...... میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" وہ کچھ دیر کو رکا پھر گہرا سانس لے کر بولا۔

"فیصلہ...... کیسا فیصلہ؟" عروہ ایک لمحے کو کانپ گئی۔ اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں سوال تھا۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو جاناں۔" عروہ کے بجھے پڑتے چہرے کو دیکھ کر احزاب نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھامتا۔

"پھر......" اس نے پھر پوچھا۔

"میں نے سوچا ہے کہ تم کو فی الحال تمہاری امی کے گھر چھوڑ دوں کچھ دنوں میں رینٹ پر گھر لے کر ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے اور اماں کے لیے میں کل کسی ملازمہ کا بندوبست کر دوں گا کیوں کہ میں اب برداشت نہیں کر سکتا' تم میری بیوی ہو کوئی ملازمہ یا زرخرید لونڈی نہیں۔ تم برابر کی حق دار ہو گھر کے معاملات میں' مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے بہت شرمندہ ہوں تم سے کہ اماں کا رویہ ایسا ہے تمہارے ساتھ' سچ تو

روز و شب

مجھے روز و شب کی کتاب میں
کوئی ایسا حرف نہ مل سکا
جسے مثلِ گل کا خطاب دوں
جسے چاندنی سی کتاب دوں
جسے ڈھونڈ کر جسے کھوج کر
رخِ آسماں پر سجا بھی دوں
میرے خونِ دل کی نگارشیں
میری روح تک کی فشار بھی
جہاں علم و فن کی دکان پر
بڑے سستے داموں بک گئی
مجھے توڑ کر مجھے پھوڑ کر
میرے دوستوں نے جلا دیا
راہ زندگی کے غبار میں
میری راکھ تک کو اڑا دیا
مجھے پھر بھی کوئی گلہ نہیں
جو ملا نہیں سو ملا نہیں
مجھے روز و شب کی کتاب میں
کوئی ایسا حرف نہ مل سکا

تسلیم شہزادی...... کمالیہ' اسلام پور

یہ ہے کہ اماں اس قابل بھی نہیں تھیں کہ انہیں تم جیسی بہو ملتی۔ ان کے لیے تو شائستہ بھابی ہی ٹھیک تھیں۔"

"احزاب پلیز! بس بھی کر دیں' وہ ماں ہیں آپ کی۔ آپ نہ جانے کیسا الٹا سیدھا بولے جا رہے ہیں ان کے بارے میں۔ مانتی ہوں اماں زیادتی کر جاتی ہیں یہ بھی تو سوچیں ابھی تین ماہ تو ہوئے ہیں مجھے یہاں آئے ہوں' اماں کو مجھے سمجھنے میں ٹائم تو لگے گا ناں' وہ مجھے سمجھ ہی نہیں پائیں ناں ابھی اسی وجہ سے بس تھوڑی سی شاکی رہتی ہیں' میری طرف سے لیکن مجھے یقین ہے احزاب! وہ مجھے جلد سمجھ لیں گی' میری محبت میری محنت اور صبر یقیناً رنگ لائے گا اور مجھے

یقین ہے مجھے صلہ ضرور ملے گا اور وہ میری ماں کی جگہ ہیں احزاب میں تو برا نہیں مانتی ان کی باتوں کا اگر ماں بھلا برا کہے تو کیا ہم اسے چھوڑ دیں گے؟ اور پھر دیکھیں ان کو شوگر اور بلڈ پریشر کا مسئلہ الگ ہے تو کیا کوئی ملازمہ ان کا دھیان اس طرح رکھ پائے گی جس طرح ہم رکھتے ہیں۔ احزاب! وہ عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں انہیں سنبھالنا پڑے گا ان کو ہماری توجہ' محبت اور کیئر کی ضرورت ہے اور ہمیں ان کو برداشت کرنا ہے' خوش اسلوبی کے ساتھ ان کی جھنجلاہٹ' ان کا غصہ اور پلیز آئندہ آپ گھر چھوڑنے کی بات نہ کیجیے گا' جب مجھے کوئی پرابلم نہیں تو آپ کیوں خوامخواہ ٹینشن لے رہے ہیں۔ بس دعا کریں کہ میرے دل میں اماں کے لیے جتنی عقیدت احترام اور محبت ہے اس سے آدھی سہی اماں کے دل میں بھی میرے لیے محبت آ جائے۔'' آخری جملہ کہتے ہوئے عروہ کی آواز رندھ گئی۔

''عروہ! سچ میں تم انسان کے روپ میں فرشتہ صفت ہو میری جان! میں...... میں بہت خوش نصیب ہوں اور مجھ سے زیادہ خوش نصیب تو اماں ہیں کہ تم ہمارے گھر آئی ہو۔ تم کس مٹی کی بنی ہوئی عروہ تمہاری سوچ کتنی ارفع ہے تم ہر بات کو مثبت لیتی ہو' تمہارے دل میں کوئی کدورت کوئی برائی کی گنجائش بھی نہیں۔'' احزاب نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ اتنی محبت پر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

اماں جو اتفاق سے واش روم جانے کے لیے اپنے کمرے سے باہر نکلی تھیں' احزاب کے کمرے سے آتی بلند آوازوں کو سن کے رک گئیں اور جو کچھ انہوں نے عروہ کی آواز میں سنا اس نے ان کے دماغ کے بند در کھول دیئے تھے' وہ لڑکھڑا سی گئیں اور اسی طرح دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔ اپنے پلنگ پر جا کے لیٹیں تو سوچ کا زاویہ یکلخت بدل چکا تھا' دھند چھٹنے لگی تھی' انہوں نے کرب سے آنکھیں موند لیں احساسِ ندامت نے آج انہیں کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔

❁......❁......❁

احزاب اور وہاب دو بھائی تھے بڑا وہاب جو اپنی بیوی شائستہ اور ایک بیٹے صبور کے ساتھ الگ گھر میں رہتا تھا۔ جبکہ گھر میں احزاب اور اماں رہتے تھے۔ عروہ پڑھی لکھی اور سوبر فیملی سے تعلق رکھتی تھی جب اماں نے احزاب کی شادی کرنے کا سوچا تو ان کی دور پرے کی رشتہ دار نے عروہ کا رشتہ دکھایا احزاب ایک آفس میں جاب کرتا تھا۔ شریف اور پڑھا لکھا تھا اس لیے عروہ جلد ہی دلہن بن کر ان کے گھر آ گئی' یہاں آ کر اسے اندازہ ہوا کہ اس کی جٹھانی شائستہ خاصی اکھڑ مزاج اور بدتمیز خاتون ہے اور اماں بھی تیز طرار اور منہ پھٹ تھیں جب کہ احزاب بہت اچھا' نرم خو اور سمجھدار انسان تھا۔ ہفتہ بھر تو یونہی احزاب کی محبتوں کی بارش میں بھیگتے گزر گیا۔ شائستہ' وہاب اور صبور بھی اپنے گھر لوٹ گئے۔

عروہ نے گھر کا مکمل جائزہ لیا' تین کمروں اور مختصر سے برآمدے والا گھر کچھ زیادہ صاف نہیں تھا۔ اماں بے چاری تو بوڑھی اور بیمار تھیں ایک ملازمہ تھی بھلا وہ کہاں ڈھنگ سے کام کرتی۔ اس نے گھر کی صفائی کا ارادہ کیا' عروہ کو کام اسٹارٹ کرتے دیکھ کر اماں نے آواز دی۔

''عروہ! بات سنو۔''

''جی اماں!'' وہ سامنے کھڑی تھی۔

''ایک بات کان کھول کر سن لو یہاں پر ہر کام میری مرضی اور پسند کے مطابق ہوتا ہے' اس لیے کچھ بھی کرنے سے پہلے مجھ سے اجازت لینا نہیں بھولنا۔ میں اپنی مرضی کے خلاف رتی برابر بھی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی۔'' انہوں نے حاکمانہ لہجے میں اسے جتایا۔

''جی اماں! ان شاء اللہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔'' عروہ نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

چلو عروہ بیگم! اب تمہارا اصل امتحان شروع ہو گیا ہے اور تم کو ثابت قدمی اور برداشت کے ساتھ اس امتحان میں بھی پورا اترنا ہے' خوش اسلوبی سے امتحان کو کامیاب کرنا ہے۔ بقول اس کی امی جی کہ ''اچھی لڑکی وہ ہے جو اپنے سسرال میں جا کر نیک نام کمائے' کبھی بھی سسرال کے دکھڑے دوسروں کے آگے نہ روئے' اچھے سسرال میں تو سب گزارا کر لیتے ہیں' اصل لڑکی وہ ہے جو بُرے مطلب تکلیف دے سسرال میں نام پیدا کرے' اپنے عمل سے سب کے دلوں کو جیت لے' وہاں اپنے ماں باپ کا نام روشن کرے' ماں باپ کی تربیت کی تعریفیں کروائے' خدا کرے کہ تمہارا سسرال بہت بہت اچھا ہو' تمہیں بہت ساری خوشیاں ملیں' میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں' ہمیشہ آباد رہو' خوش رہو۔'' رخصتی کے وقت اماں نے بڑی محبت اور سرگوشی میں جو کچھ کہا تھا' اس بات کا ایک ایک لفظ اس کی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔ واقعی مجھے اچھی بہو بن کر دکھانا ہے' ہر قسم کے حالات کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا ہے' بنا شکایت کیے۔ اس نے گویا خود سے عہد کر لیا تھا۔

اس نے ماسی کے ساتھ مل کر سارے گھر کی تفصیلی صفائی کی' پھر اماں کے پاس چلی آئی۔

''اماں لنچ میں کیا بنے گا؟''

''فریج میں مرغی رکھی ہے کڑھائی بنا لینا۔'' اماں نے کہا۔

''جی اچھا!'' اس نے سعادت مندی سے کہتے ہوئے کچن سنبھالا تھا۔ سارا دن مصروف رہنے کے بعد شام کو احزاب کے آنے سے کچھ دیر پہلے نہا کر لیمن کلر کا ہلکا کام والا سوٹ پہنا' لمبے بالوں کو کھلا چھوڑ کر وہ چوڑیاں پہن رہی تھی تب ہی احزاب آ گیا۔ عروہ اس لمحے اتنی پیاری لگی کہ احزاب نے آ کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔

''ارے آپ آ گئے۔'' وہ قدرے چونکی پھر شرما کر بولی۔

''جی جاناں! آ گئے ہم اور آتے ہی آپ کے خوب صورت سراپے کو دیکھ کر ساری تھکن کافور ہو گئی ہے۔'' اتنی وارفتگی سے کہا کہ عروہ مزید سمٹ گئی۔

''چلیں آپ فریش ہو جائیں میں چائے بناتی ہوں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''ارے محترمہ! ہم تو آپ کو دیکھ کر ہی فریش ہو گئے۔'' وارفتگی ہنوز برقرار تھی۔

چاندراتیں

بہت سی چاندراتیں
کاٹی ہیں تیرے بن
ممکن جو ہو تو آ جاؤ کہ
نہ چاند تکنے کی ضرورت پڑے
نہ ہی عید کی خوشیاں
سونی لگیں

مدیحہ نورین...... برنالی

''بہو بیگم! مناسب سمجھو تو باہر نکل آؤ' شام ڈھلنے لگی ہے چائے کا وقت ہو چلا ہے۔'' تب ہی برآمدے سے اماں کی کرخت طنز بھری تیز آواز پر وہ گھبرا گئی۔ احزاب کو ایک ہاتھ سے دھکا دے کر دوپٹہ درست کرتی ہوئی باہر کی جانب بھاگی۔ اماں برآمدے میں تخت پر بیٹھی تھیں تیز نظروں سے گھورا تو وہ خوامخواہ ہی شرمندہ ہونے لگی اور چائے بنانے کچن میں آ گئی۔ چائے لے کر آئی تب تک احزاب بھی فریش ہو کر اماں کے پاس تخت پر آ کر بیٹھ چکے تھے۔

''لگتا ہے آج گھر پر کافی محنت کی گئی ہے' کافی اجلا اجلا دکھائی دے رہا ہے۔'' عروہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے احزاب نے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

''تو کیا اب تک تم کسی کباڑ خانے میں رہتے آئے ہو؟'' اماں کو احزاب کا یوں عروہ کی تعریف کرنے کا انداز یقیناً برا لگا تھا۔

''ارے نہیں میری پیاری اماں!'' احزاب نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ دکھایا تو ان کے چہرے کی کرختگی قدرے ماند پڑی۔

عروہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سارے گھر کی ذمہ داریاں اپنے سر لے لی تھیں' اماں بی پی اور شوگر کی مریضہ تھیں ان کی دوا اور غذا کا خاص خیال رکھتی باقاعدہ ٹائم ٹیبل بنا کر۔ اس کی باقاعدگی اور تندہی دیکھ کر اماں نے ماسی کی بھی چھٹی کر ڈالی کہ خوامخواہ پیسے کیوں ضائع کریں جب کہ کل وقتی مفت کی ملازمہ

مل گئی تھی۔

ایک بات کا عروہ خاص خیال رکھتی کہ ہر کام کرنے سے پہلے اماں کی اجازت لینا ہرگز نہ بھولتی۔ وہ اپنی طرف سے کوئی جھول رکھنا نہیں چاہتی تھی کہ کوئی کوتاہی پر اماں کا پارہ ہائی ہوجائے۔

مگر اماں بھی اماں ہی تھیں اسے سنانے اور بے عزت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتیں۔ بے کار اور غیر ضروری اسے ٹوکنا اپنا فرض سمجھتیں' احزاب دیکھتا کہ عروہ سارا سارا دن کام میں لگی رہتی ہے لیکن کبھی بھی اماں نے اس کی تعریف میں دو لفظ نہ کہے تھے' گھر ہمیشہ چمچماتا رہتا' روز کپڑے دھلے ہوئے ملتے' اماں کی بستر کی چادر جو مہینے سے پہلے نہ بدلی جاتی اب ہر ہفتے وہ چینج کرتی' کچن کی الماریاں ہر ہفتے تفصیل سے صاف کرتی۔ ایک سے ایک لذیذ کھانا بناتی' اماں کے سر میں تیل لگاتی ان کی چوٹی بناتی۔ اماں کے پیروں میں تیل کی مالش کرتی' گھٹنے دباتی۔ وہ تو میکے بھی بہت کم جاتی' جاتی بھی تو گھنٹے دو گھنٹے کے لیے کہ پیچھے اماں اکیلی رہ جاتی تھیں' مگر اماں پھر بھی اس سے مطمئن نہ رہتیں۔ ہر وقت شاکی رہتیں کسی نا کسی بات کو لے کر تنقید برائے تنقید کے عمل پر مکمل طور پر عمل پیرا رہتیں۔

''آج سالن میں نمک تیز ہے' بی پی بڑھ جائے گا میرا لے جا کر ڈال دینا خیراتی ہسپتال میں۔''

''سالن میں تری کم کیوں ہے' تیل ختم ہوگیا کیا...... یہ مرچیں کیوں بھر دیں آج...... ہمارے کھیت نہیں مرچوں کے۔ پتا ہے موٹی مرچ سے کینسر ہوجاتا ہے معدے کا؟''

''ہائے اماں! اللہ نہ کرے۔'' وہ دل ہی دل میں لرز جاتی۔

''افوہ! کسٹرڈ اتنا میٹھا کردیا تم نے' توبہ توبہ ایک چمچہ بھی نہیں کھایا گیا۔'' وہ چپ چاپ سب کچھ سنتی رہتی' پلٹ کر جواب نہ دیتی' کہتی تو بس یہ کہ ''اچھا اماں! آئندہ خیال رکھوں گی۔''

وہ کبھی بھی اماں کی کسی بات کا ذکر احزاب سے نہیں کرتی' اکیلے ہی برداشت کرجاتی' جو بات احزاب کے سامنے ہوتی وہ ہوئی مگر اس کے پیچھے ہونے والی باتیں کبھی بھی وہ احزاب کو گوش گزار نہ کرتی۔

یونہی دن گزرتے رہے رمضان المبارک کا پاک مہینہ شروع ہوچکا تھا۔ اب عروہ کی مصروفیات اور بڑھ گئی تھیں' اماں فطرتاً چٹوری بھی تھیں ان کو سحری اور افطار میں خاص اہتمام چاہیے تھا۔ روزانہ نئی نئی فرمائشیں ہوتیں' سحری میں تازہ سالن بنایا جاتا' کبھی قیمہ' کبھی کباب' کبھی بھنا گوشت' فرائی چکن' اماں کو سحری ختم کرنے کے بعد چائے اور پھر دودھ چاہیے ہوتا تھا۔ سحری سے فارغ ہوکر اماں اپنے کمرے میں چلی جاتیں اور عروہ بچے کچے کام نپٹانے لگتی۔ احزاب کے آفس جانے کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے سوتی پھر جلدی اٹھ جاتی کیونکہ گھر کے دوسرے کام کرنے ہوتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد وہ کچن میں آجاتی کیونکہ بقول اماں کے پکوڑوں کا بیسن جلدی گھول لیا کرو' کبھی نمک پارے' کبھی رول' سموسے' بسکٹ' کسٹرڈ' فروٹ چاٹ' چھولے' دہی بڑے۔ غرض یہ کہ اماں کبھی بھی کسی بھی چیز کی فرمائش کرسکتی تھیں اس لیے عروہ ہر وقت الرٹ رہتی۔ آلو بخارے اور املی کی چٹنی اماں کی فیورٹ تھیں' وہ روز بناتی۔ افطار سے کچھ دیر پہلے وہ تمام چیزیں تیار کرکے وضو کرکے بیٹھ جاتی تھی' احزاب بھی آجاتا سب مل کر روزہ افطار کرتے۔

رات کو وہ کاموں سے فارغ ہوکر تھکی ہاری کمرے میں آتی تو احزاب اس کے نازک ہاتھوں کو چوم لیتا۔

''کتنا کام کرتی ہو عروہ تم' کتنا جادو ہے تمہارے ان خوب صورت ہاتھوں میں۔'' احزاب کی بے باکی پر وہ مسکرا دیتی۔ اس کے چہرے پر ڈھیروں خوب صورت رنگ اتر آتے پل بھر میں تھکن کافور ہوجاتی جب وہ احزاب کے بازوؤں پر سر رکھ آنکھیں موند لیتی' تو ایک سرور سا اس کے رگ و پے میں اتر آتا۔

دوسرے دن پھر اسی لگن سے تازہ دم ہوکر وہ گھریلو امور نپٹانے لگتی۔ ایک کمرا اماں کا دوسرا ان لوگوں کا تھا' تیسرے کمرے کو جو ڈرائنگ روم تھا مگر ڈھنگ سے سیٹ نہ تھا' اسے عروہ نے اماں سے اجازت لے کر ڈھنگ اور سلیقے سے ترتیب دے ڈالا اپنے جہیز کے شوپیسز سے ڈرائنگ روم کی ٹیبل کو سجا دیا' تھوڑی سی محنت اور تبدیلی سے کمرا اچھا لگنے لگا تھا۔

رمضان المبارک کے آغاز کے ساتھ ہی ان لوگوں نے عید کے کپڑوں کی خریداری کرلی تھی' عروہ نے اماں کے کپڑے سی کر پریس کرکے الماری میں لٹکا دیئے تھے۔ دن تھے کہ پر لگا کر اڑتے چلے گئے اور تیزی سے عید نزدیک آ گئی تھی۔ جمعۃ الوداع کو وہ صفائی کررہی تھی کہ اس کو ڈرائنگ روم کے پردے بد رنگ سے لگے حالانکہ اس نے دھو دیئے تھے مگر خاصے پرانے ہوگئے تھے اس نے ایسے ہی احزاب کے سامنے ذکر کیا کہ اگر یہاں کے پردے نئے آجائیں تو مزید اچھا لگے گا' احزاب سر ہلا کر رہ گیا۔

عید سے دو دن پہلے احزاب کو ایڈوانس سیلری ملی تو اس کے ذہن میں عروہ کی کہی گئی بات آگئی اس نے سوچا کہ کیوں نہ اسے سرپرائز دے یہ سوچ کر وہ آفس سے آتے ہوئے پردے لے آیا' اس وقت عروہ کچن میں افطاری تیار کررہی تھی اور اماں نمازِ عصر ادا کررہی تھیں وہ خاموشی سے اندر آیا اور پردوں کو الماری میں رکھ دیا کہ عروہ کو رات کو دکھائے گا یقیناً وہ بہت خوش ہوگی۔

رات کو عروہ جب کاموں سے فارغ ہوکر کمرے میں آئی تو احزاب نے اسے پردے دکھائے تو وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

''واؤ! زبردست آپ کو یاد تھا؟''

''ہاں جاناں! تم نے کہا تھا ناں پھر بھول کیسے سکتا تھا۔'' وہ والہانہ انداز میں اس کی جانب جھکا۔

''واقعی بہت خوب صورت پردے ہیں اور کلر بھی......'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''ہاں تمہاری پسند کا کلر ہے۔'' احزاب مسکرایا۔ اماں جو سحری کے لیے کچھ اضافی ہدایت عروہ کو دینے آئی تھیں وہیں حیران رہ گئیں۔ احزاب کا والہانہ انداز' عروہ کی شرمیلی مسکراہٹ اور چہرے پر پھیلی بے تحاشا خوشی اور ساتھ ہی بیڈ پر بکھرے نئے اور خوب

غزل

رات ڈھلتی نہیں دن نکلتا نہیں
میرے گھر میں دیا کوئی جلتا نہیں
پہلے تو اس طرح نہ ہوا تھا کبھی
دیکھ کر کیوں اسے دل مچلتا نہیں
دل کی دھڑکن پر بھی اس کا قابو تھا اب
سوچ کر کیوں اسے دل بہلتا نہیں
وہ جو اک عمر تک میرا حصہ رہا
اب تو خوابوں میں بھی مجھ کو ملتا نہیں
بھول کر بھی نہ صائم اسے دیکھنا
وہ دلوں میں اتر کر نکلتا نہیں

صائم جی...... میانوالی

صورت پردے۔ سب کچھ اماں کے تن بدن میں آگ لگانے کے لیے کافی تھا۔ ''تمہاری پسند کا کلر'' احزاب کے یہ الفاظ تو گویا جلے پر پیٹرول ثابت ہوئے تھے۔

''ماشاء اللہ!'' اماں کی تیز آواز پر دونوں بری طرح چونکے۔ ''واہ بیٹا واہ! اب اس گھر میں بہو بیگم کی پسند اور خواہشات کا احترام کیا جائے گا۔ ابھی سے اماں کو کونے سے لگا دیا' جیتے جی کم از کم مرنے کا انتظار تو کرلیتے پھر نکال لیتے' اپنے ارمان جی بھر کے' کرلیتے پوری خواہشات' چلا لیتے اپنی جورو کی مرضی۔''

''اماں......!'' احزاب تو اچانک افتاد پر گڑبڑا گیا جب کہ عروہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

''کردی نہ میری حیثیت دو کوڑی کی' ایک ناکارہ اور بے کار ہستی سمجھ لیا ناں مجھ کو؟ مجھ کو بتانا مجھ سے پوچھنا تک گوارا نہ کیا تم لوگوں نے؟''

''اماں! ایسا کچھ نہیں ہے ہم بتانے والے تھے ناں آپ کو بھی' کیسے نہ بتاتے۔'' احزاب نے جلدی سے کہا۔ اماں احزاب کی بات کو نظر انداز کرکے عروہ کی جانب پلٹیں۔ عروہ تھر تھر کانپنے لگی۔

''میں نے پہلے دن ہی تم کو کہہ دیا تھا ناں کہ یہاں پر جو کرنا ہے مجھ سے پوچھ کر کرنا' میری مرضی سے...... کہا تھا ناں؟'' وہ براہ راست عروہ سے مخاطب تھیں۔

''تم...... تم نے بھی رنگ دکھانے شروع کردیئے' بھرنا شروع کردیئے اپنے میاں کے کان؟ کردیا ناں ماں کو بے حیثیت اور بے وقعت؟'' لفظوں کے نشتر برابر برس رہے تھے۔

''نہ...... نہیں اماں! میں نے...... تو بس بات کی تھی' مجھے پتا نہیں تھا قسم سے۔'' وہ باقاعدہ گڑگڑا رہی تھی۔

''اماں! اب بس بھی کریں خدا کے واسطے۔'' اماں کا لحجہ بہ لحجہ بڑھتا جارحانہ انداز اور عروہ کی بے چارگی احزاب سے برداشت نہ ہوسکی تو وہ بول پڑا۔

''اس میں عروہ کا کوئی قصور نہیں ہے وہ تو ہر کام آپ کی مرضی سے آپ سے پوچھ کر کرتی ہے اس نے تو صرف ذکر کیا تھا پردے میں لایا ہوں' خود سے اسے تو معلوم بھی نہیں تھا اور...... اور یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں' کوئی گناہ تو نہیں جس کا آپ اتنا بڑا ایشو بنا رہی ہیں خوامخواہ معمولی بات کو اتنا طول دے رہی ہیں۔''

''شاباش بیٹا شاباش! تیرے منہ میں بھی زبان ڈال دی اس کل کی لڑکی نے کہ تُو بھی دوبدو بولنے لگا ہے' تجھے بھی برائی اماں کی ذات میں نظر آرہی ہے۔ ٹو ٹھیک ہے پھر آج سے گھر کی ذمہ داریاں تم لوگ ہی سنبھالو اور نکال کر پھینک دو اس ناکارہ بڑھیا کو درمیان سے' اب مجھ سے کوئی بات نہ کرنا سمجھے۔'' اماں کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔ معمولی سی بات کو اتنا بڑھا دیا تھا انہوں نے' احزاب آوازیں دیتا رہ گیا مگر اماں گرج چمک کے ساتھ برس کر واپس اپنے کمرے کی طرف جا چکی تھیں۔ عروہ زاروقطار رونے لگی۔

''احزاب! پلیز اماں کو سمجھائیں ان کا بی پی شوٹ نہ کر جائے۔'' اس وقت بھی عروہ کو ان کی فکر تھی۔ احزاب اور عروہ رات گئے تک ان کو منانے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھیں۔ چادر جو سر سے تانی تو ہٹانے کا نام ہی نہیں لیا دونوں تھک ہار کر اپنے کمرے میں آگئے۔ کمرے میں آکر عروہ رو دی۔ احزاب نے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا۔

''عروہ! آئی ایم سوری جان! تم نے میری وجہ سے اتنی باتیں سنیں' غلطی میری ہے۔'' وہ بہت شرمندگی محسوس کررہا تھا۔

''نہیں احزاب! ایسا مت کہیں آپ نے کوئی غلط ارادے سے تھوڑا ہی کیا ہے وہ تو اماں غلط سمجھیں' اب کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں' ہوجائیں گی ٹھیک سحری تک۔'' احزاب نے تسلی دی اور بکھرے ہوئے پردوں کو سمیٹنے لگا۔

دونوں لیٹ گئے کیونکہ سحری میں بھی اٹھنا تھا' عروہ دیر تک کروٹیں بدلتی رہی' عجیب سی کشمکش اور ٹینشن کا شکار تھی وہ' حسب معمول سحری تیار کرکے وہ اماں کو جگانے آئی تو اماں نے اس دن بھی دوبارہ سے اکڑ دکھانی شروع کردی تھی۔

''اُف خدایا!'' اماں نے بیڈ پر بیٹھ کر اپنا سر تھام لیا۔

''میں نے ہمیشہ عروہ کو غلط سمجھا' غلط کہا مگر اسے میری فکر ہے' وہ دل سے میرا خیال رکھتی ہے۔ میری زیادتیوں پر بھی شکوہ نہیں کرتی' کوئی گلہ نہیں کیا' میں نہ جانے کیوں اس کے ساتھ ہمیشہ غلط سلوک کرتی رہی اس کے خیال کو دکھاوا سمجھتی رہی اور وہ دل سے میرا خیال کرتی رہی' کبھی بھی احزاب سے میری شکایت نہ کی۔ آج...... آج بھی اس کے لبوں پر حرفِ شکایت نہ آیا۔'' اماں دیر تک خود پر لعنت ملامت کرتی رہیں۔

❀......❀......❀

عروہ کو ڈھنگ سے نیند بھی نہ آئی تھی' عجیب سی الجھن اور بے چینی تھی۔ آج چاند رات بھی تھی' ڈھیر سارے کام کرنے تھے' احزاب بھی آج گھر پر تھا۔ عروہ اٹھ کر باہر آئی' ڈرتے ڈرتے اماں کے کمرے میں جھانکا اماں سو رہی تھیں۔ کچھ دیر وہ قرآن پاک پڑھتی رہی پھر اٹھ کر کام شروع کردیئے' گھر کی صفائی کرنے لگی۔ ابھی تو اماں کے آرڈر کے مطابق شامی کباب بنانے تھے' بریانی اور دم کا قیمہ بھی عید کے لیے

بنانا تھا۔ ظہر کی نماز تک اس نے کباب کا مسالحہ تیار کرلیا تھا' گھر کی صفائی ہوچکی تھی' وہ احزاب کے کپڑے پریس کررہی تھی کہ اماں چلی آئیں۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''اماں! میں نے کباب کا مسالحہ پیس کر فریج میں رکھ دیا ہے' بادام اور پستے بوائل کرلیے ہیں اب کاٹ کر فرائی کرنے ہیں بس۔'' وہ جلدی جلدی بتانے لگی۔

''تم میرے کمرے میں آؤ۔'' اماں نے حکم صادر کیا اور پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

''الٰہی خیر!'' عروہ گھبرا ہی گئی' احزاب بھی ابھی سو رہا تھا نہ جانے اماں کیا کہیں وہ روہانسی ہورہی تھی۔ دل ہی دل میں آیۃ الکرسی پڑھتے ہوئے وہ اماں کے کمرے میں آئی اماں الماری کھولے کچھ نکال رہی تھیں' وہ خاموش کھڑی رہی۔ اماں پلٹیں تو ان کے ہاتھ میں نازک سی ڈبیہ تھی۔

''ادھر آؤ۔'' اماں پلنگ پر بیٹھتی ہوئی بولیں تو وہ حیران ہوتی ہوئی آہستگی سے چلتی ہوئی اماں کے پلنگ کے پاس آگئی۔

''یہ لو' کھولو اسے۔'' اماں نے ڈبیہ اس کی جانب بڑھائی اس نے ڈبیہ ہاتھ میں لے کر کھولی تو اندر سے ایک سونے کی انگوٹھی نکلی' جس میں سفید نگ جڑے ہوئے تھے۔

''یہ...... کیا ہے اماں......! کس کی ہے؟'' وہ منہ پھاڑے کبھی انگوٹھی کو تو کبھی اماں کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ...... یہ تمہارے لیے ہے۔'' اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

''جی...... جی اماں! میں سمجھی نہیں۔'' اماں کا نرم لہجہ اور انداز اس کے لیے بالکل نیا تجربہ تھا۔ وہ حیرانی اور پریشانی کا شکار تھی۔

''ہاں میری بچی یہ...... تمہارے لیے ہے۔ یہ انگوٹھی تمہارے سسر نے مجھے دی تھی پہلی عید پر' اچھا ہوا کہ میں نے شائستہ کو نہیں دی کیونکہ اس کی صحیح حق دار تو تم ہو۔'' اماں نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگالیا۔

''مجھے معاف کردینا میری بچی میں نے تمہیں غلط سمجھا۔'' اماں رونے لگیں۔

''اماں...... اماں ایسا نہ کہیں' آپ کی طبیعت خراب ہوجائے گی۔'' اسے اماں کی دماغی حالت

سندر رانی

آنچل اسٹاف اور قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! امید ہے میری فیملی اینڈ کزنز' فرینڈز پھولوں کی طرح مسکراتے ہوں گے۔ جی میرا نام سندر ہے اور کاسٹ کے لحاظ سے ہم راجپوت ہیں اور میں سرگودھا کے ایک چک نمبر 28 جنوبی میں رہتی ہوں' آج سے 16 سال پہلے 7 ستمبر 1996ء کو اس پیارے سے گھر میں آنکھ کھولی۔ ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں اور میری ایک بہن کا نام ایمان فاطمہ ہے اور دوسری کا نام سنبل ہے' ایک بھائی کا نام محسن اور دوسرے کا نام ارمان ہے۔ میری دو کزنز ماموں کی بیٹیاں ہمارے پاس رہتی ہیں' ایک کا نام عطیہ اور دوسری کا نام تحرین ہے۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف' کلرز میں مجھے پنک وائٹ اور بلیک کلرز بہت پسند ہیں۔ کھانے میں بریانی اور چکن کی بنی ہوئی ہر ڈش پسند ہے۔ پھلوں میں آم' مالٹا بہت پسند ہے۔ جیولری میں مجھے چوڑیاں' گجرے اور پائل پسند ہے۔ اب آتے ہیں دوستوں کی طرف' عائشہ' ماریہ اشرف' کرن' اقصیٰ اور ماریہ محبوب یہ میری دوستیں ہیں۔ مجھے آنچل پڑھنا اسلامی کتابیں' شعروشاعری کرنا اور پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میری فیورٹ کہانیاں ''یہ چاہتیں یہ شدتیں' جو چلے تو جاں سے گزر گئے' پتھروں کی پلکوں پر'' بہت پسند ہیں۔ مجھے اپنے ملک سے بہت محبت ہے' اسلام آباد' آزاد کشمیر' میانوالی' ملتان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ارے آپ تو بور ہونے لگے' چلیں میں جانے لگی ہوں' برداشت کرنے کا شکریہ' اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔

مشکوک لگی۔

''نہ میری بچی! میں ٹھیک ہوں بلکہ آج تو ذہنی طور پر صحت یاب ہوئی ہوں میں کہ مجھے صحیح اور غلط کی پہچان ہوئی ہے۔ میں نے شائستہ کے خوب ناز اٹھائے جب وہ بہو بن کر آئی تو اس کے ساتھ بھی غلط نہ کیا' محبت اور پیار کا رویہ رکھا مگر اسے ہمیشہ میرا وجود کھٹکتا رہا' میرا خیال کرنا' میرے لیے سوچنا' فکر کرنا اسے عذاب لگتا' اسے لگتا کہ میں نے اس کی زندگی عذاب بنا رکھی ہے' میں اس کو تنہا نہیں چھوڑتی' میاں بیوی کے لیے کانٹا بن گئی ہوں تب اس نے وہاب کو میرے خلاف بھڑکانا شروع کردیا۔ اسے میں بری لگتی تھی' رفتہ رفتہ وہاب بھی مجھ سے بدگمان ہوتا گیا اور وہ دوسرے گھر میں چلے گئے۔ تب میری آنکھیں کھلیں کہ میری محبت اور نرمی کا انہوں نے مجھے یہ صلہ دیا' تو میں نے سوچ لیا تھا کہ احزاب کی دلہن کو پہلے دن سے ہی قابو میں رکھوں گی۔ یہ نہ سمجھ سکی کہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی، بنا تمہیں پرکھے میں اپنی جاہلانہ سوچ میں رہی' میں ایک کے کیے کی سزا دوسرے کو دینے چلی تھی۔ تمہاری تابعداری اور خاموشی کو کمزوری سمجھ کر ضرورت بے ضرورت تم پر زیادتیاں کیں مگر تم نے ہمیشہ میری باتوں کو برداشت کیا' کبھی اُف تک نہ کی نہ کبھی کوئی جواب دیتی۔ معاف کرنا بیٹی! مگر میں نے تمہاری اور احزاب کی صبح ہونے والی باتیں سن لی تھیں۔ تم نے میری آنکھوں سے پٹی اتار دی ہے بیٹی کتنا احترام' کتنا خیال اور کتنا پیار ہے تمہارے اندر۔ تم اپنی ماں کو معاف کردو گی۔'' اماں کے جملے پر عروہ تڑپ گئی۔

''اماں...... اماں! ایسا مت کہیں۔'' وہ اٹھ کر نیچے ان کے پیروں کے پاس آ بیٹھی۔ آپ میری ماں کی جگہ ہیں' آپ مجھ سے معافی کیسے مانگ سکتی ہیں۔ آپ کو میں نے ہمیشہ ماں کا درجہ دیا ہے۔'' عروہ نے اماں کے گھٹنے تھام کر نم نم آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے جذب سے کہا۔

''جلدی سے یہ انگوٹھی پہن لے اور جا کر احزاب کو دکھا۔'' اماں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تو کب سے یہاں دروازے میں کھڑا ساس بہو کا ڈرامہ دیکھ رہا ہوں۔'' احزاب مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا' اس کے چہرے پر بھی بے پناہ اطمینان اور مسرت نمایاں تھی۔

''ہش...... ساس بہو نہیں' ماں بیٹی۔'' اماں نے پیار سے اسے گھر کا۔

''چلو اب جلدی سے اٹھو اور وہ پردے نکال کر لگا دو۔'' اماں نے پلٹ کے کہا تو عروہ نے انہیں دیکھا۔

''ہاں ہاں بچی! پھر جلدی جلدی کاموں سے فارغ ہو کر مغرب کے بعد احزاب کے ساتھ جا کر ڈھیر ساری کانچ کی چوڑیاں پہن کے آنا' ہاں وہ کیا کہتے ہیں پارلر سے مہندی بھی لگوا لینا ہاتھوں اور پیروں پر' خوب صورت سی میں اس عید کو بہت بھرپور طریقے سے منانا چاہتی ہوں۔'' عروہ سرشاری سے اٹھ کھڑی ہوئی' اچانک سے زندگی بہت خوب صورت ہو گئی تھی' ابھی کچھ گھنٹوں پہلے تو کیسا مکدر تھا ماحول اور اب......

''اچھا ایک بات سن لو کان کھول کر۔'' اماں کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی اور رک کر انہیں دیکھا۔

''کل مجھ سے عیدی نہ مانگنا' میں نے آج ہی دے دی انگوٹھی تمہیں۔'' اماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''جی اماں!'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''اور اماں میری عیدی؟'' احزاب ان کی گود میں سر رکھ کر لاڈ سے بولا۔

''تجھے اتنی پیاری بیوی ملی ہے ناں' پگلے یہ اپنی عیدی سمجھ۔'' اماں کے جملے نے اس کے اندر تک توانائی بھر دی تھی وہ سرشاری پردے نکالنے کمرے کی جانب چل دی۔ ساتھ ہی ربّ کریم کا شکر ادا کیا کہ ربّ نے اسے عید کی آمد کے ساتھ ہی کتنی بڑی خوشی عطا کی تھی' اس کے لیے یہی سب سے بڑی ''عیدی'' تھی۔

ضوفشاں چاند اور گلاب

سمیرا غزل صدیقی

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

ان کے ابرؤ خمیدہ کی طرح تیکھا تھا
اپنی آنکھوں میں دید چھپا عید کا چاند
جانے کیوں آپ کے رخساروں دہک اٹھتے ہیں
جو کبھی کام میں چپکے سے کہا عید کا چاند

وہ گرمیوں کی اک گرم شام تھی حبس اور لو کے تھپیڑے دن بھر کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد اب جا کے کچھ کم ہوئے تھے۔ دن بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد تھکن سے اس کا انگ انگ درد سے نڈھال تھا' اس نے دل ہی دل میں دادی جان کو خراج تحسین پیش کیا جن کی عجیب و غریب منطق تھی کہ رمضان شروع ہونے سے قبل ہی آپا کی شادی کے تمام کارڈز رشتہ داروں تک پہنچ جانے چاہئیں تا کہ وہ اپنے پورے جنجال سمیت تشریف لاسکیں گو کہ آپا کی شادی عید کے بعد ہونا قرار پائی تھی البتہ نکاح بروز عید ہی مقرر کیا گیا تھا۔ دادی جان کو اپنی پہلی اور لاڈلی پوتی کی شادی کی بہت خوشی تھی جس کی وجہ سے وہ جو دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا' گھن چکر بنا یہاں سے وہاں چکراتا پھر رہا تھا۔ ابھی بھی وہ دور پرے کے رشتہ داروں کے گھر کارڈز تقسیم کر کے آ رہا تھا اس نے جیسے ہی گھر کی دہلیز پر قدم رکھا بیلے کی کیاریوں سے اٹھتی دلفریب خوشبو نے اس کے اعصاب پر میٹھی پھوار کا سا کام کیا اس نے گاڑی پورچ میں پارک کی اور اندر آ گیا۔

سامنے ہی دادی اپنے بڑے سے تخت پر پان سے انصاف کر رہی تھیں' آپا اور اماں بھی ان کے پاس بیٹھی شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر دھیمی سی مسکان آ ٹھہری۔ انہیں سلام کرتا وہ ان کے پاس ہی آن بیٹھا جب کہ دادی اس کے ہاتھ میں بچے ہوئے کارڈز دیکھ کر متفکر ہوئیں۔

"جازب بیٹا! کیا آج بھی سارے کارڈز تقسیم نہیں ہوئے؟"

"نہیں دادی! بس کچھ گھر رہ گئے ہیں' آج ٹریفک بہت تھا اور پھر گاڑی کا اے سی بھی خراب تھا اس لیے میں گھر آ گیا۔" دادی کے غصے کو نظر انداز کرتے اس نے نہایت تحمل سے جواز پیش کیا۔ دادی ہمیشہ سے ہی ایسی سخت طبیعت واقع ہوئی تھیں۔ وہ تو مرحوم دادا کی حلیم طبیعت اور امی جان کی فرماں برداری نے نہ صرف گھر کے ماحول کو خوش گوار بنائے رکھا بلکہ دادی کے ہر حکم کی تعمیل کی وہ ان کی منظور نظر بھی تھیں' اسی وجہ سے وہ اپنی اسی بہو سے کچھ زیادہ ہی پیار کرتی تھیں البتہ چچی جان سے ان کی کبھی نہیں بنی' یہی وجہ تھی کہ چچی اور چچا جان اپنی دو عدد بیٹیوں کے ہمراہ اوپر کے پورشن میں رہتے تھے۔

"اچھا کوئی بات نہیں' مگر بیٹا! رمضان سے پہلے کر لینا ایک تو اتنی گرمیاں ہیں اور پھر روزہ کی حالت میں کہاں خوار ہوتے پھرو گے۔" دادی نے اس کا خیال کرتے ہوئے محبت سے کہا تو اسے اپنی عزیز از جان دادی پر بہت پیار آیا' وہ دھپ سے ان کی گود میں لیٹ گیا۔

"چل پرے ہٹ بدمعاش کہیں کا' جا کے منہ ہاتھ دھو لو پہلے' عابدہ بہو تم چھوٹی سے کہہ کہ کھانا گرم کرواؤ' بچے کے لیے۔" دادی نے محبت سے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا' امی اور آپا بھی مسکرا اٹھیں۔ گھر آنے سے قبل جو تھکن تھی وہ اب غائب ہو چکی تھی۔

......☆☆☆......

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا یہ عابدہ کی کالی پیلی بیٹی کا رشتہ ایسے آناً فاناً کیسے طے ہو گیا اور تو اور شادی بھی جلدی ہی ہو رہی ہے۔" نصرت چچی نے جب سے افریشم آپا کی شادی کا سنا تھا ان کی جلن کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی' ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا' جو لوگوں کی خوشیوں سے خوامخواہ ہی جل کر اپنی زندگی عذاب بنا لیتے ہیں' اس وقت بھی وہ شدید طیش میں لاؤنج میں چکر لگاتے ہوئے اپنی بڑی بیٹی ثناء سے مخاطب تھیں جوان کا ہر تو تھی۔

"اُف امی! اب بس بھی کریں' مل گیا ہو گا انہیں بھی کوئی ان کے جیسا کالا پیلا...... جس کی فیملی بہت بڑی اور عجیب ہوگی اور انہیں کام کرانے کے لیے نوکرانی چاہیے ہوگی' جب ہی شکل و صورت پر توجہ نہ دیتے ہوئے جھٹ شادی کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ خوامخواہ ہی دل مت جلائیں اپنا۔" ثناء نے بڑے بے پروا انداز میں اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"اگر تم نے زندگی میں فیشن اور فلموں کے علاوہ کچھ کام کیا ہوتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا' اپنی خوب صورتی کے ساتھ اگر ذرا سی عقل بھی استعمال کرتیں تو اس افریشم کی جگہ آج تمہاری شادی ہو رہی ہوتی۔ جنید اتنا اچھا خوب صورت لڑکا ہے اور تو اور کافی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق ہے یونہی تو تمہاری دادی اور تائی نے اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کروا دیا۔" جب سے نصرت نے جنید کی تصویر دیکھی تھی ان کا ملال کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا' ان کی باتوں پر ثناء نے چونک کے ماں کو دیکھا۔

"ہونے دیں امی! ویسے بھی میرے لیے تو کوئی شہزادہ ہی آئے گا اس جنید سے لاکھ درجہ بہتر۔"

"بس کر دیں آپ دونوں' مجھے تو سمجھ نہیں آتا آخر آپ دونوں کو تائی کی فیملی سے مسئلہ کیا ہے خود تو آپ خاندان میں کسی کو لفٹ نہیں کراتیں' اب اگر آپی کی شادی ہو رہی ہے اور آپ خوش نہیں ہو سکتیں' دعا نہیں دے سکتیں تو خوامخواہ جلیں مت یہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں۔" ثناء سے دو سال چھوٹی حنا جو فطرتاً بہت سمجھ دار و نرم خو تھی کب سے لاؤنج میں بیٹھی ان دونوں کی تکرار سن کے خاموش نہ رہ پائی تو بالآخر بول ہی پڑی۔

"تم تو چپ ہی رہو لگتا ہی نہیں تم میری بیٹی ہو' نجانے ان ماں بیٹیوں نے تم پر جادو کر دیا ہے' جب دیکھو ان کے گن گاتی ہو۔" نصرت نے جھنجلا کے کہا' ان سے بحث کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا انہوں نے آج تک اپنے شوہر نامدار کی بات نہیں سنی تھی ان کی اسی تلخ مزاجی کی بنا پر سب ان سے کتراتے تھے۔ حنا نے تاسف سے ماں کو دیکھا اور اک ٹھنڈی آہ بھر کے اندر چلی گئی' ثناء نے بھی اس کی تقلید کی اور جازب جو دادی جان کے کہنے پر حنا کو بلانے آیا تھا ان کی باتوں سے سخت بدمزہ ہو کے واپس مڑ گیا' اپنی چچی جان سے اس کی شکایتوں میں ایک تلخ اضافہ آج پھر ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا بھیا! حنا نہیں آئی کیا؟ مارکیٹ جانا ہے اس کے ساتھ مگر یہ لڑکی بھی نہ پتا نہیں کہاں مصروف ہے صبح سے ایک بار بھی نیچے نہیں آئی۔" چچا کے پورشن کی طرف سے اسے اکیلے آتا دیکھ کر دُرریشم نے استفسار کیا جو کافی بے چینی سے حنا کے انتظار میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔

"آ رہی ہوں' تم بلاؤ اور میں نہ آؤں' ایسا کبھی ہوا ہے کیا۔" اس سے پہلے کہ جازب کچھ کہتا اچانک سے حنا نے نیچے اترتے ہوئے جہاں دُرریشم کو فرطِ مسرت سے ہمکنار کیا وہیں جازب کو چونکا دیا۔ اس نے تو حنا سے کچھ کہا ہی نہیں تھا بلکہ چچی کی باتیں سن کے دروازے سے ہی لوٹ آیا تھا۔ جازب نے حیرانی سے حنا کو دیکھا جب کہ وہ اس سے نظریں چراتی ہوئی دُرریشم کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔

"شکر ہے خدا کا صبح سے تمہاری شکل تو نظر آئی ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ محترمہ پتا نہیں کن چکروں میں الجھی ہیں۔" چھوٹی نے شرارت سے کہا تو وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی' ورنہ جب سے اس نے جازب کو سیڑھیوں سے نیچے جاتا دیکھا تھا اسے یہی فکر کھائے جا رہی تھی کہ امی کی باتیں سن کر انہیں کتنی تکلیف پہنچی ہوگی' جازب کا مرجھایا ہوا چہرہ اسے سمجھا گیا تھا کہ وہ سب سن چکے ہیں۔

"اچھا تم دو منٹ رکو میں ذرا اندر سے کپڑے لے آؤں' جن کی میچنگ کی چیزیں لینی ہیں۔" چھوٹی اس کا کندھا تھپتھپا کر اندر چلی گئی جب کہ وہ صوفے پر ٹک گئی جب ہی جازب اس کے پاس چلا آیا۔

"تم فکر نہیں کرو چچی کی تو عادت ہے مجھے برا نہیں لگا چلو اب مسکراؤ ورنہ تمہاری یہ روتی شکل دیکھ کے مارکیٹ میں سب ڈر جائیں گے۔" اس نے آخر میں شرارتاً کہا تو وہ مسکرا اٹھی۔ "جازب بھائی آپ بھی ناں......"

"ہاں میں بھی ناں کیا؟" اس کے جملہ ادھورا چھوڑنے پر اس نے شرارت سے گھورا۔

"چیری بلاسم نہ ہوں تو۔" اس نے کھلکھلاتے ہوئی اس کی سانولی رنگت پر چوٹ کی اور اندر بھاگ گئی' جازب کا بے ساختہ قہقہہ فضا میں گونجا تھا۔ اس نے بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا خود کو اور مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا' ان لوگوں کو

اسے ہی مارکیٹ لے کے جانا تھا۔

❁......❁......❁

قصر راحت کی بنیاد راحت بیگم اور عبدالصمد صاحب نے مل کر رکھی تھی' خدا نے انہیں دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی نعمت سے نوازا تھا۔ سب سے بڑے ریحان پھر فیضان اور پھر ان کے آنگن میں بہار بن کے رابعہ اور نازیہ نے قدم رکھا تھا۔ راحت بیگم کی نفاست وسلیقہ کے سارے خاندان میں چرچے تھے' بس وہ غصے کی ذرا تیز تھیں جب کہ عبدالصمد اتنے ہی حلیم ونرم طبیعت کے مالک تھے' یہی وجہ تھی کہ انہوں نے نہ صرف اپنی بیٹیوں کی بلکہ بیٹوں کی تربیت بھی نہایت محبت سے کی تھی' بچے بڑے ہوئے تو راحت بیگم نے ان کی شادی کے معاملے میں بھی حسن سے زیادہ سیرت و سلیقے کو فوقیت دی اور اپنی دور پرے کی رشتہ دار کی بیٹی عابدہ کو اپنے بڑے بیٹے کے لیے پسند کرلیا اور یوں ایمان کی شادی کے ساتھ ساتھ انہوں نے رابعہ کی شادی بھی عبدالصمد صاحب کے دوست کے بیٹے کے ساتھ کردی' جو شادی کے بعد لندن شفٹ ہوگئے یوں تو بظاہر گھر میں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں عابدہ واقعی ایک قابل فخر بہو ان کے لیے ثابت ہوئی تھیں مگر ان کے دبے ہوئے رنگ کے آگے خاندان بھر میں ان کا سلیقہ کہیں پیچھے رہ گیا تھا جس کی ہلکی سی پھانس راحت بیگم نے جب محسوس کی جب ان کے آنگن میں سانولی سی افریشم نے قدم رکھا اور اس کے ایک سال بعد ہی جازب کی پیدائش پر جس طرح لوگوں نے چوٹ کی تو عبدالصمد صاحب کے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی راحت بیگم کے دل سے یہ سب نہ نکلا اور انہوں نے فیضان کے لیے چاند سی دلہن کی تلاش شروع کردی جو بالآخر ان کی ایک سہیلی کی بیٹی نصرت پر پہنچ کے ختم ہوئی اور نصرت پوری شان وشوکت کے ساتھ قصر راحت میں آن بسیں لیکن جلد ہی اپنی زبان درازی کے باعث وہ سب کے دلوں سے اتر گئیں خاص کر شاء کی پیدائش کے بعد انہوں نے افریشم اور جازب کے ساتھ جس سرد مہری کا مظاہرہ کیا وہ راحت اور عبدالصمد صاحب کے لیے ناقابل برداشت تھا خود ان کے شوہر بھی سب سے نظریں چرائے پھرتے تھے' ان کی اپنی بیگم کے آگے ایک نہ چلتی تھی اور جب عابدہ کے ہاں درریشم اور نصرت کے ہاں حنا پیدا ہوئی تو راحت بیگم کا عابدہ اور ان کے بچوں کی طرف والہانہ جھکاؤ دیکھ کر نصرت کے اندر رقابت کے شدید ترین احساس نے انگڑائی لی اور وہ اپنی ضد وطنطنے کے دم پر اوپر کے پورشن میں شفٹ ہوگئیں' جس کا دکھ سب کو ہوا مگر ان کی زبان درازی سے گھر کی فضا میں جو بدمزگی قائم ہوگئی تھی' اس کے اثرات کسی حد تک زائل ہونے شروع ہوگئے تھے اور ان ہی ہنگاموں میں عابدہ کے توسط سے ان کے ملتان میں رہائش پذیر کزن سے نازیہ کا رشتہ آنا فاناً طے ہوگیا اور وہ شادی کرکے ملتان روانہ ہوگئیں جب ہی عبدالصمد صاحب سگریٹ نوشی کے سبب کینسر میں مبتلا ہوگئے اور ملک عدم سدھار گئے' ان کی وفات کے بعد راحت بیگم ڈھ سی گئیں مگر بچوں کی ڈھارس و ہمت کی بدولت اپنے پوتے پوتیوں کے لیے انہوں نے خود کو مضبوط کرلیا ان ہی دنوں رابعہ بھی اپنے شوہر اور اکلوتے بیٹے عمر سمیت پاکستان آگئیں اور دو ماہ تک یہیں رہیں۔ راحت بیگم کو سنبھالنے میں ان کا اور عابدہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا مگر چند برس بعد ہی ریحان ایک کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے' یہ خبر قصر راحت پر قیامت بن کے ٹوٹی تھی جہاں افریشم' جازب اور درریشم یتیم ہوئے تھے وہیں عابدہ نے اپنا سہاگ کھویا تھا مگر یہ راحت بیگم ہی تھیں جنہوں نے عابدہ کو اور بچوں کو سنبھالا ان کی اور ریحان کی سیونگز نے انہیں بہت سہارا دیا' ان حالات میں بھی نصرت کا دل نہ پگھلا البتہ فیملی بزنس ایک ہونے کی سبب فیضان نے اپنے بھائی کی ذمہ داریاں بھی جازب کے بڑے ہونے تک خود سنبھالیں اور اس معاملے میں نصرت کی ایک نہ سنی ایک وہ اور حنا ہی تھے جنہیں سب سے انسیت تھی۔

❁......❁......❁
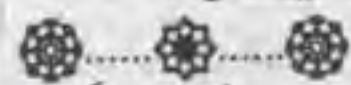
کراچی کی شامیں دن کی نسبت گرمیوں میں اکثر خوش گوار ہوجاتی ہیں' آج بھی موسم کافی خوش گوار تھا' کل سے رمضان المبارک کا باقاعدہ آغاز ہونا تھا سو ہر طرف گہما گہمی نظر آرہی تھی' درریشم صحن میں لگی کیاریوں میں پانی ڈال رہی تھی جب کہ دادی جان حسب معمول اپنے تخت پر براجمان تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں اور اماں ان کے برابر میں بیٹھی آپا کے کپڑوں پر ستارے ٹانک رہی تھیں اور جازب زور و شور سے پانی وسرف کا بے جا استعمال کرتے ہوئے گاڑی دھونے میں مگن تھا۔ جب ہی چچا اور نصرت چچی کہیں جانے کے لیے چلے آئے' چچا جان نے بڑھ کے دادی کو سلام کیا جب کہ چچی انہیں گھورتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔

''چچا جان اگر آج آپ مصروف نہ ہوں تو تھوڑی دیر تک آجائیے گا' آپا کے فرنیچر کا آرڈر دینے جانا ہے۔'' جازب نے انہیں دیکھتے ہوئے آگاہ کیا۔

نصرت چچی نے قہر بار نظروں سے اپنے مجازی خدا کو گھورا' جس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں اب چلنا چاہیے۔

''ہاں بیٹا کیوں نہیں بس تمہاری چچی کو ذرا ان کی بہن کی طرف چھوڑ آؤں' جب تک تم تیار رہنا پھر چلتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی نصف بہتر کو نظر انداز کرتے کمال اطمینان سے جواب دیا جس پر وہ تلملا کے رہ گئیں۔

''دیر ہورہی ہے چلنا نہیں ہے کیا اور آپ چھوڑ کے کیوں آئیں گے' آپا اور آفاق بھائی نے کھانے کا بھی اہتمام کیا ہے۔'' نہایت سفاکی سے جھوٹ بولتے ہوئے انہوں نے جازب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اماں اور دادی نے بھی ناگواری سے پہلو بدلا تھا۔

''اے نصرت بیٹا! گھر کی شادی ہے بے چارہ جازب اکیلا ہی ہر کام کررہا ہے اور تم دونوں کے سیر سپاٹے ختم نہیں ہورہے' کل کو تمہاری بچیوں کا بھی وقت آئے گا کچھ ہوش کے ناخن لو نہیں تو صاف منع کردو جہاں اتنا سب اکیلے کررہا ہے باقی سب بھی کرلے گا' تم لوگوں کو ضرورت نہیں زحمت کی آنا بس مہمانوں کی طرح۔'' دادی نے جس قدر غصے سے نصرت چچی کے جواب میں کہا' تمام نفوس ہی حق دق ان کا جلالی روپ دیکھ رہے تھے۔ درریشم چپ چاپ منظر سے کھسک لی تھی' اماں اور جازب بھی نظریں جھکائے اپنے آپ کو مصروف ظاہر کررہے تھے جب کہ چچا شرمندگی سے دادی کے سامنے کھڑے تھے۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں کریں' یہ سب کام ایک یہ ہی تو بیٹے ہیں سب کاموں کے لیے آپ نے ہمیشہ ہم میں اور ہمارے بچوں میں فرق رکھا اور سب کچھ عابدہ بھابی اور ان کے بچوں کو دے ڈالا' سنیں فیضان صاحب! آپ سنبھالیں اپنا بھتیجیوں اور اماں کے کام میں چلی ورنہ سارے الزام میرے ہی سر آئیں گے۔'' وہ غصے سے تن فن کرتیں اپنے اندر کا ابال باہر نکال کے واپس اندر چلی گئیں جب کہ فیضان حیران و پریشان تخت پر ڈھے گئے ان کی شریک حیات نے زندگی کے ہر قدم پر انہیں گھر والوں کے سامنے رسوا ہی کیا تھا۔

❁......❁......❁
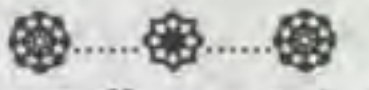
''چھوٹی چائے بنادو ذرا......'' وہ نہایت عجلت میں کچن میں داخل ہوا تھا مگر وہاں درریشم کی جگہ حنا کو دیکھ کے اس کی زبان کو بریک لگا۔

''ارے جازب بھائی آگئے آپ تراویح پڑھ کے میں چائے ہی بنانے آئی تھی سب کے لیے' درریشم اندر ہے آپا کے کمرے میں۔'' حنا نے مسکرا کے کہا وہ سائیڈ میں موجود اسٹول کھینچ کے وہیں بیٹھ گیا۔

''ویسے جنگلی مانو بلی ایک بات تو بتاؤ ذرا۔''

''جازب بھائی! پہلے تو یہ ڈیسائیڈ کرلیں کہ میں جنگلی ہوں یا مانو......'' اس نے گھورتے ہوئے کہا تو وہ کھلکھلا کے ہنس دیا۔

''بھئی میرے لیے تو دونوں ہی ہوں۔'' وہ بچپن ہی سے اسے اسی نام سے بلاتا تھا۔ اس کی شرارتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے حنا نے اسے آپا کے کمرے میں جانے کا کہا تو وہ سب کی چائے لے کر باہر آگئی اور وہ خود بھی اس کے پیچھے اٹھ کھڑا ہوا۔

دادی جان اپنے کمرے میں تسبیح میں مصروف تھیں خاص کر رمضانوں میں عشاء کے بعد ان کی تسبیح وعبادت بہت طویل ہوجاتی تھی جب کہ عابدہ اسٹور میں رکھے ٹرنک میں سے پرانا سامان نکالنے میں مصروف تھیں وہ دونوں کو چائے دے کر آپا کے کمرے میں چلی آئی' تو جازب بھی وہاں بیٹھا دونوں سے ادھر اُدھر کی باتیں کررہا تھا' ان چاروں کی ہمیشہ سے ایسی ہی محفلیں سجتی تھیں' روزانہ رات کی چائے سب ساتھ پیتے تھے۔

''آپا یہ میرون کلر ویسے اپنی ڈریں پر بہت سوٹ کرے گا نہ میں بھی سوچ رہی ہوں کہ یہی کلر بنالوں بارات کے لیے۔'' حنا نے نہایت خوب صورت ونفیس سے شرارے کو دیکھ کے ستائش سے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں تم پر تو اور بھی زیادہ کھلے گا یہ رنگ یہ دیکھو کتنی پیاری لگ رہی ہو۔'' درریشم نے شرارے کا دوپٹہ اس کے اوپر اچانک ڈال دیا' اس کی سرخ وسپید رنگت پر جگ مگ والا یہ دوپٹہ بہت کھل رہا تھا' جازب نے بے ساختہ اس

منظر سے نگاہ چرائی، حنا جھینپ کے رہ گئی، کم از کم جازب کے سامنے اسے درِ ریشم سے ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔

"ہاں ہماری حنا ہے ہی لاکھوں میں ایک۔" آپا نے بھی پیار سے اس کے گال تھپتھپائے انہیں اپنی یہ نازک و شرمیلی سی کزن بہت عزیز تھی۔

"حد ہوتی ہے تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمہیں سارے جہاں میں ڈھونڈ آئی، نیچے اوپر بھی تک جایا کرو، امی بلا رہی ہیں تمہیں۔" ثنا حنا کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں آن پہنچی تھی، حنا نے ناگواری سے اسے دیکھا اسے اپنی آپی پر ہمیشہ ہی غصہ آتا تھا، جب بھی وہ نیچے آتی تھی وہ ہمیشہ تھوڑی دیر بعد ہی کسی نہ کسی بہانے سے اسے بلانے آجاتی تھیں، پتا نہیں کیوں اسے بھی اپنی امی کی طرح حنا کا کزنز سے اس طرح گھلنا ملنا پسند نہیں تھا۔

"آرہی ہوں آپ چلیں۔" اس نے اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ ہی چلو ویسے یہ اتنا آؤٹ آف فیشن ڈریس پہنو گی تم درِ ریشم آپا کی شادی پر؟ اس کا کلر تو دیکھو ذرا کم از کم اتنا ڈارک تو نہ لیتی تمہارا کلر ویسے ہی اتنا ڈل ہے۔ یہ تم پر سوٹ نہیں کرے گا۔" جاتے جاتے ثناء نے رک کر درِ ریشم کے ہاتھ میں موجود دوپٹہ کو دیکھ کر طنز سے کہا سب نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا تھا مگر وہ بے پروائی سے اپنی بات مکمل کرکے چلی گئی تھی، حنا نے شرمندگی سے نظریں چرالیں۔

"اُفو! حنا تم اتنی سی بات پر کیوں شرمندہ ہو رہی ہو، ہم سب جانتے ہیں اس کی نیچر تم پلیز خود کو قصوروار مت سمجھا کرو، بات ثناء کی تو وقت کے ساتھ ساتھ اسے بھی عقل آ ہی جائے گی۔" آپا اور دُری نے بڑھ کے اسے گلے لگالیا، ایک آسودگی کی لہر اس کے اندر سرائیت کرگئی۔

"اور نہیں تو کیا ایسی باتوں پر www.Ignore.com پر وزٹ کرا کرو، جنگلی مانو بلی!" جازب نے بھی ماحول کی سنجیدگی کم ختم کرنے کے لیے شرارتاً کہا تو سب ہنس دیئے، حنا نے محبت سے تینوں کو دیکھا جو اس کو ہنسانے کے لیے اپنے غم چھپا کے ہنس رہے تھے۔ دل نے بے ساختہ سب کی خوشیوں کے لیے دعا کر ڈالی، وہ چپکے سے آمین کہتی اٹھ کھڑی ہوئی، جازب نے چور نظروں سے اس کا تعاقب کیا تھا۔

❁……❁……❁

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپا آپ، اچانک کیسے احمد کی منگنی طے کردی آپ نے اور بتایا بھی نہیں میں نے تو ہمیشہ سے ہی احمد کو ثناء کے حوالے سے دیکھا ہے اور آپ کا بھی ایسا ہی کچھ ارادہ تھا۔" نصرت کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی، آج ان کی اکلوتی بہن شمیم اپنے خوبرو بیٹے احمد کی بات پکی ہونے کی خوشی میں مٹھائی لائی تھیں جب کہ وہ بارہا ان کی ثناء کے لیے پہلے تذکرہ کرچکی تھیں۔

"میں سمجھ رہی ہوں تمہاری بات نصرت مگر جب بچے بڑے ہوجائیں تو والدین کو ان کی زندگی سے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل ان سے مشاورت کرنا ضروری ہوتی ہے، میری بھی دلی خواہش تھی، ثناء کو اپنی بہو بنانے کی ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے وہ مگر تم برا مت ماننا، احمد کا ماننا ہے کہ لڑکی کو صرف خوب صورت نہیں بلکہ سلیقہ مند بھی ہونا چاہیے، میں نے بات کی تھی اس سے تو اس نے صاف منع کردیا، میں نے بہت سمجھایا تھا تمہیں کہ خود بھی سدھر جاؤ اور بچیوں کی بھی صحیح تربیت کرو کچھ تو سکھاتیں، تم انہیں مگر ہمیشہ کی طرح تم نے میری باتوں کو نظر انداز ہی کیا۔" شمیم نے انہیں سمجھاتے ہوئے بڑی تلخ حقیقت بیان کی تو وہ بھڑک ہی اٹھیں۔

"ارے رہنے دیں آپا کیا کمی ہے میری بچی میں، آپ بلاوجہ مسئلہ نہ بنائیں کوئی کمی نہیں ہے میری بچیوں کو بھی رشتوں کی ان شاء اللہ ایسے بر ڈھونڈوں گی کہ سارے خاندان والے دیکھتے رہ جائیں گے۔"

"نصرت میری بہن اب تو ہوش کے ناخن لو دشمن نہیں ہوں، تمہاری ان ہی حرکتوں کی وجہ سے خاندان والے تم سے کتراتے ہیں اور پھر خود ہی دیکھ لو اب تک کسی نے بھی تم سے رشتہ کی بات نہیں کی نا؟ اور جب گھر میں اتنا اچھا سمجھ دار لڑکا موجود ہے تو باہر ڈھونڈنے کی کیا ضرورت؟" بہن ہونے کے ناطے انہوں نے راہ دکھانا ضروری سمجھا۔

"گھر میں کون اچھا اور سمجھ دار لڑکا موجود ہے کس کے بارے میں بات کررہی ہیں آپا؟" انہوں نے چونک کے پوچھا۔

"ارے اور کس کی بات کروں گی یہ تمہاری جٹھانی کا بیٹا ہے نا جازب! ماشاء اللہ پڑھا لکھا، سمجھ دار ہے اور سب سے بڑھ کر یہ دیکھو کے اس نے کس طرح اپنے ابا کے بعد گھر کو سنبھالا، اچھا خاصا خوش حال گھرانا ہے، دو نندوں کا جھنجٹ ہے بس ان کی بھی شادی ہوجائے گی اور سب سے بڑھ کر گھر کی بچی گھر میں رہ گی۔" شمیم نے رسانیت سے کہا۔

"ارے آپا رہنے دو بس تم بہن میری ہو اور طرف داری اس عابدہ کے لڑکے کی کررہی ہو۔ ارے کون سی کمی ہے میری پھول سی بچیوں میں جو میں اس لڑکے کے ساتھ اپنی بچی رخصت کردوں، بچیاں بوجھ نہیں مجھ پر۔" جازب کے ذکر پر وہ بھڑک ہی اٹھیں۔

"حد کرتی ہو نصرت تم بھی، ماشاء اللہ اتنا خوبرو و سنجیدہ بچہ ہے تم نجانے کیوں انکار کررہی ہو۔"

"ارے رنگ دیکھا ہے آپ نے اس کا کیسا سانولا سا ہے جب کہ میری دونوں بچیاں گوری چٹی، حد درجہ نازک۔ کوئی جوڑ ہی نہیں ہے اس کا میری بچیوں کے ساتھ۔" انہوں نے نخوت سے ناک سکیڑی۔

"دیکھو نصرت! اب وہ کوئی اتنا بھی سانولا نہیں ہے تم نے بلاوجہ اس بات کو ہمیشہ سے سر پر سوار کر رکھا ہے لڑکیوں کا رنگ نہیں ان کی کمائی و عادات دیکھی جاتی ہیں اور تمہاری ثناء کتنی سلیقہ مند ہے یہ تو تم بھی جانتی ہو اور جب گھر میں لڑکا موجود ہے اور ایسے میں تم باہر رشتہ کرو گی تو سو باتیں، سو سوال اٹھیں گے کہ جب خاندان کے لڑکے سے رشتہ نہ ہوا تو یقیناً کوئی نہ کوئی خامی ہوگی لڑکی میں تم سمجھ رہی ہو نا؟" انہوں نے صاف گوئی سے انہیں حقیقت سے روشناس کراتے ایک نیا پہلو دکھایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ گہری سوچ میں ڈوب گئیں، شمیم صحیح کہہ رہی تھی اس بات سے وہ زیادہ دیر تک نظریں نہ چرا پائیں۔

"مگر آپا ہماری ساس اور کیا عابدہ اس بارے میں سوچیں گی؟" انہوں نے جھجک کے پوچھا۔

"ارے کیوں نہیں سوچیں گی ضرور سوچیں گی مگر ان سے ڈائریکٹ بات کرنے سے پہلے بھائی صاحب سے بات کرنا، وہ ان سے بات کریں گے تو مناسب رہے گا اب تم فکر نہیں کرو اور اپنا رویہ بھی صحیح کرو، سسرال والوں کے ساتھ افریشم کی شادی کی تیاریوں میں حصہ لو پھر دیکھنا سب ٹھیک ہوجائے گا اب میں چلتی ہوں بچے انتظار کررہے ہوں گے۔" وہ ان کا ہاتھ نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں، ایک امید کا جگنو نصرت کی آنکھوں میں روشن ہوا تھا۔

❁……❁……❁

"واؤ زبردست! آج تو مزا آجائے گا افطار میں، مما یو آر دی بیسٹ۔ میرے فیورٹ پوٹلی سموسے، تھینکس۔" وہ باہر لاؤنج میں بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی کہ کچن سے اٹھتی دلفریب مہک پر خود کو روک نہ پائی اور کچن میں آکے جائزہ لیتے ہوئے لاڈ سے بولی۔

"ثناء بس بھی کرو اب یہ بچپنا بجائے میری اور حنا کی مدد کروانے کے آکے تبصرہ کررہی ہو، اتنا نہیں ہوتا کہ کم از کم رمضانوں میں ہی ماں کا ہاتھ بٹا دو، سارا دن میں ہی لگی رہتی ہوں بس، حنا ہی ہے جو میری مدد کردیتی ہے۔" اس کے مزاج کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے تنبیہہ کی تو وہ مسکراتے ہوئے کچن میں رکھی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھسکا کے بیٹھ گئی۔

"مما آپ بھی نا پہلے بھی تو کبھی میں نے اس طرح کچن میں کام نہیں کیا تو آج آپ کو کیا ہوگیا، ویسے بھی آپ ہی تو کہتی ہیں بیوٹی پر نو کمپرومائز اور اس طرح روز روز کچن میں کام کرکے میری اسکن الگ خراب ہوگئی۔" اس نے نہایت بے پروائی سے کہا۔ حنا خاموشی سے دونوں کی باتیں سنتے ہوئے چھولوں کی چاٹ بنانے میں مصروف تھی۔

"ٹھیک ہے مگر اب ساری زندگی ایسے ہی تو نہیں گزرے گی کل کو تمہاری شادی بھی کرنی ہے، جب پکھائے گا نہیں تو وہاں کیا کرو گی۔" ان کے ناصحانہ انداز میں دونوں بہنوں نے چونک کے ماں کو دیکھا، حنا کو شدید حیرت ہوئی اس طرح کی باتیں سن کے ورنہ انہوں نے آج تک کبھی ایسی کوئی تنبیہہ نہ کی تھی۔

"آپ ہی تو کہتی ہیں مجھے کوئی شہزادے جیسا لڑکا ملے گا پھر بھلا میں کیوں کچن کے کام کرکے اپنی اسکن خراب کروں گی۔" کوئی اور وقت ہوتا تو وہ یقیناً ثناء کی بات سے اتفاق کرتیں مگر جب سے شمیم آپا انہیں سمجھا کے گئی تھیں وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس نہج پر غور کرنے لگی تھیں، یہ ان کی بیٹیوں کے اچھے مستقبل کے لیے ضروری تھا۔

"بس زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں، جتنا کہا جائے

اتنا ہی کرو اور ایک بات غور سے سن لو تم بھی حنا کی طرح گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا شروع کردو اور جب تک افریشم کی شادی نہیں ہوجاتی' نیچے اپنی تائی کے پاس بھی شادی کے کاموں میں حصہ لیا کرو۔'' وہ سختی سے کہتیں کڑھائی سے سموسے نکالنے لگیں' حنا کو ان کی بدلی بدلی سوچ اور باتیں اچھی لگ رہی تھیں جب کہ ثناء نے نہایت بے زاری سے انہیں دیکھا۔

''رہنے دیں مما! اب اتنا بھی ٹائم نہیں ہے میرے پاس کہ نیچے جاجا کے سب کی خدمتیں کروں۔'' وہ نخوت سے کہتی تن فن کرتی کچن سے نکل گئی' انہیں اس سے ایسی ہی امید تھی مگر یہ سراسر ان کی قیاس آرائی تھی کہ وہ اسے قائل کرلیں گی اس کی تربیت میں جو خلاء رہ گیا تھا اس کا پُر ہونا ناممکن نہ سہی لیکن اتنا آسان بھی نہیں تھا وہ یہ سب سوچتیں افطار کی تیاریوں کا جائزہ لینے لگیں۔

❁......❁......❁

رمضان کے دن عموماً ذکر الٰہی میں گزارے جاتے ہیں خاص کر ظہر سے عصر تک کا وقت مگر عابدہ تو خیر ماں سہی لیکن دادی جان بھی نمازِ ظہر سے فراغت پاتے ہی چھوٹی موٹی تیاریوں میں جت جاتیں' جیسے جیسے دن گزر رہے تھے شادی کی تیاریوں ودیگر مصروفیات میں تیزی آتی جارہی تھی اس وقت بھی دونوں ساس بہو لاؤنج میں افریشم کے ساتھ بیٹھی اس کے سسرال والوں خصوصاً نندوں و جٹھانیوں کو دینے والے کپڑے پیک کررہی تھیں کے خلاف توقع نصرت چلی آئیں۔

''السلام علیکم! اماں کیسی ہیں آپ اور عابدہ تم سناؤ تیاری کہاں تک پہنچی بھئی۔'' مشترکہ سلام کرتیں وہ بھی ان کے پاس ہی نیچے کارپیٹ پر بیٹھ گئیں' دادی جان نے اپنی عینک درست کرتے ہوئے ایک طنزیہ نگاہ ان پر ڈالی سب ہی حیران تھے کہ وہ کس طرح نچلی منزل کا رستہ بھول گئیں لیکن اپنی حیرت چھپاتے ہوئے سب نے خوش دلی کا مظاہرہ کرنا ضروری سمجھا۔

''کچھ نہیں بس کپڑے پیک کررہے تھے افریشم کی نندوں اور جٹھانیوں کے تم بھی دیکھ لو ذرا۔'' عابدہ نے ان کے آگے کپڑے رکھتے ہوئے کہا وہ ستائشی نظروں سے کپڑوں کا جائزہ لینے لگیں جو کہ کافی مہنگے اور اچھے تھے' اتنے میں دررِیشم بھی نماز سے فارغ ہو کر ادھر ہی چلی آئی تھی' چچی کو اس طرح باتیں کرتے دیکھ وہ بھی چونکی تھی۔

''ماشاء اللہ اچھے ہیں سب بھابی اور میری کوئی مدد چاہیے ہو تو ضرور بتایئے گا' میں تو ثناء اور حنا کو بھی کہہ رہی تھی جب تک شادی نہیں ہوجاتی نیچے آجایا کریں آپ کہاں اکیلی سب سنبھالیں گی۔'' اپنے دل میں کدورتوں کو چھپاتے انہوں نے مصنوعی مسکراہٹ بمشکل چہرے پر سجائی۔

''تم تو رہنے ہی دو چھوٹی بہو! آج کیسے خیال آگیا کہ اس گھر میں شادی ہورہی ہے اس دن جازب بیٹا فرنیچر کے لیے جانے کا کہہ رہا تھا تو تمہیں بہن کے ہاں جانا تھا اب تو کرلیا ہے کافی کچھ ہم نے۔'' دادی جان نے کافی برہمی سے اپنے خیالات ان تک پہنچائے وہ اپنے غصے کو دباتیں پہلو بدل کے رہ گئیں لیکن اس وقت وہ کسی بھی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی تھیں' عابدہ کو بھی دادی جان سے اس قدر تلخ رویہ کی امید نہ تھی انہوں نے فوراً ان کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

''ارے کوئی بات نہیں اماں جان! دیر آید درست آید ویسے بھی ابھی اتنے کام باقی ہیں اچھا ہے نصرت تم آگئیں مجھے مدد مل جائے گی' ویسے بھی تمہیں نت نئے فیشن وغیرہ کی کافی معلومات ہیں' چلو اب جلدی سے کپڑے سلیکٹ کرواؤ پھر جو بچے ہیں وہ بھی پیک کرنے ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں بھابی! ویسے اب تک رابعہ اور نازیہ نہیں آئیں۔'' عابدہ کے پُرخلوص رویہ پر اپنی ساس کو نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے کپڑے پیک کرنا شروع کردیئے۔

''ہاں آنے والی ہیں آخری عشرے کے شروع ہونے سے پہلے آجائیں گی بات ہوئی تھی میری رابعہ تو کہہ رہی تھی عمر کے ایگزامز ہورہے ہیں تو وہ اس کے بعد ہی آئے گی۔'' انہوں نے رسانیت سے اپنی دونوں نندوں کے متعلق معلومات فراہم کیں تو نجانے کیوں عمر کے ذکر پر ایک دھیمی سی مسکان دررِیشم کے لبوں پر ٹھہر گئی۔ افریشم نے شرارت سے اسے کہنی ماری اور وہ شرماتے ہوئے اٹھ کے چلی گئی جب کہ باقی سب اپنے کاموں میں جتے رہے' افریشم نے دل سے اپنی معصوم بہن کی خوشیوں کے لیے چپکے سے دعا کی۔

❁......❁......❁

''مما سب خیریت تو ہے نا آج کل نیچے بڑا دل لگ گیا ہے آپ کا۔'' وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں جب ہی ثناء چلی آئی وہ اس وقت سو کے اٹھی تھی جب کہ حنا حسب معمول نیچے ہی تھی۔

''مل گئی تمہیں فرصت یہ پوچھنے کی ویسے عقل نام کی نہیں ہے تم میں۔'' انہوں نے خفگی دکھائی تو وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

''ارے میری مما چلیں اب تو مل گئی نہ فرصت اب بتائیں اور اس دن بھی آپ کو پتا نہیں کیا ہوگیا تھا مجھے نیچے جانے کا کیوں کہہ رہی تھیں آپ؟''

''صحیح کہہ رہی تھی نیچے جایا کرو میں چاہتی ہوں جلد از جلد تمہاری بھی شادی کردوں اور گھر میں جب اچھا لڑکا ہے تو پھر باہر کیا ڈھونڈنا' بس اسی لیے تمہیں سمجھا رہی تھی کہ ذرا اپنی دادی اور چچی کے سامنے رہا کرو کام وغیرہ میں بھی ہاتھ بٹالیا کرو۔'' ان کی ثناء سے ہمیشہ سے ہی بے تکلفی رہی تھی اس بات سے قطعی بے خبر کہ اس کے نازک سے کچے ذہن پر کیا اثر پڑے گا وہ ہمیشہ سے ہی اس سے اس کی دادی اور چچی کے بارے میں الٹے سیدھی باتیں کیا کرتیں نتیجتاً وہ بھی ماں کے رنگ میں رنگتی چلی گئی اور اس وقت بھی وہ صرف اپنے مفاد کے لیے راہ دکھا رہی تھیں' اس بات سے قطعی بے خبر کہ ان کی یہی اولاد ان کی حکم عدولی کرے گی۔

''کیا مطلب ہے مما آپ کا گھر سے مراد کہیں آپ وہ جازب بھائی کی تو بات نہیں کررہیں؟'' اس نے ابرو اچکائیں۔

''ہاں تو اور کس کی بات کروں گی تم ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہو گی ویسے بھی مجھے پتا ہے تم کہیں اور ایڈجسٹ نہیں کرپاؤ گی آسانی سے' اس لیے میں نے یہ سوچا ہے۔''

''ناممکن! آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اس کالے کلوٹے شخص سے شادی کروں گی' مما پلیز مجھے معاف ہی رکھیں آپ ان لوگوں سے۔ ہاں حنا کی کردیں وہاں مگر میری کسی صورت نہیں۔'' اس نے غصے سے ریموٹ کنٹرول ٹیبل پر پٹخا اس کے اتنے شدید ردعمل پر نصرت چکرا کے رہ گئیں۔

''تم ہوش میں تو ہو ثنا کس طرح بات کررہی ہو آخر کیا کمی ہے جازب میں سوائے رنگ کے' اچھا خاصا کماتا ہے اور کیا چاہیے تمہیں۔'' انہوں نے اسے پکڑ کے اپنے پاس بٹھا کے سمجھانا چاہا۔

''مگر مما میں نہیں رہ سکتی' مجھے نہیں پسند وہ لوگ اور آپ کو بھی تو نہیں پسند نا' آپ کو اور کوئی نہیں ملا خاندان میں سوائے اس جازب کے۔'' اس نے نخوت سے ناک چڑھائی۔

''ہاں تو اور ہے کون شمیم آپا نے بھی اپنے بیٹے کی کردی افریشم کی بھی ہورہی ہے' اب میں کیا ساری زندگی تمہیں یہاں بٹھا کے رکھوں گی' حنا تم سے چھوٹی ہے تم سے پہلے میں اس کا کیسے سوچ لوں۔'' انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کا رسانیت سے کہا۔

''عمر......'' اس کے مختصراً تین حرفی لفظ پر نصرت نے چونک کے ثناء کو دیکھا' واقعی اس طرف تو ان کا دماغ ہی نہیں گیا تھا' رابعہ کا عمر بھی تو افریشم کے ساتھ کا تھا اور وہ بھی لندن میں رہائش پذیر...... ان کی لالچی طبیعت میں ایک تحریک بپا ہوئی۔ واقعی جازب تو عمر کے پاسنگ بھی نہیں تھا کم از کم ان کی نظر میں تو ایسا ہی تھا ایک پل لگا تھا ان کا فیصلہ بدلنے میں۔

''ٹھیک ہے مگر تم نیچے آؤ جاؤ کام وغیرہ میں مدد کرواؤ' آج کل میں رابعہ نازیہ بھی آجائیں گی' میں نہیں چاہتی انہیں تمہاری یہ سستی و کام چوری وغیرہ کا علم ہو۔''

''مما آپ بہت اچھی ہیں۔'' خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے وہ ان کی بانہوں میں جھول گئی۔

❁......❁......❁

''زبردست رمضان میں بھی تمہاری یہ عادت نہیں بدلی۔'' وہ نہایت انہماک سے صحن میں لگی کیاریوں میں پانی ڈال رہی تھی اور ترتیب سے رکھے پانی کے مٹکوں پر موتیا کے پھولوں کی مالا لگا رہی تھی جو اس نے خود گھر میں تیار کی تھی' دراصل دادی کو مٹکے کا ٹھنڈا پانی اور موتیے کی مخصوص مہک بہت پسند تھی' اس لیے ان کی فرمائش پر اب تک ان کے ہاں یہ رواج تھا اس وقت بھی وہ سہ پہر میں یہی کررہی تھی کہ ایک شناسا آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی اس نے چونک کے مڑ کے دیکھا' سامنے عمر اپنا مخصوص تاثر لیے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

''آپ......'' وہ حیرت کا مجسمہ بنی اسے تک رہی تھی'

شرم جھجک، خوشی نجانے کتنے ہی رنگ اس کی جھیل سی آنکھوں میں چاند بن کے اترے تھے۔

"کیا ہوا دری! ارے میں نے سوچا تھا سب کو سرپرائز دوں گا تم تو واقعی سرپرائز ہو گئیں۔" اس نے شرارت سے آنکھ دبائی تو وہ جیسے حال میں لوٹ آئی۔

"بہت بُرے ہیں آپ ایک کال ہی کر دیتے ہم لوگ آپ لوگوں کو ریسیو ہی کرنے آجاتے اور پھوپو پھوپا نہیں آئے کیا؟" اس نے نظریں ادھر اُدھر دوڑائیں تو سامنے ہی اسے رابعہ اور حمید پھوپا آتے نظر آئے، وہ لپک کے آگے بڑھی عمر نے محبت سے اس کے انداز دیکھے اس کی یہی باتیں تو اسے یہاں کھینچ لائی تھیں۔

"السلام علیکم! پھوپو کیسی ہیں آپ؟ اور پھوپا آپ بھی فائنلی آہی گئے ورنہ ہمیشہ بہانے بنا دیتے تھے۔"

"وعلیکم السلام ارے بھئی کیسے نہیں آتے، اپنی بیٹی سے ملنے اور اتنے خوشی کے موقع پر سالوں بعد تو عید سب کے ساتھ منانے کا موقع ملا ہے۔" حمید پھوپا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور رابعہ اسے گلے لگاتے ہوئے اندر کی جانب بڑھیں، دادی جان تو سالوں بعد اپنی عزیز از جان بیٹی کو دیکھ کے نہال ہو رہی تھیں۔ افریشم اور عابدہ بھی خوش تھیں، عابدہ دونوں بیٹیوں کو ساتھ لگائے جلدی جلدی افطاری کی تیاری کرنے لگیں، اس طرح اچانک ان کے آنے سے وہ کچھ تیاری ہی نہیں کر پائی تھیں۔ خاص کر جب سے دادی جان نے عمر کی ایماء پر درریشم کے ساتھ اس کی نسبت طے کی تھی، انہیں اپنی یہ نند کچھ زیادہ عزیز ہو گئی تھیں، آخر ان کی بیٹی کا سسرال جو تھا یہ بات صرف گھر کے بڑوں تک ہی محدود تھی مگر افریشم نے درریشم کو بھی اپنا رازداں بنا لیا تھا ویسے بھی وہ عمر کے لودیتے جذبوں کی آنچ سے کسی شمع کی مانند پگھلنے لگی تھی۔ نصرت کو خبر ہوئی تو وہ بھی ثناء اور حنا کے ساتھ دوڑیں چلی آئیں۔

"ماشاء اللہ بھئی رابعہ تمہارا بیٹا تو کافی بڑا ہو گیا ہے اور بیٹا! کیا کر رہے ہو آج کل؟" رابعہ سے بات کرتے کرتے انہوں نے ایک دم عمر کو مخاطب کیا تو وہ مسکرا کے رہ گیا ان کی اتنی خوش اخلاقی وہاں بیٹھے نفوس کی سمجھ سے بالاتر تھی ان کی عادات و اطوار سے تقریباً سب ہی واقف تھے خاص کر سسرال والوں سے تو ان کی کبھی بنی ہی نہ تھی۔

"کچھ نہیں مامی بس انٹرنشپ چل رہی ہے، ایم بی اے تو مکمل ہو گیا تھا چھ مہینے کی انٹرنشپ رہ گئی ہے اس کے بعد پاکستان میں ہی جاب کا ارادہ ہے۔"

"ارے کیوں بھئی پاکستان میں کیوں وہاں لندن میں تو تم لوگوں کا سب کچھ سیٹ ہے پھر یہاں تو کچھ بھی نہیں رکھا جو یہاں رہو تم؟" نصرت کو اس کے ارادے کچھ خاص پسند نہیں آئے، رابعہ سمیت حمید پھوپا نے بمشکل اپنی ناگواریت چھپائی۔

"بس نصرت اب بہت رہ لیے اپنوں سے دور اب ہمارا پاکستان میں ہی شفٹ ہونے کا ارادہ ہے، ویسے بھی آج کل کے حالات میں باہر ممالک میں مسلمانوں کا رہنا کچھ آسان نہیں رہا اب۔" عمر کے بجائے رابعہ نے جواب دیا تو وہ چپ ہو کے رہ گئیں۔

"ہاں یہ تو صحیح کہہ رہی ہو۔"

"اور بھئی بچیوں تم لوگوں کی تیاریاں ہو گئیں مکمل یا ابھی بھی چل رہی ہیں۔" رابعہ نے چاروں لڑکیوں کو مخاطب کیا جو چپ چاپ سب کی باتیں سن رہی تھیں۔

"ارے ابھی کہاں پھوپو! ابھی تو چل ہی رہی ہیں، میری تو آدھی تیاری بھی نہیں ہوئی۔" حنا نے جواب دیا تو وہ مسکرا اٹھیں۔

"کوئی بات نہیں ابھی تو کچھ دن باقی ہیں مجھے بھی کافی کچھ لینا ہے، کوئی پروگرام سیٹ کر لیتے ہیں پھر سب ساتھ چلیں گے، کیا خیال ہے؟"

"ہاں یہ بالکل صحیح رہے گا، ایسا کرتے ہیں کل ہی چلتے ہیں افطار کے بعد روزے میں تو ہمت نہیں ہوتی، ہے ناں آپا اور دری؟" حنا نے کہتے ہوئے افریشم اور درریشم کی طرف سے تائید چاہی تو دونوں نے سر اثبات میں ہلا دیا اور رابعہ مسکراتے ہوئے دادی جان کے کمرے کی طرف چلی گئیں جب کہ عمر اور حمید آرام کی غرض سے اپنے کمروں میں چلے گئے اور لڑکیاں اپنی باتوں میں لگ گئیں سوائے ثناء کے جو کچھ سوچتی ہوئی اوپر چلی گئی۔

❁......❁......❁

"اف کتنی تھکن ہو گئی ہے، قسم سے دری اور آپا! آپ لوگ تھکتے نہیں ہیں، اتنے اتنے گھنٹوں بھی بازاروں میں خوار ہو کر۔" وہ سب لوگ ابھی ابھی شاپنگ کر کے لوٹے تھے کہ حنا نے شاپرز سائیڈ میں رکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"ارے بھئی بچیوں یہ بھی کوئی عمر ہے کیا تھکنے کی، ہم تو اس عمر میں بھی اتنے ایکٹیو ہیں اور تم لوگ پتا نہیں کیا کرو گی جب اس عمر تک پہنچو گی۔" رابعہ پھوپو نے بھی رائے دینا ضروری سمجھا، حنا نے اس وقت کو کوسا جب اس نے تھکن کا نام لیا تھا، ثناء اپنے شاپرز اٹھاتی ہوئی اوپر چلی گئی جب کہ درریشم اور افریشم صوفے پر ہی ٹک گئیں، جہاں جاذب عابدہ کے ساتھ بیٹھا ضروری سامان کی لسٹ تیار کر رہا تھا۔

"جاذب بیٹا! وہ میں نے پہلے تم سے فرنیچر اور دیگر سامان کی ایک لسٹ بنوائی تھی نہ وہ کہاں ہیں، آج رابعہ نے کچھ اور چیزیں یاد دلوائی ہیں میں نے سوچا وہ بھی منگوالوں تم سے۔" عابدہ نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔

"امی وہ تو میرے روم میں ہے آپ رکیں ذرا میں لے آتا ہوں۔"

"ارے نہیں تم یہ والی لسٹ بناؤ میں منگوا لیتی ہوں۔ حنا بیٹا! ذرا تم لا دو وہ لسٹ جاذب کے کمرے سے۔" انہوں نے پاس ہی بیٹھی حنا کو مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ریڈ کلر کی فائل ہو گی اسٹڈی ٹیبل پر، وہی لے آنا اسی میں سب لسٹیں ہیں۔" جاذب نے پیچھے سے پکار کے آواز لگائی تو وہ مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہو گئی۔ سامنے ہی اسٹڈی ٹیبل پر اسے اس کی مطلوبہ فائل مل گئی، اس نے جیسے ہی فائل اٹھائی فائل کے نیچے ایک سیاہ کلر کی ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ تھی تو غیر اخلاقی حرکت مگر اس نے کچھ سوچتے ہوئے ڈائری کھول لی، سامنے ہی اجلے حرفوں میں "جاذب" کا نام جگمگا رہا تھا اس نے کچھ صفحات پلٹے ایک صفحے پر رقمطراز شعر پر اس کی انگلیاں تھم سی گئیں۔

زمین پر ہے مگر آسمان جیسی ہے
وہ نرم نرم سی لڑکی چٹان جیسی ہے

"اف لگتا تو نہیں ہے کہ جاذب بھائی کی زندگی میں کوئی لڑکی ہو گی مگر یہ شعر پھر کس کے لیے؟" اس نے خود سے الجھتے ہوئے سوچا برابر والے صفحے پر ایک اور شعر لکھا تھا جسے پڑھ کے وہ پہلے سے زیادہ چونکی۔

چاند چہرے پہ جواں قوس قزح کی صورت
تیری زلفوں سے گھٹاؤں کی ادا ملتی ہے

"لگتا ہے وہ جو بھی ہے بہت ہی خوب صورت اور پیاری ہے جب ہی تو جاذب بھائی نے ایسی خوب صورت تشبیہات والی شاعری لکھی ہوئی ہے۔"

"ارے حنا سو گئی ہو کیا بھئی جلدی لے آؤ فائل مل نہیں رہی کیا؟" باہر سے جاذب کی آواز آئی تو اس نے بوکھلاتے ہوئے ڈائری بند کی اور فائل لے کر باہر آگئی۔

❁......❁......❁

"آپ کو کوئی فکر بھی ہے اپنی بیٹیوں کی یا پھر بس بھتیجیوں کی ذمہ داریاں نبھانے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ آپ کی اپنی بیٹی کی عمر اب شادی کی ہو گئی ہے مگر سلام ہے آپ پر جو آپ نے ابھی تک کچھ سوچا ہو۔" اس رات فیضان سارے کاموں سے فارغ ہو کے اپنے کمرے میں آئے تو نصرت کو کافی برہم پایا۔

"کمال کرتی ہو تم بھی نصرت! مجھے کیا فکر نہیں ہو گی اپنی بچیوں کی میں تو بس اس لیے چپ تھا کہ جب ہر معاملے میں تم اپنی کرتی ہو تو پھر اس معاملے میں بھی تم نے خود ہی کچھ سوچا ہو گا مجھ سے مشورہ کرنے کی تو تمہاری ویسے بھی کوئی عادت نہیں۔" انہوں نے کافی گہرا طنز کیا تو وہ تلملا کر رہ گئیں۔

"واہ بھئی واہ دوسرے معاملوں کی کیا خوب کہی آپ نے لیکن بچیوں کی شادی میں تو آپ کا مشورہ ضروری ہے نا ویسے بھی آپ کے خاندان والوں نے کون سا پوچھ لیا ہم سے۔"

"اس گھر کی سب سے بڑی بیٹی افریشم ہے تو ظاہر ہے اس کے بعد ہی باقی بچیوں کا سوچا جائے گا۔ آپ ذرا صبر کر لیں شادی ہونے دیں پھر دیکھتے ہیں کچھ۔" انہوں نے تحمل سے جواز پیش کیا۔

"رشتہ داروں کی کیا ضرورت ہے آپ اپنی بہن سے بات کریں عمر کے لیے، ثناء کے ساتھ اس کا جوڑ صحیح رہے گا۔" کافی تحمل کے بعد انہوں نے اپنی مطلب کی بات کی تو فیضان صاحب کا دل چاہا کہ انہیں غائب ہی کر دیں۔

"حد کرتی ہو نصرت! تم بھی ویسے اتنی چالاک ہو لیکن اس معاملے میں لگتا ہے تمہاری عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے ہم بیٹی والے ہیں، بیٹی کے باپ کا اس طرح خود سے کہنا اچھا نہیں لگتا اور پھر میری بیٹیاں مجھ پر بوجھ نہیں ہیں جو میں

اس قدر جلد بازی کروں۔"

"خود نہیں کہیں گے تو کیا آسمان سے برسیں گے رشتے؟ کمال کرتے ہیں آپ بھی۔" انہوں نے غصہ سے کہا۔

"اچھا اب تم اتنا مت سوچو افریشم کی شادی ہو جائے تو میں اپنے دوست سے بات کرتا ہوں اس کے جاننے والے ہیں کافی اس سلسلے میں مگر تم اماں وغیرہ سے اس قسم کی کوئی بات خود مت کرنا' اب سو جاؤ۔" انہوں نے کہتے ہوئے لائٹ بند کردی جس کا مطلب تھا کہ وہ اب مزید بحث کے موڈ میں نہیں۔ عمر اور درریشم کی نسبت طے ہونے سے وہ ابھی تک قطعی لاعلم تھے' نصرت بھی غصے سے بڑبڑ کرتی لیٹ گئیں اب جو کرنا تھا انہیں ہی کرنا تھا۔

❀......❀......❀
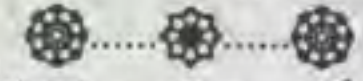
"آپا...... آپا کہاں ہیں آپ جلدی آئیں باہر۔" درریشم ہانپتی کانپتی کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"کیا ہوا دری! سب خیریت تو ہے نا' ایسی کیا افتاد آن پڑی جو یوں چلا رہی ہو؟" افریشم نے چھولے ابالنے کے لیے پریشر ککر میں چڑھائے پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ارے بتانے کا ٹائم نہیں ہے آپ باہر آئیں' میرے ساتھ۔" وہ اس کا ہاتھ تقریباً کھینچتے ہوئے باہر لان کی طرف لے آئی' وہاں کا منظر دیکھ کر افریشم کی ہنسی نکل گئی ان کی چھوٹی پھوپو نازیہ اپنے تین عدد بچوں سمیت جاذب کے ہمراہ تشریف لا رہی تھیں' جاذب بے چارہ ان کا ٹرنک سنبھالے ہوئے تھا اور وہ اپنے شرارتی بچوں کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں ان کا سب سے بڑا بیٹا علی جب کہ اس سے چھوٹا ناظم اور سب سے چھوٹی بیٹی لائبہ ان کے یہ تین عدد بچے گھر میں وہ دھما چوکڑی مچاتے کہ سب اللہ کی پناہ مانگتے یہی وجہ تھی کہ درریشم تقریباً ہانپتی ہوئی اسے یہ خبر سنانے کو دوڑی تھی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے یہاں گرمی کچھ کم ہے ورنہ تو حشر برا ہو جاتا میرا اور تم دونوں وہاں کھڑی کیا دیکھ رہی ہو بھئی خاص طور پر تم' تو دلہن اپنی پھوپو کے آنے کی خوشی نہیں ہوئی کیا؟" ان دونوں کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کے وہ شرارتاً کہہ کے باری باری دونوں سے گلے ملیں اتنے میں جاذب ان کا سامان اندر رکھ چکا تھا اور بچے نانو نانو کہتے اندر داخل ہو گئے تھے۔ شور سن کے تقریباً سب ہی لاؤنج میں جمع ہو گئے تھے۔

اب نازیہ پھوپو سب کو اپنا سفر کا احوال سنا رہی تھیں۔

"یہ کیا جاوید نہیں آیا کیا تمہارے ساتھ' ایک تو تمہارے سسرال والوں کی یہ منطق میری سمجھ سے باہر ہے کہ بے چاری بہو کو بچوں کے ساتھ اکیلے اتنی دور بھیج دیا۔ ارے بھتیجی کی شادی میں شرکت کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا کیا تمہارے میاں نے؟" دادی جان لاؤنج میں آئیں تو انہیں اکیلا دیکھ کے استفسار کیا وہ ہمیشہ ہی ان کے میاں کی اس عادت سے خائف رہتی تھیں جو بمشکل ہی کراچی تشریف لاتے تھے اور پھوپو بے چاری ان کے دفاع میں زمین آسمان ایک کر دیتی تھیں۔

"اماں آپ کو پتا تو ہے دکانوں وغیرہ کا سارا حساب کتاب وہ خود ہی کرتے ہیں' چاند رات تک آ جائیں گے وہ' آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔" انہوں نے جواز پیش کر کے اماں کے گرد بازو حائل کر دیئے نتیجتاً ان کا غصہ فوراً ختم ہو گیا۔

"عابدہ بھابی میں تو کہتی ہوں افریشم کے ساتھ ساتھ آپ لگے ہاتھوں جاذب کی بھی شادی کر دیں خیر سے ماشاء اللہ اب تو بہت سمجھ دار ہو گیا ہے اور پھر آپ کو بھی سہولت رہے گی۔" صوفے پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے اپنے دل کی بات کی جب سے انہوں نے جاذب کو دیکھا تھا آج وہ جب سے یہی سوچ رہی تھیں دراصل اس بار وہ تین سال بعد کراچی آئی تھیں اور ویسے بھی انہیں اپنا بھتیجا بہت پیارا تھا۔

"ارے نہیں بھئی ابھی کہاں درریشم کے ساتھ ہی کریں گے جاذب کی تو۔" عابدہ کے بجائے دادی جان نے کہا تو سب ہی نے مسکراتے ہوئے ان کی تائید کی' جاذب بے چارہ جھینپ گیا۔ افریشم نے چپکے سے دل میں اپنے عزیز بھائی کی بلائیں لیں اور باتوں میں مشغول ہو گئی۔

❀......❀......❀
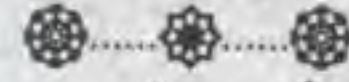
"عمر اگر آپ فری ہیں تو میرے ساتھ ذرا قریبی مارکیٹ چلیں' پلیز مجھے چند چیزیں لینی ہیں عید میں دو دن بھی نہیں ہیں اب۔" ٹپ ٹاپ سے تیار ہوئی وہ بالکل کسی فیشن شو کا حصہ لگ رہی تھی۔ عمر اور جاذب جو شطرنج کے مہروں میں الجھے ہوئے تھے دونوں نے چونک کے باری باری ثناء کو دیکھا جاذب کو اس وقت اس پر شدید غصہ آیا تھا' جو بھی تھا گھر کی لڑکیوں کو یوں اکیلے کزن کے ساتھ رات میں جانے کی اجازت نہ تھی' خاص کر عمر کے ساتھ اس کے

بھائی نہ بولنے پر وہ شدید چونکا تھا۔ پتا نہیں چچی اس پر سختی نہیں کیوں نہیں کرتیں' اتنی آزادی دے رکھی ہے' وہ فقط سوچ کر ہی رہ گیا۔

"اچھا تم رکو میں چلتا ہوں اور کون کون جا رہا ہے درریشم اور حنا وغیرہ سے بھی پوچھ لو یا پھر ہو سکتا ہے نازیہ خالہ کو بھی کچھ لینا ہو۔" عمر نے اپنی دانست میں کافی سمجھ داری کی بات کی۔

"ارے نہیں بھئی ان لوگوں کی تو سب تیاری ہو گئی مجھے بھی آج ابھی بس یاد آیا ہے' آپ چل رہے ہیں کہ نہیں۔" ثناء نے ایک ادا سے اپنے شیگی کٹ بالوں کو جھٹکتے ہوئے بغور اسے دیکھا ناگواری کی ایک لہر اس کے اندر اٹھی تھی مگر وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا' سو چپ چاپ اس کی بات مان گیا۔

"ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔" جاذب سے ایکسکیوز کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا عین اسی لمحے نازیہ پھوپو نے کمرے میں قدم رکھا اور جس طرح انہوں نے ثناء کا جائزہ لیا وہ سٹپٹا گئی مگر نظر انداز کرتی ہوئی نکل گئی۔

"پتا نہیں کیسی تربیت کی ہے نصرت بھابی نے' گھر والوں سے پوچھنے کی زحمت بھی نہیں کرتیں لڑکیاں اور منہ اٹھا کے چل دیں' کیا خوب زمانہ آ گیا ہے۔" ان کی بڑبڑاہٹ جاذب نے بھی سن لی تھی مگر سنی ان سنی کرتے ہوئے لائبہ کو ان کی گود سے لے کر وہ باہر آ گیا۔ نازیہ پھوپو کو بھی ہمیشہ سے ہی نصرت سخت ناپسند تھیں جنہوں نے ان کا بھائی ان سے چھین لیا تھا اور اب بھتیجی کو بھی ان کی روش پر چلتے دیکھ کر وہ سخت پریشان ہوئی تھیں لہٰذا اپنے جلے دل کے ساتھ وہ رابعہ اور دادی جان کی تلاش میں ان کے کمرے کی طرف آ گئیں۔

❀......❀......❀

آج تیسواں روزہ تھا اور کل عید الفطر تھی قصر راحت میں بھی چاروں طرف رنگ و بو و خوشیوں کا سیلاب امڈ آیا تھا' کل افریشم کا نکاح تھا اور عید کے تیسرے دن مہندی تھی سو ہر کوئی کاموں میں مصروف تھا وہ بھی اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دیتی ہوئی نچلی منزل کی جانب چلی آئیں ساری لڑکیوں نے لاؤنج میں ادھم مچا رکھا تھا۔ جاذب اور عمر لڑکیوں کی آپس کی چھیڑ چھاڑ سے لطف اندوز ہو رہے تھے' انہوں نے

مصباح

السلام علیکم! آنچل کی تمام رائٹرز اور تمام پڑھنے والوں کو میرا پیار بھرا اسلام۔ مابدولت کا نام مصباح ہے میرے نام کا مطلب اجالا ہے۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی مزمل ہے وہ بہت زیادہ فنی ہے' ایف ایم سننے کے لیے ریڈیو اسی سے لیتی ہوں۔ بات اگر دوستوں کی کروں میری بہت پیاری پیاری دوستیں ہیں سلمیٰ' صغا' صنم' رمشا' عروسہ' اقراء' سدرہ' میمونہ' ایمان فاطمہ' اقراء جی کہاں ہو تم؟ کبھی فون ہی کرلیا کرو' کالج چھوڑنے کے بعد غائب ہی ہو گئی ہو' صغا یہ میسج تمہارے لیے بھی ہے۔ تمہاری ابھی رخصتی ہوئی کہ نہیں؟ حساس بہت ہوں' کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ کھانے میں دہی بڑے بہت پسند ہیں ڈریسز میں شرارہ بہت پسند ہے' جیولری میں چوڑیاں پسند ہیں۔ میری آئیڈیل شخصیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میں پانچ وقت کی نمازی ہو جاؤں' آمین۔ رائٹرز میں مجھے سمیرا شریف طور اور ام مریم بہت پسند ہیں۔ میں فارغ وقت میں ایف ایم سنتی ہوں اور کمپیوٹر استعمال کرتی ہوں' تنہائی بہت پسند ہے کوئی ڈسٹرب کرے تو بہت برا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے سر پر میری ماں کا سایہ قائم رکھے' آمین۔ اب اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

عابدہ' رابعہ اور نازیہ وغیرہ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو وہ انہیں کہیں نظر نہیں آئیں تو وہ کچن کی طرف چلی آئیں جہاں درریشم چائے بنا رہی تھی۔

"بیٹا وہ تمہاری امی اور پھوپو وغیرہ نظر نہیں آ رہیں' کہیں گئے ہوئے ہیں کیا وہ لوگ؟"

"نہیں چچی! گھر پر ہی ہیں' دادی جان کے کمرے میں ہیں آپ بھی وہیں چلی جائیں۔" اس نے چائے کپوں میں ڈالی اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں وہی جا رہی ہوں پھر۔" اپنا دوپٹہ درست کرتے وہ ہوئے باہر نکل گئیں' چاند رات خاص کر

نکاح سے ایک دن پہلے ہزاروں کاموں کے جھمیلے میں اس طرح سب بڑوں کا ان کی ساس کے کمرے میں اکٹھا ہونا انہیں تشویش میں مبتلا کررہا تھا اگر کوئی ضروری بات تھی تو انہیں کیوں نہیں بلایا گیا یہ سب سوچتے ہوئے ہی وہ کمرے کے باہر ہی رک گئیں دروازہ بند تھا مگر باتوں کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں کن سوئیاں لینے کی اپنی پرانی عادت سے مجبور ہوکر وہ باہر ہی رک گئیں مگر اپنا نام سن کر انہیں شدید حیرت ہوئی وہ یقیناً نازیہ کی ہی آواز تھی۔

''اماں ابھی کیسے بتادیں نصرت کو آپ کو پتا تو ہے انہوں نے تو کبھی اس گھر کو اور اس گھر کی خوشیوں کو اپنا ہی نہیں سمجھا تو پھر اسے وقت سے پہلے بتانے کا فائدہ افریشم کی مہندی پر ہی عمر اور درریشم کی منگنی کردیتے ہیں' سب کو پتا چل جائے گا۔ بات تو پہلے سے ہی طے ہے۔'' اپنی حیثیت کا اندازہ کیا ہوا انہیں لگا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی ہو انہیں شدید صدمہ ہوا تھا درریشم سے بڑی تو ان کی بیٹی شناء تھی اس کے بارے میں کسی نے نہیں سوچا۔ آخر تھی تو وہ ان لوگوں کا ہی خون نا اب تو انہوں نے بھی اپنی عادات کافی بدل لی تھیں صرف اسی لیے کہ عمر کی شناء سے شادی ہوجائے مگر یہاں تو ابھی تک وہ پرانی والی نصرت ہی تھیں سب کے لیے ان سے ضبط نہ ہوا تو نہایت غصے سے دھاڑ سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوگئیں۔

''نہیں بتائیں کچھ آپ لوگ مجھے بلکہ شادی میں بھی کیوں بلایا نہ بلاتے' میں تو ہمیشہ سے ہی ان سے کہتی رہی کہ آپ کے گھر والے آپ کے بیوی اور بچوں کو اپنا نہیں سمجھتے مگر انہوں نے ہمیشہ آپ لوگوں کی طرف داری کی' ایک پل کو تو مجھے بھی لگا کہ میں ہی غلط ہوں لیکن نہیں میں صحیح تھی آج دیکھ لیا میں نے۔ ارے آپ لوگ بتائیں کیا شناء اور حنا آپ لوگوں کا خون نہیں ہیں' کیا ان کے بارے میں کسی نے سوچا کہ ان کی بھی شادی کرنی ہے یا نہیں۔ درریشم تو شناء سے بھی چھوٹی ہے پھر بھی سب کو عابدہ بھابی کے بچوں کی فکر ہے۔'' بولتے بولتے ان کی آواز رندھ گئی تھی رابعہ سمیت سب ہی ان کے اتنے شدید ردعمل پر اچھل پڑے تھے۔

''تم غلط سمجھ رہی ہو چھوٹی بہو! ہم نے کبھی بچوں میں فرق نہیں کیا۔'' دادی جان نے آگے بڑھ کے ان کا کندھا تھپتھپایا جسے نہایت غصے سے انہوں نے جھٹک دیا۔ نازیہ سے ان کا یہ رویہ برداشت نہ ہوا تو وہ پھٹ پڑیں۔

''اے نصرت بھابی! بس کرو ارے آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے کیا خوب تربیت کی ہے آپ نے بچیوں کی' حنا تو خیر صحیح ہے مگر وہ آپ کی لاڈلی شناء فیشن کی دلدادہ' گھر گرہستی میں صفر' حد درجہ منہ پھٹ اور بدتمیز ارے اتنی تمیز نہیں کہ گھر والوں سے یا بڑوں سے کہیں جانے سے پہلے اجازت لے لیں' جب جی چاہا جوان کزن کے ساتھ منہ اٹھا کے سیر سپاٹوں کو نکل پڑیں آپ نے ویسے ہی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی خاندان بھر میں ہمارا نام بدنام کروانے میں اور اب رہی سہی کسر یہ شناء پوری کردے گی۔ ارے لوگ شادی سے پہلے ماں کو بھی دیکھتے ہیں جب آپ ایسی ہیں تو کوئی کیوں شادی کرے گا' آپ کی بچی کو تو آپ کی تو سگی بہن نے بھی نہیں پوچھا......'' اتنی تلخ کڑی باتیں سن کے نصرت کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا تھا' بات ان کی بیٹی کے کردار تک آ پہنچی تھی' ان کی زبان درازی کی سزا ان کی بچیوں کو ملے گی اگر انہیں اس بات کا احساس پہلے ہوجاتا تو وہ کبھی نہ بولتیں کچھ انہوں نے بڑھ کے دیوار کو تھام لیا' شور شرابے کی آوازیں سن کے سب لوگ ہی اُدھر جمع ہوگئے تھے' حنا اور شناء کبھی دادی اور پھوپو لوگوں کو دیکھتیں تو کبھی ماں کی زرد رنگت و دھواں چہرے کو دیکھ کر ٹھٹک جاتیں۔ نازیہ نے کچھ اور کہنے کے لیے لب وا ہی کیے تھے کہ عابدہ کی آواز پر سب خاموش ہوگئے۔

''بس کردیں آپ لوگ' خدا کے لیے گھر کی بچیوں کے بارے میں اس طرح بات نہیں کرتے۔ نازیہ خدا کا خوف کرو شناء ہو یا افریشم حنا ہو یا درریشم چاروں ہی اس گھر کی عزت ہیں یوں اس گھر کی عزت پر انگلی اٹھانے کا حق کسی کو نہیں اور نصرت تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم نے تمہاری بچیوں کو اپنا نہیں سمجھا' یہ حنا اس کو دیکھ لو۔'' وہ حنا کا ہاتھ پکڑ کے نصرت کے سامنے لے آئیں انہوں نے حیرت سے عابدہ کو دیکھا۔

''یہ اتنی سی تھی جب سے میرے پاس رہتی تھی نصرت یہ جتنی تمہاری بیٹی ہے اتنی ہی میری بیٹی ہے۔ میں نے ہمیشہ اسے جازب کی دلہن کے روپ میں دیکھا' درریشم کی شادی پر میرا جازب اور حنا کی شادی کا ارادہ تھا' اماں کو بھی یہ بات

پتا تھی مگر ابھی تم سے کہی نہیں تھی۔'' انہوں نے بڑھ کے حنا کو گلے لگالیا' جازب نے مسکراتے ہوئے ماں کو دیکھا سب ہی کے رکے ہوئے سانس بحال ہوئے' نصرت کی آنکھیں فرط مسرت سے چھلک پڑیں۔

''بس اب جازب اور حنا کی منگنی بھی عمر اور درریشم کی منگنی کے ساتھ کردیتے ہیں۔'' دادی جان نے آگے بڑھ کے حتمی انداز میں کہا۔

شناء ششدر سی سب کو دیکھ رہی تھی اس کا دماغ تو بس عمر اور درریشم میں الجھ کے رہ گیا تھا جب ہی کچھ یاد کرتے ہوئے نصرت نے کپکپاتے لبوں سے شناء کا نام لیا۔

''شناء! میری شناء کا کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں ہوگا بھابی! میں ہوں نا اپنی پھولوں جیسی بھتیجی کے لیے میں ڈھونڈوں گی پیارا سا لڑکا' میرے جیٹھ اور جٹھانی نے اپنے بڑے بیٹے رضا کے لیے لڑکی دیکھنے کا کہا ہے' خاندان میں ہی بہت اچھا لڑکا ہے آپ اطمینان رکھیں میں اسے فون کرکے شادی پر بلوالوں گی۔ شادی کے بعد ملتان جاکے جٹھانی سے بات کروں گی۔'' نازیہ نے آگے بڑھ کے نصرت کو گلے لگالیا اور شناء کو محبت پاش نظروں سے دیکھا عابدہ بھابی کی باتیں سن کر انہیں بھی اپنے رویے کی تلخی کا شدت سے احساس ہوگیا تھا۔ شناء کی آنکھیں بھیگ گئیں' وہ اپنے ددھیال والوں کو کیا سمجھتی تھی اور وہ لوگ کیا تھے مگر اس میں اس کا بھی اتنا قصور نہیں تھا نصرت نے جس سانچے میں اسے ڈھالا وہ ڈھل گئی لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے دوسری نصرت نہیں بننا وہ گر کے نہیں سنبھلے گی بلکہ وہ ہمیشہ سنبھل کے چلے گی آج وقت نے اسے سب کچھ باور کرادیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کے دادی جان کو پہلی دفعہ اتنی محبت سے گلے لگایا' سب ہی کے چہروں پر اطمینان رقصاں تھا' سوائے حنا کے سب ہی مسکرادیے جب کہ وہ کچھ یاد کرتے ہوئے کمرے سے بھاگ گئی' جسے سب نے شرم سے تعبیر کیا مگر جازب کی آنکھوں میں واضح پریشانی ابھر آئی تھی دھند چھٹ چکی تھی سب ہی ہنستے مسکراتے ہوئے تیاریوں میں لگ گئے تھے۔ ینگ پارٹی نے لاؤنج پر قبضہ جمالیا تھا اور بڑوں کے کچن کی تیاریوں میں حنا اسے کہیں نظر نہیں آئی تو وہ اسے ڈھونڈتا ہوا چچی کے پورشن کی طرف آ گیا مگر وہ اسے وہاں بھی نہیں نظر آئی' تو اس نے کچھ سوچتے ہوئے

منزل

میری زندگی کی ابتداء
اسے پانے کی چاہت سے ہوتی ہے
اپنی منزل کو پانے کی جستجو
بہت ہمت دیتی ہے
نوکیلے پتھروں کا راستہ
جب پار کرتی ہوں
تو میرے پاؤں لہولہان ہوجاتے ہیں
مگر
میری محبت مجھے تکلیف کا احساس ہونے نہیں دیتی
لیکن
اس وقت بہت تکلیف ہوتی ہے جب وہ نہیں ملتا
ایک طرح سے
میرا راستہ دلدل پر چل کے جانے کی مانند ہے
اور
میری منزل
گلاب کی پتیوں کی طرح نرم......!

علمہ شمشاد حسین......کورنگی' کراچی

اپنے قدم ٹیرس کی جانب بڑھادیے سامنے ہی وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔

''کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہو تم' خوش نہیں ہو کیا؟'' جازب کی آواز پر اس نے چونک کے دیکھا' اس کے سوال پر اس کے رونے میں اور شدت آ گئی۔ جازب نے کچھ جھجکتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

''کیا بات ہے بتاؤ مجھے۔''

''جازب بھائی کچھ نہیں' پلیز آپ نیچے جائیں۔'' اس نے تلخی سے کہتے ہوئے نظریں پھیر لیں۔

''اُف ظالم لڑکی! اب تو بھائی نہیں بولو صاحب کو خیر سے آپ کے منگیتر ہونے کا شرف حاصل ہوگیا ہے۔'' اس نے شوخی سے مسکرا کے کہا حنا نے چونک کر بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں جگنو رقص کررہے تھے۔

''اتنی خوشی ہے انہیں تو یا اللہ پھر وہ ڈائری اور وہ لڑکی کون

تھی؟'' اس نے سوچتے ہوئے جھرجھری لی پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''آپ اتنے خوش کیسے ہوسکتے ہیں' میں نے اتفاق سے ایک بار آپ کی ڈائری کے چند ابتدائی صفحات پڑھے تھے اس میں وہ شاعری وہ سب کیا تھا پھر......؟''

''زبردست! تم تو ابھی سے روایتی بیویوں کی طرح تفتیش کررہی ہو' بس اتنی سی بات پر پریشان تھیں تم' میں سمجھا پتا نہیں کیا بات ہے پاگل لڑکی! میں نے زندگی میں کبھی کسی اور لڑکی کا نہیں سوچا سوائے ایک کے اور اگر تم نے ڈائری کے مزید صفحات اور پڑھ لیے ہوتے تو اس کا نام بھی جان لیتیں۔'' اس نے ہنوز اطمینان سے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔

''کون ہے وہ؟'' حنا نے غصے سے پوچھا۔

''جنگلی مانو بلی! میری وہی تو ہے جسے آج تک میں تنگ کرتا رہا' وہی میرا سب کچھ ہے' تم نے غور کیا ہوتا تو ماما کی طرح جان گئی ہوتیں۔'' اس نے اسے چھیڑتے ہوئے بات مکمل کی' پہلے تو حنا کی سمجھ نہیں آئی' بات جب آئی تو اس کی چیخ نکل گئی۔ جنگلی مانو بلی وہ اسے ہی تو کہتا تھا ہمیشہ سے۔

''حد کرتے ہیں آپ بھی' میں نہیں بولتی اب آپ سے۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے کہتے ہوئے قدم بڑھائے تو جاذب نے بڑھ کے اس کا آنچل تھام لیا۔

''کیا ہے؟''

''رکو تو سہی بات تو سن لو' ادھر آؤ پہلے۔'' اس کا ہاتھ تقریباً کھینچتے ہوئے وہ ریلنگ کی جانب دوبارہ لے آیا۔

''اب آسمان کی طرف دیکھو وہ چاند نظر آرہا ہے نا۔'' جاذب نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو وہ محویت سے عید کا چاند تکنے لگی۔

''عید آئی ہے تو پھر آج میرے سینے میں
اک خواہش نے بہت زور سے انگڑائی لی
جی میں آیا تو ساتھ ہو تنہائی ہو
رات کھلی ہو اور شام ہو گہری نیلی
اور ہم دونوں کسی مکان کی چھت پر
دور ہی دور کہیں فلک پر تکتے جائیں
چاند کو ڈھونڈتے ایک دوجے کو دیکھیں دم بھر
دل کے جذبات نگاہوں سے چھلکتے جائیں
اور آجائے نظر چاند کی ایک جھلک
اپنے چہرے پر مسرت سے نکھار آجائے
پھر میرے ذہن میں اشعار اترتے آئیں
میں تصور میں سنواروں تیری الجھی زلفیں
اور ان زلفوں میں پھر شب کی سیاہی بھردوں
تیرے چہرے کو کسی چاند کی تشبیہ دے کر
ایک عالم میں اجالا ہی اجالا کردوں
تیرے ہونٹوں کو کسی پھول کی لالی دے دوں
اور اس لالی کو پھر خون سے پائندہ کردوں
تیرے ہاتھوں میں بسا کر میں حنا کی خوشبو
رنگ و خوشبو سے گلابوں کو بھی شرمندہ کردوں
یا بہادوں انہیں سچ مچ کسی ساون کی طرح
تیری بانہوں میں سجادوں بہت سے گجرے
تو نگاہوں کو جھکائے نئی دلہن کی طرح
میں تیرا حسن جہاں سوز مکمل کرکے
چند لمحوں کے لیے پیار سے تجھ کو دیکھوں
ایک انگلی سے اٹھاؤں تیری تھوڑی جاناں
اور دھیرے سے تجھے عید مبارک کہہ دوں''

مدہم میٹھی آواز میں وہ اس کی سماعتوں میں رس گھول رہا تھا اور وہ اس کے اس قدر والہانہ انداز پر خود میں سمٹ کے رہ گئی تھی۔

''آپ کو بھی عید مبارک!'' دھیرے اس کوش کرتے ہوئے وہ تیزی سے اس کے پہلو سے نکلتی چلی گئی' جاذب کا بے ساختہ قہقہہ فضاؤں میں گونجا تھا' عید کا یہ ضوفشاں چاند اپنی تمام تر روشنائی گلابوں سمیت قصر راحت پر نچھاور کررہا تھا جس کی روشنی سے تاعمر قصر راحت کے درودیوار کو چمکنا تھا۔

نگوڑی برسات

ام ثمامہ

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

تیرا	آنا	تو	خواب	تھا لیکن
ہم	چراغوں	کی	ساتھ	جلتے رہے
کیا	بتائیں	کہ اب	کے	ساون میں
ہم	تجھے	کتنا	یاد	کرتے رہے

راجہ کالونی میں بنا چار مرلے کا صدیق پیلس کل چار نفوس کی رہائش گاہ تھا' ابا صدیق علی ہر باپ کی طرح شفقت اور محبت کا پیکر' تمام عمر کلرکی کی اور اب ریٹائرڈ ہو کر ایک میڈیکل اسٹور پر نوکری کررہے تھے۔ اماں رشیدہ بیگم گھر کی کل مختار ہر ماں کی طرح اندر سے مہربان اوپر سے چنگیز خان تین بچوں کی ماں تھیں۔

سب سے بڑی ثمرینہ صدیق جسے سب آپا کہتے تھے غربت کے باعث کم عمری میں ہی بیاہ دی گئی تھی اور اب دو بچوں کی ماں تھی اور پھر سفینہ صدیق جسے ابا سوہنی' اماں کم بخت' ثمرینہ آپا سفو اور مہیب مہنتا باجی کے نام سے پکارتا ہے اور پھر سب سے چھوٹا مہیب صدیق اولاد نرینہ ہونے کے باعث اماں کا لاڈلا سپوت تھا۔

صبح سے ہی طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں بادل گھر گھر کر آرہے تھے۔ اماں ٹی وی کے آگے بیٹھی استغفر اللہ استغفر اللہ کا ورد کررہی تھیں ساتھ ساتھ قیمس تر پائی بھی کررہی تھیں' زندگی میں پہلے کیا کم طوفان تھے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کا طوفان' مہنگائی کا طوفان' کرپشن کا طوفان اور اب سمندری طوفان کی پیشن گوئی بھی ہوگئی تھی سونے پر سہاگہ لمحہ بہ لمحہ رپورٹنگ اچھے خاصے انسان کا دل دہلانے کے لیے کافی تھی۔ پہلے اچھا زمانہ تھا صرف رات نو بجے کا خبرنامہ نشر ہوتا تھا وہ بھی جتنا انہوں نے بتانا ہوتا تھا بتادیتے تھے۔ کسی نے ٹھیک کہا تھا آگہی عذاب ہوتی ہے اور بے خبری سے بڑا کوئی سکھ نہیں ہوتا۔

کھڑکیوں پر دبیز پردے ہوں
بارشیں پھر بھی دستکیں دیں گی

❀......❀......❀

موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا کرن کا دل خوش بھی تھا اور اداس بھی اس نے کمرے میں لگی گلاس وال کو دھیرے سے پرے کھسکایا' بھیگی بھیگی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ گیلی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو آرہی تھی اور بڑی بھلی معلوم ہورہی تھی دور کسی آم کے درخت پر کوئل کوک رہی تھی' دھلا دھلا سا سرسبز لان بہت پیارا لگ رہا تھا۔ پھولوں کی پنکھڑیوں پر پانی کے شفاف قطرے ٹھہر گئے تھے جب ہوا شرارت کرتی گزرتی تو کوئی نا کوئی پانی کا قطرہ پھسل کر گھاس کی پتیوں میں جذب ہوجاتا۔

اتنی بڑی اور ویران کوٹھی میں اسے بارش بھی اپنی ہی طرح کی ایک قیدی لگتی، کرن کا دل چاہتا وہ بارش کو مکمل طور پر انجوائے کرے وہ پانی کی نمی کو اپنی گوری ہتھیلیوں پر محسوس کرے لان میں ہار سنگھار اور چنبیلی کے درختوں کے قریب جاکر بھیگی چڑیوں کے گیت سنے دھیمے سروں میں کی گئی وہ سرگوشیاں سنے جو پانی کے قطرے رنگ برنگ پھولوں سے کرتے ہیں، سڑک کنارے کھڑی ہوکر گول گپے اور چنے کی چاٹ کھائے۔ بچوں کی طرح گدلے پانی میں چھپڑ چھپڑ کرے وہ بارش کو ایسے جینا چاہتی تھی جیسے عام لوگ جیتے ہیں یا جیسا اس نے کتابوں میں پڑھ رکھا تھا مگر وہ یہ سب نہیں کرسکتی تھی کیونکہ وہ مسٹر اینڈ مسز ڈاکٹر احمدانی کی اکلوتی اولاد تھی اور جس ہائی جینٹری سے اس کا تعلق تھا وہاں یہ ساری باتیں بہت عامیانہ اور بری سمجھی جاتی تھیں۔

بارش تیز ہوچکی تھی چوکیدار اور مالی بابا کے بچے لان کے پچھلے حصے میں اپنے کوارٹروں کے آگے پانی میں کھیل رہے تھے کرن سے زیادہ دیر صبر نہیں ہوا اس نے سوفٹی اتار کر روش پر رکھی اور باہر لان میں آگئی۔ بارش میں اس کا گل احمد کا مہنگا جوڑا بھیگ کر خراب ہو رہا تھا مگر اسے ذرہ برابر پروا نہیں تھی وہ نرم اور ٹھنڈی گھاس پر بانہیں پھیلائے بارش کی بوندوں کو اپنے اندر اتار رہی تھی۔

"چھوٹی بی بی! آپ کو بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔" صابرہ کی آواز اسے خوابوں کی دنیا سے حقیقت میں لے آئی۔ کرن کا خیال تھا کہ مما اس وقت سو رہی ہونگی اس لیے وہ لان میں چلی آئی تھی مگر شاید انہوں نے اپنے روم کی کھڑکی سے اسے دیکھ لیا تھا اور یہ پیشی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اس نے واپس اپنے کمرے میں آکر شاور لیا، بھیگے کپڑے بدلے اور بال سکھاتی مما کے بیڈ روم کی طرف چل دی۔

❁ ……❁…… ❁

"ارے کم بخت! جلدی سے دوڑ کر جا اور باہر رکھے چنبیلی کے پودے کو اٹھا لا دیکھ اس کی نازک ٹہنیاں کیسے ہوا کے زور سے ادھر اُدھر ہو رہی ہیں۔" سفو جو سیڑھیوں پر اگی کالے اودے اور نیلے بادلوں کو کھیلتے دیکھ رہی تھی اماں کی پکار پر پیچھے کی طرف دوڑی۔

"ہاں چنبیلی کی ٹہنیوں کا خوب خیال ہے مگر دھان پان سی بچی اگر ہوا سے ادھر اُدھر ہوگئی تو اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔" سفو بڑبڑاتی ہوئی گملے کو اٹھا کر برآمدے میں لے آئی ویسے تو صبح سے ہی اماں نے اس کی پریڈ لگوائی ہوئی تھی یہ سہانا پلس عاشقانہ موسم غریبوں کے لیے تو عذاب جان بن جاتا ہے۔ صحن اور برآمدے میں بکھرا سامان اٹھانے کی مصیبت، موسم کے بنتے ہی چھت کے ٹپکنے کی فکر اور تو اور برسات کا شفاف پانی گٹر کے پانی میں مکس ہوکر گھر کے اندر آجانے کا خیال ہی سوہان روح تھا اور پھر یہ خوشبودار پانی بالٹی اور ڈونگے سے بھر بھر کر باہر نکالتے پھرو۔ سفینہ کو بارشیں بچپن سے بہت پسند تھیں مگر اب تو اسے بارشوں سے چڑ ہونے لگی تھی۔

سارا سال اسے اپنے غریب ہونے کا اتنا قلق نہیں ہوتا تھا جتنا برسات کے دنوں میں، اس کا دل چاہتا وہ اپنے بڑے سے بیڈ روم کی کھڑکی میں کھڑی برسات کا نظارہ کرے جو کہ لان کی طرف کھلتی ہو، اس کے ہاتھ میں گرما گرم چائے کا کپ کے ایف سی کا ہاٹ برگر یا پڑاہٹ کا ڈبل چیزی پزا ہو، برسات کے گانے چل رہے ہوں۔

"ارے سفو کم بخت! ادھر آ۔" (اس کے سارے سہانے سپنوں کی ڈور اسی آواز پر آ کر ٹوٹی تھی)۔

"یہ مہیب کے کپڑے دھو کر تار پر پھیلا دے، بارش آنے سے پہلے سوکھ جائیں، سارے کپڑے تو میں کل دھوؤں گی آج مجھے سامنے والی باجی کے کپڑے پورے کرکے دینے ہیں اور ہاں کپڑے دھو کر دوبارہ خواب نگر نہ پہنچ جانا، جلدی جلدی ہانڈی روٹی کرلے کیونکہ عام دنوں میں سرِ شام ہی لائٹ چلی جاتی ہے آج تو ابھی ہی چلی جائے گی۔ اللہ بھلا کرے واپڈا والے تو اگر چڑیا بھی بیٹ کردے تو لائٹ لے لیتے ہیں، آج تو پھر طوفانی بارش کی پیشن گوئی ہے۔ اب صحن میں کھڑی ٹکر ٹکر بادلوں کو کیا دیکھ رہی ہے، اوپر سے پانی ہی برسے گا ہیرے موتی تو نہیں۔ جلدی سے ڈونگا لاکر مجھے دے، مشین کے پاس سے چھت ٹپکتی ہے اگر ابھی بارش ہوئی اور چھت ٹپکنے لگی تو پرائے کپڑے خراب ہوجائیں گے۔"

ابھی وہ ڈونگا لے کر پلٹی ہی تھی کہ چھاجوں چھاج مینہ برسنے لگا اور پھر گلیاں ندی نالوں کا منظر پیش کرنے لگیں۔

سفو برآمدے میں بیٹھی برستی بارش کو دیکھ رہی تھی اس کی سوچ مسلسل اس نقطے پر اٹکی ہوئی تھی کہ کب تک بارش کا پانی صحن میں داخل ہوجائے گا اور ہاتھ میں مسلسل ہلتا ہوا احمت یقین تھا جو وہ مہیب کو جھل رہی تھی اسے کل رات سے بخار تھا ورنہ وہ ابھی تک محلے کے بچوں کے ساتھ سوئمنگ کر رہا ہوتا۔

"اے سفو! اللہ خیر کرے اتنی طوفانی بارش ہے اور تیرے ابا

ابھی تک گھر نہیں آئے۔ کہیں کیچڑ میں پھسل نہ جائیں اب وہ عمر اور صحت بھی نہیں رہی کیسے معلوم کروں؟" اماں نے فکر مند ہوتے کھٹ کھٹ کرتی سلائی مشین سے سر اٹھا کر سفینہ سے کہا۔

"ہاں ہاں اور بیچو اونے پونے داموں میرا موبائل، وہ نگوڑی مشین تو تمہیں ہر فساد کی جڑ لگتی تھی مگر ایسے وقتوں میں کام بھی آتی تھی کیا ملا اماں تمہیں اس کو مجھ سے جدا کرکے اگر وہ ہوتا تو ابھی فٹ سے ابا کی خیریت معلوم کرلیتی اور جھٹ سے اتنے اچھے اچھے برسات کے ایس ایم ایس شیئر کرتی دوستوں سے۔" سفو نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"نام مت لے اس منحوس نگوڑی مشین کا، تیرے ماموں زاد کریم کی شادی کے خرچے کے لیے اسے بیچا تو ایسی نظر لگی کہ بے چارے کی ٹانگ ہی ٹوٹ گئی۔" اماں نے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر کہا۔

"ہاں ہاں اور لو مظلوموں کی آہیں۔" سفینہ بڑبڑانے سے باز نہیں آئی۔

"چپ ہوجا کم بخت! مجھے تیرے ابا کی فکر کھائے جا رہی ہے اور تیری بک بک بند نہیں ہو رہی۔ میرے ہاتھوں مار کھائے گی، پچھلی بار بھی تائی والے رشتے کو جس طرح تو نے بھگایا اس بات پر تیرے ابا بیچ میں آگئے ورنہ جوتیاں مار مار کر تیرا سر گنجا کردیتی۔ غضب خدا کا کیسے کیسے شیطانی منصوبے تیرے دماغ میں آتے ہیں۔" اس سے پہلے کہ اماں کی چپل ہوا میں لہراتی سفو منظر عام سے غائب ہوگئی۔

❁ ……❁…… ❁

کرن بڑے سے آبنوسی دروازے کو ہلکا سا بجا کر گڈ مارننگ کہتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"کرن ڈارلنگ تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ یہ سو کالڈ مڈل کلاس لوگوں کی حرکتیں مت کیا کرو لیکن تم جانے کب سمجھو گی۔ تمہیں پتا ہے کہ بارش کے پانی میں یوں ننگے پاؤں کھڑے ہونے سے اسکن الرجی بھی ہوسکتی ہے اور یوں بارش میں بھیگنے سے وائرل بیماریاں بھی حملہ آور ہوسکتی ہیں۔ مگر تم میں تو ہائی سوسائٹی کے کوئی اطوار ہے ہی نہیں نہ کوئی کیئر نہ پارلر نہ جم عجیب لڑکی ہو۔" مما نائٹ گاؤن پہنے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی کریم لگا رہی تھیں نہ کوئی دعا نہ پیار بس آتے ہی لیکچر دینا شروع کردیا۔

"میں نے تمہیں اسٹڈی کے لیے باہر بھیجنا چاہا تو تم نے اپنی ایک فضول سی دوست کے پیچھے لگ کر ایک نان کلاس کالج میں ایڈمیشن لے لیا، اپنے سرکل میں تو میں بتا بھی نہیں سکتی کہ میری اکلوتی بیٹی ایک فضول سے تھرڈ کلاس کالج میں سمپل بی اے کر رہی ہے اور اگر تمہیں بارش کو انجوائے کرنا ہی ہے تو شام کو میرے ساتھ مسز حسن کی مینگو اینڈ رین پارٹی میں چلنا شہر کی ساری کریم وہاں اکٹھی ہوگی تم بھی ہائی سوسائٹی میں موو کرنا سیکھو، کل کلاں کو شادی کے بعد تمہیں بہت پرابلم ہوجائے گی۔"

"اے بی سمپل کرکے میں اچھی ماں تو ضرور بن جاؤں گی جو ملک کی ایک نامی گرامی ڈاکٹر نہیں ہوگی کم از کم میرے بچوں کی زندگی میں وہ خلاء نہیں ہوگا جو میری زندگی میں دور دور تک پھیل گیا ہے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح یہ سب باتیں دل میں سوچیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہہ سکی۔

اور مسز حسن کی جس پارٹی کے لیے وہ دعوت دے رہی تھیں اس کا مینگو اور رین سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا وہاں ائیر کنڈیشنڈ ڈرائنگ روم میں انواع اقسام کے کھانے (فاسٹ فوڈ) بے ہنگم میوزک پر تھرکتی میمیں جو پچاس کی ہوکر خود کو پندرہ کی ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں۔ جینز شرٹ، اسکرٹ میں جکڑی ہماری ینگ جنریشن جو ملک و قوم کی معمار کہلاتی ہے ریٹائرڈ بڈھے کولیسٹرول کو کھا کھا کر اپنی بڑی بڑی توندوں کو مزید بڑھا رہے ہوتے ہیں، ایسے ماحول میں اس کا دم گھٹتا تھا مگر بدقسمتی ہے اس کے پاپا اور مما بھی اسی کلچر کا ایک اہم حصہ تھے۔

"سوری مما! میں بس یونہی باہر نکل گئی تھی آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" وہ یہ سب سوچتی اور ان سے معذرت کرتی بھیگی پلکوں سمیت کمرے سے باہر نکل گئی۔

❁ ……❁…… ❁

بارش تھم چکی تھی، جس طرح پوش علاقوں میں درخت پکے مکان دھل کر نکھرے نکھرے لگنے لگ جاتے ہیں اس طرح صدیق پیلیس کا بچا کچا رنگ و روغن گرمیوں کی غریبوں کی دلہن کے میک اپ کی طرح ٹپک ٹپک کر نیچے آ چکا تھا اور اب وہ مزید اجڑا اجڑا لگ رہا تھا۔ اماں اب اطمینان سے کپڑے سینے میں مگن تھیں کیونکہ پڑوسیوں کا بچہ اطلاع دے گیا تھا کہ صدیق چچا کا فون آیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تیز بارش کی وجہ سے وہ اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھہر گئے ہیں اور جیسے ہی بارش تھمی، لوٹ آئیں گے اور آتے ہوئے مہیب کی دوائی لے آئیں گے۔ سفینہ روٹی پکانے سے لے کر کپڑے دھوتے، سامان سمیٹنے

تک سارے کام انجام دے چکی تھی اس لیے ہمیشہ کی طرح اب فارغ تھی اس نے امرود کے بھیگے پیڑ کے نیچے کرسی رکھی اور موسم سے لطف اندوز ہونے لگی۔ بھیگی ہوئی چڑیا امرود کو ٹھونگے مارنے سے باز نہیں آ رہی تھی۔

"اماں تم کام کرتے کرتے تھک گئی ہوگی تمہارے لیے چائے بنالوں اور ابا بھی آنے والے ہوں گے۔" نہایت مسکین سی صورت بنا کر پوچھا گیا اس کا دل چائے پینے کو چاہ رہا تھا مگر گھر میں جو دودھ رکھا تھا وہ شام کی چائے کا تھا اس لیے وہ اماں کو لالچ دے کر رام کرنے لگی جانے رشیدہ کے دل میں کیا آئی کہ حامی بھرلی۔ سفو لپک جھپک کر باورچی کھانے کی طرف چل دی تین کپ چائے بنا کر ایک کپ دیگچی میں ہی رکھ کر اس نے اماں کا کپ سلائی مشین کے پاس رکھا اور اپنا گرما گرم کپ ہاتھ میں لے کر کرسی پر آ بیٹھی۔

برسات کے دن آئے ملاقات کے دن آئے
ہم سوچ میں تھے جس کی......

"ٹھک......" اماں کی مرزا کی چپل ٹھیک نشانے پر لگی۔ اوچ کی آواز کے ساتھ جیسے ہی وہ سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی آدھی سے زیادہ چائے چھلک گئی۔

"کم بخت کتنی بار کہا ہے کہ یہ بے ہودہ گانے مت گایا کر مگر تُو تو کب ماننے کے اب مانے۔" سفینہ نے بھیگی پلکوں سے منہ اوپر اٹھا کر پہلے اماں کو اور پھر سر جھکا کر آدھے سے زیادہ خالی کپ کو دیکھا وہ کیا کرتی اسے برسات کا یہی گانا پسند تھا مگر اماں کو اس کی ہر بات پر اعتراض تھا یا پھر اس کی ہر بات ہی قابل اعتراض تھی۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی وہ مٹی اور چونے میں لتھڑے فرش پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی دروازے کی طرف لپکی اور ابا کی آواز پر اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

"شکر ہے ابا آپ خیریت سے گھر پہنچ گئے آپ کی وجہ سے میں کافی پریشان ہو رہی تھی۔" اس جملے پر اماں نے گھور کر سفینہ کی طرف دیکھا مگر فی الحال اس کا سارا دھیان ابا کے ہاتھ میں پکڑی اس تھیلی کی طرف تھا جس کے کاغذ پر چکنائی لگی ہوئی تھی۔

"لے سوہنی یہ میرے تیرے لیے لایا ہوں' نکال کر لے آ پھر مل کر کھاتے ہیں۔" ابا نے اس کی بے چین نظروں کو تھیلی کا تعاقب کرتے دیکھ لیا تھا اس نے جھٹ ہاتھ سے تھیلی لی اور باورچی خانے کی طرف چل دی۔

اماں بم کی تتلی اور ابا ٹھنڈے میٹھے چشمے کا پانی' اللہ جانے دادی مرحومہ نے کیا سوچ کر یہ شادی کروائی تھی۔ سفو نے پکوڑے پلیٹ میں نکالتے ہوئے سوچا کیونکہ ایسی باتیں اگر زبان سے نکل جاتیں تو اماں سفو کی کم بختی لے آتی۔

"ہاں ہاں اور عیاشیاں کرواؤ اپنی لاڈلی کو کل سے کہہ رہی ہوں' آٹا ختم ہونے والا ہے مگر مجال ہے کہ سن جائے یہ فضول خرچیاں ہو سکتی ہیں۔" اماں سلائی کرتے ہوئے بڑبڑائیں۔

"ارے نیک بخت! وہ بھی آ جائے گا کیا ہوا جو بچی کی چھوٹی سی خواہش پوری کر دی' مہیب کی طبیعت اب کیسی ہے میں اس کے لیے دودھ ڈبل روٹی لے آیا ہوں یہ اسے کھلا کر دوائی پلا دو' طبیعت بہتر ہو جائے گی باقی اللہ مالک ہے۔"

"اماں تم کھاؤ گی؟" سفینہ نے پلیٹ کو مضبوطی سے پکڑ کر صلح ماری۔

"نہیں تُو ہی رج رج کر کھا۔"

"اچھا جیسے تمہاری مرضی۔" اور ابا کے آنے سے پہلے پلیٹ اور چٹنی کی پیالی دونوں خالی ہو چکی تھی اور آج تو مہیب کے حصے کے پکوڑے بھی بچ گئے تھے۔

ابا نہا کر باہر نکلے تو اس نے ابا کے آگے کھانا لگا دیا اور جیسے ہی انہوں نے کھانا ختم کیا اس نے چائے کی گرما گرم پیالی ان کے آگے رکھ دی' ایسے موسم میں چائے انہوں نے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ ابا کچھ دیر آرام کرنے اندر چلے گئے تو اماں دوبارہ اپنی سلائی مشین پر جھک گئیں۔ سفو صحن میں بچھی چارپائی پر آ کر لیٹ گئی اور آنچل پڑھنے لگی جو وہ ساتھ والی بھابی سے لے آیا کرتی تھی اماں اسے رسالہ پڑھنے سے منع نہیں کرتی تھیں ایک تو خود کے پیسے خرچ نہیں ہوتے تھے اور دوسرا ان کی رائے کے مطابق اس میں اصلاحی اور اچھی کہانیاں ہوتی تھیں مگر انہیں یہ بھی افسوس تھا کہ سفو کم بخت پر ان کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔

سفو نے جلد ہی بور ہو کر یا پھر اصل معنوں میں جل کر رسالہ واپس رکھ دیا' ایسی ویسی ہیروئنوں کے کیا ہینڈسم امیر کبیر پڑھے لکھے ہیرو یہاں تو دور دور تک کوئی قابل وقبول بندہ بھی نہیں تھا۔

اماں اس کا لاڈلا موبائل نہ بیچتی تو ابھی وہ مزے سے کرن سے باتیں کر رہی ہوتی اس کی اور کرن کی دوستی بھی عجیب اتفاق سے ہوئی' سفینہ کسی کوئز شو کے سلسلے میں کرن کے اسکول گئی' اسکول کی عمارت اور اندر موجود آسائشات کو دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کرن ان کی مخالف ٹیم میں تھی مگر مقابلہ ختم ہونے کے بعد اس نے خود دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا' دونوں کے درمیان ایک بڑا طبقاتی فرق تھا مگر دونوں کی دوستی قائم دائم تھی اس میں ستر فیصد کرن کی ہی محبت اور کاوش کارفرما تھا وہ اس سے ملنے پہلے اس کے اسکول اور پھر کالج آنے لگی اور پھر جب سفینہ نے اماں کی کمیٹی کے پیسے چرا کر موبائل لیا تو رابطہ باضابطہ طور پر بحال ہو گیا اور پھر کرن نے اولیول کر کے تعلیم ادھوری چھوڑ دی اور اماں کے شور کرنے پر سفو کو بھی انٹر کے بعد گھر بیٹھنا پڑا مگر جب اماں نے موبائل بیچا تو اس نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لیا اور ابا سے آگے پڑھنے کی فرمائش پوری کروا کر ہی دم لیا اور جس کالج سے انٹر کیا تھا وہیں بی اے میں داخلہ لے لیا۔ کرن کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے بھی ہزار اپنے ماں باپ کے منع کرنے کے باوجود سفینہ والے کالج میں ہی بی اے میں داخلہ لے لیا۔ کالج میں دونوں خوب مزے کرتیں کرن کو لگتا جو چند گھنٹے وہ اس کھلی اور تازی فضا میں سانس لیتی ہے یہی زندگی ہے اور سفینہ کالج آ کر کام کاج اور اماں کی لعن طعن سے بچ جاتی تھی جس علاقے میں وہ رہتی تھی وہاں دنوں کی جگہ اگر کشتیاں چلنے لگ جاتیں تو وہ ایک دن کی بھی چھٹی نہیں کرتی مگر اب موسم کی وجہ سے مجبوری تھی۔

❁......❁......❁

رات دھیرے دھیرے صبح کی جانب سفر کر رہی تھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی ابھی وہ اس وسیع وعریض کوٹھی میں اکیلی تھی' مما پاپا کسی دوست کی پارٹی میں گئے ہوئے تھے اس نے پردہ ہٹایا رات کا سناٹا ہر شے میں بول رہا تھا۔ مالی بابا' ماسی' ڈرائیور سب اپنے کوارٹروں میں اپنے بچوں کے ساتھ چین کی نیند سو رہے تھے چوکیدار بھی کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا' بس دور آسمانوں پر چمکتا چاند اس کی طرح ازل سے تنہا تھا' اسے بچپن سے ہی گورنس نے پالا تھا جانے کیوں مما یہ بات نہیں سمجھ پائیں کہ آیا ماں نہیں بن سکتی اور پاپا وہ سدا سے ہی نوٹ بنانے والی مشین رہے انہیں تو ٹھیک سے یہ بھی پتا نہیں ہوگا کہ ان کی اکلوتی بیٹی اس سال اپنی کون سی سالگرہ منائے گی' پلکوں کے کنارے اوس کے قطرے چمکنے لگے اسے موسم کی وجہ سے سفینہ سے ملے کافی دن ہو گئے تھے۔ ابر کرم تھا کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور اسے سفینہ بہت یاد آ رہی تھی بس اس کی زندگی میں ہی ایک پرخلوص رشتہ تو تھا صبح اٹھ کر وہ ملاقات کی کوئی سبیل پیدا کرے گی' یہی سوچتے ہوئے اس نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور جہازی سائز بیڈ پر کروٹیں بدلنے لگی' کب نیند کی دیوی نے تھپک کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا اسے خبر ہی نہیں ہوئی۔

❁......❁......❁

"ارے کم بخت سارا دن چارپائی کی جان کو چمٹی رہتی ہے کبھی اس بے چاری کو بھی دو گھڑی تیرے وزن کے بغیر آرام کرنے دیا کر۔ ادھر آ مہیب اٹھ گیا ہے اسے دودھ میں ڈبل روٹی بھگو کر دے دے۔ تھوڑا سا جوڑا رہ گیا ہے مکمل کر لوں کل بیگم صاحبہ کو کپڑے مکمل کر کے دینے ہیں۔" چارپائی پر لیٹے لیٹے آنکھ لگی اور سفو پہنچ گئی خوابوں کے دیس میں ہینڈسم سے شہزادے کے ساتھ مگر اس سے پہلے کہ شہزادہ کوئی رومانٹک سا جملہ بولتا اماں کی سریلی آواز کانوں سے ٹکرائی اور وہ دوپٹہ سنبھالتی پیروں میں جوتیاں اڑستی باورچی کھانے کی طرف چل دی کیونکہ اسے اماں کی مرزا چپل سے بہت ڈر لگتا تھا جس کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا تھا۔

سفینہ نے دودھ ڈبل روٹی نکالی اور بوریت دور کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگی ٹھنڈا میٹھا دودھ اور پھر اس میں بھیگی ڈبل روٹی کے سفید سفید پھولے ہوئے ٹکڑے اس نے تھوڑا سا ہاتھ صاف کرنے کا سوچا کہ اماں کی کڑکتی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"سارا دودھ اور ڈبل روٹی لے کر آ نا اگر ذرا سا بھی ہاتھ مارا تو خیر نہیں ہے۔ بچہ رات سے بھوکا ہے۔" ایک تو جانے کیسے اماں کو اس کے ہر اس فعل کی خبر ہو جاتی تھی جس کے بارے میں ابھی صرف اس نے سوچا ہی ہوتا تھا' پیالے کو حسرت سے ہاتھوں میں تھام کر وہ برآمدے کی طرف چل دی' ابھی پیالہ رکھ کر پلٹی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہونے لگی۔ وہ دوڑ کر دروازے پر گئی' دروازے پر کرن کا ڈرائیور صابر کھڑا تھا۔

"سلام بی بی جی! یہ پرچی کرن بی بی نے دی ہے اور کہا تھا کہ پڑھ کر مجھے جواب لکھ کر دے دیں۔" صابر گلی سے دور گاڑی کھڑی کر کے اس دریا کو عبور کرتے ہوئے دروازے تک آیا تھا' اس لیے اس کے منہ پر بارہ بج رہے تھے بڑے لوگوں کے ملازم بھی آسائشوں میں رہتے ہوئے بڑے بن جاتے ہیں۔

"کون ہے دروازے پر؟ دروازے سے ہی چپک گئی کیا؟" اماں دھاڑی۔

"اماں وہ کرن نے اپنا ڈرائیور بھیجا ہے کوئی پرچی لکھ کر دی ہے۔"

"کیا لکھ کر بھیجا ہے؟" سوال پر سوال کیا گیا ہے۔
"اب بتا بھی دے کیا فارسی میں لکھ کر بھیج دیا ہے؟" پرچہ تو اس نے ایک منٹ میں پڑھ لیا تھا مگر جو متن اماں کو بتانا تھا وہ دل ہی دل میں تیار کر رہی تھی۔
"اماں کرن نے لکھا ہے کہ کل ایک بہت ضروری ٹیسٹ ہونا ہے اس لیے کالج کی چھٹی نہیں کرنی ہے اس نے لکھا ہے کہ کل وہ مجھے گاڑی میں لینے آ جائے گی' بس مہیب کے ساتھ گلی کے کونے تک آ جانا پھر میں واپس بھی چھوڑ جاؤں گی' اب کیا جواب لکھ کر دوں؟"
"ٹھیک ہے لکھ دے کہ لینے آ جائے۔" سفینہ نے دل ہی دل میں اپنی عقل کو داد دیتے ہوئے پرچی کے پیچھے جواب لکھنے لگی۔
"بڑی اچھی بچی ہے کتنا خیال ہے اسے تیرا ورنہ جس طبقے سے وہ تعلق رکھتی ہے وہاں کے لوگ تو ہم غریبوں کا منہ دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے اور پھر کوئی ضروری ٹیسٹ ہوگا جو اس موسم میں اتنا پیٹرول خرچ کر کے بندہ بھیجا ہے۔" اماں پڑھائی کے خلاف تھیں مگر اب جب اس نے داخلہ لے لیا تھا تو وہ اسے ایمان داری سے پڑھنے کا کہتی تھیں اور پھر کرن کے بارے ان کی اچھی رائے کی وجہ وہ تحفے بھی تھے جو وہ وقتاً فوقتاً دیتی رہتی تھی مگر سفینہ کے پاس بدلے میں دینے کے لیے پرخلوص دوستی ہی تھی۔

❁......❁......❁

صبح وہ جلدی جلدی تیار ہوئی کل سے بارش تھمی تھی تو گلیوں کا پانی بھی کچھ کم ہوا تھا تو لوگوں نے اینٹیں رکھ کر آنے جانے کے لیے راستہ بنا لیا تھا۔ انہی پتھروں پر قدم رکھتے رکھتے وہ نکڑ تک آئی تھوڑی دیر میں کرن کی لینڈ کروزر آتی دکھائی دی تو اس نے مہیب کو واپس جانے کا کہہ دیا اور خود گاڑی میں آ بیٹھی۔
کالج پہنچ کر پہلا اور دوسرا پیریڈ لینے کے بعد انہوں نے کلاس بنک کی اور گھاس پر آ کر بیٹھ گئیں۔ آج بھی بادل بارش ہوا اور سورج آپس میں چھپن چھپائی کھیل رہے تھے۔ کرن نے کالج بیگ میں سے ایک میڈیم سائز پزا نکالا جو وہ آتے ہوئے سفینہ کے لیے پزا ہٹ سے لے کر آئی تھی اسے خود تو فاسٹ فوڈ سے چڑ تھی مگر اسے پتا تھا کہ یہ سفینہ کی من پسند خوراک ہے' کولڈ ڈرنک کینٹین سے لے لی تھی اور اب وہ سفینہ کو بڑے شوق اور انہماک سے پزا کھاتے دیکھ رہی تھی۔
اس موسم میں کرن کا دل سفینہ کے اماں کے ہاتھوں بنی کالی مرچ اور املی والی آلو کی بھجیا' گرما گرم مکس پکوڑے' ہری مرچ اور پودینہ کی چٹنی کھانے کو چاہ رہا تھا اور اگر ساتھ میں گڑ کی چاشنی سے بنے گلگلے ہوتے تو کیا ہی بات تھی۔ پچھلے سال جب ایک دن وہ سفینہ کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی تو اس کی اماں نے شرمندہ شرمندہ ان ہی چیزوں سے اس کی دعوت کی تھی اور آج تک ان کا ذائقہ اس کی زبان پر موجود تھا اور اس کی وجہ ان چیزوں میں ممتا کا وہ ذائقہ تھا جو اس نے آج تک نہیں چکھا تھا۔
پیزا ختم کرنے کے بعد سفینہ نے نظر اٹھا کر کرن کی طرف دیکھا۔
"کیا بات ہے تمہارے منہ پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں' کیا ہوا آج پھر آنٹی نے کسی بات پر ڈانٹ دیا ہے کیا؟"
"نہیں میں سوچ رہی تھی تم کتنی خوش ہو کتنے مزے سے بارش کو' ہر رشتے' ہر دکھ سکھ کو مل کر اپنی فیملی کی ساتھ انجوائے کرتی ہو۔" سفینہ نے کرن کی بات سن کر دائیں بائیں دیکھ کر اس خوش نصیبی کو تلاش کرنے کی کوشش کی جس کے بارے میں یہ نادر فرمان جاری ہوا تھا۔
"ایک میں ہوں بیڈ روم میں بیٹھی شیشے کی دیوار کے پار سے برستی بوندوں کو دیکھ سکتی ہوں یا پھر شیشہ ہٹا کر ان بوندوں کا شور سن سکتی ہوں' میں کہاں ہوں کیا کر رہی ہوں' کیا سوچتی' کیا چاہتی ہوں میرے ماں باپ کو اس کی کوئی خبر ہے نہ پروا' تمہاری اماں کیسے تم سے پل پل باخبر رہتی ہیں۔"
سفینہ کو کرن کی ذہنی حالت پر شبہ سا ہوا بھلا پنکھا جھل جھل کر دکھتا ہوا ہاتھ' گرمی' اندھیرا' مچھر' مکھیاں' اماں کی کڑ کڑ' کیچڑ اور گندے پانی میں لتھڑا صحن' ابا کے ہاتھ میں پکڑے پکوڑوں کی چھوٹی سی تھیلی یہ سب کس طرح آئیڈیل ہو سکتا ہے۔ کوٹھی' بنگلہ' بڑے سے لان میں پڑنے والی رم جھم' اپنے کپڑے' جوتے' گاڑی' سکون' آزادی اس کی نظر میں تو خوش نصیبی کے یہ اسباب تھے وہ حیران ہو کر کرن کو دیکھنے لگی۔
انسان کس قدر ناشکرا ہے جو ہے اس پر کبھی خوش نہیں ہوتا اور کچھ ہٹ کے یا جیسا دوسرے کے پاس ہے ویسے کی طلب اسے اپنے موجودہ حالات اور وسائل میں خوش ہونے نہیں دیتی۔ اسے بے سکون رکھتی ہے' کرن کی زندگی کی شاہانہ اور پرسکون برسات یا سفینہ کی اندھیروں میں ڈوبی کیچڑ میں لتھڑی بارش زیادہ آئیڈیل کون ہے؟ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

روحانی مسائل اور ان کا حل

حافظ شبیر احمد

پونم ناز...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ نیت یہ کریں کہ اگر یہ رشتہ میرے لیے بہتر ہے تو یہاں ہو جائے ورنہ جو بہتر ہو وہاں سے پیغام آ جائے۔
بعد نماز عشاء سورہ فلق' سورۃ الناس ایک ایک تسبیح روزانہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں اور نیت بھی رکھیں کہ گھر والے مخالفت کرنا چھوڑ دیں۔

مصباح اشرف...... پاکپتن

جواب:۔ صحت کے لیے:۔ سورۃ الفاتحہ' سورۃ اخلاص' سورۃ فلق' سورۃ الناس چاروں آیات کو 7 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد۔
رشتہ کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

س۔ م۔ ک...... فیصل آباد

جواب:۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس یقین کے ساتھ مریض سر درد کی گولی کھاتا ہے اس ہی یقین کے ساتھ آپ پڑھیں۔ اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے' آمین۔

حافظہ سمیرا...... 157 این بی

جواب:۔ سر پر کنگا کرتے وقت "یا شافی" پڑھتی رہا کریں۔

س' ج...... چکوال

جواب:۔ یا اللہ' یا رحمن' یا رحیم' 111 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں روزانہ۔ رشتے کے لیے استخارہ کریں۔

شہناز اختر...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ طبی علاج کروائیں۔
سورۃ الفلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ مغرب اور عشاء میں پڑھا کریں۔

بشریٰ پروین...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ "یالطیف یا ودود" 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد۔ شوہر اور ساس کا تصور رکھ کر پڑھیں۔

عفت سلطان...... راولپنڈی

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ 11 مرتبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

اقرأ ارشد...... سرگودھا

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ
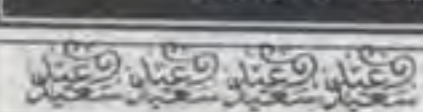
قریش پڑھیں امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کے لیے۔

محمد رفیق...... چکوال

جواب:۔ آپ کی بیوی پر آسیب ہے۔ روحانی علاج کروائیں۔

بچوں کے روزگار، امتحان میں کامیابی کے لیے سورۃ قریش 21,21 مرتبہ فجر اور عشاء کی نماز کے بعد اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ بچے خود پڑھیں۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ بقرۃ پانی پر دم کر کے رکھ لیں۔ روزانہ گھر میں چھڑکیں (حمام کے علاوہ) اور گھر کے تمام افراد استعمال کریں۔

سائرہ بی بی...... چکوال

جواب:۔(1) سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔

گل رعنا خان...... جی ٹی روڈ، گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار اور اپنے لیے دعا کیا کریں۔ شوہر صدقہ دیتے رہا کریں۔

جمیل...... سرگودھا

جواب: سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74 اور 3 مرتبہ سورۃ یٰسین اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔

صرف یہ 2 وظائف جاری رکھیں صدقہ دیں رکاوٹ ختم ہوگی۔ اللہ آپ کے لیے آسانی فرمائے۔

ق...... گجرات

جواب: والدہ خود پڑھیں روزانہ سورۃ العصر 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اعجاز کے سرہانے کھڑے ہو کر جب وہ نیند میں ہو۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

نوکری کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ستمبر 2013ء

نام...... والدہ کا نام...... گھر کا مکمل پتا......

......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں......

بیاضِ دل

میمونہ رومان

امبر گل...... جھڈو سندھ

نہ بھادوں ہے نہ اب ساون ہمارا
کسی کی یاد ہے مسکن ہمارا
ہم اس کوچے سے کیا نکلے کہ امجد
نہیں لگتا کہیں بھی من ہمارا

فصیحہ آصف خان...... ملتان

وہ چاہتا ہے میرا ہر انداز اس پر عیاں ہو
جو حوصلہ لفظوں میں نہیں کیسے سخن بیاں ہو
اسے یہ ضد کہ میں پرت پرت کھلوں اس پر
یہ میری انا کہ اک حرف بھی نہ وردِ زباں ہو

آنسہ شبیر...... گجرات

میں سر جھکا کے کہہ دوں گا اپنے رب کے سامنے اقبال
کہ ہزاروں گناہ ہوگئے میرے مالک تیری رحمت کے ناز پر

پلوشہ گل...... کوٹ اڈو

میں نے چاہا کہ تجھے عید پر کچھ نذر کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں کے تراشے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شامل ہوں میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

ثمرین کنول...... کراچی

حسرت دید دل زار میں مرجائے ہے
عید پردیس میں بے کیف گزر جائے ہے
چاند کو دیکھا تو محسوس ہوا یہ ہم کو
ایک خنجر ہے جو سینے میں اتر جائے ہے

سمیرا گل صدیقی...... ملتان

عید کی شام کو آفاق کی سرخی سے پرے
تجھ کو ڈھونڈوں گا جہاں تک یہ نظر جائے گی

نائلہ امجد...... بہاولپور

جانے کیوں آپ کے رخسار دہک اٹھتے ہیں
جب بھی کان میں چپکے سے کہا عید مبارک

ندا فاطمہ...... کراچی

آپ پردے میں چھپالیں گی نہ چہرہ جب تک
عید کے چاند کی صورت نہ دکھائی دے گی

صائمہ نوید...... لاہور

انتیسویں کو رخ کی ترے دید ہوگئی
اب چاہے چاند ہو کہ نہ ہو میری عید ہوگئی

سباس گل...... رحیم یار خان

ہم اسے بھولتے نہیں ہمیں جس نے
طاقِ نسیاں پر ڈال رکھا ہے
زخم خوردہ سی کچھ یادیں ہیں
جن کو ہم نے سنبھال رکھا ہے

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ، گجرات

اس کے عادات و خصائل نے جیت لیا مجھ کو
میرے مریدوں میں تھا وہ اک شخص پیروں جیسا
اس کو گنوا کے اب تک خسارے ہیں محسن
میرے پاس تھا جو اک شخص ہیروں جیسا

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

محو حیرت ہوں تغیر دل پر اے راز دان
بھلا رکھا تھا مدت سے جسے وہ شخص اب یاد آنے لگا ہے
اس کے خیال سے نکلنے کی سبھی کوششیں رائیگاں گئیں
اس کی سوچ کا سایہ میری ذاتِ بے نشاں پر چھانے لگا ہے

نیلم فاطمہ...... سرگودھا

کسی سے ہاتھ کسی سے نظر ملاتے ہوئے
میں بجھ رہی ہوں روا داریاں نبھاتے ہوئے
کسی کو میرے دکھوں کی خبر نہیں، ہو بھی کیسے
کہ میں ہر ایک سے ملتی ہوں مسکراتے ہوئے

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

آگ لہرا کے چلی ہے اسے آنچل کردو
تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کردو
تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گی تو مرجاؤں گا
یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کردو

نگہت ظفر...... نیویارک

جس طرح سے بدلی ہیں لکیریں میری ناصر
موسم کو بھی یوں میں نے بدلتے نہیں دیکھا

عائشہ پرویز...... کراچی

معصوم سے ارمانوں کی معصوم سی دنیا

جو کر گئے برباد انہیں عید مبارک
شہناز شانزے سیال......خانیوال

کس قدر انوکھے ہیں آرزو کے موسم بھی
ایک پل میں شعلہ بھی ایک پل میں شبنم بھی
کچھ ہم میں ویسے بھی کھل گئی ہے تلخی سی
کچھ مزاج موسم کا ہو رہا ہے برہم بھی
کیفہ سکندر حیات......گجرات

میں اداس رستہ ہوں شام کا' مجھے آہٹوں کی تلاش ہے
یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے' مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے
وہ جو ایک دریا تھا آگ کا سبھی راستوں سے گزر گیا
ہمیں کب سے ریت کے شہر میں نئی بارشوں کی تلاش ہے
عشا نور بلوچ......نواب شاہ

تیری دید جس کو نصیب ہے وہ نصیب قابل دید ہے
تجھے سوچنا میری چاندرات' تجھے دیکھنا میری عید ہے
سمیعہ ناز بھی......ساگری کلاں

کوئی ہنستی سی کرن کوئی کھلتا سا گلاب
کبھی گہری سی غزل کوئی پاکیزہ کتاب
اک مسکان کے لیے سب زخم بھول چلے
دل میں ہو درد مگر چہرے پہ نقاب
فاطمہ عاشی......جھنگ صدر

لڑکیوں کے دکھ عجیب ہوتے ہیں سکھ اس سے بھی عجیب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ
کوثر ناز......حیدرآباد

کیوں جوابدہ ہوں میں کسی بندہ بشر کے سامنے
میں گر گناہ گار ہوں تو صرف اس ذات عالیشان کا
مبینہ نواز......میور شریف

قسمت میں میری چین سے جینا لکھ دے
ڈوبے نہ کبھی میرا سفینہ لکھ دے
اور جنت بھی گوارا ہے مگر میرے لیے
اے کاتب تقدیر مدینہ لکھ دے
لبنیٰ ساجد......صفدرآباد

وفا شناس' شگفتہ مزاج' وہ گلاب چہرے
موج زمانہ لے گئی جانے کہاں ان کو
زین الدین صدیقی......کراچی

ہزار چہروں میں اس کی مشابہتیں ملی مجھ کو
پر دل کی ضد تھی "وہ" نہیں تو "اس" جیسا بھی نہیں
حمیرا نذیر......نامعلوم

نام محمدؐ وہ ہے جو سینوں میں اتر جاتا ہے
درود لبوں پر ہوتا ہے آواز مدینے جاتی ہے
ارم کمال......فیصل آباد

گلشن کو کر رہی ہے معطر ہوائے عید
آتا نہیں ہے کچھ بھی نظر ماسوائے عید
میری طرف سے عید مبارک ہو آپ کو
بس میرے پاس تو ہے یہی تحفہ برائے عید
فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

نظر جو چاند پر گئی دل میں مسکرائے تم
دعا کو ہاتھ اٹھائے تو یاد آئے تم
بہار آئی' صباء آئی' ہر خوشی آئی
سب آئے عید کے مہمان مگر نہ آئے تم
صدف مختار......بوسال مصور

عید کا دن بھی بس یہی سوچتے گزر جاتا ہے
ہمارے واسطے یہ عید بھی پچھلی عید سی کیوں ہے
ناہید اختر میو......احسان پور

مجھے عادت سی ہوگئی ہے صبح و شام لکھتی ہوں
تمہیں دلبر' تمہیں محسن' تمہیں گلفام لکھتی ہوں
میں ہاتھوں پر کتابوں پر درختوں پر دیواروں پر
میں جب لکھوں' جہاں لکھوں تمہارا نام لکھتی ہوں
آسیہ قیصر......گنگا پور

کل چودہویں کی رات تھی' شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے' کچھ نے کہا یہ چہرہ تیرا
فاطمہ ماریہ......فیصل آباد

آنکھیں ہیں دید یار کی مدت سے منتظر
کچھ تشنگی مٹا نظر کی عید کے چاند
کس سے ملیں گے عید ہمارا کوئی تو ہو
تو ہی ہمیں گلے سے لگا عید کے چاند
فرخندہ نورین......خانیوال

چاند کے ساتھ کئی آنسو پرانے نکلے
کتنے درد تھے جو ترے درد کے بہانے نکلے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

پسندے کی بریانی

اجزاء:۔

چاول	ایک سیر
گوشت	ایک سیر
گھی	ایک پاؤ
دہی	ڈیڑھ پاؤ
پیاز	ایک پاؤ
ادرک	ایک چمچ
لہسن	دو جوئے
کالی مرچ (پسی ہوئی)	آدھا چمچ
زیرہ	آدھا چمچ
لونگ	چار عدد
زعفران	نصف چمچ
مغز بادام	بیس عدد

ناریل	نصف چھٹانک
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	آدھا چمچ

ترکیب:۔

بغیر ہڈی کے گوشت کے تکونے پسندے بنوالیں۔ ان کو دھو کر چھری کی نوک سے چھید لیں۔ آدھی دہی میں نمک' ادرک اور لہسن پیس کر ملائیں اور پسندوں پر لگادیں۔ ایک گھنٹہ تک رہنے دیں۔ پتیلی میں گھی گرم کر کے پیاز سرخ کرلیں۔ ناریل اور بادام کا مغز کاٹ کر ڈال دیں۔ اچھی طرح بھوننے کے بعد گوشت اور دہی بھی ڈال دیں۔ ڈھکن مضبوطی سے بند کر کے ہلکی آنچ پر گوشت کو پکنے دیں۔ جب دہی کا پانی بالکل خشک ہوجائے تو تین پاؤ پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر نصف گھنٹہ تک گوشت کے پسندے پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے اور پسندے گل جائیں تو پتیلی اتار لیں چاول صاف کر کے ایک گھنٹہ تک بھگوئے رکھیں۔ دوسری پتیلی میں گھی گرم کر کے ثابت سیاہ مرچ ایک چمچ سیاہ زیرہ' لونگ اور ثابت گرم مسالا ڈال کر کڑکڑائیں اور ڈیڑھ سیر پانی ڈال دیں۔ جب پانی ابلنے لگے تو چاول ڈال دیں۔ چاول گلنے پر اتار لیں۔ اب دوسری پتیلی میں نصف چاول ڈالیں اور اس کے اوپر ایک تہہ چاولوں کی بچھائیں پھر باقی چاول بھی اوپر ڈال دیں اور دس منٹ تک پتیلی دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں گرم گرم بریانی پیش کریں۔

دیبہ عارف......شاہ کوٹ

رس ملائی

اجزاء:۔

دودھ	ایک کلو
خشک دودھ	ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
انڈہ	ایک عدد
چینی	ایک کپ
گھی	ایک کھانے کا چمچ
الائچی	پانچ عدد
بادام/ پستے	حسب ضرورت

ترکیب:۔

دودھ میں چینی' الائچی اور بادام' پستے ڈال کر ابال لیں۔
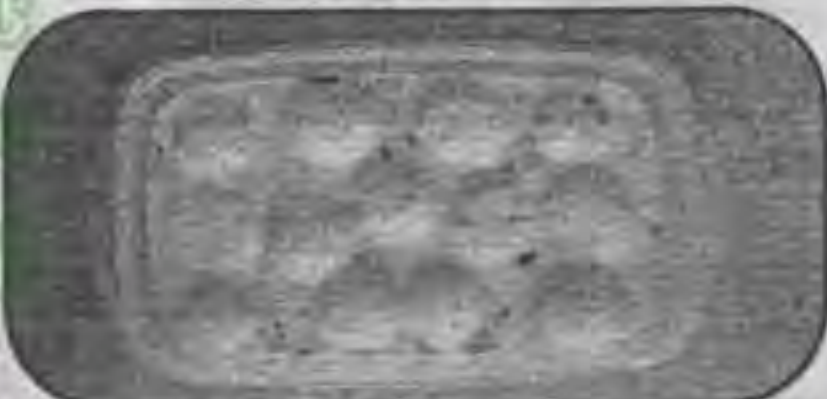
خشک دودھ میں بیکنگ پاؤڈر' انڈہ اور گھی ملا کر گوندھ کر رکھ لیں۔ (اگر گھی جما ہوا ہے تو زیادہ بہتر ہے) ہاتھ چکنے کر کے

چھوٹی چھوٹی ٹکیہ بنائیں۔ دودھ میں جوش آجائے تو درمیانی آنچ کر کے ساری ٹکیاں ڈال دیں۔ چمچ چلاتے رہیں تھوڑی دیر بعد جب یہ پھول جائیں اور دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے پیش کریں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

کیری کی میٹھی چٹنی

اجزاء:

کیری — آدھا کلو
چھیل کر بالکل باریک کاٹ لیں
چینی یا گڑ — ڈیڑھ پیالی
کشمش — پندرہ عدد
ادرک — کھانے کا ڈیڑھ چمچ
لمبی باریک کٹی ہوئی
نمک — حسب ذائقہ
سفید سرکہ — آدھی پیالی
کلونجی — چائے کا ایک چمچ
لال مرچ ثابت — دس عدد
لیموں — دو عدد

ترکیب:
ایک اسٹیل کی پتیلی میں سوائے لیموں کے باقی تمام مسالاجات ایک ساتھ ڈال کر لکڑی کے چمچے کے ساتھ ہلکی

آنچ پر پکالیں۔ جب چینی یا گڑ کا شیرا بن جائے تو اتار کر ٹھنڈا کر لیں جب یہ ٹھنڈا ہو جائے تو لیموں کا رس ڈال کر مرتبان میں رکھ لیں۔ لیموں سے چٹنی محفوظ ہو جاتی ہے۔

سدرہ شاہین..... پیرووال

کریمی کٹلس

اجزاء:

آلو (ابلے ہوئے) — آٹھ عدد
ہری مرچ (کاٹ لیں) — دو عدد
گرم مسالا (پسا ہوا) — آدھا [illegible]
آٹا — دو کھانے کے چمچ
ڈبل روٹی کا چورا — آدھا کپ
لائم جوس — دو چائے کے چمچ
پنیر (کش کیا ہوا) — دو کھانے کے چمچ
تازہ کریم — چار کھانے کے چمچ
نمک — حسب ذائقہ
تیل — فرائی کرنے کے لیے

ترکیب:
آلوؤں کا چھلکا اتار کر انہیں میش کر لیں اور اس میں نمک، کالی مرچ، ہری مرچ اور لائم جوس ملا کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ کریم اور پنیر کو اچھی طرح مکس کر لیں اور سخت ہونے کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔ جب سخت ہو جائے تو اس کے ٹکڑے کاٹ لیں۔ ایک وقت میں آلو کا تھوڑا سا مکسچر ہتھیلی پر لیں اور جمی ہوئی کریم کا ٹکڑا اس کے درمیان میں رکھ دیں۔ چاروں سائیڈوں کو موڑ لیں۔ آٹے اور پانی کو ملا کر آمیزہ بنالیں۔ رول کو آمیزے میں ڈبوئیں اور پھر اس پر ڈبل روٹی کے چورے کی کوٹنگ کر دیں۔ تیل میں ڈیپ فرائی کریں حتیٰ کہ وہ گولڈن ہو جائیں کیچپ کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

مہوش اقبال..... حیدرآباد

فروٹ سویاں

اجزاء

رنگین سویاں — آدھا کلو
دودھ — ایک لیٹر
چینی — 250 گرام
کیلا، چیکو (کیوبز میں کٹے ہوئے) — آدھا کلو
اخروٹ — 50 گرام
بادام (کٹے ہوئے) — 50 گرام
آم (کیوبز کٹے ہوئے) — آدھا کلو

ترکیب:
دودھ کو چینی کے ساتھ پانچ منٹ ابالیں۔ ابلتے ہوئے دودھ میں رنگین خوش بودار سویاں ڈال دیں۔ دس منٹ تک بادام اور اخروٹ ڈال کر پکائیں۔ چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ پھر کٹے ہوئے بادام، کیلے، چیکو اس میں ڈال کر مکس کر لیں۔ دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ فروٹ سویوں کو ٹھنڈا ٹھنڈا پیش کریں۔

اریبہ شاہ..... خانیوال

شاہی ٹکڑے

اجزاء:

ڈبل روٹی کے سلائس — چھ عدد
چینی — ایک کپ
زعفران — ایک چٹکی
کشمش — 20 گرام
کھویا — 135 گرام
دودھ — ڈیڑھ لیٹر
گھی — 100 گرام
بادام (باریک کتر لیں) — 20 گرام
سبز الائچی پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:
ڈبل روٹی کے سلائس کے کنارے کاٹ کر تکون کی شکل میں کاٹ لیں۔ اب ان ٹکڑوں کو گرم گھی میں تل لیں۔ ہلکا براؤن کر کے نکال دیں۔ زعفران کو تھوڑے سے گرم دودھ میں بھگو دیں۔ میوے کو بھی گھی میں تل لیں۔ دودھ کو دھیمی آنچ پر ابالیں۔ اتنا ابالیں کہ دودھ آدھی سے بھی کم مقدار میں رہ جائے۔ اب اس میں چینی، زعفران اور کھویا ملا دیں۔ ڈش میں تلے ہوئے توس سجا کر دودھ کھویا کی سوس ڈال دیں۔ تلے ہوئے میوے سے سجا کر پیش کریں۔ آخر میں چھوٹی الائچی پاؤڈر ڈال دیں۔ لذیذ شاہی ٹکڑے تیار ہیں۔

انعم خالد..... حافظ آباد

پائن ایپل باؤلز

اجزاء:

انناس — ایک عدد
کیلے — دو عدد
سیب — دو عدد
نارنگی — دو عدد
انگور — ایک کپ
کریم — آدھا کپ
شکر — دو کھانے کے چمچ

ترکیب: انناس کو لمبائی میں کاٹ کر دو حصے کر لیں اس کے پتے سالم رہیں۔ ایک حصے کو اچھی طرح چھیل کر اس کے ٹکڑے کر لیں اسے آدھا کپ پانی میں نرم ہونے تک ابالیں۔ شکر ملا کر مزید پانچ منٹ تک ابالیں۔ ابل جائے تو ٹھنڈا کر لیں۔ دیگر پھلوں کو کیوب کی شکل میں کاٹ لیں اور انناس والے سیرپ میں ملا دیں آخر میں اس میں انگور اور کریم بھی مکس کر دیں۔ اس مکسچر کو انناس کے دوسرے سالم حصے میں بھر دیں اس پر مزید کریم ڈال کر سرو کریں۔

منیزہ رحیم..... گجرات

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

سارہ کنول...... کورنگی کراچی

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے سر میں خشکی ہے اور خارش بہت ہوتی ہے۔ بال بہت زیادہ جھڑتے ہیں' یہاں تک کہ کنگھے بھر جاتے ہیں' بال خشک اور بے رونق ہوگئے ہیں ادھر کنگھی کر کے ہٹتی ہوں ادھر پھر الجھ جاتے ہیں نیچے سے۔ میرے بال پتلے بہت ہوگئے ہیں' آپ مجھے شیمپو اور تیل بتائیں کون سا استعمال کروں؟ شکریہ

جواب: سارہ! جس طرح انسان کی جلد کی تین اقسام ہیں اسی طرح بالوں کی بھی تین اقسام ہیں۔ 1۔ چکنے بال' نارمل بال' خشک بال اور ہمیشہ اپنے بالوں کے مطابق شیمپو کا استعمال کرنا چاہیے اور بالوں کے بڑھنے اور گرنے کا انحصار آپ کی صحت پر منحصر ہے۔ آپ کے جسم کو اگر مناسب پروٹین اور دوسرے وٹامن مل رہے ہیں تو آپ کے بال بھی صحت مند اور چمک دار رہیں گے۔ آپ کے بالوں میں خارش' خشکی کی وجہ سے ہے' مٹھی بھر نیم اور تلسی کے پتے پانی میں ابال لیں اور پانی ٹھنڈا ہونے پر اس سے سر دھولیں یہ عمل روزانہ کرنے سے آپ کافی فرق محسوس کریں گی' نہ صرف خشکی دور ہوگی' بال بھی بہتر ہوجائیں گے اور آپ Dove شیمپو ڈیج تھروپی ڈرائنس استعمال کریں آپ کے بال بہت خوب صورت ہوجائیں گے۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

سوال: میرے بال بہت زیادہ گرتے ہیں اور لمبے بھی نہیں ہوتے پلیز مجھے اس کا کوئی حل بتائیں کہ میرے بال لمبے ہوجائیں اور گرنا بند ہوجائیں؟

جواب: آپ میتھی کے بیج پیس کر پانی میں پیسٹ بنالیں اور تقریباً ایک گھنٹے تک بالوں میں لگا رہنے دیں اور پھر Dove شیمپو ڈیج تھیروپی ڈرائنس سے بال دھولیں' آپ کے بال اچھے ہونا شروع ہوجائیں گے۔

عائلہ شہزادی...... ملتان

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال پہلے بہت خوب صورت' گھنے' لمبے اور سلکی تھے لیکن اب دو تین سالوں سے سارے بال دو شاخہ ہوگئے ہیں' چھوٹے بھی ہوگئے ہیں اور گرتے بھی ہیں۔ پہلے بالوں کا کلر سیاہ تھا لیکن اب دو شاخہ بالوں کی وجہ سے بالوں کا عجیب سا کلر ہوگیا ہے پلیز آپ کوئی ایسا شیمپو یا کوئی ایسا طریقہ بتائیں جس سے بال لمبے گھنے اور سلکی اور سیاہ ہوجائیں خاص طور پر دو شاخہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں' پہلے میرے بال بہت جلدی لمبے ہوتے تھے لیکن اب بالکل نہیں ہورہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے چہرے کے لیے تھریڈنگ کے بعد آئل کا مساج کرنے کا بتایا ہے کیا بازو کے لیے بھی تھریڈنگ یا ویکسنگ کے بعد آئل کا مساج کرسکتے ہیں کہ بال بازو پر جلدی نہ آئیں یا کچھ اور طریقہ استعمال کرنا ہوگا۔

جواب: عائلہ اکثر لڑکیاں بال لمبے کرنے کے طریقے سے نہ واقف ہوتی ہیں ان کے خیال میں اگر بالوں کو نہ کٹوایا جائے تو بال بڑھتے رہتے ہیں یہ سوچ بالکل غلط ہے اگر آپ کے بال لمبے ہیں تو آپ کو چاہیے آپ ایک مہینے میں ایک بار ان کی نوکیں ضرور کٹوائیں اس سے بالوں کو بڑھنے میں مدد ملے گی اور دو منہ کے بال بھی ختم ہوجائیں گے۔ بالوں کی حفاظت کے لیے یہ سب سے اہم بات ہے جس پر آپ عمل کریں اور اس کے بعد آپ کو چاہیے شیمپو کا استعمال کریں جو کہ میں نے تقریباً سب کو ہی بتایا ہے Dove شیمپو بہت اچھا ہے بالوں کے لیے' میں خود بھی اپنے بالوں کے لیے یہی شیمپو استعمال کرتی ہوں۔ یہ طریقہ جو آپ کو بتایا ہے آپ اس پر عمل کرنا شروع کریں' آپ کے بال لمبے گھنے اور صحت مند ہونا شروع ہوجائیں گے اور

دوسری بات جو ویکسنگ کے بعد بازو پر آئلنگ کی آپ نے پوچھی تو جی بالکل آپ بالوں پر ویکسنگ کے بعد ہلکے ہاتھوں سے آئل مساج کرسکتی ہیں۔

سدرہ زبیر...... لاہور

سوال: آپی جی میرا رنگ سانولا ہے مجھے سانولے رنگ سے کوئی شکایت نہیں وہ میں جیولری کا کام کرتی ہوں اس میں تیزاب بھی ہوتا ہے میں یہ کام تیزاب سے کرتی ہوں اس سے میرے منہ پر اکثر سیاہ دھبے یا پورا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے جو بہت دن تک رہتا ہے کچھ حل بتایئے پلیز جو میں استعمال کروں جس سے فیس صاف ہوجائے اور ایک بات اور میرے بال بچپن سے ہی بہت سفید ہیں' پورا سر سفید ہونے کی وجہ سے سر میں درد بھی ہوتا ہے' کچھ حل بتایئے اس کا بھی' او کے اللہ نگہبان۔

جواب: سدرہ زبیر آپ کا کام چونکہ کافی محنت والا ہے اور جس طرح آپ بتارہی ہیں کہ کام میں تیزاب کا استعمال بھی کیا جاتا ہے تو اس کے لیے ظاہری بات ہے کہ احتیاطی تدابیر تو لازمی ہوتی ہوں گی۔ پھر بھی آپ کام کے دوران چہرے پر ماسک استعمال کیا کریں اور اپنی جلد کے لیے ضرور ٹائم نکالا کریں روزانہ رات کو سونے سے پہلے ایک گھنٹے اپنے چہرے پر لیمن کا پیسٹ لگائیں اور پھر اپنا چہرا پونڈز وائٹ فیس واش سے دھولیا کریں اور اس کے علاوہ ہر ہفتے دو کھانے کے چمچ دہی میں تین ڈراپس سفید سرکہ ملادیں اور اسے دس منٹ کے لیے چہرے پر لگائیں اور پھر اسی فیس واش سے آپ اپنا چہرا دھولیں آپ دیکھیں گی کچھ ہی دنوں میں آپ کے چہرے کا رنگ بھی نکھر جائے گا اور آپ کے چہرے کو یہ ماسک تر و تازگی کے ساتھ فیشل جیسی خصوصیت دے گا اور دوسرا مسئلہ آپ کے بالوں کا ہے تو آپ کا یہ مسئلہ میرے خیال میں پیدائشی لگتا ہے' آپ اس کے لیے کسی اچھے سے ڈاکٹر کو ضرور چیک کروائیں اور اس کے علاوہ آپ بالوں کو کلر کریں' ریولون ہیئر ڈائی کے ساتھ۔

ناہید اختر...... احسان پور

سوال: امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گی پلیز میرے بیوٹی کے حوالے سے بہت سے مسائل ہیں' میری ناک کے دونوں طرف باریک سرخ رنگ کی رگیں ابھر آئی ہیں جو کہ اب ناک کے اوپر بھی ابھرنا شروع ہوچکی ہیں۔ دوسرا میری جلد حساس اور خشک ہے اور دونوں گالوں پر ننھے ننھے سوراخ نما گڑھے ہیں جو اب بڑے ہوتے جارہے ہیں جب کہ میں کوئی کریم استعمال نہیں کرتی۔ میری ناک پر چھائیں ہے' جس کی وجہ سے میں (کلو بویٹ کریم) استعمال کرتی ہوں' دو ماہ پہلے (لازما کریم) استعمال کی تھی پلیز ان کا کوئی بہترین حل بتائیں اور اگر آئلی جلد پر بھی یہ سوراخ نما گڑھے ہوں تو کیا کریں' خدا حافظ۔

جواب: ناہید ایلوویرا کی جیل آپ اپنے پورے چہرے پر لگائیں اور زیادہ سے زیادہ پانی پئیں ان شاء اللہ آپ کی جلد بہتر ہوجائے گی۔

جوابات کے لیے ادارہ مہرین رحیم بیوٹی سالون لاہور کا شکر گزار ہے۔

نوٹ

تمام قارئین بہنوں کی پرزور فرمائش پر اگلے ماہ سے بیوٹی گائیڈ میں آپ کی بیوٹی کے مسائل کے حل کے لیے سوالات کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ جس کے جوابات مشہور ماہر بیوٹیشنز دیا کریں گی۔ تمام بہنیں نوٹ فرمالیں۔

نظم

کوئی پوچھے ذرا ان سے
کہ
دل جب مر گیا ہو تو
کیا تدفین لازم ہے؟
محلے کی کسی مسجد میں کیا اعلان واجب ہے؟
کوئی پوچھے ذرا ان سے
محبت چھوڑ دینے پر
دلوں کو توڑ دینے پر
کوئی فتویٰ نہیں لگتا؟
عجب قانون ہے صاحب!
محبت غرض کی پرتوں میں تہہ در تہہ لپٹی ہے
یہ ایسی میٹھی گولی ہے
جو اندر تک سے کھلنے پر ہی ہم پر ظاہر ہوتی ہے
اور جس کی کڑواہٹ دل تو کیا روح میں تحلیل ہوتی ہے
اور اس کی زہرناکی بدن میں نیلاہٹیں بھر کر بدن کو
چیر دیتی ہے
اور اک ہنستے کھیلتے جیون کو پل میں مار دیتی ہے
کوئی پوچھے ذرا ان سے
محبت اس کو کہتے ہیں؟
جو سب کچھ ختم کرتی ہے
دلوں کو بھسم کرتی ہے
محبت زندگی کا عکس ہے نہ کہ
کارِ اذیت ہے
ہاں......!
اگر یہی محبت ہے تو پھر ایسی محبت سے تو اپنی
بے رخی اچھی
اگر یہی محبت ہے تو پھر ایسی محبت سے تو
یارو......موت ہی اچھی!

سباس گل......رحیم یار خان

غزل

آئینے کے روبرو سجا دیا گیا مجھے
یوں مرا وجود بھی دکھا دیا گیا مجھے
میں عدو کی چال کو شکست دے کے آ گیا
وہ سمجھ رہا ہے اب مٹا دیا گیا مجھے
میں اجاڑ دشت میں بنا ہوا مکان تھا
اک امیر ہاتھ سے گرا دیا گیا مجھے
اب تو اپنے دوستوں کے طنز بھی برے لگے
محفلوں سے اس طرح اٹھا دیا گیا مجھے
پُرخلوص دوستوں کی دشمنی کا شکریہ
ہر قدم پہ زندگی رلا دیا گیا مجھے
تم سے پیار کیا کیا کہ اس کے جرم کی سزا
پھر بھی تو صلیب پر چڑھا دیا گیا مجھے
میں ہوا کے دوش پر جلا ہوا چراغ تھا
آندھیوں کے زور سے بجھا دیا گیا مجھے

راشد ترین......مظفر گڑھ

غزل

جب سے دیکھا ہے تمہیں جاناں
کتنا دلکش نظارہ ہو گیا ہے
کل تک جو ہمارا تھا اب
وہ کسی اور کا ہو گیا ہے
پہلے جو کہتا تھا ہمیں چاند اور سورج
وہ بھی اب ستارہ ہو گیا ہے
خوشیاں ہمیں راس نہیں آئیں
مقدر ہی ہمارا سو گیا ہے
زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں
آگے جانے کا اشارہ ہو گیا ہے

فریدہ فری یوسف زئی......لاہور

عید خوشی کا موقع ہے

عید خوشی کا موقع ہے
کیوں تم نے خود کو روکا ہے؟
کہیں کھوئی کھوئی لگتی ہو
کیوں سہمی سہمی دکھتی ہو؟
آنکھوں میں نہیں ہے جوت کوئی
کیا روٹھ گیا ہے میت کوئی؟
ہار سنگھار سے عاری چہرہ
پھر اس پر اداسی کا ہے پہرہ
خاموش ہو کیوں اظہار کرو
کہتی ہوں غلط انکار کرو
یہ سن کر ضبط وہ کھو بیٹھی
آنسو کی مالا ٹوٹ گئی
ٹوٹے بکھرے لہجے میں
مجھ سے وہ یوں گویا ہوئی
کیا لینا مجھے ان چیزوں سے
جب جیون ہی میں ہار گئی
مانگ بھی میری اجڑ گئی اور
گود بھی میری خالی ہے
شہر میں چلتی گولیوں نے
خوشیاں میری اجاڑی ہیں
اب تم ہی کہو میں کیسے کہوں
یہ عید خوشی کا موقع ہے
میرے لیے یہ عید نہیں
ہاں رنج و الم کا نوحہ ہے!

ندا فاطمہ......کراچی

بے زباں رعایا

ظلم و بربریت کی دوڑ میں
آمریت کی جیت ہوئی
حق مظلوم کو چھینا گیا
ازل سے یہی ریت ہوئی
آہ و پکار سسکیاں سب
گولیوں، دھماکوں میں دفن ہوئیں
گرہن لگا اس سرزمین کو
جسے پنپنے میں کئی برس لگے
جمہوریت آمریت، حاکمیت
سب کچھ ہی لے ڈوبا اسے
اور......
آج......
یہ وطن اپنے چھیاسٹھ برس
مکمل کرنے پر بھی ماتم کناں ہے
کہ......
جس کے حاکموں نے اسے لوٹا
رعایا نے رخ آمریت پر موڑا
جمہوریت کی آڑ میں
امداد و زر کی باڑ میں
چپہ چپہ ہر شہر گلی
دھماکوں گولیوں سے گونج اٹھا
کہ آج......
جشنِ آزادی کے چراغاں پر بھی
ہر اک پل دل کو یہی دھڑکا ہے کہ
اب یہاں گولی چلے گی
بے گناہوں کی سولی چڑھے گی
سب بے زباں جانور نما
انسان کی مانند اپنے اپنے بے حسی کے
خول میں سمٹے ہوئے
سال کے صرف ایک دن
جھنڈیاں لگا کر
پرچم لہرا کر
بغلگیر ہو کے
اک دوجے کو "جشنِ آزادی"
مبارک کہتے ہیں
اور......
آمریت، بے حسی، بربریت
قہقہہ لگاتی
ہمارے حال پر ترس کھاتی ہے
کہ ہم
"بے زباں رعایا"
ظلم و ستم کے آہنی پنجوں میں
جکڑے ہوئے مفلوج ہو گئے!

سمیرا غزل صدیقی......کراچی

انتظار

ساجن کا انتظار
ساون بن کے
برس اٹھا ہے
آنکھوں سے!

فصیحہ آصف خان......ملتان

نظم

میرے مولا!
میں وہ کتابیں علم اور
وہ نصاب کہاں سے لاؤں
جن کو پڑھ کر، سمجھ کر
میں اس بے رحم دنیا کے
لوگوں کو اور
ان کی سازشوں کو سمجھ سکوں
میرے مالک!
میں اَن پڑھ جاہل ٹھہری
یہ میری ڈگریاں
اس دنیا کے لوگوں کے سامنے
بے کار کاغذ کے پُرزے ٹھہرے

شگفتہ خان......بھلوال

غزل

ڈال دے پسِ پشت بے کار کی روایتیں
تیری متاعِ حیات ہے علم و ہنر کا سرور
ملی ہے تم کو فوقیت تمام مخلوقات پر
خدا نے تم کو دان کیا عقل الاولیٰ اور شعور
نسخۂ علم کا حلِ ہے تمہارے سینوں میں پنہاں
جس کا ہوا تھا آج سے چودہ سو سال قبل ظہور
پھر ہو جاؤ عمل پیرا ان تعلیماتِ اسلام پر
ذات تھی جن کی بے مثل لیے تھے جام علم سے مخمور
گر یا ہم تھام لیں ہم حبل اللہ سا تھیو!
تو پھر کہاں کا فساد؟ کیسا فتنہ؟ کیسا فتور؟

سامعہ ملک پرویز......احاطہ ٹیکسلا

ہم وطنوں کے نام

اٹھو......!
میرے وطن کے جاں نشینو
غیور جوانو......!
مٹادو فلسفی و جنگ دستی
ختم کرو نفسا نفسی
لہرادو امن کا پرچم
بن جاؤ غزنوی و ابن قاسم
باندھنا پڑے تو باندھ لو
سر پر کفن
کرو حفاظت اپنی سرزمین کی
اپنالو سوچ اقبال کی
بانٹ لو دکھ اپنے ہم وطنوں کا
سنو فریاد بے بس حسنِ نظیر کی
ڈٹ جاؤ اپنے مقصد پر
کرو بھروسہ اپنے رب پر
پھر دیکھنا اس کی رحمت کو
حرمت حوا کی خاطر
بڑھالو اپنے قدموں کو
لٹادو جان اپنی تم
دینِ محمد ﷺ پر
اٹھو! اے میرے ہم وطنو!
اس ارضِ پاک کو ضرورت ہے تمہاری

زنیرہ طاہر......بہاولنگر

غزل

دل سے نفرت نکالنا سیکھ
پیار لفظوں میں ڈھالنا سیکھ
وقت آنے پر کام دیتی ہے
اپنی پونجی سنبھالنا سیکھ
موت کا ایک دن مقرر ہے
خوف اس کا نکالنا سیکھ
کسی کی بھی ذات پر یارو
یوں نہ کیچڑ اچھالنا سیکھ
رانا چاروں طرف اندھیرے ہیں
روشنی کو تو اب اجالنا سیکھ

قدیر رانا......راولپنڈی

دعا

میری ارضِ پاک پر
کبھی محبتوں کے گلاب کھلتے تھے
آج اس دھرتی پر
ان کھلتے ہوئے گلابوں پر
لہو کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے
کبھی ان کھلی مسکراتی فضاؤں میں
سریلی
ٹھنڈی میٹھی ہوائیں رقص کرتی تھیں
آج بارود کے دھوئیں
اور گولیوں کی آواز سنائی دیتی ہیں
کبھی جو بے فکر گھر سے نکلتے تھے لوگ
آج ڈرو خوف سے سہمے لوگ
کوئی نہیں ہے جو بکھیر دے
ان سوکھے مرجھائے چہروں پر
مسکراہٹیں
میرے مولا!
میرے وطن کو وہی خوشیاں عطا کر
اور ہماری خطائیں معاف کر
میرے ارضِ پاک پر رحمت کی بارش برسا
دعا ہے میری تجھ سے
التجا ہے میری تجھ سے

صدیقہ خان......باغ آزاد کشمیر

غزل

کاش تیری زبان ہوتا میں
صرف تجھ سے بیان ہوتا میں
گر تمہارا دھیان ہوتا میں
اور پھر خوش گمان ہوتا میں
تیرے لہجے میں بات کیسے کروں
کاش تیری زبان ہوتا میں
بعد مدت اسے خیال آیا
صرف اس کا گمان ہوتا میں
سب زبانوں کا معترف ہوں مگر
کاش اردو زبان ہوتا میں
خلوتِ وصل زیرِ لب باتیں
دھیرے دھیرے بیان ہوتا میں
وقتِ رخصت یہ کہہ رہا تھا وہ
ہر خوشی کے سمان ہوتا میں

ظریف احسن......کراچی

غزل

تمہیں پا کے پھر کھونا میرے بس میں نہیں
کوئی اب اور زخم پرونا میرے بس میں نہیں
ایک عمر تک دھویا ہے دل کے داغوں کو
اب یہ داغ دھونا میرے بس میں نہیں
بہت جاگ چکے ہم شب کی تنہائیوں میں
کہ راتوں کو سونا میرے بس میں نہیں
خوشیوں کی آخری امید لیے آئی ہوں تیرے در پہ
دکھوں میں اور اب رونا میرے بس میں نہیں

عائشہ پرویز......کراچی

غزل

شامِ حیات اداس ہے کچھ کھو گیا میرا
سفرِ ہجر آغاز ہے سکھ سو گیا میرا
شورِ جنوں نے بخشے ہیں سناٹے اس قدر
اک شخص آ کے شہر میں کیوں کھو گیا میرا
میرے بدن کی چاندنی سے لے کے روشنی
میرے لہو میں کیوں وہ دل ڈبو گیا میرا
شہرِ وجود اس کو ودیعت کیا تو وہ
یہ کرب میرے بدن میں کیوں بو گیا میرا

شبیہہ مظہر رانجھا......بھلوال

دوست کے پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسے ہو؟ امید ہے سب فٹ فاٹ ہوں گے کیوں نہ ہو آپ سب میری دعاؤں میں جو رہتے ہیں بھئی) فوزیہ سلطانہ جی تھینکس یار آپ کو میری سالگرہ یاد رہی، مجھے بہت اچھا لگا ہمیشہ مسکراتی رہو۔ عظمیٰ شاہین رفیق آپ مجھے کافی ذہین لگتی ہو اور بہت پیارا لکھتی ہو نازیہ یٰسین کیسی ہو اور مدیحہ نورین، سارہ چوہدری، کشور بلوچ (ننکانہ صاحب) شمع مسکان، شگفتہ خان، پروین افضل شاہین آپ مجھے بڑی مزاحیہ قسم کی خاتون لگتی ہیں (کیا میں صحیح ہوں؟) عظمیٰ کنڈی (گل امام) دوستی کی آفر دے کے اب بھول گئی ہو؟ آنچل سے وابستہ لوگ ہمیشہ خوش رہیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

آنچل گرلز اینڈ اپنی فرینڈز کے نام

فرسٹ آف آل آنچل کے ممبرز اور پڑھنے والوں کو عقیدت بھرا اسلام۔ سب سے پہلے میں فرینڈز کو برتھ ڈے وش کروں گی 3 اگست زینی (جو کہ ہمارے نواب شاہ ایف ایم کی بہت ہی پیاری آر جے)۔ 4 اگست پری (جو سال میں ایک بار میسج کرتی ہے)۔ 8 اگست ثمینہ (جو جیجو کو پیاری ہوگئی گدھی)۔ 23 اگست مابدولت خود اس دنیا میں آئے (ہاہاہا بقول ماموں، شیطان کا جنم) ان سب کے لیے بہت دعائیں اور پیار۔ ڈیئر جاناں (چکوال) ڈیئر شاہ زندگی (پنڈی)، سیدہ جیا (تلہ گنگ)۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ مجھے قبول کریں تو جواب دیجیے گا۔ آنچل میں سے کوئی اور بھی میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہے تو موسٹ ویلکم آخر میں اپنی سب فرینڈز کے لیے پیغام۔ ماہی (موبل) خدا کے لیے مجھے لیٹر لکھو اور میرے لیٹر کا جواب دو۔ مشو (مصباح) بدتمیز تمہارے پاس ٹائم نہیں کہ میرے میسج کا ریپلائی دو لالی (عطیہ) تمہارے لیے ایک قہقہہ ہاہاہا۔ یار! میرے ماہی منڈا میں تمہارے قہقہے بہت مس کرتی ہوں۔ جوجی (عشا) یار پلیز مجنوں کی گدی نشینی چھوڑ کر پہلے والی بن جاؤ۔ پنکی (نیلم) یار خدا کا خوف کرو ہر وقت فیس بک پر چپکی رہتی ہو۔ کیتھی (کیتھرین) یار مجھے بھی ایک سوٹ سی کے دو اور رائٹ ناؤ ماہی کو میری طرف سے ایک جھانپڑ بھی مارو۔ آخر میں سب کے لیے پیار اور دعائیں اللہ کی امان۔

مہک جیا......نواب شاہ

پیارے ابو جان کے نام

میرے پیارے ابو جان آج آپ ہم میں نہیں مگر آپ کی باتیں، یادیں، شفقت و محبت میرے آس پاس گھومتی ہے۔ مجھے پکارتی ہیں اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہم میں نہ ہو کر بھی ہمارے پاس ہی ہیں آپ کی باتوں کی بازگشت آج بھی میرے ساتھ ہے "بیٹی چوڑیاں لے لو آؤ درزی سے سوٹ لے آئیں پھر رش بڑھ جائے گا۔ شیر خورمہ رات کو ہی بنا کر فریج میں رکھ دینا، صبح کو نماز کو دیر نہیں ہونی چاہیے۔ بیٹا اپنی ماما کو بھی مہندی لگا دو اور جب عید کی نماز پڑھنے کے بعد گھر آتے محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتے اور کہتے "بیٹا آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں جو تیار ہوگا عیدی اسے ہی ملے گی۔ واہ بریانی بنانے میں تو آپ نے ہوٹل والوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ چائے میں چینی تو ڈال دیں میں تو چائے پیتا ہی چینی کے لیے ہوں۔" آپ کے جانے کے بعد ہم ہر عید پر آپ کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں اور اسی میں عید گزارتے ہیں۔

ارم کمال......فیصل آباد

پیاری دوست فروا رائے کے نام

محبتوں بھرا اسلام! ہما آپی کیا حال ہے؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی آنچل بہت اچھا جا رہا ہے میں اپنی ڈفر فرینڈ فروا رائے کو یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ دوستی میں ہنسی مذاق، چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جائے۔ ارے تم تو میری سب فرینڈز میں سے ٹاپ لسٹ پر ہو یار! پر ہر بار مجھے ہی تمہیں منانا پڑتا ہے یہ تو کوئی بات نا ہوئی میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں یہ پیغام (سویٹ سے آنچل) کے ذریعے دوں شاید تمہارے دماغ میں کچھ بات آ جائے "آئی لو یو فروا! مسکان جی جو قصور سے تعلق رکھتی ہیں آنچل کے ذریعے میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں سچے دل سے اگر آپ قبول کریں گے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ فروا اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے اور آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے۔

پلوشہ گل......کوٹ ادو

آنچل فیملی کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب پڑھنے والے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گے، مجھے دوستوں کی تلاش ہے اور آنچل کے توسط سے اچھی اچھی دوستیں بنانا چاہتی ہوں۔ دوست تو بہت سے ملے مگر افسوس کوئی بھی مخلص نہیں ملا مگر "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" کے مصداق اب ہماری امیدوں کا ضامن آنچل کی پریاں ہیں اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔

سونیا کنول نین......چکوال

تمام آنچل قارئین اور جیا باجی کے نام

آنچل پڑھنے والے تمام قارئین کو السلام علیکم! میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید ہے سب مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ اپریل کے شمارے میں اپنا تعارف دیکھ کر ہوا میں اڑنے لگی مگر یہ کیا زوبی زوبی کون؟ میں تو روبی اور مجھے یہ نام بہت پسند ہے۔ نادیہ یٰسین (ساہیوال) بہت گریٹ ہیں آپ (اپنے خط میں میرا ذکر جو کیا تھا آپ نے)۔ جیا باجی کیسی ہیں آپ؟ مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں بجو! آپ کے شوہر کے بارے میں پڑھا تھا بہت دکھ ہوا۔ اللہ آپ کو صبر اور انہیں جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ جیا باجی مجھے سید لوگ بہت اچھے لگتے ہیں بس اب آپ میری بجو ہیں (ٹھیک ہے جواب ضرور دینا)۔ آنچل کی تمام قارئین کو عید کی خوشیاں مبارک۔

روبی علی......سیدوالہ

سویٹ دوستوں کے نام

السلام علیکم! اوئے مانو بلی کدھر غائب ہے تُو؟ اتنی کنجوسی نہ کر یار ہاہاہا کبھی کوئی میسج بھیج دیا کرو اور تم سٹریل مہک...... بڑی سیریس کر رہی ہو آج کل، کوئی گل نئیں بچو واپس تے ساڈے کول ای آنا اے نا۔ ہاہاہا...... تیری شکل دیکھنے والی ہوگی ویسے اس وقت انگارے چبا رہی ہو نا؟ مجھے پتا ہے پر تم کر کچھ نہیں سکتیں، دور جو ہو جب ملو گی تب اللہ ہی حافظ ہوگا میرا۔ میں تم دونوں کو بڑا یاد کر رہی ہوں یار! مانو بلی تم سے تو میں پریکٹیکل والے دن پوچھوں گی، پتا نہیں کہاں غائب ہو جاتی ہو، چلو اچھی اچھی تیاری کر لو کیمسٹری کی پھر بس بائیو کا رہ جائے گا اللہ کرے اچھے ہو جائیں پریکٹیکل اور مہک یار! تُو بڑی بے وفا ہے، پیپرز سے فارغ کیا ہوگئی ہے کوئی لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہمیں، اچھا گھورنا بند کرو اب جا رہی ہوں میں، بائے۔

ماریہ نور......شاہ کوٹ

صوفیہ ملک اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں صوفیہ اور نازی آپی۔ صوفیہ آپ کا تعارف پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ مجھ سے دوستی کریں گی کیا؟ میری ایک دوست تھی حافظہ لاریب وہ کراچی چلی گئی۔ نازی آپی میں صرف آپ کی وجہ سے آنچل پڑھتی ہوں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی اللہ نگہبان۔

عمارہ طاہر رخ......بہاولنگر

پیارے آنچل اور زندگی کے نام

آنچل ریڈرز رائٹرز اینڈ اسٹاف السلام علیکم! 22 اگست کو میری جان، میری زندگی یعنی بہاولپور کی شان پیر شاہ (اریبہ شاہ) کا جنم دن ہے۔ میرے فیورٹ آنچل کے تھرو تمہیں وش کر رہی ہوں، سدا سلامت رہو، خدا کرے یہ دن بہت بار آئے۔ تمہارے پر خلوص ساتھی تمہارے ساتھ ہمیشہ رہیں۔ اسیمہ، مہک، جاناں، شناء، عائشہ بلوچ، صائمہ طاہر، کرن شاہ (عاشی) انزہ ایمان، ایمان بٹ، شگفتہ آپی، سب کو محبت بھرا اسلام اور پر خلوص دعائیں۔ ام مریم کیسی ہیں آپ؟ بہت اچھا ناولٹ ہے آپ کا آنچل کی جان ہے آج کل نازی آپی بہت سلام۔ اپ سیٹ مت ہوا کریں، صوفیہ جی تعارف بہت اچھا تھا۔ آنچل ہم سب کو اک لڑی میں پروئے رکھتا ہے، محبت کی انسانیت کی، خلوص کی، دوستی کی لڑی میں۔ تھینکس آنچل، وی لو یو۔ خدا ہمیشہ آنچل کی شان کو قائم رکھے، ہمیشہ پرفیکٹ رہے ہمارا آنچل آمین، زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

لاڈو ملک......دیپالپور

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! اقصیٰ کنزیٰ آپ نے میرا تعارف پسند کیا، بے حد شکریہ اور مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور بے فکر رہیے ہم تا دم آخر نبھانے والوں میں سے ہیں۔ ایس انمول اور شگفتہ خان آپ بھی جلد رابطہ کیجیے۔ طیبہ نذیر آپ کیسی ہیں؟ صبا کے ایس اور عاصمہ اقبال ہم آپ دونوں کی مدرز کے لیے دعا گو ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے، آمین۔ فوزیہ سلطانہ مجھے برا نہیں لگا، غلط فہمی تھی دور ہوگئی۔ آپ نے بھی مسلمانوں کی محبت میں ہی کہا تھا، کسی کو ترس نہیں آتا اس ملک پر، اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں ہے ہر دوسرا شخص۔ بس دعا ہے کہ اللہ پاک تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد ہو کر کفار کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

عظمیٰ شاہین رفیق......فیصل آباد

سویٹ کزن اقرا اعار شاد کے نام

السلام علیکم! حال چال کیسے ہیں؟ مزاج کیسے ہیں جناب! کیا ہوا یار حیران کیوں ہو ارے میں ہوں مدیحہ کنول! لگا دیا نا چھکا' کیسا لگا؟ سوچا تمہیں آنچل میں انٹری دے کر سرپرائز کروں اور سناؤ کیسے گزر رہے ہیں دن؟ گھر میں سب کیسے ہیں؟ پھوپو سعدیہ' صدف اور ٹوٹ بٹوٹ سی فرزین کو میرا ڈھیروں سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھنا' ہمیشہ مسکراتے رہیے اور اپنا بہت سارا خیال رکھیے۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

اریبہ شاہ اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ڈیئر فرینڈز کیا حال چال ہیں؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گی۔ 22 اگست کو اس دنیا میں ایک بہت ہی پیاری لڑکی نے رونق بخشی' اس پیاری لڑکی کو دل کی گہرائیوں سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اریبہ شاہ' جنم دن مبارک ہو۔ خدا پاک تمہیں صحت والی لمبی زندگی عطا کرے' کبھی بھولے سے بھی غم تمہارے قریب نہ آئے' خدا پاک تمہیں اتنی خوشیاں عطا کرے کہ تمہارا دامن تنگ پڑ جائے آمین۔ لاڈو بہت سویٹ ہو تم مجھے ایسی ہی فرینڈز کی ضرورت تھی۔ ہمیشہ خوش رہو آمین۔ عافیہ چوہدری' آپ بھی بہت اچھی ہو خدا آپ کی ہر خواہش پوری کرے آمین۔ مہک ملک کہاں ہو یاد تک نہیں کرتی ہو اللہ آپ پر رحم کرے آمین۔ انیس انمول آپ سے دوستی پہلے ہی تھی' ہم سب آنچل فرینڈز ہی تو ہیں پھر بھی مجھے آپ کی دوستی قبول ہے آنچل کے ذریعے رابطہ میں رہنا' خوش رہو۔ باقی جن فرینڈز نے یاد رکھا ان سب کا شکریہ' سب کے لیے بہت سی دعائیں اور پیار۔ عبدل اس بار اگر تم نے کنجوسی دکھائی تو پھر سمجھ سکتے ہو لمبے گھوڑے۔ سب فرینڈز کو عید مبارک' سب کے لیے دعا گو اینڈ طالب دعا۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد' سندھ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری تمام کیوٹ فرینڈز کیسی ہو آپ سب' امید تو ہے کہ گرمی اور بارش کو خوب انجوائے کر رہی ہوں گی۔ تین ماہ کی غیر حاضری پر آپ سب فرینڈز سے معذرت چاہتی ہوں کچھ وجوہات کی بناء پر شامل نہیں ہو سکی۔ شاہ زندگی! بھائی اور بہن کی شادی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ازدواجی زندگی میں خوش وخرم رکھے آمین۔ حمیرا عروش آپ کیسی ہو' الفت زہرہ' پاکیزہ سحر' لاڈو ملک' نورین شاہد' مسکان قصور' کومل رباب شاہد' شاہ وقار' شمع مسکان' انا احسن' نیناں شاہ' سار یہ چوہدری' جاناں ملک' نادیہ کامران' نیا اٹک' دعا ہاشمی' سونی علی' ہادیہ اظفر' صوفیہ ملک آپ سب کیسی ہو اور آج کل کہاں مصروف ہو سب؟ سویٹ دل والوں گروپ سے شکایت ہے کہ آپ سب میری برتھ ڈے بھی بھول گئے' جن فرینڈز کی اگست میں برتھ ڈے ہے انہیں ہیپی برتھ ڈے۔ میں اپنی تمام فرینڈز جنہوں نے مجھے اپنی دوست سمجھا ہے ان سے میں رابطہ کرنا چاہتی ہوں پلیز جو مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا ہے ضرور بتائے۔ سویٹ دل والوں گروپ اور تمام قارئین کو رمضان بہت مبارک ہو اور سب کو ایڈوانس عید مبارک۔ رمضان المبارک میں سب فرینڈز سے گزارش ہے کہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ شازیہ بھابی آپ کی برتھ ڈے یکم اگست کو ہے ہیپی برتھ ڈے سویٹ بھابی اگر کسی فرینڈ کا نام رہ گیا ہو تو اس کے لیے سوری یار! میری دعا ہے آپ سب جہاں رہو ہمیشہ خوش رہو۔ آئی مس یو آل فرینڈز' زندگی نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

انیس انجم...... جھنگ صدر

کیوٹ سی شہزادیوں کے نام

سویٹ فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ سویٹ نازیہ کنول نازی آپ کیسی ہیں؟ مما کیسی ہیں آپ کی؟ مبارک ہو اتنا اچھا ناول لکھنے پر آپی میری دعا ہے کہ آپ کا یہ ناول پڑھ کر سوئی ہوئی قوم بیدار ہو جائے۔ سعدیہ' ال کاشف' عفت سحر طاہر کہاں ہیں آپ' واپس آ جاؤ پلیز ہم بے چینی سے آپ کے منتظر ہیں' مائی سویٹ اینڈ فرسٹ فرینڈ سلمٰی ملک کیسی ہو آپ؟ سلمٰی جی آپ بہت کیوٹ ہو۔ لولی فرینڈ عائشہ ملک کیسی ہو کیا ہو رہا ہے آج کل؟ صفیہ' فاطمہ' چاند' بھیا' مما' پاپا کیسے ہیں سب؟ غزل ملک' مہوش ملک کہاں گم ہو آپ دونوں شہزادیاں۔ ناہید غفور کہاں ہو آپ' باجی بٹ آپ نے اتنے لمبے عرصے سے خاموشی کیوں اختیار کی ہوئی ہے۔ عطروبہ سکندر' کرن وفا' اسیمہ' ام کلثوم اریبہ شاہ' سدرہ اسلم' سائرہ مشتاق' چندا مثال' ثمینہ (آزاد کشمیر)' زنیرہ' الفت زہرہ' سائرہ پروا کرن' بشریٰ ملک' مائرہ ملک' نوشین اقبال نوشی یار میری طرح آپ سب کیوں غائب ہو بہت کمی محسوس ہوتی ہے آپ سب کی' یار انٹری دے ہی دو آنچل میں۔

طاہرہ ملک...... جلالپور' پیروالا

اپنے پیاروں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں اپنی تمام سڑی شکلوں والی فرینڈز کو عید کی مبارکباد دیتی ہوں۔ عید مبارک! کیوں یہ نیا نام اچھا لگا نا؟ اگر نہیں تو کیک اور عید گفٹ میرے گھر بھجوا دینا (ایڈریس تو یاد ہوگا ہی)۔ اس کے بعد تمام فیملی ممبرز کو شمول (منا بھائی ایم بی بی ایس) کو میری بہت ہی دعاؤں کے ساتھ عید مبارک اور ہاں ان لوگوں کو بھی عید مبارک ہو جو مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں (آئندہ بھی رکھیے گا ورنہ اگلی دفعہ آنچل میں آپ کے نام کوئی پیغام نہیں لکھوں گی)۔ دل اور دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ندا اعجاز...... گوجر خان

آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! پیارے آنچل قارئین کو میری طرف سے دلی عید مبارک' میں آنچل اور آپ سب کی نئی دوست سدرہ اور میری طرف سے نادیہ فاطمہ رضوی' سباس گل' صوفیہ ملک' مہر رضی' عاصمہ اقبال' عائشہ پرویز' عمیرہ راؤ' سمیرا کاجل صدیقی' نادیہ کامران' صبا کے ایس' مدیحہ نورین' تانی نایاب' شازی' حمیرا عروش' زنیرہ طاہر' نورین شاہد اور دغیرہ وغیرہ سب آنچل کی بیسٹ فرینڈز کو عید مبارک' اب اجازت اللہ حافظ' شکریہ۔

سدرہ زبیر...... لاہور

ہماری ساری پیاری دوستوں کے نام

میری تمام دوستوں' کزنز اور کلاس فیلوز کو میری طرف سے سلام اور عید مبارک۔ امید ہے سب ٹھیک ہوں گی' میں سب کو بہت یاد کرتی ہوں' میری جتنی بھی کلاس فیلوز اور دوستیں آنچل پڑھتی ہیں تو پلیز اپنے ہونے کا احساس دلا دیا کریں۔ میری ساری کلاس فیلوز بہت گریٹ ہیں۔ ڈیئر انجم اور بھائی اظہار آپ دونوں کو پاکستان واپسی پر دل سے خوش آمدید اور بہت بہت رمضان اور عید مبارک۔ انجم پچھلی عید تمہارے بغیر بہت ادھوری گزری تھی' بچی بچی۔ قارئین آپ میں سے جو جو اداس ہے پلیز اپنی اداسی دور کریں اور ایک پیاری سی اسمائل میری طرف پاس کریں اور پلیز ہمیشہ خوش رہیں۔ عید کو بھرپور انداز میں گزاریں۔ عمارہ آپی اور وقاص بھیا' میری طرف سے آپ دونوں کو عید مبارک۔ آپ دونوں مجھے بہت یاد آتے ہو' دعا ہے آپ زندگی میں بہت خوشیاں حاصل کرو۔ کنزہ تم تو بالکل گوشہ نشین ہو گئی ہو بہرحال میری طرف سے بہت بہت عید مبارک۔ باقی تمام آنچل کی تتلیوں کو (میرے سمیت) خوب صورت سی عید مبارک۔

ثانیہ عبدالغفور...... للیانی' سرگودھا

سویٹ دل والوں کے نام

سلام! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی۔ زنیرہ طاہر شکریہ میں تمہیں بھا گئی (ہائے پریٹی گرل' حمیرا عروش) نازش تمہارے نام پیغام بھیجا تھا شائع نہیں ہوا اور یار ذرا سمجھ کر اندازہ لگاؤ کس بات کی مغرور...... تعارف پسند کرنے کا شکریہ' پکی دوستی' بھول نہ جانا ورنہ کان پکڑ کر زور سے مروڑ دوں گی۔ سچ بتاؤں ایک بات کا غرور ہے کہ میری اتنی اچھی دوست ہو تم سب اور دکھوں کی انتہا نہیں' چھوٹے چھوٹے دکھ چھوٹی چھوٹی خوشیاں (ماہ رخ جانو) شمع مسکان (سویٹی) مدیحہ نورین' عائشہ پرویز' نورین شاہد' مسکان' حیا' صبا فاخرہ' کومل رباب کہاں ہو سب؟ انیس انجم' نبیلہ نازش' سونی علی' علمہ' شمشاد میری چھوٹی آنکھوں والی بیضوی شکل رکھنے والی اسمائل زبردست' میری پڑوسن کیسی ہو؟ نادیہ یٰسین A.S خان اور جو بھی دوستی کرنا چاہتا ہے ہمیں منظور ہے۔ نازی' سمیرا کیسی ہیں آپ دونوں؟ آپ کی دعاؤں کی طلب گار' آپ کی اپنی۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

شگرف ریاض اور فرح ناز کے نام

پیاری بہنوں! حیران کیوں ہو گئیں ہوں آپ کی ہونے والی نیکلی زاہدہ پروین! میں آپ سے دوستی کی خواہش مند ہوں آپ کا تعارف پڑھا تو دل کیا کہ آپ سے دوستی کی جائے۔ میری کوئی دوست نہیں ہے جو تھی وہ اپنی خود غرضی کے ہاتھوں' مطلب کے وقت یاد کرتی ہے اس لیے میں اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کرتی ہوں۔ اگر میری دوستی قبول ہو تو ویلکم' میں آپ کے جواب کی منتظر ہوں اس اپنے پن کے ساتھ کہ اپنا بہت خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

زاہدہ پروین...... سرگودھا

آنچل فیملی کے نام

سلام ٹو آل آنچل فیملی! امید ہے آپ سب ٹھیک ہوں گے آج پورے سات ماہ بعد آنچل میں انٹری دی ہے یقیناً آپ لوگوں نے مجھے یاد کیا ہوگا؟ اور کیوں نہ کریں ماہ دولت آنچل کی پرانی ریڈر جو ہیں ایک انٹرسٹنگ نیوز ہے' نہیں پتا؟ چلو میں بتائے دیتی ہوں' ماہ دولت کی شادی ہو چکی ہے' 19 اپریل کو۔ یہ دن میری زندگی کا خوب صورت ترین دن تھا' اپنی محبت کو پا کر میں بہت خوش ہوں۔ چلیے اب فٹافٹ مجھے مبارک باد دے دیجیے' ویسے مجھے اگلے ماہ تک کے لیے انتظار رہے گا' وش ضرور کیجیے گا۔ مائی سویٹ شوہر قربان علی آپ کیسے ہو؟ ویسے مزاج تو آپ کے گرم ہی رہتے ہیں لیکن جذبات نرم رہتے ہیں لیکن یو آر سو لونگ اینڈ کیئرنگ۔ 8 اگست کو آپ کا برتھ ڈے ہے تو ڈھیروں مبارک باد۔ خدا آپ کو عمر خضر اور بخت سکندر عطا فرمائے' ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے آمین۔

شمائلہ اکرم......فیصل آباد، جھنگ روڈ

تتلیوں کے نام

السلام علیکم! پہچانا......نہیں پہچانا؟ پہچانیں گے بھی کیسے نام تو ابھی لکھا ہی نہیں۔ سب سے پہلے تو مہر اور قوسین تم دونوں کو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ قوسین تم 17 اگست اور مہر تم 14 اگست کو اس دنیا میں تشریف فرما ہوئی جس دن پاکستان بنا، تمہیں 14 اگست اور سالگرہ بھی مبارک۔ تم دونوں میری بہت سویٹ سی بھانجیاں ہو، باجی پتا ہے مہر پاکستان زندہ باد کیسے بولتی ہے پاکفان زندہ باد ہاہاہا خیر ابھی چھوٹی ہے تو بول ہی لے گی بڑی ہو کے۔ قوسین اور مہر تم دونوں کے لیے بہت سی بیسٹ آف لک فیوچر کے لیے۔ ابھی تو چھوٹی ہو دونوں عیش کرلو اور میری بہت ہی پیاری سی دوست میمونہ تمہاری بھی 18 اگست کو برتھ ڈے ہے تو بہت بہت مبارک، سالگرہ کا دن اور بہت سی نیک دعائیں تمہارے لیے۔ گفٹ تمہارا ادھار ہے جب ملو گی تو لے لینا۔ بنارس، فردا، مشی، طوبیٰ، مریم، مہوش، رمشا سب کو سلام اور بنارس بیسٹ آف لک سائیکلوجی کے پیپر کے لیے خدا حافظ اینڈ الحفیظ الامان۔

منیبہ نواز......

میرے پیارے کیوٹ سے کزنز کے نام

عبید، عتیق، عزیز، احمد ابوبکر، تیمور، حیدر، حمزہ، ہادی، کیف، آمنہ، کوثر، توقیر، وقاص، اسد، مدیحہ، صوفیہ، حنا، حرا، نوشی، انشی، اقراء، میمونہ، عدیل، نبیل، سلطان، صادق، احمد، ایوب، عمیر، عروسہ، طیبہ، ماریہ، صفیہ، سعدیہ، مان، اجمل اور میری پوری فیملی کو میری طرف سے دلی عید مبارک قبول ہو (اب سارے خوش ہوا شوق تھا نہ تم سب کو رسالے میں اپنا نام دیکھنے کا) خوش رہیں۔

ثوبیہ نواز......سرگودھا

پیارے بھانجے فلک شاہ اور مون شاہ کے نام

السلام علیکم! ڈیئرسٹ فلک شاہ اور مون شاہ آپ دونوں کو میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ یونہی پھولوں کی طرح مسکراتے رہو۔ میری طرف سے ڈھیر سارا پیار، تمام دلی دعائیں اور نیک تمنائیں آپ دونوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی نیک خواہشات پوری کرے اور اپنی خاص رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ لوگوں پر رکھے آمین۔ آپ سب حیران ہوں گے کہ آپ کی خالہ جانی نے آپ کو آنچل کے ذریعے وش کیا ہے اللہ آپ کو لمبی زندگی دے آمین۔ پیاری سی بہن اور بھائی کو بہت بہت سلام اللہ حافظ۔

سمیرا کوثر......گگرالی

آنچل فرینڈز اور زندگی کے مہرباں کے نام

سلام مسنون! اللہ سے وطن عزیز کے تمام باسیوں کی سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ نادیہ یٰسین یار کہاں گم ہوگئی ہو؟ صبا کے ایس (ٹنڈو) اللہ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ مدیحہ نورین، بہت شکریہ گڑیا۔ زنیرہ طاہر (بہاولنگر) بہنا بڑے دکھ بڑے حوصلے والوں کو ہی ملتے ہیں۔ سباس گل کیسی ہو آپ بہنا! عاصمہ اقبال ڈیئر اللہ آپ کی والدہ کا سایہ آپ کے سر پر قائم رکھے۔ حمیرا عروش دوستی کرلیتے ہیں، کیا حال ہے؟ حجاب یار آئی ریئلی مس یو، کہاں ہو؟ شانی ڈیئر تم میری جان ہو، حالات کچھ بھی ہوں میں آپ کو نہیں بھولوں گی آخر میں آپ سب کی دعاؤں کی محتاج۔

سیدہ جیا عباس کاظمی......تلہ گنگ

آنچل فرینڈز کے نام

تمام قارئین آنچل اور فرینڈز اور اسٹاف کو سلام۔ جی تو نادیہ یٰسین، نائلہ اشفاق، صباحت مرزا، نورین شاہد، ریحانہ راجپوت، محلمہ شمشاد، ام مریم، عائشہ پرویز، سیدہ جیا عباس، ام ثمامہ، سیدہ کنزیٰ زین اور نمیرہ آپی (ڈوگہ) ثومیہ زمان (ڈوگہ)، شیبع بتول، زیان عمران، علیشاہ عمران (انگلینڈ)، ربیعہ بتول، بشریٰ سعدیہ آپی آپ سب کو عید کی ڈھیروں مبارک۔ سید کنزیٰ زین آپ کا تعارف بہت اچھا تھا دوستی چلے گی؟ جواب لازمی دینا۔ ام مریم اتنی بے رخی اچھی نہیں ہوتی۔ جیا عباس اور ام ثمامہ کیا آپ دونوں دوستی کروگی؟ طیبہ نذیر تم تو آل ریڈی دوست بن گئی ہو ہے نا؟ بہت بہت عید مبارک، فوزیہ سلطان آپ کو بھی عید مبارک۔ جی اور پھر آپ نے ام مریم کے جادو کی گڑیا ہونے پر اتفاق کیا ہے تو ان سے ریکوئسٹ بھی کر دو تا کہ وہ بے رخی نہ دکھائے دوستی کرے اور آپ بھی کرلو ہم سے دوستی کروگی؟ آپ سب کو اللہ پاک حفظ و امان میں رکھے آمین، جواب لازمی دینا سب۔

قابل احترام مسز کوثر ظفر فیصل آباد کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں اور آپ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو صحت کاملہ ادا کریں اور آپ کو محبت والی، عافیت والی اور کامل ایمان والی زندگی نصیب ہو آمین۔ اپنا بہت خیال رکھیں گا۔

فاطمہ ماریہ......فیصل آباد

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حدیث

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی اس کے مذہب یا اس کی سیرت پر) پس انسان کو دوست بناتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے؟"

(احمد و الترمذی)

حمد باری تعالیٰ

ہلال عید کو دیکھا تو میرا دل بولا
کہ اس کے صدقے ہم پر تُو کر کرم مولا
یہ آج سارے مسلمان ہیں جو بکھرے ہوئے
سمیٹ ان کو رکھ لے تُو پھر بھرم مولا
تُو ہے قادر ہر ایک شے پر ہمیں بھنور سے نکال
تُو ہی مالک، تُو ہی خالق ہے ذی حشم مولا
کہ اب تو ایسے گناہ کر رہے ہیں ہم عاصی
کہ آئے دیکھ کے شیطان کو شرم مولا
مہر عاجز ہے تُو غفار ہے کرم کردے
بلالے ہم کو بھی تُو اب سوئے حرم مولا

مہر گل......اورنگی ٹاؤن، کراچی

سچے اقوال

- سادگی ایمان کی علامت ہے (حضرت محمد ﷺ)
- قلب پر اکثر مصیبتیں آنکھ کے راستے آتی ہیں۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
- نہ تمہاری محبت حد سے زیادہ ہو نہ نفرت۔ (حضرت عمر فاروقؓ)
- گناہ کسی نہ کسی صورت دل کو بے قرار رکھتا ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)
- بے عقلی سب سے بڑی غریبی ہے (حضرت علیؓ)
- اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا اپنی عزت بچانا ہے (حکیم لقمان)

انعم چوہدری......جتوئی

اعزاز

- وہ کہتی ہے اب بھی کسی کے لیے لال، ہری چوڑیاں خریدتے ہو؟
- میں کہتا ہوں، ہر کسی کی کلائی پر یہ رنگ اچھا نہیں لگتا۔
- وہ کہتی ہے اب بھی کسی کے آنچل کو آکاش لکھتے ہو؟
- میں کہتا ہوں اب کسی کے آنچل میں اتنی وسعت کہاں۔
- وہ کہتی ہے تمہارے لہجے میں بہت اداسی ہے؟
- میں کہتا ہوں تتلیوں نے بھی میرے دکھ کو محسوس کیا ہے۔
- وہ کہتی ہے مجھے اب بے وفا کے نام سے یاد کرتے ہو؟
- میں کہتا ہوں میرے نصاب میں یہ لفظ شامل نہیں ہے۔
- وہ کہتی ہے کبھی میرے ذکر پر روتے بھی ہوگے؟
- میں کہتا ہوں میری آنکھوں کو ہر وقت کی پھوار اچھی لگتی ہے۔
- وہ کہتی ہے چاندرات کو چھت پر اب بھی عید کا چاند دیکھتے ہو؟
- میں کہتا ہوں، میرا چاند تو تم تھیں جسے زمانے نے بادلوں میں چھپادیا۔
- وہ کہتی ہے تمہیں اب بھی مہندی کی خوشبو پسند ہے؟
- میں کہتا ہوں مہندی میں خوشبو کہاں، وہ تو تمہارے ہاتھوں میں رچ کر خوشبودار ہوتی تھی۔
- وہ کہتی ہے تمہاری باتوں میں اتنی گہرائی کیوں ہے؟
- میں کہتا ہوں، تمہاری جدائی کے بعد مجھ کو یہ اعزاز ملا ہے۔

عائشہ پرویز......کراچی

میں نے تمہیں آزاد کیا

بہا کے آنسو اس نے مجھ سے اک سوال کیا
کیوں آخر تم نے مجھ سے اس قدر پیار کیا
کچھ ایسے اس کے سوال نے مجھے تڑپا دیا
کہ بڑی مشکل سے میں نے اپنے آنسوؤں کو چھپادیا

اس نے اپنی قسم دے کہ کہا میری شادی میں ضرور آنا
میں نے ہنس کے اس وقت ہاں میں سر ہلا دیا
میری ہنسی نے اسے کچھ ایسے تڑپا دیا
اس نے پھر مجھ سے روتے ہوئے وہی سوال کیا
اس کے آنسو کو صاف کرتے ہوئے آخر میں نے یہ جواب دیا
نہیں کرتا میں تم سے پیار...... جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا

ثمن عبدالرحمٰن...... اکبر روڈ' کراچی

ٹیکس

کبھی ہنسائے کبھی رلائے دن میں تارے دکھائے ٹیکس
حکمرانوں کے ہاتھوں ہم سب کو تگنی کا ناچ نچائے ٹیکس
زن مریدوں کی جیبیں بھرے لندن پیرس انہیں گھمائے
مرکزی بینک کی دیواروں پر حسرت بن کے جھلملائے ٹیکس
امراء کی فکروں کا پارہ اس کا ہر اک ریٹ بڑھائے
ہائے بدبخت! سب کو ہی اپنے پیچھے بھگائے ٹیکس
مہنگائی کا طوفان لیے یہ اپنی شان بڑھائے ہر پل
پہلے سے ستائے لوگوں کو اور بہت پھر آزمائے ٹیکس

شاعرہ: سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

هم لڑکیاں

دنیا میں ہم لڑکیوں سے زیادہ احمق کوئی اور نہیں ہوتا۔ خوش فہمی کا آغاز اور اختتام ہم ہی پر ہوتا ہے۔ ساری عمر محبت کی بیساکھیوں کا انتظار کرتی رہتی ہیں تاکہ زندگی کی دوڑ کو شروع کرسکیں۔
کوئی ہم سے ہمدردی کرے تو ہمیں خوش فہمی ہونے لگتی ہے' کوئی تعریف کرے تو وہ ہمیں مٹھی میں قید نظر آنے لگتا ہے۔ کوئی ہمارے ساتھ وقت گزارے تو ہمارے ہوش و حواس اپنے ٹھکانے پر نہیں رہتے۔ ہمیں سمجھ اور عقل تب آتی ہے جب ہمیں کوئی ٹھوکر لگا دیتا ہے' بے دردی اور بے حسی سے رد کردیتا ہے تب ہمارے پاس رونے اور چلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔
پھر کیا ضروری ہے کہ یہ سمجھ ہمیں ٹھوکر لگنے کے بعد ہی آئے۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

افسانچہ

تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم سے دوری مجھ پر کس قدر گراں گزرتی ہے' تمہارے ہجر و فراق میں مجھے لمحے بھی صدیوں کی مانند لگتے ہیں جب سے تم میری زندگی میں شامل ہوئی ہو ہر دم ہر پل میں تمہیں اپنے ساتھ اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم میرے منہ سے اپنی محبت کا اعتراف چاہتی تھیں نا دیکھو آج تمہاری چاہت نے مجھے مجنوں بنا دیا ہے۔ اب حال یہ ہے کہ اگر تمہاری ایک جھلک نہ دیکھوں تو مجھے چین نہیں ملتا اور تم یہ سب جانتے ہوئے بھی مجھ سے گریز کررہی ہو۔ چاندرات پر بھی تم نے مجھے اپنی جھلک نہ دکھائی اور اب کل عید بھی تمہارے بغیر سونی ہی گزرے گی۔ مجھے آج بھی وہ لمس یاد ہے' جب تم اپنے کومل ہاتھوں سے میری کلائی تھام لیتی تھیں اور تمہاری دھڑکن میری دھڑکن میں شامل ہوجاتی تھی۔ میں تو عید کے دن اپنے گھر والوں سے تمہارا تعارف کروانا چاہتا تھا' تمہیں دکھانا چاہتا تھا اور مجھے پورا یقین ہے کہ میرے گھر والے بھی میری پسند کو ضرور قبول کریں گے کیونکہ تم ہو ہی اتنی خوب صورت۔ تم نے ہر پل ہر گھڑی میرا ساتھ دیا ہے تو اب عید کی ان حسین گھڑیوں میں مجھے تنہا مت چھوڑنا۔ اے میری حسین و نازک سی گھڑی مجھے اس قدر مت ستاؤ' پلیز اب تو مل جاؤ۔

ندا فاطمہ...... کراچی

سیر

ایک دن ملا نصیر الدین چند دوستوں کے ہمراہ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں گائے کے بولنے کی آواز آئی۔
ایک دوست نے ملا کو چھیڑتے ہوئے کہا۔
"ملا صاحب! گائے آپ کو بلارہی ہے' ذرا جا کر سن تو آیئے کیا کہہ رہی ہے؟"
ملا صاحب گائے کے پاس گئے اور واپس آ کر کہنے لگے "گائے کہہ رہی تھی ملا! آج گدھوں کے ساتھ سیر کے لیے کیوں نکلے ہو؟"

عنبر فاطمہ...... کراچی

فیصلہ

فیصلے کا لمحہ بڑا مبارک لمحہ ہوتا ہے' زندگی میں بار بار یہ لمحات نہیں آتے' صحیح وقت پر مناسب فیصلہ ہی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے اگر غلطی سے کوئی غلط فیصلہ بھی ہوجائے تو اس کی ذمہ داری سے گریز نہیں کرنا چاہیے' اپنے فیصلے اپنی اولاد کی طرح ہیں' جیسے ہیں ان کی حفاظت تو کرنا ہوگی۔ دنیا کی تاریخ کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ تاریخی فیصلے اکثر غلط فیصلے تھے لیکن تاریخی تھے۔
تقدیر اپنا بیشتر کام انسانوں کے اپنے فیصلے میں ہی مکمل کرلیتی ہے' انسان راہ چلتے چلتے دوزخ تک جا پہنچتا ہے یا وہ فیصلے کرتے کرتے بہشت میں داخل ہوجاتا ہے۔ بہشت یا دوزخ انسان کا مقدر ہے لیکن یہ مقدر انسان کے اپنے فیصلے کے اندر ہے۔

(اقتباس: از واصف علی واصف)

امبر گل...... جھڈو' سندھ

سات پیاری باتیں

○ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا۔
○ حسد کرنے والا موت سے پہلے مرجاتا ہے۔
○ کسی پر اعتماد نہ کرو جب تک اسے غصے میں نہ دیکھ لو۔
○ موت کو یاد کرنا نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔
○ خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم۔
○ سچائی ایک ایسی دوا ہے' جس کی لذت کڑوی مگر تاثیر میٹھی ہوتی ہے۔
○ اذان کے وقت خاموش رہا کرو تاکہ موت کے وقت کلمہ نصیب ہو۔

مدیحہ نورین...... برنالی

محبت کا جواب

چچا جان نے غصے میں آ کر بھتیجے کی خوب پٹائی کی وہ اپنی چوٹیں سہلاتا روتا رہا تو چچا نرم لہجے میں بولے۔
"برخوردار! یہ مار نہیں ہے تمہاری بھلائی ہے یہ سب تو میں محبت میں کرتا ہوں۔"
بھتیجا سسکتا ہوا بولا "کاش چچا جان میں اتنا بڑا ہوتا کہ محبت کا جواب محبت سے دے سکتا۔"

ارم کمال...... فیصل آباد

سنہری کرنیں

○ رب کی محبت گناہ سے دور کردیتی ہے اور گناہ کی محبت رب سے۔
○ عبادت ایسی کرو جس سے روح کو لطف آئے کیونکہ جو عبادت دنیا میں لطف نہ دے وہ آخرت میں کیا جزا دے گی۔
○ خوب صورت کل کبھی نہیں آتا جب وہ آتا ہے تو وہ آج ہی ہوتا ہے۔ خوب صورت کل کی تلاش میں آج کے خوب صورت لمحوں کو ضائع مت کرو۔
○ رحمت اس وقت زحمت بن جاتی ہے جب قوم کاہلی اور سستی اپنالے۔
○ عروج اور زوال زندگی کا حصہ ہیں کیونکہ جب آپ عروج پر ہوتے ہیں تو آپ کے دوستوں کو پتا چلتا ہے اور جب آپ زوال پر ہوتے ہیں تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ آپ کے دوست کون ہیں؟

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں' جہلم

دین و دنیا

جس شخص کے بیوی بچے اس سے راضی ہیں اس کی دنیا کامیاب ہے اور جس کے ماں باپ اس سے خوش ہیں اس کا دین کامیاب۔

واصف علی واصف

خوشامد

دو انسانوں کے مابین ایسے الفاظ جو سننے والا سمجھے کہ سچ ہے اور کہنے والا جانتا ہو کہ جھوٹ ہے' خوشامد کہلاتے ہیں۔

واصف علی واصف

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال' گجرات

سنہری باتیں

♥ اگر درخت اپنی سرگزشت لکھ سکتا تو اس کی سرگزشت کسی قوم کی آپ بیتی سے مختلف نہ ہوتی۔
♥ دوست کو دھوکا دینا خود کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔
♥ دعا دستک کی طرح ہوتی ہے اور مسلسل دستک سے دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔
♥ بدترین شخص وہ ہے' جس کے شر سے لوگ ڈرتے ہوں۔

سدرہ شاہین...... خانیوال

مہکتی کلیاں

+ بے وفا کے لیے ایک آنسو بھی بہانا حرام ہے۔
+ اتنی محبت بھی نہ کرو کہ آس پاس سے بے خبر ہو۔
+ محبت قیمتی بھی ہے اور سستی بھی اگر مل جائے تو سستی اگر نہ ملے تو قیمتی۔
+ اپنی خوشی کے لیے کسی کی حسرت خاک میں نہ

ملاؤ۔

+ جب جسم ہے ہی موت کے لیے تو خدا کی راہ میں شہید ہونا سب سے بہتر ہے۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

صوفیانہ لوک

جاؤں وے دلبر ماہی نوں
میں نوں یار بھلایا جاندا نئیں
سر رکھ کے یار وے قدماں وچ
سر فیر اٹھایا جاندا نئیں
میرا دل اک اے
میری جاں اک اے
میرا دین اک اے
میرا ایمان اک اے
جدوں رب، رسول، قرآن اک اے
دوجا یار بنایا جاندا نئیں

وارث شاہ

مرسلہ: اریبہ شاہ......

طریقہ کار

سب سے اچھا حکمران...... اللہ
سب سے اچھا استاد...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے اچھا رہنما...... قرآن
سب سے اچھی زندگی...... اسلام
سب سے اچھا انسان...... مومن
سب سے اچھی روایت...... سنت نبویؐ
سب سے اچھا قانون...... شریعت
سب سے اچھی شاعری...... اذان
سب سے اچھا اخلاص...... ایمان
سب سے اچھی درخواست...... دعا
سب سے اچھی گواہی...... کلمہ طیبہ
سب سے اچھا رابطہ...... نماز
سب سے اچھا ضبط...... روزہ
سب سے اچھی مدد...... زکوٰۃ
سب سے اچھا سفر...... حج
سب سے اچھا تہوار...... عیدین
سب سے اچھا کام...... تبلیغ
سب سے اچھا مشغلہ...... تلاوت قرآن پاک

حنا عاشق...... مقام نہیں لکھا

استاد کی تعظیم

سکندر اعظم سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ اپنے استاد کی تکریم اپنے والد سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ سکندر اعظم نے جواب دیا "باپ نے مجھے جسمانی زندگی دی اور استاد نے روحانی۔ وہ فانی ہے اور یہ غیر فانی۔"

ایس انمول...... بھابڑہ شریف

آنسو

آنسو چار حرفی لفظ ہے یہ اپنے اندر دنیا جہاں کی خوشیاں اور غم سموئے ہوتے ہیں اگر یہ آنسو یاد خدا میں برسیں تو انسان کی بخشش کا باعث بنتے ہیں اگر یہ آنسو کسی دکھ پر برسیں تو انسان کے دل سے غم کا غبار ختم ہو جاتا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آنسوؤں کی قدر کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جہنمی عورت

بے پردہ گھومنے والی
تیز زبان رکھنے والی
ناجائز تعلقات رکھنے والی
دین کا مذاق اڑانے والی
چغل خوری کرنے والی
احسان جتانے والی
شوہر کی نافرمانی کرنے والی
غیبت کرنے والی
بال کھول کر چلنے والی
بلاضرورت گھر سے نکلنے والی

(سلمیٰ نعیم گل)

یک نظر

یہ دل تیرا شیدائی
یہ دل تیرا دیوانہ
آنکھوں میں تیرا عکس
دل میں تیرا ٹھکانہ

بانو رضا...... میانوالی

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے اس رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے جس نے ہمیں بے شمار نعمتیں فراہم کیں۔ اگست کا شمارہ عید نمبر ہے اس پر مسرت موقع پر آنچل اسٹاف اپنے قارئین کو عید الفطر اور جشن آزادی کی تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے اس خوشی کے موقع پر ان لوگوں کو ہرگز مت بھولیے جن کی خوشیاں آپ سے منسوب ہیں وطن عزیز کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ایک لمحے کے لیے ضرور سوچیے گا کہ ان چھیاسٹھ سالوں میں آپ نے اپنے وطن کے لیے کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محب وطن بنائے آمین۔

ثمینہ فاز...... اٹک۔ پیاری آپی جانی السلام علیکم! جولائی کا آنچل چلچلاتی گرمی میں 25 جون کو ملا آنچل کے ٹائٹل پر ماڈل ریڈ کپڑوں میں ہمیں یہ کہہ رہی تھی کہ رمضان مبارک ہو "سرگوشیاں" پڑھ کر پھر "حمد و نعت" سے دل و دماغ کو معطر کیا اس کے بعد "در جواب آں" پڑھ کر اگلے سلسلے کی طرف قدم اٹھایا "دانش کدہ" میں امام اعظم ابو حنیفہ پڑھ کر اگلا قدم "ہمارا آنچل" کی طرف اٹھایا۔ "بہنوں کی عدالت" میں سمیرا شریف طور نے جس محبت سے سب کے جواب دیے پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اگلی پیشی کس کی ہوگی اس کا ہمیں شدت سے انتظار ہے اپنے پسندیدہ سلسلے وار ناول "بھیگی پلکوں پر" کی طرف بڑھے نازی آپی ماہ جبیں کے ساتھ آپ نے اچھا نہیں کیا پہلے اس کی شادی میکال سے کروائی پھر طلاق دلوائی پھر نہال سے کروائی اور پھر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا میں بہت روئی نہال کی موت پر اور ماہ جبیں کی بے چارگی پر ادھر حور عین کو عرق پہنچایا جیل میں اس معصوم کی داستان سن کر بہت دکھ ہوا لیاقت عبدالہادی نے تشدد کیا بہت برا لگا مجھے نازیہ آپی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں خواب غفلت سے بیدار کیا۔ "بھیگی پلکوں پر" اس قسط نے کمال کر دیا ہے سارے کیا ہماری پیاری پری کو شہریار (شیری) بھگا کر لے جا رہا ہے خدا خیر کرے۔ صفدر جمال کو اس کے کیے کی سزا مل گئی ہے "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا ناول بہت زبردست چل رہا ہے۔ تنزیلہ کی محبت کہیں عباس حیدر تو نہیں ہے وقاص کا کردار مجھے بہت برا لگا کہاں وہ بوڑھا کہاں وہ معصوم امامہ، ایمان بے چاری گھر سے بھاگی اپنی بہنوں اور بوڑھے باپ کو چھوڑ کر شرجیل کے ساتھ لیکن اس کے گھر والوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ سکندر کا کردار مجھے بہت اچھا لگا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کا ناول اچھا چل رہا ہے۔ مکمل ناولوں میں "خوشبو کی" صائمہ آپی کا ناول اچھا لگا۔ ناولٹ میں "حق تنقید" رشک حبیب کا ناولٹ پسند آیا۔ افسانوں میں "بند حسن جزا ہے" "عروسہ عالم" "چاند میرے آنگن کا" عما فاطمہ دونوں افسانے پسند آئے۔ مستقل سلسلے کی طرف بڑھے "روحانی مسائل" "بیاض دل" "دوش مقابلہ" "یوٹی گائیڈ" سے مستفید ہو کر "نیرنگ خیال" میں سیماغزل کی غزل اور نظموں میں جعلی پولیس مقابلہ، ضمیر کے قیدی، سمیرا غزل صدیقی کی نظم پسند آئی۔ "دوست کا پیغام آئے" یادگار لمحے پڑھ کر اپنے پسندیدہ سلسلے "آئینہ" کی طرف چلے۔ آئینہ میں سب کے تبصرے پسند آئے "ہم سے پوچھیے" آپ کی صحت "دستر خوان" کی باتیں سے اینڈ کر لیا میری طرف سے سب کو اسپیشل عید مبارک ہو۔

زنیرہ طاہر...... بہاولنگر۔ السلام علیکم! سر ورق پر جی موں ...... دو پٹہ یوں اوڑھ رکھا تھا جیسے کسی نے زبردستی کی ہو۔ سرگوشیاں سنیں حمد و نعت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ در جواب آں میں نازی کے ماموں اور مریم عبدالرحمن کے ساتھ ہونے والے سانحے نے غم زدہ کر دیا اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل دے۔ ہمارا آنچل میں بہنوں سے ملاقات کی میری دوست ہادیہ ظفر تم بہت بہادر ہو میری کالج کی فرینڈ ہمیشہ خوش رہو۔ نازی آپی کمال کر دیا آپ نے یا مزہ آیا ویسے مجھے لگتا ہے کہ لیاقت کو حور عین سے محبت ہوگئی ہے اس لیے وہ جھوٹ کی کمی اور اب عذیر کے گھر ہے میری گل آپی یعنی فاخرہ گل وہ کیا بات ہے کیا کہوں ماشاء اللہ اللہ پاک آپ کو ایسے ہی معاشرے کی اصلاح کرنے کی ہمت دیتا رہے آمین۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی رجا کو کہاں غائب کر دیا؟ اب ماہ رخ کی سزا ختم ہونے والی ہے۔ شیری جیسا جنونی بھی میرے ساتھ بھی تھا مگر اب جو سوچا گیا ہے اپنی چیز ہی پانے کا۔ جا ہے وہ محبت ہی کیوں نا ہو۔ عروسہ عالم اس مرتبہ آپ متاثر نہ کر سکیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں مجھے لگتا ہے بابا صاحب کا الرخ اور روشی وغیرہ سے کوئی تعلق ضرور ہے۔ صائمہ قریشی نے سبق دیا کہ لگن سچی ہو تو منزلیں خود بخود قریب آتی ہیں۔ آپ کی کاوش سے ام مریم آپی کی بھی مجھے گمان ہوتا ہے کہ لاریب میری کاپی ہے جب لڑکوں کی عزت اتارنے میں اس کا غصہ میرے جیسا ہے۔ رشک حبیب نے بھی اچھا لکھا۔ رشک یار ادا صاحب کا مطلب بھی بتا دیتا ان کی اوک جھونک سے انجوائے کیا۔ "بیاض دل" میں بھی کے اشعار اچھے تھے خاص کر روشی کے آئینہ میں سب کا پسند آیا مگر وجیہہ خان کی کمی محسوس کی اب دوبارہ حاضری ہو وجیہہ بابا آنچل میں۔ صوفیہ ملک میری دم چلی پری ہے تو آپ کا بڑا پن ہے اور خلوص ہے ورنہ میرے الفاظ ایسے نہیں ہیں۔ شگفتہ خان، ملی آپی آپ نے مجھے یاد رکھا اس دفعہ پروین افضل شاہین آپی نے دل نکالا تو اذشان بانی سارا آنچل زبردست تھا ساہیوال جاتے ہوئے راستے میں پڑھا۔ ناداظم نے اچھا لکھا ہے جو لکھتے بھائی صاحبان ہوتے ہیں تا جب وہ پڑھ کر کوئی ٹکڑے پھیل جاتے ہیں۔ سب میری صحت کے لیے دعا کریں میری لون ڈسکس اور مسلز لوڈ ہو گئے ہیں مکمل ریسٹ پر ہوں گفتہ نگہبان۔

☆ پیاری زونی اسد! سکرونا ٹائٹل سے لے کر تمام کہانیوں اور مکمل ناول پر آپ نے بھرپور تبصرہ کیا، اچھا لگا کافی غور و خوض سے آپ نے ماڈل کا معائنہ کیا ہے۔ اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری اور کیوٹ سی شہلا جی السلام علیکم امید ہے کہ خوش باش ہوں گی میں اکثر آنچل میں حاضری دیتی رہتی ہوں لیکن آئینہ میں پہلی بار آپ سے مخاطب ہوں۔ جولائی کا شمارہ میرے فیورٹ رنگ سے جگمگا رہا تھا۔ سب سے پہلے سرگوشیاں سن کر خوش آئند خواب دیکھے پھر "دانش کدہ" میں اہم دینی معلومات سے دل و دماغ کو مستفید کیا۔ ہمارا آنچل میں کچھ نٹ کھٹ ہادی میں لپٹے ہوئے اور کچھ سریس تعارف پڑھنے کو ملے۔ دل کو ہادیہ ظفر اور سامعہ ملک کھٹ سے بھا گئیں۔ ہادیہ ظفر مجھے آپ کے تعارف میں یہ بات بہت اچھی لگی کہ آپ بھی مایوس نہیں ہوتیں۔ بہنوں کی عدالت میں سمیرا شریف طور کی زندگی سے قریب باتیں ڈائریکٹ دل پر اثر کر گئیں۔ سلسلے وار ناول میں سب سے پہلے "بھیگی پلکوں پر" پڑھا۔ بہت عمدہ جا رہا ہے شہریار نے تو اس دفعہ حد ہی کر دی خدا پری کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اس کے بعد ٹوٹا ہوا تارا پڑھ کر مجھے شہوار پر بہت غصہ آیا وہ اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے مصطفیٰ کے دل کا آئینہ خراب کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ دیگر کہانیوں میں "بند حسن جزا ہے" "خوشبو کی" "حق تنقید" اور "چاند میرے آنگن کا" بہت ہی زبردست اور ٹاپ کی تحریریں تھیں۔ مستقل سلسلے سارے ایک سے بڑھ کر ایک تھے میری طرف سے آپ سب کو رمضان مبارک اور پیشگی عید مبارک ہو۔ خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

☆ ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد۔ السلام علیکم اسوت آنچل فیملی اینڈ ڈیئر فرینڈز امید ہے رب کریم کے فضل سے آپ سب ہمیشہ کی طرح ہنستے مسکراتے اور چھپاتے ہوں گے۔ لیجیے ہم تو یار آخر پاکستانی ہیں بڑے بڑے غم برداشت کر لیتے ہیں کیوں ٹھیک کہا نا؟ تو جناب آتی ہوں تبصرہ کی جانب "بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی آپ کی اسٹوری اتنی زبردست ہے کہ کیا کہوں اسٹوری ہو تو ایسی اسی لیے مجھے سلسلے وار کہانیاں پسند ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کی کہانی بہت بہترین ہے اس اسٹوری میں میرے پسندیدہ کردار شہوار اور تابندہ بیگم مصطفیٰ ہیں اور سب سے گریٹ اسٹوری کیا بات ہے آپ کی۔ ریحانہ کیا کہوں اب آپ کی اسٹوری پیر ہے۔ ویری ویری نائس اور نازی آپ کا "بھیگی پلکوں پر" کیا کہیے کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی آپ سب کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دل خوش کر دیا آپ سب نے، ہاں البتہ مدیرہ آنٹی سے ایک بات کہنی تھی کہ بلیز یہ جو مکمل اسٹوری یا ناول ہے ان کا معیار بلند بنائیں ان میں یکسانیت ہوتی ہے امید ہے آپ غور کریں گی۔ رشک حبیب بہترین کاوش، سمیرا شریف طور

کا تعارف شروع میں ہی دیکھ کر گیا سو آگے پڑھا نہیں معاف کیجیے گا۔ بہت سی بہنوں کے تعارف بھی اب مختصر پائے۔ بیوٹی گائیڈ کا سلسلہ جو شروع کیا یہ ٹھیک ہے۔ دوست کا پیغام آئے میں ہمارے نام کوئی پیغام نہیں تو ہم ایسے ہی پڑھتے ہیں ہاہاہا...... "یادگار لمحے" واقعی یادگار تھے۔ رمضان کا آغاز اور استقبال سبحان اللہ۔ مولوی نذیر احمد کو کیا کھینچنے والے تھے پاکستان کی مٹی بڑی زرخیز ہے خدا انہیں سلامت رکھے آمین۔ آئینہ میں سرسری نظر ڈالی ہم سے پوچھیے آپ کی صحت، رمضان اور غذائیں..... پہلے سے ہی احتیاط کے مشورے گڈ اب بہترین تھا آنچل کے لیے اور میرے پیارے وطن کے لیے بہت سی دعائیں سدا قائم رہے آمین۔

☆ راجا آپ کا بہت بہت شکریہ ان شاء اللہ آپ کے مشورے پر ضرور عمل کریں گے۔ خوش رہو۔

فضہ یونس...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! سب سے پہلے شہلا آپی اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو میری طرف سے رمضان المبارک اور عید الفطر بہت بہت مبارک ہو۔ اس بار آنچل اپنی تمام تر رونقوں کے ساتھ 26 کو جلوہ افروز ہوا سب نے بہت ہی اچھا تحریر کیا۔ "جھیل کنارہ کنکر" میں نازیہ آپی نے بہت اچھا تحریر کیا حوریں پر ہونے والے ظلم جان کر بڑا افسوس ہوا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی میں کیا کہوں اسٹوری بہت اچھی ہے۔ "حق تقدیر" رشک حبیب کی وطن سے محبت بہت اچھی لگی۔ "چاند میرے آنگن میں" ندا فاطمہ کی تحریر بڑی اچھی لگی۔ "یادگار لمحے" میں ساجدہ ربیعا آپ نے ہماری نظم چرالی چلیں کوئی بات نہیں مقصد تو دونوں کا ایک ہی تھا اس سے پہلے کہ میرے لیے جگہ کم پڑ جائے اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا خاص رحم و کرم عطا فرمائے اور آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

سابیہ چوہدری...... گجرات۔ آنچل 28 کو ملا خوب صورت کور پر لڑکی آنچل اوڑھے بہت پرکشش لگ رہی تھی۔ حمد و نعت پڑھی ماشاءاللہ مزہ آ گیا۔ بیاض دل میں اپنا نام نہ دیکھ کر بہت غصہ آیا آئینہ میں بھی غائب یادگار لمحے میں بھی غائب دوست کے پیغام آئے میں بھی غائب بس جی آنچل اٹھا کر ایک طرف رکھا اور خود منہ سر لپیٹ کر لیٹ گئے سمجھ نہ آئے کب نیند کی وادی میں اتر گئے یہ تو علم نہیں مگر جب حال میں لوٹے تو سب بھول بھال کر آنچل پکڑ لیا اب ذرا سی بات پر آنچل کو چھوڑ تو نہیں سکتے نا! سمیرا شریف طور کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ ندا فاطمہ کا افسانہ بیسٹ تھا "خوشبو مہکی" زبردست صائمہ کیا ہی بات تھی ناول کی۔ یہ اعتبار جب ٹوٹتا ہے تو پھر سب کچھ بکھر جاتا ہے۔ ہر کھوئی ہوئی چیز دوبارہ مل جاتی ہے جہاں پر کم ہوتی ہے سوائے اعتبار کے مگر ال خوش نصیب نکلی اس نے اعتبار کھویا نہیں تھا ذرا غلط فہمی تھی دور ہو گئی۔ فاخرہ گل کا ناولٹ پڑھ کر کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں اللہ پاک ہدایت دے مسلمانوں کو...... رشک حبیب کا ناولٹ بے حد اچھا لگا بالکل ٹھیک کہا کہ ہم لوگ خود ہی اپنے گھر کو گندہ اور خراب رکھتے ہیں جب خود ہی عزت نہیں کریں گے تو دوسرے کیسے کریں گے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ وہاں جا کر پی ایچ ڈی ہولڈر بندہ سڑک پر جھاڑو دے رہا ہوتا ہے کھیتوں کا کتنا نہلا سکتا ہے مگر یہاں چھوٹی موٹی نوکری نہیں کرتے افسوس بہت ہے۔ تحریش...... باقی ابھی رسالہ پڑھا نہیں اگر پڑھتی تو مخالفانہ لکھ پاتی اگلے ماہ تک اجازت فی امان اللہ۔

☆ پیاری چوہدرانی جی اتنا غصہ مت کریں، کبھی کبھار ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ ٹائٹل اور تحریریں پسند کرنے کا شکریہ۔

نورا شاہ...... چکوال۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے دعا اور سلام امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور امت مسلمہ کی خیریت کے لیے رب ذوالجلال سے دعا گو ہوں۔ آنچل میں میرا نام نیا ہے اگر آپ کا تعاون رہا تو یقیناً یہ دوستی لازوال ہوگی ان شاء اللہ اب بات ہو جائے کہانیوں کی تو آنچل کے سبھی لکھنے والے بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔ کہانیوں میں تمام پسند ہیں مگر "جھیل کنارہ کنکر" "بھیگی پلکوں پر" اور "ٹوٹا ہوا تارا" بیسٹ ہیں۔ آخر میں آپ کے لیے اور تمام آنچل اسٹاف اور تمام مسلمانانِ عالم کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔

☆ تارا گڑیا خوش آمدید۔

عشا نور بلوچ...... نواب شاہ۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک اور خوش باش ہوں گی۔ سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف، تمام آنچل قارئین اور رائٹرز کو رمضان کریم کا مقدس مہینہ بہت بہت مبارک ہو۔ جولائی کا شمارہ 25 تاریخ کو مل گیا ٹائٹل ہمیشہ کی طرح خوب صورت اور منفرد تھا۔ آنچل میں یہ میرا پہلا خط ہے بات ہو جائے کچھ اس کہانی کی جس نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ ہے سمیرا شریف طور کی تحریر "ٹوٹا ہوا تارا" واہ آپی آپ نے کمال کر دیا اتنا خوب صورت ناول لکھنے پر بہت مبارک باد۔ اس ناول میں سارے ہی کردار قابل ستائش اور قابل تحسین ہیں۔ پر مجھے ولید، مصطفیٰ اور شہوار کا کردار بہت زیادہ پسند ہے۔ ولید کی آتی شاندار پرستائی ہوا اور اس بار بھی بہت زبردست قسط پیش کی۔ جب شہوار نے ڈاکو سمجھ کر مصطفیٰ کو گلاس دے مارا تو بہت ہنسی آئی مگر چلو اس بہانے شہوار کی دیرینہ خواہش تو پوری ہوئی مصطفیٰ کا سر پھوڑنے کی (ہاہاہا) اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ اب سفر کرتے ہیں ام مریم کے ناولٹ کی طرف "مجھے ہے حکم اذاں" ایمان نے گھر چھوڑ کر بڑی غلطی کی اب اس کی سزا بھگت رہی ہے۔ سندس کو اپنے پیروں کا پتا چل گیا اب آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ کچھ بات ہو جائے نازیہ آپی کے مکمل ناول "جھیل کنارہ کنکر" کی مجھے اس کا عنوان بہت پسند ہے بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ پلیز گزشتہ اقساط کا خلاصہ دیا کریں، اللہ آپ کو مزید ترقی دے آمین۔ محبت کے خوب صورت جذبوں سے لبریز ناول "خوشبو مہکی" نے آنچل کو چار چاند لگا دیے۔ رشک حبیب کی تحریر "حق تقدیر" پڑھ کر موڈ اچھا ہو گیا۔ ضاحک اور پھول کی نوک جھونک پڑھ کر مزہ آیا۔ "کاش ایسا ہو" فاخرہ گل نے زبردست لکھا اب آتے ہیں افسانوں کی طرف افسانے دونوں بس ٹھیک ہی تھے۔ "بہنوں کی عدالت" میں اپنی فیورٹ مصنفہ سمیرا آپی کا تعارف پڑھ کر بہت اچھا لگا آپ بہت اچھی ہیں آپی! "ہمارا آنچل" میں ساجدہ ملک، سیدہ کنزیٰ، نادیہ ظفر اور سدرہ ملک سے ملاقات ہوئی سبھی کے تعارف پسند آئے۔ غزلیں نظمیں پسند آئیں "بیاض دل" میں سب کا انتخاب اچھا لگا "یادگار لمحے" ہمیشہ کی طرح یادگار رہے۔ "آئینہ" میں سب کے تبصرے پڑھ کر بہت اچھا لگا بے حد طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے قلم تو رکنے کا نام نہیں لے رہا اللہ پاک آنچل کو مزید ترقی دے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا زندگی نے وفا کی تو پھر سے حاضر ہوں گی تب تک اللہ حافظ۔

☆ اچھی گڑیا! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

طاہرہ ملک...... جلالپور پیروالہ۔ مائی سویٹ آنچل اسٹاف، آنچل رائٹرز! آنچل ریڈرز السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب جی ٹھیک پہچانا میں ہی ہوں آنچل کی پرانی ریڈر طاہرہ ملک سوچ تو کافی عرصے سے رہی تھی کہ آنچل میں اپنا جلوہ دکھائیں لیکن وہی مصروفیات بالآخر قلم تھام ہی لیا جولائی کا آنچل ہمیشہ کی طرح 27 کو ملا "ہمارا آنچل" میں ساجدہ ملک، سیدہ کنزیٰ، نادیہ ظفر اور سدرہ ملک اور شمع پرویز سے مل کر بہت زیادہ اچھا لگا۔ سمیرا شریف طور آپ کے بارے میں اتنا تفصیلی جان کر بہت اچھا لگا آنچل اسٹوریز میں سب سے پہلے نازیہ کنول نازی کی "جھیل کنارہ کنکر" پڑھی ویل ڈن نازیہ آپی! آپ کی تحریر میں جادو ہے بہت خوب صورتی سے آپ ظالم لوگوں کا مکروہ چہرہ دکھا رہی ہیں پاکستان میں قیدیوں پر ہونے والے مظالم پڑھ کے دل خون کے آنسو روتا ہے۔ نازیہ جی "جنگلی پولیس مقابلہ" پڑھ کے میں بہت زیادہ روئی کیسے کیسے بے گناہ دولت کے عوض مٹی میں مل جاتے ہیں۔ میکال تہمال اور ماہ نور کے بارے میں اب کچھ ڈیٹیل بھی آپی ہم شدت سے انتظار کرتے ہیں اس کے صفحات زیادہ لکھا کریں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بہت خوب صورت تحریر ہے ایمان کی حالت زار پر بہت دکھ ہوتا ہے ایک غلطی کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑ گئی ہے سندس اگر عباس سے محبت کرتی ہے تو یہ اس کی دیوانی ہے اس کا دیوانہ ہے اور عباس نے تو اپنی بیوی کے لیے عشق کی ہر حد ہی ختم کر دی ہے کیا ہے گاؤں کا اور قرآن کا ایک کامیاب انسان بنا دیں اور سکندر بھی بہت دکھ برداشت کر چکا ہے اللہ رب کی صورت میں اب تو اسے خوشیاں ملنی چاہئیں۔ وقاص نے بہت گھناؤنی سازش کھیلی ہے اللہ تو معصوم ہے بےچاری پھنستا جا رہی ہے وقاص کے جال میں اس کہانی کا اینڈ اچھا ہونا چاہیے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی یہ بندہ کا اب ساسی دکھا رہی ہیں میرے خیال میں یہ بندہ کا ولید کو شادی وغیرہ سے کوئی تعلق ہے اور شہوار کو بھی تھوڑی عقل دیں مصطفیٰ کی بہت تسلط کرتی ہے مصطفیٰ ایک دم سب دیکھ بدلا بندہ کیسے برداشت کرتا ہے جولیہ کے دل میں بھی ان کی محبت ظاہر کر دیں۔ "بھیگی پلکوں پر" زبردست جا رہا ہے صباحت کو ابھی تک عقل نہیں آئی پری نے بہت تکلیفیں

سہی ہیں خوشیوں پر اب اس کا بھی حق ہے۔ دیکھتے ہیں کہ شری کی دیوانگی کیا رنگ لاتی ہے۔ بیوٹی گائیڈ بہت اچھا سلسلہ شروع کیا ہے آپ نے۔ شاعری سب کی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ یادگار لمحوں کو سمیرا اکبر، ایس انمول، نرگس اقبال، شمائلہ، زرگر غزل، مرزا، امبر گل نے یادگار بنا دیا۔ آئینہ میں صوفیہ ملک، کوثر مریم، ثمینہ، نازش، حیرا، طاہرہ، فائزہ بھٹی اور شاہ زندگی نے بہت اچھا لکھا۔

☆ اب ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ ٹوٹنے کا نہیں ہے ہاں۔

منیبہ نواز...... السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آنچل اسٹاف سمیت سب خیریت سے ہوں گے۔ میرا خیال ہے جب اگلا شمارہ آئے گا تو عید ہوگی اس لیے میری طرف سے سب کو بہت بہت عید مبارک۔ اب آتے ہیں اپنے آنچل کی طرف "حمد و نعت" سے مستفید ہونے کے بعد ڈائریکٹ "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف چھلانگ لگائی ہمیشہ کی طرح سپر ہٹ اسٹوری سمیرا آپی شہوار کو کیا ہوتا جا رہا ہے دن بدن، بھئی بے وقوف ہے گلاس مار دیا مصطفیٰ کو اور اگر وہی گلاس اس کی ماں کو لگ جاتا اگر وہ کمرے میں آ رہی ہوتیں تو...... ویسے اسٹوری زبردست جا رہی ہے بیسٹ آف لک سمیرا جی! "جھیل کنارہ کنکر" نازی دیدی آپ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ اللہ پاک آپ کو اور اچھا لکھنے کی صلاحیت عطا فرمائے آمین اور صدا خوش رہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا سعدیہ اسٹوری تھوڑی تیز کریں کچھ مزہ نہیں آ رہا طغرل واپس آیا تو میں بھی کچھ تیزی آئے گی اب لکھیں پھر وہی اچھیں بیسٹ جلدی جلدی اسٹوری کو مکمل کر لیجیے۔ "خوشبو مہکی" صائمہ آپی مجھے تو اس اسٹوری کے بارے میں پہلا ادھر صفحہ پڑھتے ہی پتا چل گیا تھا کہ اسٹوری ہے کیا ویسے پہلے سے میرے ذہن میں بھی ذو کیس۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم بہت زبردست لکھ رہی ہیں ایمان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اس نے بویا اور اب کاٹ رہی ہے ارے ماں باپ کی عزت بنا کر یہ کیسے ممکن ہے کہ گھر سے بھاگنے والی لڑکی کی عزت ہو گی اور اماں نے جو نیا انکشاف کیا ہے وہ مجھے لگتا ہے کہ جھوٹ بول رہی ہے کہ اس کی آپی پریشان نہ ہو۔ ہم سے پوچھیے میں پروین افضل شاہین کے سوالات اچھے تھے یادگار لمحے میں سب کچھ زبردست تھا اور آخر میں عباس کی اس کی اچھی کے لیے بہت سی دعائیں اللہ پاک انہیں جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے آمین اور ہم سب کی ماؤں کا سایہ ہم پر سلامت رہے آمین۔ اسی کے ساتھ ہی اجازت اگلے ماہ تک کے لیے والسلام فی امان اللہ الحفیظ الامان۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم شہلا جی! امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی آنچل 26 کو ملا سب بہنوں کے تعارف بہت پسند آئے۔ ساجدہ ملک عمرے کی مبارک باد سیدہ کنزیٰ آپ کو بھی بہت مبارک ہو، پر مجھ ناچیز کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ "بھیگی پلکوں پر" آگے بڑھی ہے "ٹوٹا ہوا تارا" بیسٹ ناول ہے۔ "جھیل کنارہ کنکر" کی تو کیا ہی بات ہے۔ ام مریم "مجھے ہے حکم اذاں" ویل ڈن۔ فاخرہ گل، رشک حبیب، صائمہ قریشی، سر رخ عالم، ندا فاطمہ بہت زبردست۔ نازی آپی "جنگلی پولیس مقابلہ" بیسٹ۔ غزل راشدہ ترین اور رمضان کا شعر مسکان غزل، قدیر رانا سب نے بہت اچھا لکھا۔ بیاض دل میں غزل ہما، طلحہ، یاسمین شمع، نادیہ، ثوبیہ، اقصیٰ، نادیہ، عمران، تحسین، ہمشم، سمیرا، نبیلہ، شبانہ، مظفر، علی زرشا، زین الدین، راحت علی نے بیسٹ شعر لکھے۔ ثانیہ عبدالغفور کا ٹاپ پر شعر تھا۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح یادگار بن گیا ڈش مقابلہ میں نزہت جبین ضیاء ٹاپ پر رہیں۔ آخر میں سب دوستوں کو سلام آپ کی دعاؤں کی طلب گار۔

کشش زہرہ...... تلہ گنگ۔ سلام آپی! کیا حال ہیں؟ امید ہے آپ بخیریت ہوں گی۔ تمام اہل پاکستان کو سلام ٹائٹل بہت اچھا تھا اس کے بعد "حمد و نعت" بہت اچھی تھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں پڑھ کر علم میں اضافہ ہوا کہانیاں تمام اچھی تھیں۔ بالخصوص "جھیل کنارہ کنکر" اور "بھیگی پلکوں پر" اور "ٹوٹا ہوا تارا" میری فیورٹ کہانی ہے۔ بیاض دل میں تمام شعر اچھے تھے بالخصوص نادیہ فاطمہ رضوی (کراچی)، ثمرہ راشد (چکوال) اور سارہ عرفان (عارف والا) کا انتخاب اچھا تھا۔ غزل نظم میں تمام شعرا کی غزلیں نظمیں اچھی تھیں۔ یادگار لمحے میں بھی تمام لوگوں کا انتخاب اچھا تھا اللہ پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ سویٹ شہلا آپی کیسی ہیں؟ رائٹرز اور بے لوث محبت کرنے والے قارئین کو عائشہ پرویز کا چاہت بھرا سلام قبول ہو۔ آنچل ہر بار کی طرح جلدی مل گیا تھا مزے کی بات بتاؤں بیچ اپنا نام لکھا دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ہمارے آس پاس کے لوگوں نے بھی آنچل میں ہمارا نام پڑھ لیا اور ہمیں مبارک باد دی ہے۔ آنچل جلدی مل گیا جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا ہم تو وہ مزہ آ گیا کہ کہانیاں چھوڑ کر پیچھے کا حصہ پڑھا بہت مزہ آیا تمام دوستوں سے ملاقات ہو جاتی ہے اور آنچل کے کس کس سلسلے کی تعریف کریں کیونکہ آنچل مکمل طور پر تعریف کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور یوں ہی ہم سب کا اور آنچل کا ساتھ قائم رہے آپ سب کو اگست میں عید کے لیے ڈھیر ساری مبارک باد اور پیارے پاکستان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں کہ اللہ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

آنسہ شبیر...... ٹوکہ، گجرات۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیا حال ہے؟ امید واثق ہے کہ آپ سب ماہ رمضان کی برکتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوں گے خدا کرے کہ یہ رمضان ہم سب کے لیے اور ملک پاکستان کے لیے ڈھیروں ڈھیر خوشیاں لے کر آئے اور میری طرف سے تمام آنچل کے ریڈرز اور رائٹرز کو بہت بہت زیادہ عید مبارک اور عید کی خوشیوں میں اپنے تمام غریب بہن بھائیوں کو ضرور یاد رکھیے گا۔ رمضان نمبر 26 جون کو ملا سرورق پر نظر دوڑائی تو منہ سے بے اختیار نکلا سبحان اللہ۔ سرگوشیاں پڑھیں حمد و نعت سے فیض یاب ہوئی۔ ہمارا آنچل میں تعارف سب کے اچھے تھے۔ بہنوں کی عدالت میں سمیرا شریف طور نے بہت خوب صورتی سے اپنا دفاع کیا بہت پیارے جوابات دیے بہت اچھا لگا آپ سے اور آپ کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کیا ہی بات ہے۔ لگتا ہے کہانی نے ایک نیا موڑ لے لیا ہو لگتا ہے ولید نے شانے اور شہوار کا آپس میں حقیقی رشتہ ہے چلیں دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ "بھیگی پلکوں پر" اور "جھیل کنارہ کنکر" کی یہ قسط بھی زبردست تھیں۔ باقی افسانے ابھی پڑھے ہی نہیں لائٹ کی وجہ سے (ہاہاہا) بیاض دل میں سب کے اشعار بہت اچھے تھے آئینہ میں جن بہنوں نے تعارف پسند کیا بہت بہت شکریہ۔ حسن نظر ہے آپ کی ورنہ بندی اس قابل کہاں۔ یادگار لمحے سارے ہی یادگار تھے۔ ڈش مقابلے میں دفعہ بہت اچھا تھا آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی تمام خواہشات پوری کرے اور ایک خاص پیغام زندگی رمضان کی طرح گزاریں تو موت عید جیسی ہوگی حیات باقی ملاقات باقی فی امان اللہ۔

سونیا کنول نین...... چکوال۔ آنچل واقعی سب کا آنچل ہے آئی لو یو سو مچ آنچل، تبصرہ صرف سلسلے وار ناول کا ہی کرپاؤں گی جن میں "بھیگی پلکوں پر" اور "مجھے ہے حکم اذاں" ٹاپ آف دی لسٹ ہیں۔ مجھے پری اور طغرل کا کردار بہت پسند ہے۔ اقرا جی پلیز جلد از جلد انہیں ایک کر دیں اور مریم کے ناول میں مجھے عباس اور لاریب پسند ہیں کاش یہ دونوں ایک ہو جائیں۔ سمیرا جی آپ کی تو کیا بات ہے شہوار اور مصطفیٰ کو جلدی سے ایک کر دیں پھر ناول پڑھنے میں زیادہ مزہ آئے گا بس اتنا ہی...... ان شاء اللہ پھر تفصیل سے تبصرہ کروں گی فی امان اللہ۔

☆ سونیا آنچل بھی آپ سے بہت محبت و پیار کرتا ہے۔

سدرہ زبیر...... لاہور۔ السلام علیکم ڈیئر شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ چلیے ایک بار پھر آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں مجھے آنچل کو جوائن کیے تین ماہ ہو گئے ہیں مجھے آنچل بہت پسند آیا اور آپ بھی لیکن لگتا ہے میں آپ کو پسند نہیں آئی میرا نام سدرہ زبیر ہے آپ کو میری طرف سے دلی عید مبارک ہو۔

☆ پیاری سدرہ خوش آمدید اور تعارف کے ساتھ ساتھ تبصرہ بھی کرتیں تو ہمیں اچھا لگتا۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں۔ السلام علیکم سویٹ اینڈ کیوٹ شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ آنچل کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے مجھے جس اسٹوری نے لکھنے پر مجبور کیا وہ ہے "مجھے ہے حکم اذاں" ویل ڈن ام مریم! خدا آپ کو کامیابیوں سے نوازے پلیز سندس کو در در بھٹکنے سے بچا لیں اور لاریب کی حالت پر مجھے بہت رحم آتا ہے بہت زبردست جا رہی ہے اسٹوری ام مریم! دل چاہتا ہے ایک بار آپ کو ضرور دیکھوں باقی سب قارئین دوستوں کو دعائیں۔

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

عروسہ شہوار رفیع......کالا گوجراں جہلم

س: کتنے ماہ بعد آپ کی محفل میں حاضری دے رہی ہوں' کچھ یاد ہے کیا؟

ج: یاد کچھ ذرا ذرا مگر......

س: پیامن بھائی میری مہندی رنگ لائی' کیا ماجرا ہوا ذرا بتائیے تو......میں کیوں شرمائی؟

ج: پیامن بھائی' مہندی رنگ لائی
تم شرمائیں کیونکہ عید آئی

س: کی محبت تو سیاست کا چلن چھوڑ دیا ہم اگر عشق نہ کرتے تو حکومت کرتے' ہمارا دعویٰ ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: بچے غیر سیاسی ہوتے ہیں۔

س: ہمارے تعلقات' رویوں' لین دین اور رشتے ناتوں میں اکثر ظاہری چیزوں کو بہت زیادہ پیشِ نظر رکھا جاتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: پیش کی نظری......وہ بھی اعلیٰ درجے کی۔

س: اپیا اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' مجھے بھی اچھی سی دعا سے نوازیئے۔

ج: خوش رہو سدا۔

حافظہ سمیرا......157 این اے

س: آپی کل جب مسجدیں کچی تھیں تو نمازی پکے تھے' آج مسجدیں پکی ہیں تو نمازی کچے کیوں؟

ج: اقبال نے کہا ہے نا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا
تجھے کیا ملے گا نماز میں

س: وہ جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو ہم اس سے اتنے دور کیوں ہیں؟

ج: بدبختی ہے ہماری۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: السلام علیکم! میں کافی ماہ بعد آپ کی محفل کو رونق بخشنے آئی ہوں' کیسا لگا آپ کو؟

ج: بالکل ویسا ہی جیسا لائٹ......

س: ہر وقت انتظار رہتا ہے' انتظار کا کہ کب انتظار آئے اور ہمارا انتظار ختم ہو اور انتظار سے جان چھوٹے؟

ج: انتظار حسین کے بارے میں ایسا نہیں کہتے وہ برا مان جائیں گے۔

س: نظر انداز کرنا اچھا ہے یا غور کرنا اچھا ہے؟

ج: نظر کا عینک لگا کر انداز کرلو اور غور عینک کے بغیر۔

مدیحہ نورین......برنالی

س: سب کو بہت بہت عید مبارک ہو۔

ج: آپ کو بھی عید مبارک۔

س: اتنی مہنگائی اور عید......اُف کیا کریں؟

ج: اُف کر تو رہی ہو اب کیا کرنا ہے بھلا۔

س: ان سے کہیں اتنی کنجوسی اچھی نہیں ہوتی؟

ج: ''ان'' کہہ رہے ہیں کہ وہ آپ کے مستقبل کے لیے کر رہے ہیں۔

س: کون سی چیز انسان کو زندہ درگو کرتی ہے؟

ج: آئسکریم کھاتے ہوئے آپ کے ''ان'' کی بے رخی۔

ارم کمال......فیصل آباد

س: اس عید پر آپ مجھے کون سا تحفہ دے رہی ہیں؟

ج: وہی......ذرا اچھے سے یاد کرو ناں۔

س: عید کی سچی خوشیاں کیسے حاصل کی جاسکتی ہیں؟

ج: دوسروں کو خوشیوں میں شامل کرکے۔

س: وہ گرجتے تو ہر روز ہیں مگر برستے نہیں' کیوں؟

ج: کراچی کے بادل ہیں کیا......؟

س: دبے پاؤں آکر وہ میرے کان میں بولے؟

ج: دس کا لوڈ کروادو......

شمع مسکان......جام پور

س: آپی کسی کی نگاہیں پھیر لینے سے کیا جذبے بھی بدلتے ہیں' یہ دھوکہ دہی ہے یا خود فریبی؟

ج: خود فریبی۔

س: وقت کا تقاضا ہے سب یادیں جلادوں' دماغ کہتا ہے اسے بھلادو' دل کہتا ہے اسے منالو' ایسے میں آپ بتاؤ میں کیا کروں؟

ج: کچھ بھی نہیں کرو بس تھوڑا سا لوڈ بھیج خود ہی دوڑا چلا آئے گا۔

س: دل کی دنیا اداس ہے' وہ نہ میرے پاس ہے' ملنے کی کوئی نہ آس ہے' تم سے ملنے کی پیاس ہے' بتاؤ کب اور کہاں ملوگی؟

ج: وہیں ناں......

ندا اعجاز......گوجر خان

س: آداب اینڈ عید مبارک! آپی جلدی سے میری عیدی دیں' پھر شیر خورمہ بھی تو کھانا ہے نا۔

ج: تمہاری شرکت ہی تمہاری عیدی ہے۔

س: ارے واہ آپی! عید کے حوالے سے سج دھج ہی نرالی ہے آپ کی' کس پارلر سے فیشل کروایا ہے؟

ج: یہ تو قدرتی ہے' بس کبھی غرور نہیں کیا۔
نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی آہم......!

عائشہ پرویز......کراچی

س: سنیں الفاظ کم ہیں اور تمنائیں ہزار' مبارک ہو میری جانب تمہیں عید کی خوشیاں؟

ج: آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد۔

س: دل کو دل سے راہ ہوتی ہے تو پھر اس راہ پر کون سی ٹریفک چلتی ہے؟

ج: جن سے آپ کی دھڑکنوں کی تال میل ہے۔

س: ذرا یہ تو بتائیں کہ صدیوں سے چلی آرہی ساس اور بہو کی جنگ آخر کب ختم ہوگی؟

ج: تم اپنی ساس سے ختم کردو جنگ' باقی جانے دو۔

س: پاکستان سلامت رہے' تا قیامت رہے' 14 اگست مبارک۔

ج: آمین' جشن آزادی مبارک۔

فاخرہ ایمان......لاہور

س: آپی اتنی گرمی اور لوڈشیڈنگ' اس کا کیا علاج ہونا چاہئیں؟

ج: گرم پانی سے شاور ہی اس کا علاج ہے۔

س: فوزیہ سلطانہ کے سوال کے برعکس میں آپ کو اسمارٹ سی' تیکھے نقوش اور اونچے قد کی مالک سمجھتی ہوں' بالکل اپنی طرح کیسا کہا؟

ج: مکھن نا لگاؤ وہ ویسا ہی مہنگا ہوگیا ہے۔

نادیہ یٰسین......ساہیوال

س: آپی میں دو تین دفعہ آئی' پر ہر بار نو انٹری کا بورڈ لکھا دیکھا' کیوں؟

ج: لگتا ہے آپ نے عینک نہیں لگائی ہوگی نا بھئی۔

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عشق مجازی عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ہوتا ہے' کیا خیال ہے؟

ج: جی بالکل لیکن آج کل کے عشق حقیقی کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین شادی سے پہلے مجھے دیکھ کر ہنستے تھے مگر اب؟

ج: منہ دیکھ دیکھ روتے ہیں وہ بھی تمہارا۔

س: میرا گھونگھٹ اٹھاتے ہی انہوں نے بھلا پہلا جملہ کیا کہا تھا؟

ج: راز کی بات ہے کوئی سن لے گا۔
اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

س: افطاری میں وہ تیار سموسے پکوڑے کیوں نہیں لاتے' مجھ سے ہی کیوں بنواتے ہیں؟

ج: تمہارے ہاتھ کی لذت حلوائی کے ہاتھ میں کہاں؟

شمائلہ عباس......ہری پور

س: اگر آئینہ ایجاد نہ ہوتا تو عورتیں میک اپ کیسے کرتیں؟

ج: اپنے پیا جی کی آنکھوں میں دیکھ کر۔

س: نفرت کو محبت میں بدلنے کا طریقہ تو عنایت فرمائیں؟

ج: آج کل بھائی عنایت گاؤں چھٹی پر گیا ہوا ہے۔

لائبہ کرن......ترنڈہ

س: السلام علیکم! شمائل آپی پہلی بار شرکت کی' کیسا لگا؟

ج: اچھا لگا۔

س: آپ ہمارے سوالات کے جواب دے کر کیسا فیل کرتی ہیں؟

ج: جیسے سخت گرمی میں کسی نے ابلا ہوا پانی پی لادیا ہو۔

س: آپی کسی پہ بے انتہا غصہ آئے تو کیا کیا جائے؟
ج: سامنے پڑا ڈنڈا اٹھا کے اس کے سر پر دے مارو سو سمپل نا۔
س: بے بسی کی انتہا کب ہوتی ہے؟
ج: جب بھائی سامنے بیٹھ کر آئسکریم کھا رہا ہو اور وہ بھی منہ چڑا چڑا کر۔
س: کوئی ہمارے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو تو کیسے غلط فہمی دور کی جائے؟
ج: بھوکی شیر کے آگے ڈال دو خود ہی دور ہو جائے گی۔
س: خوش رہیں آباد رہیں اینڈ اجازت دیں' اللہ حافظ۔
ج: خوش رہو اپنے خرچے پر۔

عظمیٰ کنڈی...... گل امام

س: السلام علیکم شمائلہ جی! پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں' بیٹھنے کو نہیں کہو گی؟
ج: وعلیکم السلام! بھئی خود ہی جگہ بنا کے بیٹھ جاؤ۔
س: آپی اگر انسانوں کے سینگ نکل آئے تو کیا ہوگا؟
ج: تم بتاؤ تمہارے نکل آئے ہیں' کیا؟
س: آپی آج کل کی بہو اپنی ساس کی باتوں کا اتنا برا کیوں مناتی ہے حالانکہ ساس بھی تو ماں کی طرح ہوتی ہے؟
ج: اب بہو خود اپنی ساس کو ماں سمجھے تب نا۔
س: اچھا آپی اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔
ج: اللہ حافظ۔

ثانیہ عبدالغفور...... للیانی سرگودھا

س: اپیا جی' عید کیسی گزری' لوڈشیڈنگ کے ساتھ؟
ج: اچھی گزر رہی ہے لوڈشیڈنگ بمعہ گرمی کے ساتھ۔
س: آپ کے جوابات پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے' اتنی گرمی کے باوجود؟
ج: لائٹ آف ہو تو پھر پڑھا کرو اور بھی مزے آیا کرے گا سچ میں۔
س: اپیا جانی پلیز غصہ دور کرنے کا اچھا سا طریقہ بتا دیں' آپ کا اپنا آزمایا ہوا ہونا چاہیے اور آزمودہ بھی؟
ج: آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی شکل دیکھ لیا کرو بس۔
س: بعض لوگوں کو ہم بالکل نہیں سمجھ پاتے' ان سے کیسے نبٹنا چاہیے' اپنے تجربات کی روشنی میں بتایئے گا؟
ج: روشنی کا ہی تو مسئلہ ہے۔
س: اتنی گرمی میں آنا جانا آسان کام نہیں' وہ بھی اتنی دور سے لیکن آپ کے ہاں رات قیام کا انتظام نہیں سو مجبوراً' فی امان اللہ۔
ج: یوں آنا جانا ٹھیک نہیں
میری جان زمانہ ٹھیک نہیں

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

س: السلام علیکم شمائلہ جی! کراچی کے شہریوں پر گرمی کیسے اثر انداز ہو رہی ہے؟
ج: بالکل ویسے ہی جیسے خان بیلہ والوں کے ہو رہی ہی سچ میں۔
س: میری گزارش آپ کی سفارش اور میرے دل کی شدید خواہش پر بالآخر پروین افضل شاہین صاحبہ نے مابدولت کو آنچل میں مخاطب کر ہی لیا' اب سوچ کیا رہی ہیں میری طرف سے انہیں شکریہ کہیے ناں؟
ج: خود ہی کہہ دو شکریہ' ورنہ اس پر بھی ٹیکس لگ جائے گا۔
س: عورت شادی سے پہلے محبوبہ اور شادی کے بعد...... سر درد تو مت کہیے گا' اکثر مرد حضرات کا یہی خیال ہے؟
ج: ماضی کی محبوبہ بن جاتی ہے بس خوش۔
س: ہر طرف آم کا موسم' ایسے میں آنچل مل جائے تو۔
ج: مزا دوبالا ہو جاتا ہے۔
س: چلتی ہوں' ہمیشہ آنچل سجاتی رہیے' ہمیشہ' سمجھ گئیں نا؟
ج: جی بالکل اچھی طرح۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

میزاب رحمت میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔
محترمہ آپ SECALECOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
مدیحہ اقبال گاؤں درشیخل سے لکھتی ہیں کہ میرا جسم بھاری ہوگیا ہے' جسم ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔
محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور شوہر کو CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔
نادیہ شمائلہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر فالتو بال ہیں اور ماہانہ نظام کی خرابی ہے۔
محترمہ آپ PITUTRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ اور 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ فالتو بال ختم کرنے کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔
نسیم اختر خوشاب سے لکھتی ہیں کہ معدہ پر جلن رہتی ہے' بہت پریشان ہوں۔
محترمہ آپ NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں۔
ایمان شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے قبض کی شکایت ہے کئی کئی دن تک اجابت نہیں ہوتی۔
محترمہ آپ OPIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
ثنارہ خوشاب سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ اخراج بہت زیادہ ہے خون کی کمی واقع ہوگئی ہے۔
محترمہ آپ SABINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ بہن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ دیں۔
عظمیٰ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے دانت پیلے پڑ گئے ہیں جڑوں پر سے کالے پڑ گئے ہیں۔
محترمہ آپ KREASOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
اقرا فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔
محترمہ آپ شادی سے ایک ماہ پہلے SECALCOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیں شادی تک جاری رکھیں۔
سعدیہ حضرو سے لکھتی ہیں کہ مجھے بچپن سے موٹاپا ہے مگر اب بہت بڑھ گیا ہے ماہانہ اخراج بہت کم ہوتا ہے کزن کا رنگ کالا ہے چہرے پر بال ہیں۔
محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں وزن نارمل ہونے تک جاری رکھیں۔ کزن کے چہرے سے فالتو بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔
راحیل گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ بچپن سے غلط کاری کی وجہ سے میری صحت خراب ہوگئی ہے۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
نرگس رانی منڈی بہاؤ الدین سے لکھتی ہیں کہ بھانجی کو لکنت ہے اس کے لیے کوئی دوا بتائیں بہت پریشان ہیں۔
محترمہ آپ اسے STRAMONIUM 30

کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور بچی کو صحیح الفاظ ادا کرنے کی مشق کرائیں۔

علی علوی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ اپنی مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں کوئی مناسب دوا تجویز فرمائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عمیر بھائی وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

عفت سلطان راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ مجھے نیند نہیں آتی میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ COFFEA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مہک باغ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے داغ دھبے ہیں رنگت پیلی ہے مجھے کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

سائرہ نمرہ چوہدری فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

حمید اللہ عباسی گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میرے تین مسائل ہیں ان کا حل بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

نرگس جمال اٹک سے لکھتی ہیں کہ میرے بال تیزی سے جھڑ رہے ہیں عنقریب گنجی ہو جاؤں گی میں بہت پریشان ہوں۔ کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بال گرنا بند ہوں گے جو بال گر چکے ہیں ان کی جگہ نئے بال نکل آئیں گے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہو جائیں گے۔

مہوش واہ کینٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں۔ APHRODITE کے متعلق بہت پڑھا ہے کیا میں استعمال کرسکتی ہوں۔ استعمال کا طریقہ بھی بتائیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ ترکیب استعمال بوتل پر لکھی ہوگی اس کے مطابق استعمال کرنے سے فالتو بال انشاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔

عابدہ پروین خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد احمد فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میں بولتے بولتے اٹک جاتا ہوں قد چھوٹا ہے رنگت سانولی ہے۔

محترم آپ STRAMONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM 1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

مسز اقبال ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر براؤن تل ہیں میرے بھائی کے بال جھڑتے ہیں۔

محترمہ آپ THUJA Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا کریں مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو دوا گھر پہنچ جائے

گی اس کے استعمال سے بال گرنا بند اور گنجا پن ختم ہو جائے گا چار پانچ بوتلیں استعمال کرنا ہوں گی۔

صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ عمر 34 سال ہے گردہ سے ریت خارج ہوگئی ہے پیشاب میں کیس ہے۔

محترمہ آپ STIGMATA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

طارق محمود فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے بال روکھے سوکھے ہیں اور گنج پن ہے۔ HAIR GROWER بھی استعمال کر رہا ہوں اس کے ساتھ کوئی دوا بھی لکھیں۔

محترم آپ ACID FLOUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے ساتھ ہیئر گروور کا استعمال بھی جاری رکھیں۔

جمیلہ خاتون دہلی سے لکھتی ہیں کہ آپ مارچ 2009ء میں دہلی تشریف لائے تھے ہماری نانی بیمار تھیں ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ 4.5 ماہ کی مہمان ہیں آپ نے ان کے لیے دوا تجویز کی تھی وہ تندرست ہوگئی تھیں اور آپ کے لیے بہت دعا کرتی ہیں۔ ان کا انتقال 5 جون 2013ء کو ہوگیا وہ آپ کے لیے ہمیشہ دعا کیا کرتی تھیں۔ اب آپ ان کی مغفرت کی دعا کریں۔

محترمہ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میرے لیے ماں کا درجہ رکھنے والی دعا کرنے والی دنیا سے چلی گئیں اور میں ان کی پرخلوص دعاؤں سے محروم ہوگیا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

رشیدہ بیگم کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

دلشاد مرزا لاہور سے لکھتے ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ LEDUMPAL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں نماز کی پابندی کریں۔ ان شاء اللہ صحت بحال ہوگی۔

آمنہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن کی کمی ہے احساس کمتری میں مبتلا ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے خوب صورتی قائم ہوگی۔

سارا زئی ہری پور سے لکھتی ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ HYDROCOTYL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

گلبدن شانزے کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCPHS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

شمیم فاطمہ ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AOUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سکندر خان لائل پور سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کی تکلیف ہے کرنے کے بعد بھی محسوس ہوتا رہتا ہے کہ ابھی اور آئے گا۔ قطرے بھی آجاتے میں بہت پریشان ہوں میری رہنمائی فرمائیں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد عدنان راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شبیر احمد ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے قبض کی شکایت ہے دو دو دن حاجت نہیں ہوتی منہ سے لعاب زیادہ آتا ہے۔

محترم آپ OPIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

سکینہ گل چارسدہ سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم سے خون ضائع ہونے کی وجہ سے خون کی کمی ہوگئی ہے ماہواری بھی ختم ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زویا اختر چارسدہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ماسٹر صغیر احمد پنڈی گھیپ سے لکھتے ہیں کہ میں رجسٹری میں 550 روپے بھیج رہا ہوں آپ BREAST BEAUTY ارسال کریں۔

محترم آپ کا رجسٹرڈ لیٹر موصول ہوگیا ہے مگر اس میں کوئی رقم موجود نہیں ہے بارہا لکھا گیا ہے کہ کبھی لفافہ میں رقم نہ رکھیں وہ غائب ہوجاتی ہے یہی ہوا ہے رقم ہمیشہ منی آرڈر کے صحیح طریقہ پر ارسال کریں اور منی آرڈر ہمیشہ کلینک کے نام پتے پر ارسال کیا کریں۔

روبی غفار خانیوال سے لکھتی ہیں کہ سات سال سے بہت بیمار ہوں۔ مٹاپا بہت ہے جوڑوں کا درد ہے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور RHUSTOX 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں اور بہن کو CALC FLUOR 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ دیں۔

عثمان ڈوگر گوجرہ سے لکھتے ہیں کہ بالوں کے لیے دو بوتل HAIR GROWER بھیج دیں۔

محترم آپ 1200 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو ہیئر گرور گھر پہنچ جائے گا۔ ادویات وی پی نہیں کی جاتیں۔

شوکت خانم ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ میں امراض کا مجموعہ ہوں کئی بیماریاں ہیں جو کسی علاج سے درست نہیں ہوتیں میں بہت پریشان ہوں مکمل تفصیل لکھ رہی ہوں آپ ہی کوئی علاج بتادیں تمام عمر دعا دوں گی مہربانی ہوگی۔

محترمہ اس قسم کے مزمن امراض کا علاج معائنہ اور خاص توجہ کا محتاج ہوتا ہے جو اتنی دور سے ناممکن ہے آپ کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

گل بانو کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SENEE 1030 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ممتاز احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرے جسم پر سوکھی خارش ہوتی ہے کوئی دانے زخم نہیں ہیں۔

محترم آپ DOLICHUS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B - 14 نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75، کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

سولہ سنگھار ایک خالصتاً مشرقی لفظ ہے جس میں سنگھار کے وہ سولہ لوازمات شامل ہیں جنہیں ہر عورت ازل سے اپناتی آئی ہے۔ ان میں سے چند ایک ایسے ہیں جو آج بھی سنگھار کا جز ہیں باقی بہت سے متروک ہوچکے ہیں۔ جیسے کاجل، سرمہ، صندل، تیل، پھول اور مہندی وغیرہ۔ آج بھی استعمال میں ہیں اور ان میں سب سے اہم ترین چیز مہندی ہے جو کبھی کسی دور میں بھی متروک نہ ہوئی بلکہ جدید سے جدید انداز میں سامنے آتی رہی۔ ایک دور تھا جب مہندی کے درخت سے مہندی کے پتے توڑ کر اور پیس کر ہاتھوں میں لگایا جاتا تھا۔ جب ڈیزائن وغیرہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ مہندی کی کون بھی کبھی ایجاد ہوگی یہ کسی نے سوچا نہ تھا ان دنوں مہندی ہتھیلی بھر کے لگائی جاتی، دونوں ہاتھوں کے علاوہ پیروں کے تلووں میں مہندی لگانے کا رواج تھا اور ناخنوں پر بھی مہندی لگائی جاتی۔ سر کے بال رنگنا قدیم ترین فیشن تھا پھر آہستہ آہستہ اس میں جدت آئی اور مہندی کو پیس کر اور باریک کپڑے میں چھان کر اس کا پتلا آمیزہ بنا کے استعمال کیا جانے لگا۔ تب تک کون کا کوئی تصور نہ تھا لیکن تیلی کی مدد سے یا بال پن کے ذریعے خوب صورت نقش و نگار بنا دیے جاتے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور 70ء کی دہائی میں کون کی آمد شروع ہوئی تب بہت کم لوگ جانتے تھے کہ کون مہندی کیا ہے۔

شادیوں کے موقع پر خاص طور پر کون صرف دلہن کے لیے منگوائی یا بنوائی جاتی پھر آہستہ آہستہ یہ کون عام ہوتی گئی اور دکانوں پر باآسانی دستیاب ہونے لگی اور اب یہی کون مہندی لگانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اب پتے توڑ کر پیسنے کا تصور بھی محال ہے اگر کہیں مہندی کا درخت نظر آ بھی جائے تو اسے سل پر پیسنے کا اتنا مشکل کام کوئی کیوں کرے جبکہ بازاروں میں کون دستیاب ہے۔ حالانکہ درخت سے توڑی ہوئی مہندی کی بات ہی اور ہے کیونکہ اس سے نت نئے ڈیزائن بنانا نہایت آسان ہے جبکہ پسی ہوئی مہندی سے ڈیزائن نہیں بنائے جاسکتے تھے۔ جبکہ آج کل ڈیزائن کا فیشن ہے۔ اس کے علاوہ مہندی کا عرق ہوتا ہے جسے نیل پالش کی طرح ناخنوں پر لگایا جاتا ہے اور سوکھ جانے پر دھونے سے ہفتوں تک ناخنوں کو سرخ رکھا جاسکتا ہے۔

چونکہ عید کا تہوار ہے اور عید کے تہوار پر ہر لڑکی و عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سب سے اچھی اور منفرد مہندی لگائے ان دنوں اسی حوالے سے مہندی کے نت نئے اسٹائلش ڈیزائن متعارف کرائے جارہے ہیں۔ مہندی کے حوالے سے چند کارآمد ٹپس حاضر خدمت ہیں۔ جس سے آپ کی مہندی زیادہ دیر تک نکھری رہ سکتی ہے۔

۱) مہندی لگانے سے پہلے ہاتھوں کو اچھی طرح صابن سے دھو کر خشک کرلیں۔

۲) معیاری کمپنی کی کون استعمال کریں بہت زیادہ عرصہ کی رکھی ہوئی کون کبھی استعمال نہ کریں یہ آپ کے ہاتھوں کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔

۳) مہندی لگانے کے بعد اوپر سے کوئی چیز کبھی مت لگائیں اکثر خواتین مہندی سوکھنے پر لیموں یا چینی کا پانی اوپر سے لگاتی ہیں جس سے مہندی پھیلتی ہے اور ڈیزائن خراب ہوسکتا ہے لہٰذا اسے لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

۴) مہندی سوکھ جانے پر ہاتھ دھو کر خشک کرلیں۔

۵) بہتر نتائج کے لیے مہندی ہمیشہ تقریب سے دو روز پہلے لگائیں کیونکہ مہندی کا رنگ دو روز بعد نکھر کر سامنے آتا ہے اور مہندی لگا کر ہاتھ دھونے کے بعد ہی مہندی کی رنگت آہستہ آہستہ نکھرتی ہے۔

ثمرین کنول...... کراچی

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ